انیس الطالبین
نوشتہ
حضرت صلاح بن مبارک بخاری علیہ الرحمہ
المتوفی ۷۹۳/۱۳۹۱
ترجمہ
علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے
قادری رضوی کتب خانہ لاہور

انیس الطالبین

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بانیِ مبانی حضور شیخ السید بہاء الملۃ والدین
معروف بہ شاہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ کے حالات و مقامات پر اوّلین کاوش
انیس الطالبین وعدۃ السالکین فارسی کا دلنشین اردو ترجمہ

نوشتہ

حضرت صلاح بن مبارک بخاری علیہ الرحمہ

المتوفی ۷۹۳/۱۳۹۱

ترجمہ

علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

مدیر مسئول مجلہ الحقیقہ پاکستان

قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

فیضان رحمت

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ

نام کتاب ——— انیس الطالبین

نام مؤلف ——— صلاح بن مبارک بخاری

نام مترجم ——— علامہ غلام مصطفٰے مجددی ایم-اے

نام کمپوزر ——— محمد اکرام

پروف ریڈنگ ——— غلام دستگیر احمد

تعداد صفحات ——— 284

سال اشاعت ——— اگست 2003ء

نام ناشر ——— چوہدری عبدالمجید قادری

ہدیہ اُردو ——— 105 روپے

ہدیہ ——— فارسی اُردو 250 روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

☆ مکتبہ جمال کرم الاویس مرکز دربار مارکیٹ لاہور

☆ لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ

☆ شبیر برادرز اُردو بازار لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

انتساب

خانوادۂ نقشبندیہ کے ایک عظیم بزرگ

حضرت شیخ المشائخ قبلہ عالم مولانا **محمد نورالدین** نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ

کے نام

جن کے دسترخوانِ نعمت کا میں بھی ریزہ خوار ہوں

غلام مصطفٰے مجددی ایم اے

فہرست

ابتدائیہ

حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ الحسینی بخاری

قصر عارفاں، بخارا سے تین میل کے فاصلے پر ایک نورانی بستی ہے جہاں حضرت خواجہ سید محمد بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ (۷۱۸ھ۔۷۹۱ھ) نے سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی اور سلسلہ کے نامور مشائخ کو تربیت دی۔ وسط ایشیا کا یہ مرکز روحانیت، سلسلہ نقشبندیہ کے سلوک و طریقت کی اتنی بڑی درسگاہ تھی، جہاں سے لاکھوں افراد ہدایت پا کر نکلے اور ہزاروں سالک، روحانیت کے مختلف مقامات پر فائز ہو کر دنیائے اسلام کے دور دراز گوشوں میں پہنچے اور سلسلہ نقشبندیہ کے مراکز قائم کرتے گئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب وسط ایشیا سے چنگیز اور ہلاکو کے طوفان، اسلامی تہذیب و تمدن کو بہا کر لے جا چکے تھے۔ اب مسلمان اپنی عسکری اور تہذیبی برتری سے محروم ہو چکے تھے۔ چنگیز خان نے جس زبردست سلطنت کی بنیادیں رکھی تھیں۔ اب وہ اس کے جانشینوں کی ہوس اقتدار کے ہتھوڑوں سے ہل رہی تھیں۔ سب سے بڑا دھچکا ۷۴۶ھ میں غزل خان تاتاری نے لگایا۔ جب اس نے اپنے ہی خاندان کے حکمرانوں کے اقتدار کا تختہ الٹ کر ایک علیحدہ سلطنت کی بنیاد رکھ دی اور اسلام قبول کر لیا اور سمرقند کو دارالسلطنت قرار دیدیا۔ ان چنگیزی مسلمان جانشینوں کی جنگ اقتدار نے تاتاریوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور سارا وسط ایشیا بدامنی کا شکار ہو گیا۔ اسی دوران ایشیا کا قہر خداوندی تیمور لنگ سامنے آیا اور

اس نے وسط ایشیا سے اٹھ کر روس، چین، مشرقی یورپ اور برصغیر پاک وہند کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اپنی طوفانی فتوحات سے ایک طرف ماسکو کو روندتا گیا۔ دوسری طرف یورپ کے وہ علاقے جنہیں چنگیز اور ہلاکو خاں بھی فتح نہ کر سکے تھے۔ پامال کرتا گیا، برصغیر پاک وہند میں جہاں سکندر اعظم کی فوجیں دریائے بیاس سے آگے نہ جا سکیں اور چنگیز کے تاتاری دریائے سندھ سے آگے نہ بڑھ سکے تھے، تیمور لنگ کے گھوڑے سارے ہندوستان کو ویران کرتے گئے۔ مغرب کی طرف بڑھا تو دمشق اور ترکی کی عظیم سلطنتوں کو تہ وبالا کرتا گیا۔ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ آج تک ایشیا میں ایسا کوئی حکمران نہیں ابھرا، جس نے اتنے بڑے علاقے کو زیر نگیں کیا ہو، جتنے تیمور لنگ (۷۳۶ھ۔۸۰۷ھ) نے اپنے قبضہ میں کیے تھے۔ وہ تاتاری نسل کا مسلمان فاتح تھا۔ جہاں دنیائے اسلام کے جلیل القدر علماء اور مشائخ از سر نو اسلامی تہذیب وتمدن کو فروغ دینے میں مصروف کار تھے۔

یہ تھا وہ قاہرانہ اور سفاکانہ تاریخی دور، جس میں حضرت خوجہ سید بہاء الدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے احسان وتصوف کے عظیم الشان سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی اور اس پر تشدد دور میں جن مشائخ وصوفیاء کی تربیت کی وہ آگے چل کر عالم اسلام کے حکمرانوں کے پیر ومرشد اور استاد بنے۔ ان بزرگوں نے اپنی توجہ اور تربیت سے ان ذہنوں کو پاکیزہ جذبات مہیا کیے، جو وحشت و بربریت کے سرچشمہ تھے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اپنے مرکز ارشاد، قصر عارفاں سے ایسے پر آشوب دور میں دنیائے روحانیت کے عظیم انسان تیار کیے، جن میں حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار، حضرت خواجہ محمد پارسا، حضرت مولانا محمد یعقوب چرخی، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدست اسرارھم جیسے جلیل القدر ارباب تصوف کے نام آتے ہیں۔ آپ نے اس تربیت گاہ میں طریقہ نقشبندیہ کے ایسے اصول مرتب کیے جو شریعت محمدیہ ﷺ کا عملی نمونہ تھے۔ یہی اصول تمام نقشبندی مشائخ کے سامنے رہے اور انہوں نے اسی تربیت سے چہار دانگ عالم میں شریعت محمدیہ کے علم بلند رکھے۔ آگے چل کر حضرت خواجہ زاہد بدخشی، مولانا خواجہ املنگی، حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی، حضرت امام

ربانی مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی قدس اللہ سرہٗ جیسے حضرات نے سلسلہ نقشبندیہ کو دور دور تک پھیلا دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے تو برصغیر کی سیاست پر بڑا اہم کردار ادا کیا اور مغل شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کی دینی بے راہروی کے سامنے بند باندھ کر اسلام کی گرتی ہوئی دیواروں کو نہ صرف سہارا دیا، بلکہ مجددی سلسلہ تصوف کی بنیاد رکھ کر اسلام کی عظمت کو از سر نو زندہ کر دیا۔ آپ کے خانوادہ کے بیشتر مشائخ نے برصغیر اور اس کے علاوہ کئی اسلامی ممالک میں اسلام کی سربلندی کے لئے بے مثال کام کیے جسے تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔

شہنشاہ نقشبند خواجہ خواجگان سید بہاء الدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ محرم ۷۱۸ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام محمد البخاری تھا اور آپ کو باطنی نسبت حضرت محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل تھی، مگر اس نسبت کی تربیت کے لئے حضرت بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شمس الدین سید امیر کلال سوخاری رحمتہ اللہ علیہ کو آپ کی خصوصی تربیت کی ذمہ داری سونپی اور حکم دیا کہ سید بہاء الدین سے ہم نے روحانیت کی اشاعت کا یہ عظیم الشان کام لینا ہے، ان کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ حضرت امیر کلال نے اس فرمان کے مطابق اپنی ساری زندگی آپ کی تربیت میں وقف کر دی۔ حضرت امیر کلال سوخاری رحمتہ اللہ علیہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ وہ وقت کے بہت بڑے شیخ طریقت تھے اور ان کی مجالس میں نہ صرف علماء و مشائخ نے تربیت پائی بلکہ وقت کے ارباب اقتدار نے بھی سر جھکا دیئے۔ یہ وہی حضرت سید امیر کلال ہیں جن کے اشارۂ ابرو نے تیموری شہنشاہوں کو سلطنتیں بخشیں۔ امیر طغرہ خاں، امیر تیمور گورکانی کا والد تھا۔ آپ کی مجلس میں نیاز مندانہ آیا کرتا تھا وہ آپ کا بڑا ہی معتقد تھا۔ ایک دن وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو امیر کلال نے اسے جو کی سات روٹیاں عنایت کیں اور فرمایا، ہر روٹی سے تھوڑے تھوڑے ٹکڑے کھا لینا، ہم نے تمہیں ہفت اقلیم کی حکمرانی بخش دی ہے۔ اسی طرح امیر طغرہ خاں کو ایک مجلس میں آپ نے بھنے ہوئے چنوں کے دانے عنایت فرمائے اور حکم

دیا یہ چنے آہستہ آہستہ چبالیا کرو، ہم تمہارے خاندان کو حکمرانی کے مختلف ادوار عنایت کر رہے ہیں۔ مورخین لکھتے ہیں امیر کلال کی یہ عنایت تھی کہ طغرہ خاں کا بیٹا امیر تیمور فاتح عالم کی حیثیت سے نمودار ہوا تو اس نے دنیا کے سات طبقات یعنی ہفت اقلیم کو فتح کیا۔ دوسری طرف چنوں کے جو دانے امیر طغرہ خاں نے کھائے تھے ان کی تعداد چار سو تھی۔ تیموری خاندان چار سو سال تک حکمران رہا۔ آخری مغل بادشاہ ظفر شاہ بہادر، امیر تیمور سے چار سو سال بعد فوت ہوا۔ یہ حکم نامہ حضرت نقشبند کے پیرو مرشد نے جاری کیا تھا جو عالم میں آج تک ثبت ہے اور تیمور خاندان پورے چار سو سال حکومت کرتا رہا۔ حضرت شہنشاہ نقشبند خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ نے قصر عارفاں کو سلسلہ نقشبندیہ کی تربیت گاہ بنا دیا اور آپ نے ایسے ایسے افراد کی تربیت میں دن رات کام کیا جو مستقبل میں دنیائے روحانیت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

میں آپ کی معلومات میں اضافہ نہیں کر رہا، لیکن اپنی گزارشات میں ان حضرات کی طرف توجہ ضرور دلاؤں گا جنہوں نے قصر عارفاں سے تربیت حاصل کی اور چہار دانگ عالم میں روحانیت کے ادوار بکھیرتے رہے۔ ان میں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کا نام سنہری حروف سے لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ نے روحانی تربیت کے بعد حضرت خواجہ نقشبند کے خلیفہ اول اور نائب سلسلہ کی حیثیت سے نام پیدا کیا۔ آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بخاری تھا۔ خوارزم کے رہنے والے تھے۔ آپ نے دینی علوم میں کمال حاصل کرنے کے بعد حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں زندگی گزار دی۔ آپ کو اپنی مجالس سے جدا نہ ہونے دیتے اور خاص اسرار و احوال سے آگاہ فرماتے۔ اپنی زندگی میں ہی آپ نے خواجہ عطار کو طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت و تربیت میں لگا دیا تا کہ اپنی نگرانی میں وہ لوگوں کو تربیت دینے کا طریقہ سیکھ لیں۔ آپ کے زیر تربیت ایک اور مشہور بزرگ سید شریف جرجانی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کتابی علم کے بعد جب تک شیخ زین الدین کی صحبت حاصل نہ کی رفض سے نجات نہ پا سکا اور جب تک خواجہ علاء الدین عطار کی صحبت سے

مشرف نہ ہوا تھا خدا کو نہ پہچان سکا۔

خواجہ محمد پارسا نے خواجہ علاء الدین عطار کے کلمات قدسیہ جمع کیے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے حضرت عطار سے روحانی تربیت حاصل کر لی۔ دنیائے روحانیت پر ایک بہتا ہوا دریا ہوگا۔

حضرت مولانا یعقوب بن عثمان چرخی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ نقشبند کے خاص تربیت یافتہ خلیفہ تھے اور بڑے اصحاب میں شامل تھے۔ اگرچہ آپ نے تکمیل ولایت حضرت خواجہ علاء الدین عطار سے کی تھی، مگر یہ بھی حضرت خواجہ نقشبند کی تربیت کا ہی فیض تھا۔ آپ ہرات کے چرخ گاؤں سے اٹھے۔ ہرات کے دینی مدارس میں علوم مروجہ پر عبور حاصل کیا اور پھر حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں قصر عارفاں پہنچے۔ آپ اپنی زندگی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک دن میں شام کے وقت اپنی قیام گاہ فتح آباد میں بیٹھا تھا کہ اچانک شیخ عالم سیف الحق باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جا پہنچا۔ میں مراقبے میں تھا کہ میرے دل میں اضطراب کا ایک طوفان پیدا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شاہ نقشبند میرے راستے پر کھڑے میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ آپ نہایت لطف واحسان سے پیش آئے مغرب کی نماز ادا کی۔ قریب بلا کر توجہ فرمائی اور فرمایا علم دو ہیں: قلبی علم، جو انبیاء کرام کو عطا ہوا ہے مگر ظاہری علم بنی آدم کے لئے حجت ہے۔ تم علم حاصل کر چکے ہو، اپنے لئے علم باطن سے کچھ حصہ مجھ سے لے لو جو تمہاری امانت ہے، مگر یہ فیصلہ بھی کل ہوگا۔ یہ رات مجھے سخت گزری اور میرا خیال ہے ساری عمر اتنی گراں رات میں نے کبھی نہ گزاری تھی۔ صبح ہوئی تو مجھے آپ نے علم لدنی کے بعض اسرار سے آگاہ فرمایا۔

حضرت یعقوب چرخی ایک عرصہ تک آپ کے زیر تربیت رہے۔ ''تفسیر یعقوبی'' آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ رسالہ ''انسیہ'' تصوف میں بے مثال کتاب ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند کے ملفوظات بھی آپ نے جمع کئے مگر آپ نے روحانی تربیت میں جو کام کیا اس کے نتیجے میں سلسلہ نقشبندیہ کے جو چمکتے ہوئے آفتاب ہیں۔ وہ آپ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔

خواجہ عبید اللہ احرار تاشقند کے رہنے والے تھے۔آپ نے زندگی کے ابتدائی سال علوم دینیہ کے حصول میں صرف کئے۔اوراس عرصہ میں بے پناہ علماء ومشائخ کی مجالس سے مستفید ہوئے۔جب آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی تربیت حاصل کر کے مسند ارشاد بچھائی تو علماء و مشائخ کے علاوہ دنیا کے شہنشاہ بھی آپ کی مجالس میں جگہ حاصل کرنے کو غنیمت جانتے تھے ۔آپ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔مولانا یعقوب چرخی نے دیکھتے ہی اپنا ہاتھ بڑھایا تا کہ مجھے بیعت فرمائیں۔میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر برص کا ایک سفید داغ ہے۔میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔وہ میری استراحت کو بھانپ گئے ۔فوراً اپنے چہرے کا رنگ بدلا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک نورانی شخصیت کے انداز میں سامنے آئے،جس نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا۔آپ نے فرمایا ہاتھ بڑھاؤ یہ میرا ہاتھ نہیں،میں تمہارا ہاتھ خواجہ بہاء الدین نقشبند کو پکڑا رہا ہوں۔

خواجہ عبید اللہ احرار نے بڑے بڑے جلیل القدر مشائخ نقشبندیہ کی تربیت کی۔ دوسری طرف آپ نے وقت کے بادشاہوں کی مہمات کی طرف توجہ دے کر ان کی فتوحات میں بڑا حصہ لیا۔تیمور کا بیٹا مرزا شاہ رخ جب ایک لاکھ فوج لے کر سمرقند پر حملہ آور ہوا تو آپ نے اپنے مرید سلطان ابوسعید کو کہا،فکر نہ کرو ہم قلعے میں بیٹھے ہیں حملہ آور فوجیں شکست کھا کر بھاگ جائیں گی،چنانچہ ایسا ہی ہوا۔تیموری اور تاتاری حکمران آپ کی امداد سے فتوحات حاصل کرتے رہے اور بڑے بڑے معرکوں میں آپ کی روحانی دعائیں موثر ثابت ہوتی رہیں۔مرزا سلطان جیسے حکمران آپ کے دروازے پر کھڑے رہتے اور اپنی مہمات کے لئے استمداد کرتے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے روحانی تربیت حاصل کرنے والوں میں سے مولانا محمد زاہد بدخشی،مولانا درویش محمد،خواجہ محمد پارسا بخاری جیسے جلیل القدر حضرات کے نام تاریخ تصوف میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ان بزرگان دین نے ایک طرف روس کی شمالی سرحدوں تک سلسلہ نقشبندیہ کی روشنیاں پہنچائیں،دوسری طرف ایران وافغانستان

سے نکل کر برصغیر پاک وہند کو سلسلہ نقشبندیہ کے روحانی فیضان سے مالا مال کر دیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی نے حضرت مجدد الف ثانی کو جو تربیت دی تھی اس کے نتیجے میں ایک طرف اکبر کے دین الٰہی کی خباثتوں کو سرنگوں ہونا پڑا تو دوسری طرف برصغیر پاک وہند میں بے شمار مشائخ کی روحانی تربیت کے دروازے کھل گئے ۔ جن سے نکلنے والی روحانی خوشبوؤں نے لاکھوں انسانوں کے مشام جاں کو معطر کر دیا۔

مولف کتاب مستطاب: مولف کتاب مستطاب انیس الطالبین وعدۃ السالکین کا نام نامی اسم گرامی صلاح بن مبارک ہے، آپ کی حیاتِ مبارکہ کا زیادہ تر حصہ بخارا شریف میں بسر ہوا، طریقتِ نقشبندیہ سے متعلق تذکروں اور مآخذوں کی جملہ کتابیں حضرت مولف علیہ الرحمہ کی جوانی ، تحصیلات اور دیگر خصوصیات زندگی کے بارے میں بالکل خاموش ہیں ، صرف ایک مآخذ ھدیۃ العارفین میں ان کا مختصر ذکر موجود ہے کہ ان کی وفات ۷۹۳ھ کو واقع ہوئی۔ اگر حضرتِ مولف کی تاریخ وفات درست ہے تو ہم ان کی متوسط عمر ستر سال فرض کر لیتے ہیں۔ اس طرح ان کی تاریخ ولادت ۷۲۳ھ ہونی چاہیے ۔ حضرت صوفی اسماعیل بغدادی نے حضرتِ مولف علیہ الرحمہ کے مختصر احوال میں یہ رقم کیا ہے،

"مولف از اھل طریقت بوده ، وبه احتمال قریب به یقین پیر و نقشبند یه بوده است "

حضرتِ مولف علیہ الرحمہ نے (اس کتاب انیس الطالبین) میں خود تصریح فرمائی ہے کہ وہ حضرت خواجہ علاء الدین عطار علیہ رحمۃ الغفار کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت خواجہ بہاء الملۃ والدین قدس اللہ روحہ، کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر مبارک ۶۲ سال تھی اور حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی عمر مبارک ۶۷ سال تھی۔ حضرتِ مولف نے حضرتِ خواجہ علیہ الرحمہ کا اولین دیدار قصر عارفاں میں کیا، جیسا کہ انہوں نے خود انیس الطالبین کے ایک باب میں رقم کیا ہے۔

☆...... "پہلی مرتبہ جب یہ کتاب عدۃ السالکین کو جمع کرنے والا بندہ ضعیف قصر عارفاں

میں حضرت خواجہ کے پاس حاضر تھا، دریں اثنا آپ نے فرمایا ''جس وقت خوارزم میں شیخ نجم الدین کبری قدس اللہ روحہ، کے ظہور کی خبریں مولانا فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے سنیں، مولانا نے حضرت شیخ کو بلا کر پوچھا، آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا، حضرت شیخ نے فرمایا، یعنی میں نے خدا جل جلالہ کو اس واردات سے شناخت کیا جو غیب سے مجھ تک پہنچتی ہے، اور اس واردات کی دریافت سے شک میں ڈالنے والی عقلیں عاجز ہیں، (اس جواب سے) مولانا رازی حیران ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے اس ضعیف سے فرمایا ''ایک مرتبہ بخارا کے علماء ہمارے ساتھ بھی مشغول (بحث) ہوئے''۔

☆...... صلاح بن مبارک علیہ الرحمہ نے انیس الطالبین میں حضرت خواجہ کے درویشوں میں ایک درویش کی حکایت نقل کی ہے کہ اس کی بیوی نے حضرت خواجہ کے حضور ایک نیاز ارسال کی۔ وہ واقعہ کچھ اس طرح ہے۔

''حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ، کے درویشوں میں سے ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک روز مجھے حضرت خواجہ کی صحبت شریف دریافت کرنے کا داعیہ ہوا، تو میں تاتکن سے بخارا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس وقت میری ضعیفہ (بیوی) نے مجھے چند درم دیے کہ یہ حضرت خواجہ کے حضور پہنچا دینا، میں نے ہر چند پوچھا کہ یہ کس لیے بھیج رہی ہو، اس نے کوئی بات نہ بتائی۔ جب میں بخارا پہنچا اور آپ کی بارگاہ سے مشرف ہوا تو وہ درہم آپ کے حضور ظاہر کر دیے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا ''ان چند درموں سے فرزند کی خوشبو آ رہی ہے امید ہے، حق سبحانہ، وتعالیٰ تجھے ایک بیٹا عطا فرمائے گا'' اسکے بعد آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا فرمایا۔ جس وقت وہ ناقل یہ قصہ اس ضعیف (مصنف کتاب) کو سنا رہا تھا، اس کا وہ بیٹا، اس مجلس میں حاضر تھا۔ انیس الطالبین سے دوسرا نکتہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ حضرت مولف علیہ الرحمہ نے ایک بار سمرقند سے بخارا کی طرف بھی سفر کیا ہے۔ ان بیان کردہ مطالب کے علاوہ حضرت مولف کے بارے میں کوئی اور اطلاع دستیاب نہیں ہو سکی۔

انیس الطالبین وعدۃ السالکین: یہ کتاب مستطاب حضرت خواجگان شیخ

بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ الباری کے مناقب میں تحریر کی گئی ہے۔ یہ کتاب طریقت نقشبندیہ کے اصول اور اس کے موسس کریم کے احوال پر آج تک لکھی جانے والی تمام کتابوں میں بہترین اور کہن ترین کتاب ہے۔ کتاب رشحات عین الحیات کو محققین کرام نے اس طریقت کا بنیادی مآخذ قرار دیا ہے، جو کہ پہلی بار ۱۳۰۸ ہجری کو لکھنو میں پتھر پر کندہ کی گئی اور ساتویں بار ۱۹۱۲ میلادی کو کانپور میں طبع ہوئی۔ رشحات کی تالیف کا اتفاق ۹۰۹ ہجری کو ہوا، اب سطحی سا غور کیا جائے تو بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ رشحات کے اکثر محتویات انیس الطالبین سے ماخوذ ہیں، اسی طرح حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کلمات پر مشتمل رسالہ قدسیہ حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری علیہ الرحمہ نے تالیف فرمایا، نیز طریقت نقشبندیہ کے مربوط مباحث پر مبنی کتاب ''نفحات الانس من حضرات القدس'' حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی نے تالیف فرمائی، (تو یہ کتابیں) بھی انیس الطالبین کے محتویات کا انتخاب ہیں یا جملہ بہ جملہ ان کی نقل ہیں۔

کتاب انیس الطالبین چار قسموں پر مرتب کی گئی ہے۔

<u>قسم اول:</u> ---- ولی اور ولایت کی تعریف۔ یہ قسم کتاب مطبوعہ استنبول صفحہ ۹ تا صفحہ ۱۸ جاری ہے۔ حضرت مولف نے آیات واحادیث سے استفادہ کرتے ہوئے ولی اور ولایت اور کرامت کے بارے میں خوب لکھا ہے، اشعار بھی رقم کیے ہیں، نیز کتاب نوادر الاصول سے بہت استفادہ کیا ہے۔

<u>قسم دوم:</u> ---- حضرت خواجہ کے ابتدائی احوال اور سلسلہ خواجگان کے بیان پر مشتمل ہے۔ یہ قسم ۱۸ تا صفحہ ۶۰ لکھی گئی ہے۔ حضرت مولف نے اس قسم میں مشائخ طریقت کا شجرہ بھی شمار کیا ہے۔

<u>قسم سوم:</u> ---- حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ کے احوال، اقوال اور اخلاق پر مشتمل ہے۔ یہ قسم تالیف کتاب کی بنیاد قرار دی جاسکتی ہے، یہ صفحہ ۶۰ تا ۱۲۱ تحریر کی گئی ہے۔

اس قسم میں طریقت کے متعلق حضرت خواجہ کے عقائد موجود ہیں، اس میں آیات

واحادیث اور اشعار سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، حضرت خواجہ کے بیشتر کلمات، عنوان ''ومی فرمودند'' کے تحت اسی قسم میں بیان کیے گئے ہیں۔

قسم چہارم: ۔۔۔ میں حضرت خواجہ کی ولایت کے طلاطم خیز سمندروں سے ظاہر ہونے والی کرامات، ظہورات اور احوال وآثار کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یہ قسم صفحہ ۱۲۱ تا آخر کتاب منقول ہے۔ یہ قسم، حضرت خواجہ کی عظیم کرامات پر مشتمل ہے، اور صلاح بن مبارک کی کتاب کو مفصل ترین بنادیتی ہے۔

انیس الطالبین کا ترکی ترجمہ: کتاب انیس الطالبین کا ایک ترجمہ حضرت شیخ سلیمان افندی نے ترکی زبان میں کیا، حضرت سلیمان افندی ۱۲ ہجری کے ایک واقعہ نویس تھے، آپ شاعر بھی تھے، ان کا ایک شعری دیوان بھی پایا جاتا ہے، آپ ۱۱۶۸ ہجری کو وصال فرماگئے اور اپنی وصیت کے مطابق شیخ مرادزادہ نقشبندی علیہ الرحمہ کے مزار اقدس کے جوار میں مدفون ہوئے

حضرت سلیمان افندی کے ترجمے کے چار نسخے استنبول کے کتاب خانوں میں موجود ہیں، ان کی ان معلومات کو تحریر کرنا فائدہ سے خالی نہیں۔

۱......ایک نسخہ پرتو پاشا کے کتاب خانے میں بہ شمارہ ۲۶۲ موجود ہے، یہ سال ۱۲۴۹ھ /۱۸۳۳ م کو تحریر ہوا۔

۲......دوسرا نسخہ پرتو پاشا کے کتاب خانے میں بہ شمارہ ۲۶۴ موجود ہے، اس نسخہ پر تاریخ کتابت اور نام کاتب درج نہیں ہے۔

۳......ایک نسخہ دوگوملو بابا کے کتابخانے میں (جس کا مستقر اب کتابخانہ سلیمانیہ استنبول میں ہے) بشمارہ ۲۳۰ موجود ہے۔

۴......ایک نسخہ کتاب خانہ طاہر آغا میں بشمارہ ۴۵۷ موجود ہے۔ یہ نسخہ ۱۱۶۸ھ/۱۷۵۴ م کو تحریر ہوا جو کہ حضرت مترجم کا سال وفات بھی ہے۔

انیس الطالبین کا اردو ترجمہ: راقم الحروف نے چند سال قبل ترکی میں

رہائش پذیر عالم اسلام کے بلند پایہ محقق اور ناشر حضرت علامہ شیخ ایشیق حلمی کے ساتھ رابطہ کیا اور ان کے ادارہ "حقیقت کتابوی" کی مطبوعات طلب کیں تو حضرت شیخ نے کمال لطف فرماتے ہوئے بہت سی کتابوں کا ایک بنڈل ارسال فرما دیا، ان کتابوں میں زیر نگاہ کتاب "انیس الطالبین" بھی موجود تھی۔

یہ کتاب ۱۹۹۴ کو شائع کی گئی۔ راقم نے اسے جملہ بہ جملہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا تو دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے تا کہ یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے طالبین کیلئے سرمایہ حیات ثابت ہو جائے۔ جب راقم نے راہنمائی حاصل کرنے کیلئے نقشبندی علماء کرام سے رابطہ کیا تو حضرت مولانا محمد اکرم مجددی سیالکوٹی نے بتایا کہ اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور ہماری لائبریری میں موجود ہے، لیکن اس کا بیان اور انداز بہت پرانا ہے۔ راقم نے ان سے مترجم انیس الطالبین حاصل کر لی جواب پھر شاید ملفوظات نقشبندیہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

راقم نے اس ترجمے کو ترکی کی مطبوعہ انیس الطالبین سے ملایا تو کافی مقامات پر فرق دکھائی دیا۔ اب ظاہر ہے کہ فاضل مترجم کے سامنے اس کتاب کا کوئی اور نسخہ ہوگا، راقم کے سامنے ترکی کی مطبوعہ انیس الطالبین ہے، جس کو حضرت شیخ ایشیق حلمی کی زیر نگرانی نہایت تحقیق و جستجو کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے، اور اس کے متن کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ہمارے بعض مترجمین با محاورہ ترجمہ کرتے ہوئے اصل متن سے دور نکل جاتے ہیں، راقم نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اصل متن کے ساتھ ساتھ ترجمے کا سفر طے کیا جائے۔ ایک قدم بھی اس کے آگے نکلنے کی جسارت نہ کی جائے، ترجمے میں گاہے گاہے فارسی الفاظ بھی درج کئے گئے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کو اصل متن کے ساتھ لکھ کر انکا ترجمہ انیس الطالبین کے فارسی ترجمے کی روشنی میں کیا گیا ہے، کتاب میں درج ہر واقعہ کا ایک جاذبِ نظر عنوان لکھا گیا ہے تا کہ قارئین کو واقعہ پڑھنے سے پہلے تھوڑی بہت واقفیت حاصل ہو جائے، نیز بعد میں واقعہ تلاش کرنے کی سہولت میسر آ جائے۔

چند واقعات سے از حد متاثر ہو کر موزوں ہونے والے اردو مناقب بھی ساتھ ہی درج کر دیئے گئے ہیں، ترجمے کی زبان و بیان کو جامع اور فارسی ادب کے مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کتاب تو ۲۰۵ صفحات پر مشتمل ہے لیکن راقم اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے اس کا ترجمہ تقریباً دو سال میں مکمل کر سکا، ترجمے کے ۲۰۰ نسخوں کے آخر میں فارسی متن بھی شامل ہے۔ تاکہ فارسی جاننے والے حضرات اس کتاب سے بھر پور علمی و فکری استفادہ کر سکیں، اسطرح ان خصوصیات کے ساتھ یہ کتاب ایک بار پھر حضرات نقشبندیہ کا فیضان تقسیم کرنے کیلئے منظر عام پر آئی ہے۔ راقم اس کے ناشر قادری رضوی کتب خانہ کا تہِ دل سے ممنون ہے جس نے اس علمی ذخیرے کو عوام و خواص تک پہچانے کا اہتمام کیا، مولا کریم کتب خانے کی سعی کو مشکور فرمائے۔ اور اس کتاب کو حضرت مولف، مترجم، ناشر اور ہر قاری کیلئے مغفرت و رحمت کا وسیلہ بنائے۔............ آمین

بحرمة سیدالمرسلین علیه الصلواة والتسلیم

....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے انتہا حمد وثنا ہو جس کی بادشاہی پر جلال اور احسان نہایت وسیع ہے، اگلوں اور پچھلوں نے جو کچھ اس کی حمد وثنا میں کہا سب اس کی حمد کا آغاز ہے، اور آسمانی بزرگوں کی تمام تر بزرگیاں اس کی بزرگی کی ابتداء ہے، بساط قبول کی دولت اسی کی عنایت سے حاصل ہوتی ہے اور عظیم عارفوں کی معرفت بھی اسکے عرفان سے عاجز ہے۔ "سُبْحَانَ مَنْ لَمْ یَجْعَلْ لِلْخَلْقِ اِلٰی مَعْرِفَتِہٖ سَبِیْلًا اِلَّا بِالْعِجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِہٖ" پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت سے عجز کے علاوہ مخلوق کیلئے اپنی معرفت کا کوئی راستہ نہیں بنایا۔

سبحان خالقی کہ صفاتش ز کبریا
بر خاک عجز می فکند عقلِ انبیاء
گر صد ہزار سال ہمہ خلقِ کائنات
فکرت کنند در صفت عزتِ خدا
آخر بعجز معترف آیند کان اللہ
دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

پاک ہے وہ جس کی کبریائی صفات کے سامنے انبیاء کرام کی عقل بھی عاجز ہے اگر تمام کائنات کی مخلوق لاکھ سال بھی اس کی صفت عزت میں غور کرے تو آخر اعتراف کرنے پہ مجبور ہوگی کہ اس کے بارے میں وہ یہی جانتی ہے کہ کچھ نہیں جانتی۔

نعت محبوب خدا: اور پاکیزہ درود ہوں حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر جو اللہ کے رسول ہیں، تمام کائنات میں بہترین ہیں اور تمام موجودات میں بزرگ ہیں۔

خواجہ لولاك و سلطانِ رُسُل

مقتداو رہنمائے جُز و کُل

جو بزم لولاک کے سردار اور تمام رسل کے سلطان ہیں، ہر جزو اور کل کے مقتدا اور رہنما ہیں، اور اُن کی آلِ مبارک اور اصحابِ عِظام پر جو ہدایت کے نجوم اور دشمنوں کیلئے رجوم ہیں۔

آل وصحب او نجومِ راہِ حق

بر دہ در صدق و صفا ہر یک سبق

یعنی ان کے آل واصحاب راہ حق کے ستارے ہیں اور صدق وصفا میں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ آل واصحاب کی پیروی کرنے والوں پر اور پھر ان کی پیروی کرنے والوں پر قیامت تک درود ہو،

حقیقتِ احوال: اس کے بعد تمام اہل نظر پہ ظاہر ہے کہ مقام نبوت کے بعد مخصوص مقام ولایت، تمام مقامات سے زیادہ شرف والا مقام ہے۔ اگرچہ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ" (سورہ الذاریات ۵۶) میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، کے قرآنی اشارہ سے مطلق ولایت کی نفاست اور کمال ثابت ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر خاص و عام کو مرتبہ تکلف میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا جوہر حاصل ہے۔ حدیث قدسی ہے "کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِياً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفُ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لا عرف"، میں چھپا ہوا خزانہ تھا مجھے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تو یہ انہیں شواہد کا دعویٰ اور انہی دلائل کا معنیٰ

ہے۔ لیکن صنعت اور تقدیر کے کارخانے میں معرفت کا لباس ہر شخص کو اس کے مقام کے مطابق میسر ہے، جیسا کہ حکم باری ہے "وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ" (سورۃ النحل ۷۱) یعنی اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی، یہ حقیقت "اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ" (یعنی لوگ سونے چاندی کے خزانوں کی طرح خزانے ہیں) کی صورت میں ظہور پذیر ہے اسی لئے اس جگہ بعض کے لئے صحیح اعتقاد کافی ہے اور بعض کیلئے صحیح اعتقاد کے ساتھ نور یقین کا ہونا ضروری ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" (سورۃ النور ۳۵) نور کے اوپر نور ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نور سے جسے چاہتا ہدایت دیتا ہے۔ "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ" (سورۃ الجمعہ ۴) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ حضور پیغمبر اسلام ﷺ نے ان مقامات کو حاصل کرنے کا طریقہ ظاہر فرما دیا، چنانچہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "سَائِلِ الْعُلَمَاءَ وَخَالِطِ الْحُكَمَاءَ وَجَالِسِ الْكُبَرَاءَ" علما سے سوال کر، حکما سے دوستی رکھ اور بزرگوں کا ہمنشین بن، حضرت خواجہ محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہٗ نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں اس حدیث کی شرح میں بیان فرمایا ہے "رِجَالُ اللّٰهِ وَخَوَاصُّهٗ فِي الْاَرْضِ ثَلٰثُ طَبَقَاتٍ وَكُلُّ طَبَقَةٍ اِنَّمَا تُعْرَفُ بِمَا عِنْدَهَا وَهُمْ رِجَالٌ مَا عِنْدَهُمْ فَرِجَالٌ هُمْ عُلَمَاءُ بِاُمُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فَعَلَيْهِمْ سِمَاتُ الْعِلْمِ وَبِالْعِلْمِ يُعْرَفُوْنَ وَرِجَالٌ هُمْ عُلَمَاءُ بِتَدْبِيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَعَلَيْهِمْ سِمَاتُ الْحِكْمَةِ فَبِالْحِكْمَةِ يُعْرَفُوْنَ رِجَالٌ هُمْ عُلَمَاءُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَعَلَيْهِمْ سِمَاتُ نُوْرِهٖ وَهَيْبَتِهٖ فَبِاللّٰهِ يُعْرَفُوْنَ فَهُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِاَبِيْ جُحَيْفَةَ سَائِلِ الْعُلَمَاءَ" یعنی عقائد اور

شرائع کا بیان چاہتے ہو تو علماء شریعت سے پوچھو اور اگر تدبیر اور حکمت سے آشنائی چاہتے ہو تو حکماء سے رسم و راہ پیدا کرو اور اگر حقائق اور اسرار سے پردہ اٹھانا چاہتے ہو تو اولیاء کرام کی صحبت اختیار کرو کہ حقیقت میں ان کی زیارت دوا ہے، ان کی مجالست شفا ہے، نوادر الاصول میں اسی موقعہ پہ اسی موضوع میں تحریر ہے "قَالَ عِیسیٰ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَ سَلَامُہٗ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ الْعُلَمَاءُ ثَلَاثَۃٌ عَالِمٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَیْسَ بِعَالِمٍ بِاللّٰہِ وَ عَالِمٌ بِاللّٰہِ لَیْسَ بِعَالِمٍ بِاَمْرِ اللّٰہِ وَ عَالِمٌ بِاللّٰہِ عَالِمٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ فَھٰذَا الثَّالِثُ مِنْ کُبَرَاءِ الدِّیْنِ لِاَبِیْ جَحِیْفَہ جَالِسھم فَاِنَّ رُؤْیَتَھُمْ دَوَاءٌ وَ مَجَالِسَتُھُمْ شِفَاءٌ" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ علما کی تین قسمیں ہیں پہلے وہ جو عالم بامر اللہ ہوں مگر عالم باللہ نہ ہوں، دوسرے وہ جو عالم باللہ ہوں مگر عالم بامر اللہ نہ ہوں اور تیسرے جو عالم باللہ عالم بامر اللہ ہوں، یہ تیسرا اگر وہ دین کے عظیم افراد کا گروہ ہے۔ اور حقیقت میں یہی عالم باللہ ہے۔ حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ، نے اس کے بارے میں فرمایا کہ ان کی زیارت دواء اور مجالست شفاء ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ ہر ایک گروہ ایک خاص علم کا امین ہے، اور ہر ایک سے استفادہ ایک خاص طریقے سے ضروری ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے اجمال حسن سے یہ جامع حدیث پردہ اٹھاتی ہے "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ" علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ کا بعض کلام ان کے بعض کلام کی تشریح کرتا ہے۔

شرح نطق او از و پرس اے سلیم

حکمتِ لقمان ز لقمان اے حکیم

اہل تصوف کے اجماع کو اولیاء کرام کے احوال و آثار کے ظہور میں کوئی

ارادہ نہیں، وصول کے اسباب میں مشائخ طریقت کی صحبت جو سعادت کا ذخیرہ ہے، ہدایت کی طرف لاتی ہے، اس میں کسی چاہنے والے کا اپنا کوئی مقصد اور اختیار نہیں۔ چنانچہ ہدایت کی یہ کشش اور عنایت کی یہ کسک ایک حسین خواب کے حکم کے ذریعہ اس بندۂ ضعیف صلاح بن مبارک بخاری کو ۷۸۵ھ میں اہل تصوف کی پناہ گاہ، ولیوں کے پیشوا، جہانوں کے قطب حضرت خواجہ علاء الحق والدین ادام اللہ برکات روحہ جو کہ عطار کے لقب سے مشہور ہیں، کے دربار میں لے گئی اور پھر ان کے وسیلہ گرامی سے سید المرسلین کی سنتوں کو زندہ کرنے والے، جمیع صحابہ کرام کے آثار کے شارح کہ کوئی کلام ان کے اوصاف کریمہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

گر بگو یم شرح و صفش بر دوام

بگزرد عمر و نگر دد ایں تمام

قدوۃ العارفین قطب المکملین حضرت الشیخ بہاؤ الدین جو کہ شاہ نقشبند کے لقب سے مشہور ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی فتوح سے دنیا کو فائدہ پہنچائے، کی جناب معلیٰ کی حاضری سے مشرف ہوا آپ کا طریقہ، صحبت ہے، اس لئے میں آپ کے غلاموں کا ہمنشین ہو گیا، مجالس محبت میں وہ اکثر آپ کی باتیں بیان کرتے تھے جو انوارِ ولایت اور آثارِ کرامت کی وجہ سے ظاہر و باطن میں ظہور پذیر ہوئیں، ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہے، کیونکہ کرامت نبی کی اطاعت کے سبب ولی کو نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے بہت محبت ہوئی تو، میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ ولایت کی ان ظاہر نشانیوں کو جمع کر لوں۔

گر مراز حال مرداں نیست بہر

ذکر آں بہتر کہ انرر کام زہر

ایک دوست نے بتایا کہ مولانا حسام الدین خواجہ یوسف نور اللہ مرقدہٗ، جو

مولانا حافظ الدین کبیر بخاری علیہ الرحمہ کے فرزند نامی اور علمائے بخارا کے استاذ گرامی تھے اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے صحبت یافتہ تھے نے ارادہ فرمایا کہ حضرت خواجہ کے مقامات وکرامات کو اکٹھا کروں، حضرت خواجہ نے فرمایا'' کہ ابھی اس کام کی اجازت نہیں ہے، ہمارے وصال کے بعد تمہیں مکمل اختیار ہے۔ یہ سن کر میں خاموش ہوگیا۔ سوموار شریف کی رات ماہ ربیع الاول کی تیسری تاریخ ۷۹۱ھ ہجری کو حضرت خواجہ نے ''یَاۤ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّه اِرْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَة'' اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف خوشی سے لوٹ آ، کے مطابق داعی اجل کو لبیک کہا اور'' اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ '' بے شک ہم اللہ کیلئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں، کے راستے پر گامزن ہوئے، کچھ مدت گزر گئی، تو ارشاد پناہ خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ وطیب مشہدہٗ جو حضرت خواجہ کے خلیفہ برحق اور نائب مطلق تھے، حضرت خواجہ اپنے زمان ظاہر میں بھی اپنے طالبوں کو ان کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے، نے استخارہ فرما کر اس کار خیر کی اجازت دی، بعض کرامات کو انہوں نے خود دیکھا تھا مگر مصروفیت کی وجہ سے مکمل نہ فرما سکے تھے، ان کو بھی مکمل کرنے کا مجھے حکم دیا، اللہ کے ولی کا حکم ماننا فرض عین ہے، اور سعادت دارین کا وسیلہ ہے، ہوسکتا ہے کہ ان کی توجہ کی باد نسیم سے کوئی روح اہل طلب کے دلوں سے واصل ہو جائے، اور آنکھوں سے حجاب بشریت اٹھ جائے، اور یہ کتاب ''انیس الطالبین وعدۃ السالکین'' حصول مطلوب کا ذریعہ بن جائے، اور دلوں کی قبولیت کا رابطہ ٹھہرے، کیونکہ یہ اشارہ ''بی ینطق'' کے صحیفہ سے عیاں ہے، اگر فیاض عنایت نے تائید کی تو حضرت خواجہ کی کرامات وظہورات ومقامات کی شرح کی جائے گی، اس ناتواں نے جو کچھ آپ کے ملازموں نزدیکیوں اور درویشوں سے اخذ کیا اسے قلمبند کرنے کی اجازت ہوئی، امید واثق ہے کہ وہ آثار اور احوال جو مطلع انوار خلافت حضرت خواجہ علاء الدین عطار زاد اللہ انوار روحہ المطیب سے ظاہر ہوئے اور حضرت خواجہ نے جیسے'' مَا صَبَّ

اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئاً اِلاَّ وَقَدْ صَبَّبْتُہٗ فِیْ صَدْرِہٖ "(اللہ نے جو میرے سینے میں رکھا میں نے اسے اس کے سینے میں رکھ دیا) کی برکاتِ لطف ونظر سے انہیں سرشار فرمایا اس میں سے جو کچھ مجھے صحیح ملا اور جس کا میں نے خود مشاہدہ کیا' وہ ان کے مقامات کے ذیل میں رقم ہوگا، حضرت خواجہ فرماتے ہیں

من چو پنہاں گر دم آنکہ بر زند انوار من

اہل جہاں پر روشن ہو جائے کہ یہ روشنی ان کی حقیقی محبت کے سبب ہے چونکہ اس کتاب میں انوار ولایت، آثار قربت اور نتائج صحبت و کرامت کا ذکر ہے اس لئے اسے ضروری خیال کیا گیا ہے کہ اس کے آغاز میں ولایت و کرامت کے متعلق کچھ بیان کیا جائے کہ وہ کیا ہے، ولی کون ہے، یاد رہے کہ ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہے، نیز اس گروہ کا ذکر بھی کیا جائے جو کرامت اولیاء کا منکر ہے اور ان کے احوال کو نہیں مانتا اور ان پر زبان طعن دراز کرتا ہے۔

یہ ان کیلئے ہے جن کا "لباس سعادت" اور" زیبائش محبت" اولیاء کے فضائل (کا حصول) اور ان اہل دولت کا شرف قبول ہے اور ان کیلئے جن کا نقصان اولیاء کی عداوت کی زنجیروں اور طوقوں میں گرفتاری کے سبب ہے تا کہ جسے توفیق ہو وہ اس کتاب کو" یمن وہدایت" کے حصول کیلئے پڑھے اور اولیاء کی تعظیم و نیاز کا حق ادا کرے۔ اور ان کے فضائل وخصائل کو وقوف وادب کی نگاہ سے دیکھے۔

اقسام کتاب

زیرِ نظر کتاب کو چار قسموں میں ترتیب دیا گیا ہے۔

۱۔ ولی اور ولایت کی تعریف

۲۔ ہمارے خواجہ کے ابتدائی حالات اور سلسلہ خواجگان کا بیان

۳۔ ہمارے خواجہ کے احوال، اقوال اور اخلاق کا بیان، آپ کے سلوک اور طرز طریقہ کی شرح، اہل مجلس کو پیش آنے والی کیفیت معاملہ اور نتائج صحبت، اور ان حقائق و لطائف کا ذکر جو آپ کی مجالس صحبت میں آپ کی زبان مبارک پہ جاری ہوئے۔

۴۔ ہمارے خواجہ کی ولایت کے تلاطم خیز سمندروں سے ظاہر ہونے والی کرامات، ظہورات، احوال اور آثار کا ذکر۔

ولی اور ولایت کی تعریف

یاد رہے کہ ولایت سے مراد وہ نور ہے جو" وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا
(الزمر ٦٩)
یعنی زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوئی" کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی "مشرق عنایت" سے بندے کے دل پر طلوع ہوتا ہے۔ اور اسے سینے کا انشراح اور دل کی وسعت نصیب ہوتی ہے۔ اور اسلام حقیقی، نور یقین کے لباس میں اپنا جمال دکھاتا ہے۔ "اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" (الزمر ۲۲)
یعنی جس کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی قربت، محبت اور کرامت کے شرف سے خاص ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ اس سے کسی بھی مقام پر ظاہر ہوتا ہے اسی نور کا عکس جمیل اور اسی قربت، صحبت اور کرامت کا اثر جلیل ہوتا ہے۔ اگرچہ زبان ظاہر میں اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اولیاء کرام کی کئی علامات ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت ہے کہ پیغمبر برحق ﷺ سے سوال کیا گیا، "اولیاء اللہ کون ہیں" حضور پر نور ﷺ نے فرمایا "اَلَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ" وہ لوگ جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ امام العارفین خواجہ محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہ اپنی کتاب "نوادر الاصول" میں اس حدیث رسول کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"ولی کا دل، جلال الٰہی کے انوار کا خزانہ ہے، اور خدا کی ہیبت اس کی قربت ہے۔ ولی کے چہرے کی تازگی اور روشنی اس کے باعث ہے۔ جب بندہ مومن کا دل اس نور کی پاکیزگی سے زندہ ہو جاتا ہے۔ تو اسکا عکس جمیل اس کی پیشانی پر چمکتا ہے اور اسکے چہرے پر دمکتا ہے پھر جو بھی اس کی طرف دیکھتا ہے اُسے خدا یاد آجاتا ہے" حضرت خواجہ عزیزان رامتنی علیہ الرحمہ والغفران فرمایا کرتے تھے

با هر که نشستی ونشد جمع دلت
و ز صحبت اور نجه شود آب وگلت
زنهار از آں قوم گریزان می باش
وزنی نکند جان عزیزان بحلت

ولایت کی علامت کے بارے میں اشارہ فرماتے ہیں کہ بندہ حقیقت کی ''مجالست کبریٰ'' کی برکت سے پانی اور مٹی کی زحمت سے نکل کر جان ودل کی صحبت تک رسائی کرتا ہے اور اُسے قالب کے تفرقہ سے دل کی جمعیت میسر آتی ہے ۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

سه نشا ں بود ولی را ز نخست آں بمعنی
که چو رو ی او به بینی دل تو بد و گر اید
دوم آنکه در مجالس چو سخن کند زمعنیٰ
همه را ز هستی خود به حدیث می ر با ید
سو م آں بو د بمعنی ولی اخص عالم
که ز هیچ عضو او را حرکاتِ بد نیا ید

اور حدیث قدسی میں ہے

"اذا وجدت قلب عبدی خا لیا من الدنیا والآخرة ملاه حبی حتیٰ اذا ملا ئته قبضت علیه فکان فی قبضی کنت سمعه و بصره ویده ورجله و لسا نه' و فواده فبی یسمع و بی یبصر و بی یبطش و بی ینطق و بی یعقل "یعنی جب میں اپنے بندے کا دل دنیا اور آخرت (کی خواہش) سے خالی پاتا ہوں تو اسے اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں۔اور جب میں اس پر قبضہ کرتا ہوں تو میں اس کا کان، آنکھ، ہاتھ پاؤں، زبان اور دل بن جاتا ہوں، اور وہ مجھ سے ہی ،سنتا، دیکھتا، پکڑتا، چلتا، بولتا، اور غور کرتا ہے،اس حدیث میں ان علامات کی

طرف گہرا اشارہ ہے۔اس لئے کہ بندہ حق تعالیٰ ہی سے بولتا، دیکھتا،اور سنتا ہے وغیرہ، یعنی اسکی تمام حرکات بہت ہی حسین اور مقبول ہوتی ہیں۔اور جو اس کو دیکھتا ہے یا اس کا کلام سنتا ہے وہ اس کے جمال پر شیفتہ اور کمال پر فریفتہ ہو جاتا ہے،

☆......کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا درما نظر مکن تا دل ببا د ندھی، ہماری طرف نہ دیکھا کرورنہ دل دے بیٹھے گا۔

دیوا نہ شود کسے کہ بیندرخ ما

کم گر دبگرد ما چو دیوانہ نہ

اہل حق کا یہی مذہب ہے کہ کرامتِ ولی، اس کے رسول کا معجزہ ہے۔اور ولایت کا ثبوت، ظہورِ کرامت سے ہے۔جو افعال و اعمال میں استقامت اور سنت رسول کی متابعت سے ملتا ہے ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کے انفاس شریفہ میں ہے کہ حیرت انگیز عادتوں اور کرامتوں پر ہی اعتماد نہیں ہونا چاہیے اصل بات، استقامت اور سنت کی متابعت ہے۔چنانچہ عقائد میں مسطور ہے۔

"کل ما ھو کرامۃ للولی یکون معجزۃ للرسول فان بظھور ھا یعلم انہ ولی و لن یکون ولیاً الا وان یکون محقا فی دیانتہ یعنی علی نھج الشرع فی سیرتہ" یعنی ولی کی کرامت اس کے رسول کا معجزہ ہے کہ اس کے ظہور سے اس کا ولی ثابت ہوتا ہے۔اور وہ اس وقت تک ولی نہیں ہوتا جب تک اپنی دیانت میں حق پر نہ ہو، یعنی جب تک وہ اپنی سیرت میں شرعی راستے پر گامزن نہ ہو، "تعرف فی علم التصوف" میں لکھا ہے

"واجمعو علیٰ اثبات کرامات الاولیاء وان کانت تدخل فی المعجزات کالمشئے علی الماء، وکلام البھائم و طی الارض و ظھور الشئی فی غیر موضعہ ووقتہ" اہل سنت و جماعت کے فقہاء اور اہل

معرفت اس پر متفق ہیں کہ اولیاء کرام کی کرامات ثابت ہیں۔ ہر چند وہ معجزات کے باب میں داخل ہوں۔ جیسا کہ پانی پر چلنا حیوانوں سے باتیں کرنا، زمین کا طے کرنا ،اور چیز کو اس کے موقع محل کے علاوہ ظاہر کرنا وغیرہ تمام (امور) کراماتِ اولیا میں سے ہیں۔ اور ہر ایک کا واقعہ اخبار و آثار سے بروایت صحیح اخذ ہوتا ہے، اور ''زبان تنزیل'' اس پر ناطق ہے۔ اور اس مقام پر مذکور ہے کہ کرامت ولی، حضور رسالت مآب ﷺ کے عہد ظاہری میں ان کی تصدیق کرتی تھی، اور عہد باطنی میں ان کی تصدیق کرتی ہے۔ لہذا جو کرامتِ اولیا کا منکر ہے وہ معجزاتِ رسول کا منکر ہے۔ اور اس کیلئے گمراہی کافی ہے منکرینِ کرامت کے حال پر کوئی تعجب نہیں، تعجب تو اُن اہل سنت و جماعت پر ہے جو اولیا کرام کی کرامات کا قطعی دلیلوں، ساطعی حجتوں سے اثبات کرتے ہیں اور ان سے خوارق عادات کو مشاہدہ کرنے کے باوجود ایسی باتیں کرتے ہیں جن میں ان کی توہین پائی جاتی ہے۔ خدا ہمیں اور تمہیں ایسے برے کلمات سے محفوظ رکھے، خدا کرے کہ کسی پاک اعتقاد مومن کو اولیا کرام کے بارے میں سوئے ظن لاحق نہ ہو۔ ''یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ'' (الحجرات ۱۲) یعنی اے ایمان والو! ظن سے اکثر بچا کرو، بے شک بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔

اے اولیائے حق مرا از حق جدا شمر دہ
گر ظن نیک داری با اولیا چہ باشد

اور اگر اس قسم کے الفاظ ان کے حق میں بطریق جزم کہے تو بھی ان کے حال سے مکمل آشنائی سے پہلے نہ کہے کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو منع فرمایا ''وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ'' (اسریٰ ۳۶) ''اَیْ لَا تَقُلْ مَا لَمْ تَعْلَمْ یَقِیْنًا وَّ عِلْمًا'' یعنی کوئی ایسی بات نہ کہیے جس کا آپ کو علم و یقین نہ ہو، (یہ حضور کے ذریعے تعلیم امت ہے) اور علماء کرام کا بھی ارشاد ہے ''جس چیز کے بارے میں یقین

نہ ہو" اس کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہیے، اس میں ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ بالخصوص کرامت کی نفی میں کچھ کہنا جو حقیقتاً پیغمبروں کے معجزے کی نفی ہے، اور پھر ولایت کی نشانیوں کے ظہور کے بعد (کچھ) کہنا تو طریقِ حسد اور کتمانِ حق کو پکڑنا ہے۔

"وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ" (البقرہ ۴۲)
اور سچ جھوٹ میں نہ چھپاؤ تم سچ کو چھپاتے ہو اور تم جانتے ہو، "حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ" (البقرہ ۱۰۹) یہ ان کے نفسوں کی طرف سے حسد ہے جو ان کیلئے حق کے واضح ہونے کے بعد ہے۔ ظاہراً دیکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ ولی ماضی و مستقبل کی خبر دیتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ جو اولیا کرام کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور ان کی نظر قبول سے مشرف ہوتا ہے اس کی صفات بشری، صفات ملکی میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ "نوادر الاصول" میں لکھا ہے کہ علمائے باطن ہی حق و باطل میں امتیاز کر سکتے ہیں کہ نور یقین ان کے ہمراہ ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے ان کی عقلوں کو بڑھایا ہوتا ہے کہ جن احوال میں علمائے ظاہر عاجز و متحیر ہوتے ہیں ان پر وہ قادر ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اہل ظاہر اس کا انکار کرتے ہیں کہ آدمی کیلئے نماز کے دوران وسوسہ بالکل ختم ہو جاتا ہے، یا وہ پانی پر چل سکتا ہے۔ یا زمین کو طے کر سکتا ہے۔ یا بے وقت و محل اس کو کھانا مل سکتا ہے۔ اگر یہ صورت حال نہ ہوتی تو اہل ظاہر وہی کہتے جو اولیائے امت کے ایک فرد حضرت مطرف بن عبداللہ علیہ الرحمہ نے اپنے ساتھی سے کہا "المكذب بنعم الله يكذب هذا" اللہ کی نعمتوں کی تکذیب کرنے والا ہی اس (کرامت) کی تکذیب کرتا ہے۔

منکر شوی بہ حالت زندہ دلاں
یا ہرچہ ترا نیست کسی را نبود

اہل اللہ پر اعتراض مبارک نہیں۔ جو کچھ بھی ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ حکمت پر مبنی ہوتا

ہے۔ان کو ''قدح وطعن'' کا مورد ٹھہرانا نہایت پرخطر ہے۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں ''جو بے ادبی اس گروہ کی نسبت ہو جائے اس کی تدبیر ہو سکتی ہے مگر اعتراض کی کوئی تدبیر نہیں کہ وہ عذر کرنا جانتے ہیں۔ اگر عذر خواہی ہو تو معاف کر دیتے ہیں۔ لیکن اعتراض کرنے والا ان کی خیر و برکت سے بے بہرہ رہتا ہے۔''

اور یہ بھی فرمایا کہ ''با تمکین اولیا کرام کی بارگاہ میں اپنے احوال کی حفاظت بہت ہی مشکل ہے کہ ان کی ولایت کی سلطانی ان کے حال پر غالب ہوتی ہے۔ کوئی بھی ان کی صفت وحال کو نہیں جان سکتا جب تک وہ خود راستہ نہ فراہم کریں۔ اگر یہاں ان کی نسبت کسی کے دل یا ظاہر میں کوئی خیال بد گزرے تو ''خطر عظیم'' ہے۔ اس کی مثال خاکستر میں پوشیدہ آگ سے دی جا سکتی ہے۔ صلح مکہ کے بارے میں وارد آیت ''وَلَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ'' (الفتح ۲۵) اگر ایسے مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتی جن کو تم نہیں جانتے اور یہ خطرہ ہوتا کہ انجانے میں تم ان کو پامال کر دیتے، تو اس سے تم پر حرف آتا' اسی طرف اشارہ فرما رہی ہے۔

کتاب ''قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب'' میں مسطور ہے، جو شخص اہل یقین کے مقامات میں سے کسی مقام اور اہل عرفان کے طرق میں سے کسی طریقے کا منکر ہو اس کا بہترین حال، یقین کا ضعف ہے، اور بدترین حال صفت ایمان کا کفر ہے۔ اور کمترین سزا، وجد سے محرومی اور شہود کی گمشدگی ہے۔ ''فاتحۃ العلوم'' میں بعض عارفوں سے منقول ہے کہ ایسے شخص کو صدیقوں اور مقربوں کا علم نہیں مل سکتا اور اس کے حال آخر کی برائی سے میں لرزتا ہوں۔ اور اس علم کے منکر کی ادنیٰ جزا یہ ہے کہ وہ کسی طرح بھی اس علم سے محظوظ نہیں ہوتے۔ اور جس شخص کو اس علم سے تھوڑا سا حصہ نصیب ہو جاتا ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ اسے اس کی تصدیق کامل ہو جاتی ہے۔

فضائل اولیا: (یہ) حقیقت ہے کہ اولیا کرام کے بہت سے فضائل ہیں۔

امت کے صدیقوں کو انبیاء کی خلافت کا مرتبہ حاصل ہے۔ "یدعون ما یدعو الیہ النبی" وہ اسی طرف بلاتے ہیں جس طرف نبی بلاتا ہے۔ اور اس پر اہل تصوف کا اجماع ہے کہ اس علم کی بدولت مقام صدیقیت (مقام) نبوت کے نزدیک ترین ہے۔ سلطان العارفین حضرت بایزید قدس اللہ روحہ کا قول ہے کہ "صدیقوں کی انتہا نبیوں کے احوال کی ابتداء ہے"۔ اور انکے کلماتِ قدسیہ میں یہ بھی ہے کہ "عام مومنوں کے مقام کی انتہا، ولیوں کے مقام کی ابتداء، اور ولیوں کے مقام کی انتہا، شہیدوں کے مقام کی ابتداء، اور شہیدوں کے مقام کی انتہا، صدیقوں کے مقام کی ابتداء، اور صدیقوں کے مقام کی انتہا، نبیوں کے مقام کی ابتداء، اور نبیوں کے مقام کی انتہا، رسولوں کے مقام کی ابتداء، اور رسولوں کے مقام کی انتہا، اولوالعزموں کے مقام کی ابتداء ہے۔ اور اولوالعزموں کی انتہا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام کی ابتداء ہے، اور حضور پرنور ﷺ کے مقام کی کوئی انتہا نہیں، حق تعالیٰ کے سوا کوئی ان کے مقام کی نہایت کو نہیں جانتا۔ ازل میں بھی ان کی ارواح کے مقام اور بروز میثاق بھی ان کے مراتب اس طرح تھے جیسے بیان کئے گئے نیز قیامت کے دن بھی ایسے ہی ہوں گے۔ اور محبت الٰہی میں بھی ان کے اسرار کے مراتب کا یہی حال ہے۔

کتاب "ختم الولایہ" میں خواجہ محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ سرہٗ نے لکھا ہے کہ آیت "من رسولٍ ولا نبیٍ" (الحج ۵۲) میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ ولا محدث بھی پڑھتے ہیں، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ بعض اولیاء کرام ایسے بھی ہیں کہ طریق الہام سے ان کے دلوں پر سخن (عظیم) گزرتے ہیں۔

اور "نوادر الاصول" میں اولیا کرام کی اس صنف کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔

"ولما صفت عقول المحدثین و طهرت قلوبهم و تنزهت من الآفات والشهوات والعلائق کلموا علی القلوب فاذا کان الکلام علی الارواح فی المنام کان جزاء من ستة واربعین جزاء من النبوة فاذا

کان القلوب فی الیقظة کان کثیراً فر بما کان ثلث النبوة وربما کان نصفھا وربما کان اکثر علیٰ قدر قرب القلو ب من ربھا فی تلک المجالس والخلواة''یعنی جب اللہ تعالیٰ ان اولیاء کی ارواح پر کسی رات خواب میں یہ سخن گزارتا ہے تو وہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔اور جو بیداری کے عالم میں ان کے دلوں پر سخن گزرتے ہیں ان کا حصہ ان مجلسوں اور خلوتوں میں اپنے رب کے قرب کے مطابق زیادہ ہوتا ہے۔اس کتاب میں یہ بھی رقم ہے '' ان لا ھل الیقین حظا من النبوة الا یری الی قول رسول اللہ ﷺ الاقتصاد والھدی الصالح والسمت الحسن جزء من اربعة و عشرین جزاء من النبوه '' یعنی دین میں میانہ روی اور اچھا راستہ اختیار کرنا اور تقویٰ کا لحاظ نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے۔اولیاء کرام کی محبت کا ثمرہ ''سعادت بے پایاں'' ہے اور ان کی عداوت باعث نقصان ہے۔

گر تو ما را دوست داری بردوام
زود از دنیا بر آریمت تمام
ورتو ما را دشمنی نی دوست دار
زود از دینت بر آریم انیت کار

خدا تعالیٰ کی توفیق اور انعام مزید ظاہر ہوا تو فضائل ولایت میں کچھ اور مناقب اولیا کا ذکر کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے ابتدائی حالات اور سلسلہ
خواجگانِ روح اللہ ارواحہم کا بیان

عہد طفولیت: خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ نے ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ الشریف کے الفاظ مبارک نقل فرمائے کہ وہ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کی عنایات سے مجھے یہ عنایت بھی نصیب ہوئی کہ میں عہد طفولیت میں حضرت شیخ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ کی نظر مبارک سے مشرف ہوا۔ آپ نے مجھے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا"

ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے جد امجد فرماتے ہیں کہ میرے فرزند بہاؤ الدین کی ولادت باسعادت کے تین روز بعد حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ اپنے اصحاب باصفا کے ہمراہ قصر ہندواں میں تشریف لائے۔ مجھے آپ سے ارادت و محبت تھی۔ آپ کے بہت سے محبان کرام اس گاؤں میں رہتے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس فرزند کو اس صاحبِ دولت کے حضور پیش کروں۔ میں نے معاملہ (نذر) اس کے سینے پہ گزارا اور نہایت نیاز و تضرع کے ساتھ اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے فرمایا: "یہ ہمارا فرزند ہے۔ ہم نے اسے قبول کیا"۔ پھر حضرت سید امیر کلال اور اپنے دیگر اصحاب باصفا کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، "اس گاؤں سے جتنی بار ہمارا گزر ہوا، میں نے تم سے یہی کہا تھا کہ اس خاک سے کسی مرد کی خوشبو آتی ہے"۔ اور اس بار تمہارے مکان کی طرف توجہ کی اور پاس پہنچے تو کہا "اب وہ خوشبو زیادہ ہوگئی ہے۔ شاید وہ مرد پیدا ہو چکا ہے کہ خوشبو زیادہ ہوگئی ہے، سو یہ فرزند وہی مرد ہے۔ امید ہے کہ یہ فرزند زمانے کا امام ہوگا"۔

خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ مشہدہٗ نقل کرتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے ایام دولت میں حضرت محمد سماسی نور اللہ مرقدہٗ کے بعض اصحاب قصر ہندواں

میں قیام فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین قدس اللہ سرہٗ کی ولادت باسعادت سے پہلے حضرت خواجہ محمد بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ قصر ہندواں میں اکثر تشریف لاتے اور اپنی مجالس صحبت میں فرماتے ، عنقریب یہ قصر ہندواں ، قصر عارفاں ہو جائے گا۔ الحمد للہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ کا وہ فرمان مبارک اس وقت پورا ہوا۔

ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کی والدہ ماجدہ ارشاد فرماتی ہیں کہ میرے فرزند بہاؤ الدین کی عمر چار سال ایک ماہ تھی، ان دنوں ہمارے پاس ایک فراخ سینگوں والی گائے تھی۔ گائے حاملہ تھی۔ ایک روز میرا فرزند اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ ہماری گائے سفید پیشانی والا بچھڑا پیدا کرے گی۔ حق تعالیٰ کی قدرت کہ چند ماہ بعد گائے نے ویسے ہی بچھڑے کو پیدا کیا۔ جس نے بھی اس دن میرے فرزند سے یہ کلام سنا حیرت کا اظہار کرتا تھا، اور حضرت خواجہ محمد بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ کا فرمان مبارک ہمارے حق میں درست ثابت ہوا۔

عالم شباب: حضرت خواجہ علاء الحق والدین قدس اللہ روحہ سے منقول ہے کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ نے فرمایا کہ جب میں کم و بیش اٹھارہ سال کا ہوا تو میرے والد گرامی علیہ الرحمہ نے کوشش فرمائی کی میں جلدی متاہل ہو جاؤں اور مجھے خواجہ محمد بابا سماسی قدس اللہ سرہٗ کی بارگاہ میں سماس بھیج دیا۔ میں اس بقعہ شریفہ میں پہنچا اور حضرت خواجہ سماسی کے دیدار سے مشرف ہوا۔ اس شام میں ان کی صحبت مبارکہ میں رہا۔ اور ان کی صحبت کی برکت سے رات بھر مجھ میں مسکینی اور انکساری کا بہت زیادہ اثر رہا۔ آخر شب اٹھ کر وضو کیا اور ان کی جماعت کی مسجد مبارکہ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ بعد ازاں سر سجدے میں رکھا اور بہت عاجزی سے دعا کی، میری زبان سے یہ الفاظ نکلے

''الٰہی ! مجھے بارِ مصیبت اٹھانے کی قوت، تحمل محنت اور اپنی محبت عطا فرما۔''

کہتے ہیں کہ محبت و محنت نے جواب دیا۔ صبح کے وقت میں حضرت خواجہ سماسی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے توجہ فرمائی اور فراست و بصیرت سے جان گئے۔ اور فرمایا ''بیٹا! دعا اس طرح کرنی چاہیے ''الٰہی! اس بندۂ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے اپنی رضا پر رکھ' اور خدا تعالیٰ کی یہی رضا ہے کہ بندہ پر کوئی مصیبت نہ آئے۔ اگر وہ اپنی حکمت سے کسی دوست پر مصیبت نازل فرماتا ہے تو اپنی عنایت سے اسے برداشت کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے، اور اس کی حکمت اس پر ظاہر بھی فرماتا ہے بہ اختیار مصیبت کو طلب کرنا مشکل ہے، یہ گستاخی نہیں کرنی چاہیے۔'' اس کے بعد دستر خوان بچھایا گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ محمد بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، میرے دل نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔ فرمایا، قبول کرلے، کام آئے گی۔ میں نے روٹی لے لی، اور آپ کے ہمرکاب قصر عارفاں کی طرف روانہ ہوا۔ میں راستے میں آپ کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے نہایت نیاز سے چل رہا تھا۔ کچھ بار میرے دل میں وہی خیال آیا۔ جب بھی خیال آتا آپ میری طرف التفات فرماتے اور فرماتے کہ ''دل پر نظر رکھنی چاہیے۔'' ان احوال کے مشاہدے سے آپ کی نسبت میرے یقین و محبت میں اضافہ ہوا۔ راستے میں ایک گاؤں سے گزر ہوا۔ وہاں آپ کے عشاق کرام میں سے ایک شخص رہتا تھا، وہ نیاز مند بڑی بشاشت، عاجزی اور مسکنت سے پیش آیا۔ جب آپ اس کے پاس اتر گئے تو وہ مضطرب ہوگیا۔ آپ نے فرمایا، حقیقت حال کیا ہے۔ درست بتا۔ اس نیاز مند نے کہا، حضور، گھر میں دودھ تو ہے، روٹی نہیں۔ آپ نے میری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا وہ روٹی نکالو، آخر کام آگئی۔ یہ ان احوال میں پہلا حال تھا جو میں نے حضرت خواجہ کے ساتھ آنے جانے میں معلوم کیا۔

امیر کلال کے حضور: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ سے منقول

ہے کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ نے فرمایا جب محمد بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ وصال فرما گئے تو میرے جد کریم مجھے سمرقند لے گئے۔ وہاں ایک صاحب دل درویش رہتے تھے۔ مجھے ان کے پاس پہنچایا اور نہایت عجز و نیاز سے پیش آئے۔ ہر ایک نے مجھ پر نظر کرم فرمائی۔ اس کے بعد مجھے بخارا لے آئے۔ وہاں میری شادی کی رسم پوری ہوئی۔ اور میں قصر عارفاں میں رہنے لگا۔ اسی دوران اللہ کے فضل سے مجھے عزیزان حق کی کلاہ نصیب ہوئی اور میرا حال بدل گیا، میری امید قوی ہو گئی۔ پھر حضرت سید امیر کلال قدس سرہٗ تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میرے فرزند بہاؤالدین کے حق میں تربیت و شفقت سے دریغ نہ کرنا، اگر تو نے کوئی کسر چھوڑی تو میں معاف نہ کروں گا۔ امیر سید نے فرمایا اگر خواجہ سماسی کی وصیت میں کوئی کسر چھوڑوں تو میں مرد نہیں۔

ایک خواب اور تعبیر: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان ایام میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ عظیم ترکی شیخ حضرت حکیم اتا ترک قدس سرہٗ مجھے ایک درویش کے سپرد کر رہے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو اس درویش کی صورت میرے دل میں تھی۔ میں نے اس خواب کا ذکر اپنی جدہ صالحہ سے کیا۔ انہوں نے فرمایا "بیٹا! تجھے مشائخ ترک سے بھی کچھ حصہ ملے گا" میں ہمیشہ اس درویش کی تلاش میں رہا، ایک دن وہ درویش مجھے بخارا کے بازار میں مل گئے، میں نے انہیں پہچان لیا۔ ان کا نام خلیل تھا۔ اس حال میں تو میں ان کی صحبت سے مستفیض نہ ہوا۔ شام کو ایک قاصد نے پیغام دیا کہ تجھے وہ درویش خلیل بلاتے ہیں۔ میں نے جلدی کی اور شوق نیاز سے ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ جب آپ کی صحبت سے مشرف ہوا تو دل میں خیال آیا کہ وہ خواب ان کو سناؤں۔ وہ ترکی زبان میں بولے جو کچھ تیرے دل میں ہے وہ ہم پر عیاں ہے، بیان کی ضرورت نہیں، میری حالت بدل گئی اور ان کی طرف رغبت مزید

بڑھ گئی۔ان کی صحبت میں، میں نے عجیب وغریب احوال مشاہدہ کئے۔ یہ اتفاق تھا کہ کچھ عرصے کے بعد ان کو ماوراالنہر کی بادشاہت مل گئی اور ان کو سلطان خلیل کہا جانے لگا۔ان کی بادشاہی کے زمانے میں بھی کسی واسطے سے میری ان سے ملاقات ہوئی، ان کی خدمت وملازمت قابل دید تھی۔ان کی بادشاہی کے دوران بھی ان کے عظیم احوال مطالعہ میں آئے اوران سے میل جول اور زیادہ ہوا۔ وہ مجھے بڑی شفقت سے ملتے ۔کبھی نرمی اور کبھی سختی سے مجھے آداب خدمت سکھاتے۔اور اس وجہ سے مجھے بہت فائدے ہوئے۔اوران کے بتانے سے جو میں نے سیر وسلوک کے آداب سیکھے وہ بعد میں بہت کام آئے۔ میں ان کی بادشاہی کے زمانے میں ان کے پاس چھ سال رہا۔ دن کے وقت رعایت سے ان کے آداب حرمت بجالاتا اور خلوت میں ان کی صحبت خاص کا محرم ہوتا۔وہ اکثر اپنے خواص بارگاہ کے سامنے فرمایا کرتے جو حق تعالیٰ کی رضا کیلئے میری خدمت کرتا ہے۔وہ مخلوق میں بزرگ ہوگا۔اور مجھے معلوم تھا کہ ان کے اس فرمان کا مقصود کون ہے اور کیا ہے۔گویا انہوں نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ بادشاہوں کی ظاہری عظمت کی وجہ سے ان کے اعزاز واجلال کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کی وجہ سے تسلیم کرنا چاہیے کہ تمام ملکوں کے مالک حق تعالیٰ جل ملکہ، نے ان کو اپنے جلال و بزرگی کا مظہر بنایا ہے، جب مدت مملکت کے بعد ان کو کمال سے زوال حاصل ہوا تو ملک وخدم وحشم بکھر کر رہ گئے ،اسے دیکھ کر دنیا اور دنیا کا کام میرے دل میں سرد ہوگیا، میں بخارا

آگیا اور بخارا کے انواح میں ایک دیہات ریوتون میں رہائش اختیار کرلی'' یہ واقعہ حضرت خواجہ قدس سرہ، کے درویشوں سے میں نے مختلف روایات سے سنا۔

۞

توبہ کا آغاز: حضرت خواجہ علاالحق والدین عطر اللہ تربتہ، نے ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہ، کے الفاظ مبارک نقل فرمائے، کہ انہوں نے فرمایا کہ میری آگاہی، انتباہ اور توبہ کا

آغاز سفر اس طرح ہوا کہ میں خلوت میں ایک شخص سے بہت التفات کا اظہار کر رہا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں آواز آئی، ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ تو سب سے باز آ کر ہماری بارگاہ کی طرف رجوع کرے گا۔

عمر لیست که تا از آن خویشی

ہیں وقت آمد از آں ما باش

اس آواز سے میرا حال تبدیل ہو گیا۔ میں بے قرار ہو کر گھر سے باہر آیا، بھادوں کا موسم تھا۔ دیہات کے قریب ایک ندی تھی۔ میں نے پانی لیا، غسل کیا۔ اور لباس دھویا، اور حالت شکستگی میں دو رکعت نماز پڑھی، کئی سال گزر گئے، میری یہی آرزو رہی کہ (کاش) ویسی نماز پھر ادا کر سکوں۔

یہ انداز محبوبی: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جذب کی ابتداء میں مجھے کہا گیا کہ اس راستے پہ تو کیسے آتا ہے۔ میں نے کہا اس طرح کہ جو میں کہوں اور چاہوں ویسا ہی ہو۔ مجھے کہا گیا جو ہم کہتے ہیں اس پر عمل کرنا چاہیے، میں نے کہا اس کی مجھے طاقت نہیں، اگر جو میں کہوں وہ ہو جائے تو میں اس راستے پر قدم رکھ سکتا ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو میں یہ نہیں کر سکتا۔ دو مرتبہ مجھ سے یہ سوال و جواب ہوئے پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ پندرہ روز میرے احوال خراب رہے۔ میں تمام خشک ہو گیا۔

گر کششیت نا گہاں تا نبری به خود گماں

بیك قبول ماست آں کا ر سوئے ما ت میکشد

اس ناامیدی کے بعد کہا گیا کہ ہر چه می خوا ہی ہم چناں با ش گو، جو کچھ تو چاہتا ہے۔ ویسا ہی ہو جا،

آں را که در پذیر د معبود لا لعله

اوراچه حا جت آید رنج چهار چله

ایک درد اُٹھا: خواجہ علاء الحق والدین طلب اثرہٗ نقل فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب مجھے توبہ کی توفیق ملی، میں ''ریوتون'' میں قیام پذیر تھا۔ اور مسجد میں نماز با جماعت ادا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز ایک نماز کی جماعت چھوٹ گئی۔ مسجد کے دانش مند متقی امام نے کہا کہ میں تو تجھے اس میدان کا صفدر سمجھتا تھا۔ تو، تو صف شکن ثابت ہوا۔ میں نے کہا، آپ نے تو ایسا ہی تصور کیا کہ میں اس میدان اطاعت کا صفدر ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرے دل کا چہرہ آلودہ ہے۔ اس بزرگ نے یہ شعر پڑھا۔

قلب روے اندود نستانند در بازار حشر
خالصی باید کہ ازا آتش بروں آید سلیم

اس عزیز کے اس کلام سے میرے اندر ایک درد اٹھا، جسکی آگ ہر لحظہ شعلہ زن رہتی اور بے قراری میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

مزارات کی حاضری: ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ نے فرمایا کہ میں جذبوں کے غلبات اور حالوں کی شروعات میں کئی راتوں کو بخارا کے نواح میں پھرتا رہتا اور ہر مزار پہ حاضری دیتا۔ ایک رات میں تین مزارات مبارکہ پہ حاضر ہوا، وہاں ایک چراغ جل رہا تھا، چراغ میں تیل اور بتی موجود تھی مگر بتی کو تھوڑی سی حرکت دینے کی ضرورت تھی کہ تیل سے باہر نکل کر خوب روشنی دے اور نہ بجھے۔ رات کے پہلے حصے میں، حضرت خواجہ محمد واسع علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پہ حاضر ہوا۔ اشارہ ہوا کہ خواجہ احمد اشغر نوی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پہ جاؤ۔ جب میں اس مزار مبارک پہ پہنچا تو دو آدمی آئے اور انہوں نے دو تلواریں باندھ کر مجھے گھوڑے پر بٹھا دیا۔ اور گھوڑے کی باگ مزداخن کے مزار کی طرف موڑ دی اور اسے روانہ کر دیا، رات کے آخری حصے میں وہاں پہنچا تو وہاں بھی بتی اور چراغدان کی وہی کیفیت تھی۔ میں قبلہ رو ہو کر بیٹھ گیا۔ توجہ غیب کی طرف ہوئی تو غیب میں کیا دیکھتا ہوں جانب قبلہ دیوار شق ہو گئی اور ایک عظیم تخت ظاہر

ہوا جس پر ایک عظیم بزرگ جلوہ فرما ہیں، ان کے سامنے سبز پردہ تنا ہوا تھا۔ ان کے ارد گرد لوگوں کی جماعت حاضر ہے، وہاں میں نے حضرت خواجہ بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ کو دیکھا۔ میں نے سوچا کہ یہ وصال شدہ لوگ ہیں۔ نیز یہ جماعت اور یہ بزرگ والا شان کون ہے۔ جماعت میں سے ایک فرد نے فرمایا کہ یہ بزرگ حضرت خواجہ عبدالخالق غنجدوانی قدس سرہٗ ہیں اور یہ ان کے خلفائے کرام کی جماعت ہے۔ پھر خلفائے کرام کے اسماء گرامی شمار کیے اور ہر ایک کی طرف اشارہ کیا۔ خواجہ احمد صدیق، خواجہ اولیاء کلاں خواجہ عارف ریوگری، خواجہ محمود انجیر فغنوی، خواجہ علی رامیتنی، قدس اللہ ارواحھم، اور جب حضرت خواجہ بابا سماسی نور اللہ مرقدہٗ تک پہنچا تو میری طرف اشارہ کر کے فرمایا ان کو تو، تم نے حیاتِ ظاہری میں دیکھا ہے۔ انہوں نے تمہیں دستار سے نوازا تھا، کیا تم ان کو جانتے ہو۔ میں نے کہا میں انہیں جانتا ہوں اور عرصہ ہوا ہے کہ دستار کے بارے میں مجھے خبر نہیں، اس نے کہا، دستار تمہارے گھر میں موجود ہے۔ اور تمہیں یہ کرامت عطا کی گئی ہے کہ اس کی برکت سے نازل ہونے والی ہر مصیبت دور ہو جائے۔ پھر اس جماعت نے کہا کہ گوش ہوش سے سنو! حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ روحہ تم سے کلام فرمانا چاہتے ہیں، جو راہ سلوک میں اس کے بغیر چارہ نہیں، میں نے اس جماعت سے درخواست کی کہ میں حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کو سلام کرنا چاہتا ہوں، ان کے سامنے سے پردہ اٹھایا گیا۔ میں نے حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کو سلام عرض کیا اور انہوں نے مجھے سلوک کی راہ کی ابتداء، وسط، اور انتہا کے بارے میں باتیں ارشاد فرمائیں۔ اور ان باتوں میں سے ایک بات یہ تھی کہ وہ چراغ جو اس کیفیت میں تمہیں دکھائے گئے۔ اس میں تمہارے لئے بشارت اور اشارات ہے۔ کہ تمہارے اندر اس راہ کی استعداد و قابلیت موجود ہے۔ لیکن استعداد کی بتی کو حرکت دینی چاہیے کہ وہ روشن ہو اور اسرار کا ظہور ہو۔ قابلیت کا عمل کرنا چاہیے، کہ مقصود حاصل ہو جائے، اور دوسری بات نہایت مبالغے سے بیان فرمائی کہ ہر حال میں شریعت پر استقامت سے

قدم رکھنا چاہیے، اور امر و نہی کا پورا خیال رکھنا چاہیے، عزیمت و سنت پر عمل کرنا چاہیے، رخصت و بدعت سے دور رہنا چاہیے۔ اور ہمیشہ احادیث نبویہ کو اپنا رہنما بنانا چاہیے، حضورعلیہ السلامﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے آثار و اخبار کی جستجو میں رہنا چاہیے۔ ان تمام ارشادات کے بعد ان کے خلفائے کرام نے فرمایا کہ تمہاری اس حالت کی سچائی پر یہ گواہی ہے کہ تم مولانا شمس الدین اسکتوئی کے پاس جاؤ اور کہو فلاں ترک نے جو سقا نامی پر دعویٰ کیا ہے اس میں حق ترک کی جانب ہے۔ اور آپ سقا کی رعایت کرتے ہیں۔ اور اگر سقا، اس ترک کے حقدار ہونے کا انکار کرے تو سقا سے کہو اے سقائے تشنہ! وہ اس سخن کو جانتا ہے۔ اور دوسری گواہی یہ ہے کہ سقا نے ایک (عورت) سے فساد کیا ہے، اور چونکہ اس سے نتیجہ ظاہر ہوا ہے اس لیے اس نے اسقاط کر دیا ہے اور فلاں جگہ انگور کے درخت کے نیچے دفن کر دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ پیغام مولانا شمس الدین کو پہنچانے کے بعد دوسرے روز فوراً تین دانے منقے کے لو اور زنگ مردہ کی طرف، بجانب نسف حضرت امیر کلال قدس اللہ روحہ کی خدمت میں حاضری دو۔ اور جب تم "پشتہ فراجون" میں پہنچو گے، تمہیں ایک بوڑھا ملے گا۔ وہ تمہیں ایک گرم روٹی عنایت کرے گا۔ اسے لے لینا لیکن بوڑھے سے بات مت کرنا۔ تم اس سے آگے جاؤ گے تو ایک قافلے سے ملاقات ہوگی۔ جب قافلے سے آگے گزرو گے تو ایک سوار ملے گا، تم اسے نصیحت کرو گے اور وہ تمہارے ہاتھ پر توبہ کرے گا۔ اور دستار عزیزاں کو اپنے ساتھ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں لے جانا۔

اس کے بعد اس جماعت قدسی نے مجھے حرکت دی اور مجھے وجود میں لائے، اسی صبح میں نہایت عجلت سے "ریورتون" میں آیا اور اہل تعلق سے اس دستار کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ عرصہ ہوا وہ دستار تو فلاں جگہ ہے۔ جب میں نے دستار عزیزاں کو دیکھا تو میری حالت تبدیل ہوگئی، میں نے بہت گریہ کیا۔ اور پھر حالت سکینت میں چلا گیا۔ نماز فجر حضرت مولانا شمس الدین (علیہ الرحمہ) کی مسجد میں ادا کی۔

نماز کے بعد میں نے دل میں سوچا کہ مجھے تو پیغام پہنچانے کے بارے میں حکم ہوا ہے۔ میں نے حضرت مولانا سے واقعہ بیان کیا۔ تو وہ حیران ہوئے۔ سقا اس وقت موجود تھا۔ وہ حقیقتاً مدعی کے دعوے سے انکار کرتا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ ایک گواہ یہ ہے کہ تو پیاسا ہے اور تجھے عالم معنیٰ سے کچھ بھی نہیں ملا۔ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے کہا کہ دوسرا گواہ یہ ہے کہ تو نے فلاں کے ساتھ برا فعل کیا، اور جو اس سے پیدا ہوا اسے گرا کر فلاں مقام پہ انگور کے درخت کے نیچے دفن کر دیا۔ سقا نے اس بات کا بھی انکار کر دیا، حضرت مولانا قدس سرہٗ اور جو لوگ مسجد میں موجود تھے وہ اس مقام پر پہنچے تو تلاش کے بعد انہوں نے وہاں مردہ بچے کو دیکھ لیا، اب سقا عذر کرنے لگا۔ حضرت مولانا اور لوگ رونے لگے اور عجیب احوال ظاہر ہوئے۔ اگلے دن میں نے طلوع آفتاب کے موقع پر حکم کے مطابق منقے کے تین دانے لئے اور نسف کی جانب ''زنگ مردہ'' کے راستے پر گامزن ہوا، میرے آنے کی خبر حضرت مولانا کو دی گئی تو انہوں نے مجھے طلب فرمایا۔ اور کمال مہربانی سے نوازا، اور فرمایا ''ترا درد طلب پدید آمدہ است' شفا آں درد تو نزدما ست تمہارے اندر درد طلب ظاہر ہوا ہے اور اس کا علاج ہمارے پاس ہے۔ اور اس جگہ ٹھہرو کہ تمہاری تربیت کا حق ادا کیا جائے، اس کے جواب میں میری زبان سے نکلا کہ میں دوسروں کا فرزند ہوں۔ اگر پستان تربیت میرے منہ میں رکھیں گے تو ایسا نہ ہو کہ میں اس کا سرا پکڑ لوں۔ حضرت مولانا خاموش ہو گئے اور اجازت دے دی۔ اس دن میں نے کمر ہمت باندھ لی، میں نے دو آدمیوں سے کہا کہ میرے کمر بند کو دونوں طرف سے خوب کھینچو، جب وہ خوب کس کر باندھ چکے تو میں نے راستہ اختیار کیا، پھر دشت فراجون میں پہنچا۔ اور ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے ایک گرم روٹی عطا کی۔ میں نے اسے لے لیا۔ لیکن اس سے کوئی گفتگو نہ کی، میں آگے چل پڑا تو ایک قافلے سے ملا۔ اہل قافلہ نے مجھے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو، میں نے کہا ''اسکتہ'' سے، انہوں نے پوچھا تم

وہاں سے کس وقت چلے تھے، میں نے کہا طلوع آفتاب کے وقت اور چاشت کے وقت ان کے پاس پہنچا ہوں، وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ اس گاؤں سے یہاں تک کا فاصلہ چار فرسنگ ہے۔ اور ہم رات کے اول وقت میں روانہ ہوئے تھے، میں ان سے گزرا تو ایک سوار میرے سامنے آیا۔ میں نے اسے سلام کیا، اس نے پوچھا تم کون ہو، کہ مجھے تم سے خوف محسوس ہو رہا ہے۔ میں نے کہا، میں وہ ہوں جس کے ہاتھ تمہیں توبہ کرنی چاہیے۔ وہ جلدی سے گھوڑے سے اترا اور نہایت انکساری کا مظاہرہ کیا، اس کے پاس شراب کا ایک مشکیزہ تھا، اس نے ساری شراب بہادی تو میں وہاں سے روانہ ہوا اور نسف کی حدود میں داخل ہوا۔ پھر اس گاؤں میں پہنچا جہاں حضرت امیر کلال علیہ الرحمہ جلوہ فرما تھے۔ میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور "دستار عزیزاں" ان کی خدمت میں پیش کی آپ خاموش رہے اور کافی دیر بعد فرمایا "ایں کلاہ عزیزاں است؟ یہ دستار عزیزاں ہے"، میں نے عرض کی "بے شک" آپ نے فرمایا "حکم اسطرح ہے کہ اس دستار مبارک کے دو پردوں کے درمیان نگاہ رکھو، میں نے قبول کیا اور دستار مبارک پکڑ لی۔ آپ نے مجھے سبق ذکر کی تلقین فرمائی اور خفیہ طریقے پر نفی واثبات میں مشغول فرمایا۔ میں نے کچھ دیر اس کی اتباع کی، چونکہ اس کا مجھے حکم ہوا تھا اس لئے میں نے عمل عزیمت کو ذکر علانیہ کے طور پر نہ کیا، ہمارے خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "کتنے ہی سال ہو گئے۔ میں نے باندھی ہوئی کمر ہمت آج تک نہیں کھولی"۔

علماء کی صحبت: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں اس وقت کے بعد خواجہ بزرگ علیہ الرحمہ کی بتائی ہوئی ہر بات نے اپنے موقع پر اثر دکھایا۔ اور عمل کا نتیجہ وصیت کے مطابق نکلا۔ مجھے حضور نبی اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات جاننے کا حکم ہوا تھا اور میں علمائے عظام کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا۔ اور احادیث مبارکہ کا درس لیتا تھا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات جانتا تھا۔ اور ہر ایک پر عمل پیرا ہوتا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہر ایک کا نتیجہ اپنے آپ میں مشاہدہ کرتا تھا۔

روحانی سیر: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ جذبے کے شروع میں ایک رات ''مزار مزداخن'' میں حاضر تھا۔ درویش محمد زاہد بھی ہمراہ تھا۔ میں نے تکیہ لگایا ہوا تھا کہ اسی حالت میں میری روح جسم سے جدا ہوگئی اور سیر کرتی ہوئی آسمان کی جانب نکل گئی، اور پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے آسمان کی سیر کی، پھر چکر لگاتی ہوئی زمین پہ اتر آئی اور میرے جسم میں داخل ہوگئی، اس حال سے محمد زاہد نا آشنا تھا۔ اور کسی کو بھی خبر نہ کہ میری حالت کیسی ہے۔

مقصد حاصل کرلیا: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ابتدائے احوال میں ایک رات میں ریورتون کی مسجد میں گیا۔ ایک ستون کے پیچھے قبلہ رو ہوکر بیٹھا تھا کہ اچانک ابر غیبت و فنا کا ظہور ہوا اور تھوڑا تھوڑا غلبہ ہوتا گیا اور میں اپنے آپ سے قطعاً محو ہوگیا، پھر اس حالت میں فنائے کاملہ کو پہنچا تو کہا گیا آگاہ باش کہ آنچہ مقصود و مطلوب است یافتی و بہ آں رسیدی۔ جان لو! کہ تم نے اپنا مقصود و مطلوب حاصل کرلیا کچھ دیر بعد پھر مجھے اپنی اصلی حالت میں لے آئے

عالم ملکوت میں: حضرت خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مشہدہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حال کی ابتداء میں ریورتون کے واقعہ کے بعد اک دن میں اس باغ میں تھا۔ یہ اس باغ کی طرف اشارہ تھا جس میں اب آپ کا مزار اقدس موجود ہے۔ اور میرے متعلقین کی ایک جماعت میرے ہمراہ تھی کہ یکایک جذبات الٰہی کے آثار اور بے علت لطف وعنایت کا ظہور ہوا۔ اضطراب اور بے قراری کی کیفیت طاری ہوئی، اب یہ نہیں تھا کہ میں آرام کرسکوں میں بے چین ہوکر اٹھا اور قبلہ رو ہوکر بیٹھ گیا۔ اچانک اس توجہ میں غیبت واقع ہوئی۔ اور وہ فنائے حقیقی میں تبدیل ہوگئی۔ اور اس نے مجھے فنافی اللہ کی حقیقت میں داخل کردیا، اس فنا میں دیکھا کہ ''روح مرا بر ملکوت آسما نہا گزار نیدند و بدا نجا

رسید کہ روح من در صورت ستارہء در دریائے نورِ بے نہایت محو و ناپدید شد، میری روح کو آسمانوں کے ملکوت سے اوپر لے جایا گیا جہاں وہ بے نہایت نور کے دریا میں ایک ستارے کی طرح محو ہو گئی، اور چھپ گئی۔ اور حیات ظاہری کا کوئی اثر میرے وجود پر باقی نہ رہا۔ میرے متعلقین میری اس حالت پر رو رہے تھے۔ اور اضطراب و بے خودی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر وہ مجھے پارہ پارہ کر کے وجود بشریت میں لے آئے ~~اور وہ غیبت اور فنا~~ئے کلی کی حالت چھ ساعتوں کے اندر اصلی حالت میں بدل گئی۔

میں بھی بے صفت ہوں: ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ زندگی کے آخری ایام میں جب آپ اپنا ابتدائی "حال سلوک" خود بیان فرماتے تو مشائخ طریقت اور بزرگان حقیقت قدس اللہ ارواحھم کی پاکیزہ روحوں اور ان کی توجہات روحانی کے اثر کا ذکر کرتے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہٗ کے متعلق فرماتے کہ ان کی روحانیت کی توجہ سے ظاہری و باطنی تعلقات مکمل منقطع ہو جاتے ہیں اور تجرد کلی نصیب ہوتا ہے، اور جب خواجہ امام محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ سرہٗ کی روحانیت کی توجہ ظاہر ہوتی ہے تو اس کا اثر صرف بے صفتی کا مشاہدہ ہے۔ اور اس بے صفتی میں کوئی نمایاں نہیں ہوتا۔ ۷۸۹ ہجری کو یہ بندہ ضعیف حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے حضور حاضر تھا، آپ نے فرمایا کہ "ہمیں خواجہ حکیم ترمذی قدس اللہ سرہٗ کے طریقے کی اتباع کرتے ہوئے بائیس سال گزر چکے ہیں، وہ بے صفت تھے، اگر کوئی پہچان سکتا ہے (تو پہچان لے)" من این زمان بے صفتم "میں بھی اس وقت بے صفت ہوں"۔

ایک صالح کا بیان: ایک صالح آدمی بیان کرتا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب ہمارے خواجہ قدس سرہٗ ریاضت عظیم میں مشغول تھے۔ اور یہ معتقد کبھی کبھی آپ کی صحبت شریف میں جایا کرتا تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سردیوں کا موسم تھا۔ ہوا بہت ٹھنڈی تھی۔ کبھی آپ اس فقیر کے گھر تشریف لاتے تو آپ میں ریاضت کا

اثر ظاہر ہوتا تھا۔ اور تجرد اور (دنیا سے) انقطاع مکمل پایا جاتا تھا۔ اس دوران آپ نے فرمایا "آٹھ ماہ سے ہم حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت کی توجہ رکھتے ہیں۔ اور ان کی صفت میں سیر کرتے ہیں۔ دیکھ اب ہم ان کی صفت سے باہر نکل رہے ہیں

حصولِ فیض کا دروازہ: خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ روضتہ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس سرہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس راہ عرفان کے راہی کو نیاز و مسکنت اور علو ہمت کی ضرورت ہے۔ اور وہ ہمیں اسی دروازے سے اندر لائے۔ ہر چہ یافتم ازا ینجا یا فتم، ہم نے جو کچھ حاصل کیا اسی ذریعے سے حاصل کیا ہے۔

اینجا رخ زرد و جامہ ژندہ خرند

بازار چہ قصب فروشاں دگر است

ہمت کا پل: فرمایا ایک رات میں ریورتون میں تھا، اور راستے میں ایک پل پر پہنچا، مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی، میرے دل میں الہام ہوا "ہر چہ خواہی طلب، تو جو چاہتا ہے طلب کر۔ میں نے نیاز و مسکنت سے عرض کیا "مولا! اپنی رحمت وعنایت کے دریا سے ایک ذرہ عطا کر دے، الہام ہوا کہ تو ہماری بارگاہ کے کرم سے صرف ایک ذرہ مانگتا ہے؟ میری حالت بدل گئی۔ اور بلند ہمتی حرکت میں آئی میں نے اپنے منہ پر تمام تر قوت کے ساتھ طمانچہ رسید کیا کہ اس کی تکلیف کا اثر چند روز تک باقی رہا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا "کریما! دریا ھائے رحمت و عنایت را نثار حال من گردان و مرا قوت تحمل آں بخشش کرامت فرمائی"۔ اے کریم! رحمت وعنایت کے بہت سے دریا میرے حال پر نثار کر دے اور ان کو برداشت کرنے کی قوت بھی عطا فرما دے، اسی حال میں "عنایت و موہبت" کا ظہور ہوا اور اس کی برکت سے جو دیکھا سو دیکھا۔

ہمت ترا بہ کنگرۂ کبریا کشد

ایں سقفگاہ را بہ ازیں نرد بان مخواہ

وما آں پل را پل ہمت گفتیم ۔اور ہم اس پل کو ہمت کا پل کہا کرتے۔

سب سے بڑھ گیا: خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ تربتہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ اپنے ابتدائی احوال کے زمانے کے متعلق بیان فرماتے تھے کہ ہم دوسو آدمیوں نے اس راہ عرفان پر قدم رکھا اور ہمیشہ میری یہی کوشش رہی کہ میں ان سب سے آگے نکل جاؤں۔خدا کی عنایت پہنچی اور میں ان تمام سے بڑھ گیا اور مقصود حاصل کرلیا۔

مردان رہش بہ ہمت و دیدہ روند

زاں در راہ او نام و نشان پیدا نیست

مٹادے اپنی ہستی کو: خواجہ علا الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ نقل کرتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے اس راہ میں وجود کی نفی اور نیستی اور خود کو کمتر دیکھنا بہت بڑا کام ہے۔ دولت وصول کا سر رشتہ، قبولیت کے ساتھ ہے، میں نے اس طریقے میں ہر طبقہ موجودات کی سیر وسلوک کو طے کیا اور اپنے آپ کا ''ذرات موجودہ'' کے ہر ذرے سے موازنہ کیا اور سب کو اپنے آپ سے بحقیقت بہتر دیکھا ۔انتہا یہ کہ میں نے ''طبقہ فضلات'' کی سیر کی، میں نے ان میں بھی کوئی منفعت پائی مگر اپنے آپ میں کوئی منفعت نہ پائی۔''فضلہ سگ'' کی طرف تصور کیا کہ اس میں تو کوئی منفعت نہ ہوگی، ایک مدت میرا یہی خیال رہا۔بالآخر مجھے معلوم ہوا کہ اس میں بھی منفعت ہے۔بہ تحقیق دانستم کردرمن ہیچ نوع منفعت نیست، تحقیق سے معلوم ہوا کہ مجھ میں منفعت کی کوئی قسم نہیں ہے۔

از ہیچ کسی خویشتن با خبرم

وز ہیچ سگی بہ نیم الا بترم

ہر چند بہ حال خویشتن مینگرم

یک حبہ نیرزد از قدم تا بہ سرم

مرید کی معراج کیا ہے: خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ روضۃ' بیان کرتے ہیں کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہ' اپنی تربیت کی شفقت وعنایت کی وجہ سے جو اس راہ کے راہگیروں کے بارے میں تھی، ان کی ہمت بلند کرتے، اور فرماتے کہ ہرگز من شمارا بحل نکنم" میں ہرگز تمہیں نہیں چھوڑوں گا، جہاں تک کی تم مقصود کی طلب میں یوں نہ ہو جاؤ کہ مرے سر پر قدم رکھ کر گزر جاؤ اس سخن میں حضرت خواجہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ شیخ ہی، ظاہر و باطن کے حوالے سے تمام مقامات اور منازل میں، مرید کی معراج ہے۔اور حقیقت میں مرید کا ہر حال وصفت میں بلند ہونا شیخ کے ظاہری و باطنی لطف کی مدد کے واسطہ سے ہے، اس کی توجہ ایسی ہونی چاہیے کہ مرید براق ہمت پر سوار ہو کر بشریت کی پستی سے "بقاع ملکیت" کی سرحد پر جولانی دکھائے۔حضور پیغمبر برحق ﷺ نے امیر المومنین علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ' سے فرمایا کہ آنحضور ﷺ کے شانہ مبارک پر قدم رکھ اور دیوار کعبہ سے بتوں کو ہٹادے۔یہ اسی صفت کی طرف اشارہ ہے۔

اظہار عجز کا ایک واقعہ: ہمارے خواجہ قدس سرہ' کے محبان کرام میں سے ایک دانشمند نقل کرتے ہیں کہ میں بخارا میں حصول علم کیلئے مشغول تھا مگر رہائش فتح آباد میں تھی۔ایک مرتبہ فتح آباد میں میری، آپ کے ایک درویش سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا تو ہمارے خواجہ قدس سرہ' کی صحبت شریف میں کیوں نہیں آتا، میں نے اس سے عذر بیان کیا کہ اب تھوڑا دن رہ گیا ہے۔اور میرے دل میں خیال پیدا ہوا حضرت خواجہ قدس سرہ' کیلئے خاص اہتمام کی ضرورت ہے۔اور یہ کہ آپ کی محفل پاک کو اپنے وجود سے کیا آلودہ کروں۔میں اپنی منزل پہ روانہ ہوا۔صبح ہوتے ہی فتح آباد سے حضرت خواجہ کے حضور پہنچا۔آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا تو آپ نے بعض اصحاب کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ ہمارا ایک دوست تھا جو بڑا دانشور، فقیہ اور بزرگ تھا۔

ہماری صحبت میں آیا کرتا تھا، ایک دن ہم نے اسے کہا کہ کیا وجہ ہے، ہماری صحبت میں کم تشریف لاتے ہو! اس دانشور نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ حضرت کی مجلس شریف کو اپنے وجود سے آلودہ کروں، ہم نے اس فقیہ سے کہا کہ یہاں یہ حال نہیں۔ آ کر ہمارے مصاحب دیکھ لے، ہم اس کو ایک گھر کی طرف لے آئے۔ وہاں ایک کتا تھا جس کے ساتھ ہم بیٹھا کرتے تھے، ہم نے اس دانشور سے فرمایا کہ مصاحب ما ایں جا نور است، ہمارا مصاحب تو یہ جانور بھی ہے۔ چہ جائکہ یہ بات جو تو نے بیان کی ہے۔

سگ بہ زکسی باشد کو پیش سگ کو یت
جان را محلی بیند دل را قدری داند

حضرت خواجہ علاء الحق والدین روح اللہ روحہ، نے ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہ، سے نقل فرمایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے، "بزرگانِ حقیقت کا یہ قول ہے کہ اس راہ پہ چلنے والا اگر اپنے نفس کو فرعون کے نفس سے سو گنا بدتر نہ سمجھے تو وہ اس راہ پر نہیں"۔

خدمت کی مثال: اس صاحب دانش نے بیان کیا کہ جس تاریخ کو دشت قپچاق سے ایک لشکر جرار شہر بخارا میں آیا اور شہر کا محاصر کر لیا۔ لوگوں نے ہجوم کے باعث چھتوں پر پاخانہ کر دیا، ایک دن ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ ان چند درویشوں کے ساتھ جو اس حادثہ میں آپ کے ہمراہ تھے ایک چھت پر تشریف فرما تھے اور چھت کو مسجد بنا رکھا تھا، اتفاق سے آپ کے چاہنے والوں میں سے دو طالب علم حاضر ہوئے ،حضرت خواجہ نے فرمایا "ان چھتوں کو صاف کر دو جن پر خلقت نے پاخانہ کیا ہے۔ میں نے خود شہر بخارا کے مدرسوں کی پاخانہ گاہوں کو صاف کیا۔ ہے اور نجاست اٹھائی ہے۔ میں نے اس خدمت کا ذکر ایک درویش سے کیا تو اس نے فرمایا، "تو نے نجاست اٹھا کر آسان کام کیا، میں نے بھی انہیں صاف کیا اور نجاست اپنے سر پر اٹھائی"۔

مخلوق خدا کا خیال رکھنا:

ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ فرماتے ہیں کہ
''طلب وجذبات'' کے اوائل میں ایک دوست حق سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے فرمایا کہ تو آشناؤں میں سے لگتا ہے۔ میں نے کہا میں امید رکھتا ہوں کہ خدا کے دوستوں کی برکت نظر سے آشنا ہو جاؤں۔ اس عزیز ''خدا دوست'' نے پوچھا کہ تیرا روزی کے ساتھ کیا معاملہ ہے۔ میں نے کہا ''اگر می یابم شکر می گویم واگر نمی یابم صبر می کنم'' مجھے ملتی ہے تو شکر کرتا ہوں، نہیں ملتی ہے تو صبر سے کام لیتا ہوں۔ اس نے مسکرا کر فرمایا، یہ تو بڑا آسان کام ہے، کام تو یہ ہے کہ تو نفس کو توبہ کرائے کہ اگر روٹی کا ٹکڑا اور پانی میسر نہ ہو تو بھی سرکشی نہ کرے میں نے عاجزی کی اور اس عزیز سے مدد طلب کی، اس نے فرمایا جب تو بیابان میں آئے تو امید نفس کو مخلوق سے بالکل منقطع کر لے اور اسی قدم پر تین روز سفر کرے، چوتھے دن تو ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے گا۔ اور تجھے ایک شاہسوار ملے گا جو گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوگا۔ اسے سلام کر کے گزر جانا، جب تو تین قدم چلے گا تو وہ تجھے کہے گا اے جوان قرصی دارم بگیر ،اے جوان میرے پاس ایک روٹی ہے قبول کرلے، اس کی طرف التفات نہ کرنا، میں اس کے فرمان کے مطابق جنگل میں آیا اور اس طریقے پر چلا، تین روز گزر گئے اور چوتھے روز میں پہاڑ کے دامن میں پہنچا، اور وہ شہسوار اسی کیفیت میں میرے سامنے آیا، میں نے اسے سلام کیا اور گزر گیا۔ اس نے مجھے روٹی دینا چاہی مگر میں نے توجہ نہ کی۔ پھر اس عزیز نے فرمایا کہ لوگوں کی خاطر دریافت کرنی چاہیے، عاجزوں، کمزوروں، اور شکستہ دلوں کی خدمت کرنی چاہیے، اور ان کی خدمت کرنی چاہیے جن کو لوگ نظر التفات سے نہیں دیکھتے، اور ان سے نیاز و مسکنت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ میں اس کے فرمان کے مطابق اس طریقے میں مشغول ہو گیا، اور مدتوں یہ سلوک طے کیا۔ پھر اس عزیز نے فرمایا جانوروں کی رعایت اور تیمارداری بھی کرنی چاہیے، اور نیازمندی سے رہنا چاہیے کہ یہ بھی خدا کی

مخلوق ہے اوران پر بھی نظر ربوبیت ہے۔اور اگر ان کی پشت اور پہلو میں زخم ہو جائے تو کوئی تدبیر اور علاج کرنا چاہیے۔میں اس امر کے موجب کچھ دیر یہ خدمت بھی بجا لاتا رہا۔جب راستے میں کوئی حیوان میرے پاس سے گزرتا تو میں رک جاتا جہاں تک کہ وہ گزر جاتا۔میں اس سے پہل نہ کرتا۔اور راتوں کو جہاں حیوانوں کے پاؤں لگتے میں وہاں اپنا چہرہ ملتا،اس طریقے سے سات سال بسر کیئے۔پھر اس نے فرمایا کہ اس بارگاہ کے کتوں کی خدمت بڑے عجز سے بجالانا۔اوران سے یہ بات طلب کرنا۔اس دوران تو ایک سگ بارگاہ کے ذریعے سعادت حاصل کرے گا۔میں نے اس فرمان کے مطابق اس خدمت کو بھی غنیمت سمجھا۔ایک رات میں ایک سگ بارگاہ کے پاس پہنچا اور میرا حال بدل گیا،میں نے اس کے سامنے ''نیاز وتضرع'' سے کام لیا اور مجھ ''پر گریہ عظیم'' طاری ہوا،اس دوران اس جانور کو دیکھا کہ اس نے اپنی پشت زمین پر رکھی اور منہ آسمان کی طرف اٹھایا،اپنے چاروں پاؤں اوپر اٹھا کر غمناک آواز میں فریاد کی۔میں نے ''نیاز اور شکستگی'' سے دونوں ہاتھ اٹھا کر آمین کہا،یہاں تک کہ وہ جانور خاموش ہوگیا اور اپنی پہلی حالت میں آ گیا،انہی دنوں میں ''قصر عارفاں'' سے ایک طرف روانہ ہوا۔بھادوں کا موسم تھا،اس حال میں ایک جانور کو دیکھا جسے ''آفتاب پرست'' کہتے ہیں کہ وہ جمال آفتاب میں حیران ومستغرق ہے،اس کی اس صفت سے میرا ذوق بیدار ہوا،میرے دل میں خیال آیا کہ میں اسے کہوں کہ وہ اس بارگاہ میں میری سفارش کرے،میں ادب،حرمت اور نیاز کے ساتھ کھڑا ہو گیا،اور دونوں ہاتھ اٹھالیے۔وہ جانور حالت استغراق سے باز آیا اور اس نے پشت زمین پر رکھ کر منہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔میں دیر تک آمین کہتا رہا،

پھر اس عزیز نے فرمایا کہ راستوں کی خدمت کرنی چاہیے،اگر راستے میں کوئی ایسی چیز پڑی ہو جو مخلوق کیلئے کراہت کا سبب ہو تو اسے ان کی نظروں سے پوشیدہ کر دینا چاہیے تا کہ ان کو نقصان نہ پہنچے۔میں اس کے فرمان کے مطابق اس کام

میں مشغول ہو گیا کہ سات سال میرے دامن و آستین خاک سے آلودہ رہے اور جو عمل اس ''خدادوست'' نے فرمایا میں نے اسے پورے صدق سے ادا کیا اور ہر عمل کا نتیجہ اپنے اندر مشاہدہ کرتا رہا، اور اپنے تمام احوال میں ترقی معلوم کرتا رہا۔

مجاہدہ ہو تو ایسا: ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ اپنے ابتدائی احوال کے اواخر کے متعلق فرماتے ہیں کہ سردیوں کا موسم تھا۔ ہوا بہت سرد تھی۔ ریورتون میں تمام پانی منجمد تھا۔ ایک رات، میں درویشوں کے ساتھ ایک منزل میں متمکن تھا کہ مجھے اس رات غسل کی حاجت ہوئی۔ میں اس جگہ سے باہر آیا اور ہر طرف گیا کہ کوئی چیز مل جائے جس سے برف کو توڑ کر پانی حاصل کروں اور غسل کروں، میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے کوئی اس رات پریشان ہو۔ میں نے کسی کو خبر نہ دی، میں نے پرانی پوستین پہن رکھی تھی۔ اس سردی میں، ریورتون سے قصر عارفاں کی طرف آیا جب منزل پہ پہنچا تو بھی میں نے نہ چاہا کہ متعلقان سے کوئی میرے حال کے بارے میں باخبر ہو، میں نے ''اطراف وحوالی'' میں تلاش کی بالآخر میں نے مسجد کے قریب ایک حوض کے کنارے کدو دیکھا جس سے لوگ جانوروں کو پانی پلاتے ہیں۔ بہت زحمت و مشقت کے ساتھ میں نے برف کو توڑا ، میرا ہاتھ بھی زخمی ہوا۔ اس کدو سے پانی لیا اور نہایا سردی مجھ پر غایت درجہ اثر انداز ہوئی، پھر وہی پرانی پوستین پہنے ہوئے اسی سرد رات میں، میں قصر عارفاں سے واپس ہوا اور ریورتون کی طرف چل پڑا۔

دامن کو یوں پکڑ کہ چھڑایا نہ جا سکے: ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کے بارے میں بتاتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں ان جذبات و بے خودی میں ہر طرف پھرتا تھا۔ اور میرے پاؤں خار و خاشاک سے مجروح ہو گئے جسم پر پرانی پوستین تھی۔ اتفاقاً موسم سرما تھا اور ہوا نہایت سرد تھی۔ ایک رات حضور سید امیر کلال علیہ الرحمہ کا جذبہ صحبت پیدا ہوا تو میں ان کی بارگاہ میں پہنچا۔ حضرت امیر درویشوں کے ہمراہ ایک

مقام پر جلوہ فرماتے تھے، جب انہوں نے نظر مبارک مجھ ڈالی تو سوال فرمایا یہ کون ہے؟ جب معلوم کیا تو اشارہ فرمایا کہ جلدی اس کو اس مقام سے نکال دو۔ جب میں اس منزل مراد سے باہر آیا تو قریب تھا کہ میرا نفس سرکشی کرتا کہ ارادت و تسلیم کی رسی چھوڑ دے۔ اسی حال میں عنایت الٰہی نے مدد کی۔ میں نے کہا، یہ خواری حضرت عزت جل و علا کی رضا سے ہے اس لئے اس سے مفر نہیں۔ میں نے اس آستان عزت پہ سر نیاز جھکایا اور کہا کیسا بھی حال ہو میں اس آستان سے سر نہ اٹھاؤں گا۔ تھوڑی تھوڑی برف گر رہی تھی، ہوا از حد ٹھنڈی تھی۔ جب صبح نزدیک ہوئی، حضرت امیر قدس اللہ روحہ باہر تشریف لائے اور قدم شریف میرے سر پر رکھا۔ میرا سر اس آستان سے اٹھایا اور مکان میں لے آئے، پھر مجھے خود بشارت دی ''فرزند ایں لباس سعادت بر قد تست'' بیٹا یہ لباس سعادت تیرے قد پر (درست) ہے۔ اپنے دست مبارک کے ساتھ میرے پاؤں سے خار و خاشاک کو نکالا، جراحت سے پاک کیا اور نگاہ کرم فرمائی۔

☆...... حضرت خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ مرقدہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں، جس وقت آپ اپنی ریاضتوں اور مجاہدوں کے متعلق فرماتے تو طالبوں کے فتور کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہر صبح جب میں منزل سے باہر نکلتا ہوں تو کہتا ہوں ''شاید کہ طالبی سر بر آستان نہادہ باشد ہمہ عالم شیخ است مرید نیست ، شاید کوئی طالب آستانے پر سر رکھے پڑا ہو۔ تمام عالم شیخ ہے، مرید کوئی نہیں۔

گر نشاید بدوست رہ بردن
شرط یاری در طلب مردن

☆...... فرماتے ہیں کہ میں بخارا میں تھا۔ سید امیر کلال علیہ الرحمہ نسف میں تھے، مجھ میں آپ کی صحبت شریف میں جانے کا جذبہ پیدا ہوا تو میں نسف کی طرف روانہ ہوا، میں ان کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا ''بیٹا تو بڑے اچھے وقت پر آیا ہے۔ ہم نے خمدان کا

ارادہ کیا ہے اور کوئی نہیں جو لکڑیاں جمع کرے۔ میں نے آپ کا اشارہ سمجھا اور خار مغیلاں اپنی پشت پر اٹھا کر خمدان کے پاس لایا۔

جمال کعبہ چناں می دواندم بہ نشاط
کہ خار ہائے مغیلاں حریرمی آید

☆......فرماتے ہیں میں مولانا بہاوالدین دیکرانی علیہ الرحمہ کے ہاں حدیث پڑھتا تھا۔ اس راہ طلب کے دوران میں نسف سے گزرا تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ ایک باغ میں عمارت تعمیر کریں۔ اس جگہ بہت سے ٹیڑھے درخت تھے۔ کلہاڑی کی ضرورت تھی۔ مولانا نے فرمایا ہماری کلہاڑی بخارا میں مولانا حسام الدین اصیلی کے پاس ہے میں نے مولانا کی مرضی کو اس طریقے سے معلوم کیا کہ مولانا اور دیگر حاضرین کو محسوس نہ ہوا اور نسف سے بخارا کی طرف روانہ ہو گیا اور دوسرے روز مولانا کی کلہاڑی بخارا سے لاکران کی خدمت میں پیش کردی۔

☆......انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ جن دنوں قصر عارفاں میں مسجد کی عمارت بنانے میں مشغول تھے تو اپنے سر مبارک پر مٹی اٹھا کر مسجد کے چھت پر لے جاتے اور یہ شعر پڑھتے۔

بہ جان بکنم کار تو چرا نکنم
بہ سر بکشم بار تو چرا نکشم

☆......خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہ، نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ اپنی کبرسنی میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے "ما درا وقات جوانی از حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ درخواستہ بودیم کہ مدد توفیق بخشد و تحمل بارہائے ایں راہ کرامت فرماید، ہم نے جوانی کے اوقات میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے درخواست کی کہ مدد توفیق بخشے اور اس راہ کے بوجھ اٹھانے کی طاقت عطا فرمائے، تاکہ میں اس راہ کی ہر ریاضت اور بوجھ کو اٹھا سکوں۔ حضرت

احدیت جلت الطافہ، نے کرم فرمایا اور اجابت وعنایت سے نوازا کہ اس راہ کے بوجھ میں نے جوانی میں اٹھائے اور پیری کے دوران کلفت عبادت سے آزاد ہو گیا۔

شر طیست کہ مالکان تحریر
آزاد کنند بندہء پیر

جو تلاش کیا وہ پالیا: خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ مشہدہٗ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ کا ارشاد ہے، طلب کی ابتداء میں، میں جس ''صاحب دولت '' سے ملتا یہ پوچھتا'' ضعیفی را با قوی کار افتادہ است چہ کند ؟ ایک کمزور کو طاقتور سے کام پڑا ہے، کیا کرے''۔ وہ فرماتے ''صبر کند۔ صبر کرے''۔ ایک روز ایک دوست حق سے ملاقات ہوئی، اس نے مجھ سے پوچھا کیا حال ہے، میں نے کہا، عنایت کا منتظر ہوں، اس دوست نے فرمایا'' فرزند جستیم و نیافتیم تو طلب کہ خواہی یافت، بیٹا، ہم نے جستجو کی پر نہ پا سکے، امید ہے کہ تو طلب کرے تو پالے گا، اس صاحب دولت کی برکات نفس سے میں نے اس راہ میں بہت کوشش اور طلب سے کام لیا۔

☆......انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اوائل طلب میں ایک روز قمار خانے سے میرا گزر ہوا، میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ جوئے میں مشغول ہے۔ ان میں دو شخص جو سراپا مستغرق تھے۔ جب ایک مغلوب ہو گیا اور اس کے پاس کچھ مال تھا سب ہار دیا۔ تو اس کے باوجود بھی وہ ہر لحظہ جدوجہد کرتا رہا اور حریف غالب سے کہتا!

''یارا اگر اس کام میں سر بھی چلا جائے تو بھی پیچھے نہ ہٹوں گا''، جب میں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کام میں اس کے ذوق وشوق سے مجھے غیرت آئی،

اس دن سے اس راہ میں میری طلب وسعی نے اور ترقی کی۔

تادر نزنی بہ ہرچہ داری آتش

ہرگز نہ شود حقیقت وقت تو خوش

☆......خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ ثراہ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ فرمایا کرتے "طلب کی ابتداء میں جہاں دو آدمی باہم گفتگو کرتے، میں کان لگا کر سنتا تھا، اگر اس (دوست) کی بات کرتے تو میں خوش ہوتا اور اگر غیر کی بات کرتے تو بہت ملول ہوتا۔

ہر کہ نہ گویا بہ تو خاموش بہ

ہرچہ نہ یاد تو فراموش بہ

اور فرمایا کرتے کہ جب مجھ پر احوال کا غلبہ ہوتا، اور میں بے طاقت ہو جاتا تو کسی آشنا کو تلاش کرتا کہ عالم مقصود کی کوئی بات اس سے بیان کروں یا سنوں۔

اگر ہیچ نیابم کسکی بنشانم

تا او زتو می گوید و من می شنوم

کیا کام ہمیں خضر سے اے جان تمنا: انہوں نے بیان کیا ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ فرمایا کرتے کہ طلب کے غلبوں میں ایک روز میں بخارا سے نسف کی طرف روانہ ہوا کہ سید امیر کلال قدس اللہ روحہ کی صحبت شریف دریافت کروں۔ جب رباط جغراتی میں پہنچا تو ایک سوار میرے سامنے آیا۔ اس کے ہاتھ میں گلہ بانوں کی طرح بڑا سا ڈنڈا تھا اور وہ کلاہِ نمد پہنے ہوئے تھا۔ وہ میرے نزدیک آیا اور مجھ پر وہ ڈنڈا برسایا۔ پھر ترکی زبان میں کہا کیا تو نے گھوڑوں کو دیکھا ہے۔ میں نے اس سے کوئی کلام نہ کیا۔ اس نے چند بار مجھے پکڑا اور ویسی تشویش میں رکھا، میں نے اس سے

کہا ''میں تجھے جانتا ہوں کہ تو کون ہے'' پھر اس نے رباط قراول تک میرا پیچھا کیا، اور مجھ سے کہا آؤ کچھ دیر دونوں مل کر بیٹھیں۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ جب میں حضرت امیر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا'' در راہ به خدمت خواجه خضر علیه السلام التفات نکردی ؟ راستے میں تو نے خواجہ خضر علیہ السلام کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ میں نے کہا'' بلا ۔ چون متوجه حضرت شما بو دم با او مشغول نشدم ،ہاں، چونکہ میں آپ کے حضور متوجہ تھا اس لئے ان کے ساتھ مشغول نہ ہوا۔

شانِ عزم کا عالم: انہوں نے بیان فرمایا کہ جن دنوں ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ سید امیر کلال علیہ الرحمہ کی ملازمت میں رہتے تھے۔ کہ آپ نے راستے میں ایک خط کھینچا اور فرمایا، اس خط پر کوئی نہ گزرے۔ درویشوں کی جماعت حیران ہو کر ٹھہر گئی لیکن عنایت الٰہی نے میری امداد کی'' قدم نهادم وا زآں خط گزشتم'' میں قدم رکھ کر اس خط سے گزر گیا۔ میرے عقب میں سید امیر بھی روانہ ہوئے، جب میں حضرت امیر کے نزدیک ہوا تو انہوں نے نظر کرم فرمائی اور فرمایا بیٹا تو نے اچھا کیا کہ ''خطی از ما باز نماندی''، کہ تو ہمارے خط سے باز نہیں رہا۔

ہر کجا خط مشکلی بکشند

جهد کن تا درونِ خط باشی

☆......خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ نے ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ کے متعلق فرمایا کہ ان کا ارشاد ہے''ایک دفعہ میں ان جذبات میں بخارا سے نسف کی طرف روانہ ہوا ۔اتفاقاً میری والدہ ماجدہ بھی وہاں تھیں، صبح کے وقت میں کنوئیں کے کنارے پہنچا تو ایک جوان کو دیکھا جو نماز فجر ادا کرنے کے بعد دست نیاز اٹھا کر دعا کر رہا تھا، میں نے

آمین کہا۔ میرے دل میں آیا کہ میں اس سے پوچھوں تو نے کونسی دعا کی ہے کہ میں نے آمین کہی۔ میں نے اس جوان سے پوچھا، اس نے کہا، میرے والدین موجود ہیں، میں نے یہ دعا کی کہ الٰہی! اگر وہ مجھے تیری بارگاہ سے باز کریں تو ان کا دیدار مجھے نصیب نہ فرما، خواجہ قدس اللہ روحہٗ نے فرمایا کہ میں نے دوبارہ آمین کہی

ہر کہ با ما ز راہ طینت آدم خویش است
گر ز عشاق رهش نیست کہ بیگانہ ماست
ترک خویش و ترک خویشاں کردہ ایم
ہر کہ او نے یار ما اغیار ماست

☆......انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ جب پہلی بار حج سے لوٹے تو نسف سے ہوتے ہوئے "قصر عارفاں" تشریف لائے۔ آپ کے والد ماجد شہر بخارا میں موجود تھے۔ فرمایا کہ والد ماجد سے ملاقات کا ارادہ ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا اگر وہ نہ ہوتا تو یہ نہ ہوتا، یعنی اگر ان کی تعظیم کا حکم حضرت حق تعالیٰ نے نہ دیا ہوتا تو یہ داعیہ نہ ہوتا، یہ کہا اور دراز گوش پر بیٹھ گئے اور بخارا کی طرف روانہ ہوئے، ابھی کچھ فاصلہ طے ہوا تھا کہ حال واقع ہوا، اس وقت حضرت خواجہ نے تین مرتبہ فرمایا "توبہ" پھر فرمایا مجھ پر عتاب کیا گیا ہے کہ دعویٰ محبت تو ہم سے ہے اور توجہ ملاقات غیر کی طرف ہے۔

برخ ہر کس کہ نیست داغ غلامی او
گر پدر من بود دشمن و اغیارم اوست

☆......انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کا ارشاد ہے، جس وقت حضرت

کریم علی الاطلاق جل عطاءہ نے اپنے احسان سے مجھ پر توبہ کا دروازہ کھولا تو ایک رات میں ایک راستے پر چل رہا تھا کہ ماضی کے دوستوں کی ایک جماعت میرے سامنے آئی۔ اور انہوں نے مجھے اپنے طریقے کی طرف بلایا اور کافی جدوجہد کی۔ عنایت الٰہی سے یہ کلمہ مجھ سے ظاہر ہوا۔ جس دروازے کو اللہ تعالیٰ نے بند کیا، کیا تم اس کو کھول سکتے ہو "مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَ مَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ" (فاطر۲) یعنی اللہ جو رحمت لوگوں پر کھول دے کوئی اسے روک نہیں سکتا اور جس کو وہ روک دے کوئی اسے بھیجنے والا نہیں۔

کس بستہ در تو باز نتواند کرد

ور باز بود فراز نتواند کرد

اس بات نے اس جماعت پر اثر کیا اور وہ تمام تائب ہو گئے۔

بیگانہ مشو کہ آشنا ئیم: انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ نے احوال کے ابتدائی زمانے میں اپنی نسبت خود بیان کیا کہ چھ ماہ تک مجھ پر عالم باطن کا دروازہ بند رہا اور کوئی فیض نصیب نہ ہوا، میں بے طاقت اور بے آرام تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ مخلوق کی ملازمت میں مشغول ہو جاؤں، اس حال میں میرا گزر ایک مسجد سے ہوا۔ میں نے اس مسجد کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا۔

اے دوست بیا کہ ما ترا ئیم

بیگا نہ مشو کہ آشنا ئیم

یعنی اے دوست آجا کہ ہم تیرے ہیں۔ بیگانہ نہ بن، ہم تو آشنا ہیں، یہ پڑھ کر بہت رقت طاری ہوئی اور عنایت الٰہی سے پھر وہ دروازہ کھل گیا۔

☆ ...... خواجہ علاء الحق والدین طابت تربتہ، ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ سے نقل کرتے ہیں

کہ وہ فرمایا کرتے تھے" منازل ومقامات کو عبور کرتے ہوئے میرے اندر دو مرتبہ منصور حلاج کی صفت پیدا ہوئی اور نزدیک تھا کہ جو صدا اُس سے ظاہر ہوئی وہ مجھ سے ظاہر ہو جاتی، بخارا میں ایک سولی تھی، دونوں مرتبہ میں اس کے پاس گیا اور کہا" جائے تو سر ایں دار است" تیری جگہ اس دار کا سر ہے، عنایت الٰہی سے وہ مقام عبور ہوا، حضرت عزیزان علیہ الرحمان رحمۃ سے منقول ہے کہ ایک دور سے یہ درویش ان کی تربیت میں ہے، انہوں نے خوارقِ عادات کی نفی کی ہے اور کمال شفقت سے اس کو عتبات ہستی اور وجود ظہور سے گزارا ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر در روئے زمین یکی از فرزندان خواجه عبد الخالق قدس الله ارواحهم موجود بودی هرگز منصور بر سردار نرفتی ۔ اگر روئے زمین میں خواجہ عبدالخالق قدس اللہ سرہٗ کے فرزندوں میں سے کوئی موجود ہوتا تو منصور ہرگز سولی نہ چڑھتا۔

بارگاہ رسالت کا ادب:

انہوں نے نقل کیا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ الشریف فرمایا کرتے تھے، حضرت سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ سے منقول ہے، کہ جب میں مقام سیر میں انبیاء کرام علیہم السلام کی صفات کی سیر کرتے ہوئے بارگاہ محمدی ﷺ میں پہنچا تو چاہا کہ ان کی صفت میں سیر کروں۔ انہوں نے میری پیشانی پر دست رد رکھا (یعنی روکا) خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا جب عنایت الٰہی سے میں نے اس مقام کی سیر کی تو یہ گستاخی نہ کی، سیر نیاز و تعظیم بر آستانه عزت واحترام آن حضرت نهادم ،میں نے سر نیاز و تعظیم کو آں حضرت ﷺ کے آستانہ عزت واحترام پر جھکا دیا۔

☆......ایک درویش نے بیان کیا کہ میں، حضرت خواجہء ما قدس اللہ روحہ الشریف کے ہمرکاب نسف میں جا رہا تھا تو آپ اپنے سلوک کی نسبت مجھ سے (گفتگو) فرما رہے

تھے۔اس دوران انہوں نے بہت سے مشائخ کبار کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جب میں نے سلطان ابو یزید قدس اللہ سرہٗ کے مقام کی سیر کی تو اس جگہ پہنچا جہاں وہ پہنچے تھے۔ میں نے شیخ جنید، شیخ شبلی اور شیخ منصور حلاج کے مقام کی بھی سیر کی، جس جگہ وہ سب پہنچے تھے، میں بھی پہنچا۔ پھر میں اس بارگاہ میں پہنچا جس سے معظم تر کوئی بارگاہ نہیں، میں نے جانا کہ یہ بارگاہِ محمدی ہے، میں نے گستاخی نہ کی اور جو ابو یزید نے کیا تھا میں نے نہ کیا،

☆......انہوں نے بیان کیا ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا کہ بعض مشائخ طریقت فرماتے ہیں ولایت محمدیہ ہم پر ختم ہو چکی ہے، حضرت خواجہ نے فرمایا وہ اپنے زمانے کے ختم ولایت ہوئے ہیں، حضرت خواجہ کی اس تاویل کی مثالیں آیات و احادیث کی تاویلوں میں بہت زیادہ ہیں۔

☆......خواجہ علاء الحق والدین روح اللہ روحہٗ نے ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں فرمایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے، زمانے کے اقطاب اور زمین کے اوتاد کی ایک جماعت حاضر ہوئی انہوں نے مجھے ''نمدِ سفید'' پر بٹھایا اور پھر اس کی اطراف کو پکڑ کر ایک ''تختِ بزرگ'' پر بٹھایا، بلاشبہ اس کے بعد مجھے کوئی غم نہ آیا۔

............☆☆☆............

سلسلہ خواجگان کا ذکر

انہوں نے فرمایا کہ طریقت میں ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ' کو شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس اللہ سرہ' نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا، وہ حضرت عزیزان علی رامیتنی کے خلفا میں سے ہیں۔ وہ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی اور وہ حضرت عارف ریوگری اور وہ حضرت خواجہ عبد الحق غجدوانی قدس اللہ ارواحہم کے خلفاء میں شامل ہیں۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ' کی نسبتِ ارادت، صحبت، تعلم آدابِ سلوک ، اور تلقین ذکر حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ وہ حضرت بابا سماسی کے خلفاء میں مذکور ہیں، لیکن در حقیقت سلوک میں ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ' کی نسبت تربیت، خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ روحہ' کی روحانیت سے ہے، جیسا کہ مزار مزداخن کے واقعہ میں کچھ بیان ہوا، حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی، امام ربانی شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی کے خلیفہ ہیں، خواجہ یوسف ہمدانی کو تصوف میں شیخ طریقت ابو علی فارمدی طوسی سے انتساب ہے، وہ خراسان کے مشائخ کبار سے ہیں، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کو عالم باطن میں انہی سے تربیت حاصل ہے۔ شیخ ابو علی فارمدی کو تصوف میں دو نسبتیں حاصل ہیں، اول شیخ بزرگوار ابو القاسم گرگانی طوسی کی

نسبت جن کا سلسلہ مشائخ تین واسطوں سے سید الطائفہ شیخ جنید علیہ الرحمہ سے پیوستہ ہے، دوم شیخ بزرگوار ابوالحسن خرقانی کی نسبت جو مشائخ کے پیشوا اور اپنے زمانے کے قطب ہو چکے ہیں۔شیخ ابو الحسن خرقانی کو تصوف میں سلطان العارفین شیخ ابویزید بسطامی قدس اللہ روحہ سے انتساب ہے۔اور سلوک میں ان کی تربیت شیخ ابویزید کی روحانیت سے ہے، شیخ ابوالحسن کی ولادت شیخ ابویزید کے مدت بعد ہوئی، شیخ ابویزید تصوف میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منسوب ہیں اور ان کی تربیت امام جعفر کی روحانیت سے ہے، یہ صحیح روایت ثابت ہو چکی ہے کہ شیخ ابویزید کی ولادت امام جعفر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ہوئی، امام جعفر کے علم باطن میں دو طرف انتساب ہے۔اول اپنے والد ماجد امام باقر رضی اللہ عنہ سے، ان کا اپنے والد ماجد امام زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہم سے، اور سید الشہداء حسین بن علی کا اپنے والد محترم امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور امیر المومنین علی المرتضیٰ کا حضرت رسالت سید المرسلین ﷺ سے۔دوم اپنی والدہ کے باپ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے، قاسم بن محمد کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں، اور فقہا سبعہ میں شامل ہیں۔جو تابعین میں مشہور ہیں، اور علم ظاہر و باطن سے آراستہ ہیں۔ قاسم رضی اللہ عنہ کا انتساب علم باطن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔اور حضرت سلمان فارسی کو رسول اللہ ﷺ کا شرف صحبت حاصل تھا، حدیث پاک ہے "سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ"، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمارے اہل بیت میں شامل ہے، اس کے باوجود ان کو علم باطن میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتساب حاصل ہوا۔

ہمارے خواجہ کے احوال، اقوال اور اخلاق کا بیان، آپ کے سلوک اور طرزِ طریقہ کی شرح، اہل مجلس کو پیش آنے والی کیفیت معاملہ اور نتائج صحبت اور ان حقائق ولطائف کا ذکر جو آپ کی مجالس صحبت میں آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوئے۔

☆......خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ مشھدہٗ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ "وا فاض علیٰ متا بعیہ روحہ و فتوحہ" کی صفت تھی۔ فقر، ترک دنیا، قطع تعلقات، تجرد کلی اور ماسوا کی نفی، آپ ہمیشہ اثبات فقر اور محبتِ فقرا میں لمحات قدسیہ بسر فرماتے اور فرمایا کرتے، "ہم نے جو کچھ حاصل کیا اسی صفت سے حاصل کیا"۔ موسم سرما کے دوران آپ کی بارگاہ میں مسجد کے تنکے ہوا کرتے۔ اور موسم گرما میں پرانا بوریا۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ حلال کی رعایت اور شبہات کے اجتناب میں مبالغہ فرماتے۔ خصوصاً لقمہ کے باب میں۔ اور ہمیشہ مجالسِ صحبت میں یہ حدیث نبوی کہ جس میں اسرارِ وحی مذکور ہیں بیان فرماتے "ان العبادۃ عشرۃ اجزاء تسعۃ منھا طلب الحلال وجزو واحد منھا سائر العبادات" بے شک عبادت کے دس حصے ہیں، نو حصے طلب حلال اور ایک حصہ باقی تمام عبادات ہیں۔ آپ کو کمالِ فخر کے باوجود بلند درجہ کی فدا کاری اور جان نثاری حاصل تھی۔ جو کوئی آپ کے حضور ہدیہ پیش کرتا آپ بھی اسے حضرت رسالت مآب ﷺ کی متابعتِ حسنہ میں اس ہدیے کی مثل یا کوئی چیز عطا فرماتے۔ آپ کی برکت صحبت سے جماعتِ متبعین میں بھی وہ صفات موجود تھیں، وہ لوگ ان صفات پر عمل کرتے اور ان کے نتائج اپنے اندر تحقیق کے ساتھ مشاہدہ کرتے تھے، اور اس کی بدولت ہر موقع پر اپنی نسبتوں کو چھوڑ کر ایثار کرتے تھے۔ اگر کوئی دوست اور مہمان آپ کی منازل میں حاضر ہوتا تو شام کے وقت پر تکلف کھانا لاتے اور اس کے سامنے رکھتے اس کے قریب چراغ رکھتے، تا کہ وہ عزیز کھانا تناول کر لے، وہ سو جاتا اور ہوا سرد ہوتی تو صاحب منزل کے پاس ایک ہی کپڑا کیوں نہ ہوتا وہ بھی اس عزیز پر ڈال دیتا، ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کا طعام پاک اپنی زراعت سے ہوتا تھا۔ آپ ہر سال کچھ جو اور تھوڑے سے ماش کاشت فرماتے۔ بیج، زمین اور کاشتکاری کے

باب میں بیل کی بہت احتیاط کرتے، اور جو اکابر علماء آپ کی صحبت شریف میں حاضر ہوتے آپ کا طعام بطور تبرک استعمال کرتے تھے، حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ فرمایا کرتے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے گھروں میں جو کا آٹا بغیر چھانے پکایا جاتا، چندروز ہمارے گھر میں جو کا آٹا بغیر چھانے پکایا اور کھایا گیا تو تمام متعلقین اور فرزند "رنجور ہو گئے" مجھے معلوم ہوا کہ یہ حال اس لئے ہوا ہے کہ حضرتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے بے ادبی ہوئی ہے۔ اور اس میں مساوات کی تشبیہ ظاہر ہو گئی' متابعت بھی ایک حد تک ہونی چاہیے۔ لیکن در حقیقت خود کو مقصر دیکھنا چاہیے۔ انہوں نے قبول کیا۔ اور اس کے بعد جو کا آٹا چھانے بغیر نہ تیار کیا تو تمام صحت یاب ہو گئے۔

ہر کہ پے بر پے رسول نہاد
از ہمہ رہ روان بہ پیش افتاد

حضرت خواجہ اکثر اوقات دستر خوان اور کھانا تیار کرنے کی خدمت سرانجام دیتے اور بالخصوص کھانا تناول کرتے وقت درویشوں کے "وقوف اور حضور" کی رعایت کی وصیت فرماتے اور بہت "مبالغت و تاکید" سے کام لیتے۔ ہر چند اجتماع زیادہ ہوتا اور اس میں اگر کوئی شخص لقمہ غفلت کے ساتھ تناول کرتا تو آپ ازراہِ شفقت و تربیت اسے کسی طریقے سے آگاہ کرتے اور وہ لقمہ کھانے کی اجازت نہ دیتے۔ اگر کوئی طعام 'غضب و کراہت" کے عالم میں تیار کیا جاتا تو اس کو نہ کھاتے اور کسی کو بھی کھانے کی اجازت نہ دیتے۔

☆......منقول ہے کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ ایک بار ناشتہ کیلئے تشریف لے گئے، ایک درویش نے آپ کے سامنے کھانا لگایا، آپ نے فرمایا، ہمیں شاید یہ طعام نہیں کھانا چاہیے کہ یہ غصے کے ساتھ پکایا گیا ہے۔ کسی نے چھانتے وقت یا خمیر تیار کرتے وقت یا پکاتے وقت ناراضگی ظاہر کی ہے۔ اگر کوئی آدمی ایک کفگیر بھی غضب و کراہت کے ساتھ دیگ میں مارتا تو آپ اس طعام کو نہ کھاتے۔ اور فرمایا کرتے تھے، ہر کام جو

غضب وغفلت یا کراہت ومشکل سے کیا جائے اس میں خیر و برکت نہیں۔اس میں نفس وشیطان کا عمل دخل ہے۔ایسے عمل کا نتیجہ کیا ظاہر ہوگا۔اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کے صدور کی بنیاد طعام حلال پر ہے، جو پورے "وقوف وآگاہی" سے کھایا گیا ہو، تمام اوقات کا حضور بالخصوص نماز کے دوران اسی مقام پر حاصل ہوگا۔

احتیاط کی ایک مثال: انہوں نے بیان کیا کہ جس فرصت میں ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ، ہرات تشریف لے گئے، ملک حسین کے دل میں خیال آیا کہ آپ کے ہمراہ تمام علماء مشائخ کی دعوت کرے، اس نے دعوت پہ سب کو بلایا۔اس عظیم اجتماع میں ملک حسین نے دستر خوان کی خدمت اپنے ذمہ لی۔اس نے کہا کھاؤ، کہ یہ حلال ہے، اس لیے کہ یہ طعام مجھے اپنے والد بزرگوار سے بطور میراث مِلا ہے، اگر قیامت میں کوئی بات ہوئی تو میں ذمہ دار ہوں۔حاضرین کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے۔ حضرت خواجہ نے نہ کھایا، شیخ الاسلام مولانا قطب الدین جو ولایت ہرات کے مقتدا تھے اور ملک حسین کے خوان پر موجود تھے اور حضرت خواجہ کی طرف متوجہ تھے، بولے آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے، آپ نے فرمایا "میرا ایک حاکم ہے، میں نے یہ قضیہ اس کے حضور عرض کیا تو اس نے مجھے دوراہیں دکھائیں، اور کہا اگر تو نہ کھائے گا تو گویا تُو نے خوان ملک سے نہیں کھایا، اور اگر تو نے کھایا تو پوچھیں گے کہ کیوں کھایا۔اب تو کیا کہتا ہے؟" جب اس مجمع میں ہمارے خواجہ نے طریقت کا یہ "نکتہ بزرگ" مولانا قطب الدین ہروی سے بیان کیا تو ان کا حال بدل گیا، انہوں نے ملک سے کہا کہ درویشوں نے یہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے اور آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس سے درخواست کی کہ آج ان کو مجھے بخش دیا جائے، ملک بھی اس نکتے پہ متحیر ہوا، اس نے مولانا کی درخواست قبول کی، اس نے مولانا کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ یہ کھانے ہم کہاں استعمال کریں، مولانا نے کہا، اسکا جواب ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔انہوں نے حضرت خواجہ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا، شریعت کا وظیفہ یہ ہے کہ جس چیز میں شبہ

ہو وہ فقرا کا مصرف ہے۔ اگرچہ کھانے حلال ہیں، اور بے شک ہرات میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ان کھانوں کے ایک ایک لقمہ کے محتاج ہیں، ان کو دینا چاہیے، حضرت خواجہ کے ''انفاس قدسیہ'' سے ''حضارِ مجلس'' حیران ہو گئے۔

خلوت در انجمن: انہوں نے فرمایا، حضرت خواجہ ء ما قدس اللہ روحہ سرخس میں تھے کہ ملک حسین کے قاصد ہرات سے آئے اور انہوں نے ملک کا نشان ظاہر کیا، اس کا مضمون یہ تھا کہ ہمیں درویشوں کی صحبت کا اشتیاق ہے۔ آپ کا کیا اشارہ ہے۔ اگرچہ حضرت خواجہ ء ما قدس اللہ روحہ کو ''ملوک وسلاطین'' کی ملاقات کا شوق نہیں تھا۔ مگر اس لئے ہرات کو روانہ ہو گئے کہ اگر ملک حسین طوس یا سرخس کو نکل آیا تو ان علاقوں کی خلقت کو دشواری ہو گی، جب آپ ''مجلس ملک'' میں پہنچے، وہاں بہت بڑا اژدحام تھا، خدم و حشم، مملکتِ ہرات کے اعیان وارکان، اور علماء ومشائخ کا جمع کثیر حاضر تھا۔ جب حضرت خواجہ نے ملک سے ملاقات کی، تو ایک ساعت گزری کہ انہوں نے دستر خوان لگا دیا اور انواع تکلف سے کام لیا، حاضرین، طعام کھانے میں مشغول ہو گئے مگر حضرت خواجہ نے کھانا نہ کھایا، اس کے بعد شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے وہ بھی نہ کھایا، علماء نے کہا کہ شکار کے گوشت میں کوئی شبہ نہیں ہوتا، آپ کیوں نہیں کھاتے، حضرت خواجہ نے فرمایا مجھے شاید ''خوانِ ملک'' سے نہیں کھانا چاہیے۔ میں ایک جماعت کا معتقد ہوں۔ ان میں سے یہ درویش یہاں حاضر ہے۔ لوگوں کو کیا معلوم کہ میں کونسا طعام کھاتا ہوں، حضرت خواجہ کے اس ''سخن حقانی'' سے سب خاموش ہو گئے۔ جب دستر خوان اٹھایا گیا تو ملک نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ صفت درویشی کیا آپ کی وراثت ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ ''جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین'' کے حکم کے مطابق ایک جذبہ ملا اور میں اس سعادت سے مشرف ہوا، بادشاہ نے پوچھا آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور سماع وخلوت ہو گی، فرمایا (یہ) خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ روحہ کا خانوادہ ہے کہ جس میں خلوت در انجمن ہے۔

بادشاہ نے پوچھا خلوت در انجمن کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا" آنکه به ظاہر با خلق بود و به باطن با حق "ظاہر خلق کے ساتھ ہو اور باطن حق کے ساتھ۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

بادشاہ نے پوچھا یہ کیسے میسر ہو گی؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حق تبارک وتعالیٰ نے کتاب کریم میں فرمایا ہے" رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ" (النور ۳۷) ان مردوں کو تجارت اور کاروبار، اللہ کے ذکر سے نہیں روک سکتا۔ کچھ دیر بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ بعض مشائخ فرماتے ہیں" اَلْوَلَايَةُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّةِ" کونسی ولایت نبوت سے بہتر ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ نبی کی ولایت ہی نبی کی نبوت سے فاضل تر ہے۔ (لیکن مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق نبی کی نبوت، نبی کی ولایت سے افضل ہوتی ہے، نبوت اعلیٰ مقام ہے جس کی برابری کوئی مقام نہیں کر سکتا۔ انہوں نے مشائخ کے اس قول الولایۃ افضل من النبوۃ اور اس کی تشریحات سے اصولی اختلاف فرمایا ہے۔ مترجم)

دنیا سے بے اعتنائی: ایک درویش کی روایت ہے کہ میں اس سفر میں حضرت خواجہ کی خدمت میں تھا، آپ ہرات میں شیخ عبداللہ انصاری علی غفران الباری کی خانقاہ میں "نزول فرما" تھے۔ اس روز جو "مجلس ملک" میں حضرت خواجہ سے ان باتوں کا ظہور رہا، اسی شام ملک حسین نے اپنے "خواصِ بارگاہ" کو مختلف ہدیوں کے طبق دے کر ان کے پاس بھیجا اور التماس کی کہ قبول فرمالیں۔ حضرت خواجہ نے ان ہدیوں کو قبول نہ فرمایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ عنایت کی ہے۔ کہ اس "میدانِ درویشی" میں کوئی شخص بھی میری پشت زمین پر نہیں لگا سکا۔ بادشاہ سے کہو! اس قسم کے خیالات میں مشغول نہ ہو، تھوڑی دیر بعد اس رات بادشاہ کے خواجہ سرا آئے اور انہوں

نے ''خاتونِ ملک'' کی طرف سے بہت نیاز مندی کا اظہار کیا۔ وہ ''پیراھن، شیو جامے اور رومال'' لائے کہ ان کو خاتونِ ملک نے ''بہ نیازِ تمام'' اپنے ہاتھ سے تیار کیا ہے۔ اور وہ نہایت انکسار سے درخواست کرتی ہیں کہ قبول فرمالیں، حضرت خواجہ نے ان کو بھی قبول نہ فرمایا، اور جتنی مدت وہ ہرات میں قیام فرمارہے، وہاں سے روانہ ہونے تک کوئی پیراھن نہ لیا، نمدہ، عمامہ اور پرانا جوتا ہمراہ تھا۔ وَالْحق! ان احوال کے مشاہدہ، سے ''والی ہرات'' اور رعایا کے حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ساتھ رسوخ محبت میں مزید اضافہ ہوا۔

دیوانہ کنند ہر دو جہاں را بخشد

دیوانہ او ہر دو جہاں را چہ کند

دوستوں سے موافقت:۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ جس باغ میں اب حضرت خواجہ ماقدس اللہ سرہٗ کا ''مرقد و مزار منور'' ہے وہاں ایک حجرہ تھا۔ اکثر اوقات جب حضرت خواجہ قصر عارفاں میں ہوتے تو اس حجرہ میں رہتے تھے۔ آپ کے احوال و معاملہ کی کیفیت جس کے بارے میں درویشوں کو جتنی اطلاع دیتے، یہ تھی کہ آپ لقمہ کے متعلق بہت ''احتیاط، محافظت، اور مبالغت سے کام لیتے، اور جب کبھی روزہ میں ہوتے اور کوئی مہمان آجاتا تو اسے کھانا کھلاتے اور اس میں موافقت فرماتے اور اس عزیز کی عدم موجودگی میں درویشوں سے کہتے آثار میں آیا ہے کہ ''اِنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کَانُوْا لَا یَتَفَرَّقُوْنَ اِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ'' جب صحابہ کرام ایک جگہ جمع ہوتے تو پراگندہ نہ ہوتے مگر جب کوئی چیز کھاتے، اور یہ کہ روزہ دار ہوتے تو موافقت کرتے اور روزہ کھول لیتے۔ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس اللہ روحہٗ اپنی کتاب ''اصول الطریقہ و فصول الحقیقہ'' میں ذکر کرتے ہیں ''کسی کام میں اپنے بھائیوں کے ساتھ موافقت کرنا گناہ نہیں اور نفلی روزوں سے کمتر نہیں،'' ومن الآداب فی الصوم قلة الملاحظه ''روزہ کے آداب میں یہ بھی ہے کہ روزہ دار کی نظر میں

روزہ کی مقدار نہ ہو۔

☆......خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ تربتہٗ نے نقل کیا کہ ایک نیازمند نے حضرت خواجہ ماقدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں ''پکی ہوئی مچھلی'' پیش کی۔ درویش حاضر تھے۔ اس اجتماع میں ایک عابد و زاہد نوجوان اتفاق سے روزہ دار تھا، حضرت خواجہ نے اسے فرمایا، موافقت کرو اور کھاؤ۔ اس کے نفس شریف نے قبول نہ کیا۔ حضرت خواجہ نے کرم فرمایا اور دوبارہ کہا ''میں تمہیں رمضان کے روزے کا ثواب دیتا ہوں، کھالو''۔ اب بھی اس نے قبول نہ کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا حضرت سلطان العارفین ابو یزید قدس اللہ روحہٗ سے بھی ایسا واقعہ پیش آیا، اسے چھوڑ دو کہ یہ ابھی بہت دور ہے۔ منقول ہے کہ وہ عبادت گزار نوجوان ''مرتبہ و قیام'' سے گر کر اسباب دنیا کی ذلیل طلب میں گرفتار ہو گیا اور ترکِ ادب، عدمِ موافقت، اور اہلُ اللہ کے حکم کی سرتابی کی وجہ سے آپ کی صحبت سے محروم ٹھہرا۔

☆......انہوں نے نقل کیا کہ ایک دن ایک درویش حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کیلئے ہریسہ لے کر آیا، آپ تناول فرما رہے تھے، ایک درویش آپ کی صحبت میں حاضر تھا مگر کھانا نہیں کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم کیوں نہیں کھاتے، اس نے کہا میں روزہ دار ہوں۔ آپ نے فرمایا تم کیسے روزہ دار ہو؟ درویش خاموش رہا۔ آپ نے فرمایا کھاؤ کہ ہمارے لئے (فیض) وہ دروازہ فضل سے لاتے ہیں۔ ہمارا وظیفہ فرائض، واجبات اور سنن موکدہ کو ادا کرنا ہے، ''من شغلہ' الفرض عن الفضل فھو معذورٌ ومن شغلہ' الفضل عن الفرض فھو مغرورٌ'' یعنی جس کا شغل فضل سے فرض ہے وہ معذور ہے اور جسکا شغل فرض سے فضل ہے وہ مغرور ہے۔ اور فرمایا جو ہمارے اصحاب میں شامل ہے اسے ہماری اتباع کرنی چاہیے، اتباع نہ کرنے والے درویش کی ہمارے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ اور فرمایا کرتے جو ریاضتیں اور عمل ہم نے عنایت الٰہی سے سرانجام دیئے، تم میں ان کی طاقت نہیں، تمہاری تدبیر یہ ہے کہ

بے اختیار ہو جاؤ، اور نسبت رضا طلبی کے موقعوں کی رعایت کرو، درویش وہ ہوتا ہے جو نگرانی کرے کہ اس نے جو عمل کیا ہے وہ اہل اللہ کی مرضی کے مطابق ہے۔ مشائخ کی خدمت اس کیلئے ''نوافل عبادات'' سے افضل ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ حضرت رسالتِ مآب ﷺ ایک سفر میں تھے۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما حاضر خدمت تھے۔ اور روزہ دار تھے۔ حضرت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرمایا، کچھ کھالو سفر کے دوران روزہ کے سبب تم کمزور ہو جاؤ گے اور کسی دوسرے کو اپنی خدمت میں مصروف کر لو گے۔

☆......ایک دانشمند نے بیان کیا کہ ایک روز میں خواجہ ماقدس اللہ سرہ٫ کی صحبت شریف میں تھا اور اتفاق سے روزہ دار تھا، کوئی میرے حال سے واقف نہ تھا۔ حضرت خواجہ نے درویش سے فرمایا کہ طعام لاؤ، اور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا حدیث صحیح میں وارد ہے، ''بئس العبد هواه يضلّه'' کتنا برا ہے وہ بندہ جسکو اس کی خواہش گمراہ کر دے۔ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ''ہوائے مضل'' یہ ہے کہ کاموں میں حق کو چھوڑ دے اور سیر الی اللہ کے مقام میں حق کو ترک کر دے۔ جب کھانا حاضر ہوا تو فرمایا کھاؤ۔ کہا گیا ہے کہ عمر اس لئے ہوتی ہے کہ پہلے کوئی تجربہ کرے اور پھر اس پر عمل کرے۔ ہم نے تجربہ کر لیا۔ اب کھانا چاہیے، انہوں نے میرے حال پہ اشارہ فرمایا، تو ''سالک راہِ حق'' ہے اور تیرا یہ روزہ از سرِ ہوا ہے۔ تم نے حق کو چھوڑ دیا ہے تو تمہاری نسبت حق یہی ہے کہ کھانا کھایا جائے۔

☆......خواجہ علاء الحق والدین نے فرمایا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ٫ کی برکتِ نظر سے بہت عرصے میں ان کے درویشوں کے حالات یہ ہو جاتے کہ وہ ''حظوظِ بشری'' اور ''اوصافِ نفسانی'' سے بالکل آزادی حاصل کر لیتے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کھانا کھاتے تو اس کا ذائقہ انہیں معلوم نہ ہوتا۔ کہ کھانے میں ترشی ہے، شیرینی ہے یا تلخی ہے۔ ایک درویش نے ''غیر معہود'' کھانا کھایا، اس سے پوچھا گیا یہ کیسا کھانا ہے، اس

نے بتایا، مزا تو میرے حال کا ہے۔ "حالتِ قبض" کا اور مزہ ہے، "حالتِ بسط" کا اور ۔حضرت خواجہ ءما قدس اللہ سرہ' کا اخلاق حد درجہ اعلیٰ تھا، اگر کوئی دوست بارگاہ میں آ جاتا تو اس کی بہت زیادہ خدمت ورعایت فرماتے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ہے" هم المومن دابة و هم المنافق بطنه " اس کی سواری کی تربیت میں مبالغہ کرتے کہ وہ دوست سواری کی طرف سے فارغ ہو جاتا اور اسے "مزاحمت اغیار" کے خدشوں کے بغیر آپ کی صحبت نصیب ہوتی۔ فرمایا کرتے تھے، حضرت عزیزان علیہ عظائم الغفر ان سے منقول ہے کہ وہ پہلے "مرکب دوست" کی خدمت وتربیت میں مشغول ہوتے اور فرماتے یہ جانور اس دوست کی تشریف فرمائی کا سبب ہے۔
شیخ شادی غدیوتی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ ءما قدس اللہ روحہ' کے جملہ منظوروں اور مقبولوں میں شامل تھے، سے منقول ہے، جب کوئی دوست ومہمان ان کے پاس آتا اور وہ اس عزیز کی خدمت سے فارغ ہو جاتے تو اس کی سواری کو" آب وعلف" پیش کرتے اور نیاز ومسکنت کے ساتھ صبح تک اس کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے، مزید منقول ہے کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہ' کے درویش ان کے پاس نزول فرماتے تو ان کیلئے استنجا و استبراء" کے ڈھیلے اپنے چہرے پر مل کر درست کرتے اور انہیں مہیا کرتے اور غایت ذوق سے کہتے۔

منت اینها همه بر جان ماست

ان کا احساں ہے ہماری جان پر

حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ' کسی درویش کے گھر تشریف لے جاتے تو اس کے جملہ فرزندوں، متعلقوں، اور خادموں کے بارے میں سوال کرتے اور ہر ایک کی خاص انداز سے دلجوئی فرماتے، اس کے چوپاؤں اور پرندوں کا" جدا بجدا" حال پوچھتے ۔اور ہر ایک کیلئے شفقت کا اظہار کرتے۔ اور فرماتے حضرت سلطان العارفین ابویزید العزیز قدس اللہ روحہ' سے منقول ہے کہ جب عالم استغراق سے لوٹتے تو ایسے معاملہ سے

کام لیتے تھے، ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے مکارمِ اخلاق سے ان کے ہمسایہ دوست اور آشنا سب لطف اندوز ہوتے۔ اور اسے راہِ حق کی دلیل سمجھتے، ایک درویش کہتا ہے کہ حضرت خواجہ کی سعادت صحبت سے مشرف ہونے سے پہلے میں کاشتکاری کیا کرتا تھا میں نے تربوز کاشت کئے۔

ایک دن حضرت خواجہ اس موضع سے گزرے، ماحضر نہیں تھا۔ میں کھیت میں پہنچا اور تربوز حاصل کر کے بہت جلد نیاز و مسکنت سے ان کے حضور پیش کیا اور عذر گزار ہوا کہ میرے پاس ماحضر (یعنی کوئی کھانا) نہیں۔ حضرت خواجہ نے اسے ''لطف تمام'' کے ساتھ قبول فرمایا اور مدت مدید تک میرے ساتھ شفقت فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کا وہ اخلاق آپ سے میری محبت کا سبب ہوا اور یہ محبت میرے راہ حق کے سلوک کی دلیل بنی، اس سال سے آج تک آپ مجھ پر اور میرے متعلقین پر شفقت فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ مجالس صحبت میں اکثر اس درویش کے بارے میں فرمایا کرتے ''اس روز تک مخلوق ہم سے آشنا تو ہو چکی تھی مگر اس درویش نے ہماری نسبت سے حق کا اثبات کیا''۔

جان می فروختم به جو ی کس نمی خرید

آں لحظه یار برسر بازار می رسید

جو کچھ اس کے کھیت میں تھا ''طریقہ نیاز'' کے ساتھ ہمارے پاس لایا، اب ہم پر فرض ہے کہ ہم ظاہر و باطن میں اس کے احوال کی رعایت کریں کہ احسان میں مسابقت ''کار بزرگ'' ہے۔ جب دو آدمی ملاقات کرتے ہیں تو ایک دوسرے کو سلام کرتا ہے، اب دوسرے پر سلام کا جواب دینا واجب ہو جاتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ جب تک وہ زندہ ہے اس کے سلام کا حق ادا نہیں کر سکتا، آداب سلوک سے حقوق کی رعایت کی یہی راہ ہے۔ جو کوئی پہنچا ہے تو اس کے ذریعے پہنچا ہے، چنانچہ اس بزرگوارِ دین نے فرمایا ہے ''من اتصل ' اتصل با لادب ولم یتصل لم یتصل

بترک الادب" جو پہنچا ادب سے پہنچا اور جو نہیں پہنچا وہ ترکِ ادب سے نہیں پہنچا۔
حضرت خواجہ ماقدس سرہ' کی صحبت کی برکت سے ان کے درویشوں کے احوال یہ تھے کہ ان تمام کو حضور و جمعیت حاصل تھی۔ جو لوگ حضرت خواجہ کے طریقہ میں مبتدی ہوتے اور اپنی ضرورت کے سبب ان کی صحبت سے بالکل باہر نکل جاتے اور وہ ان کے احوال باطن کی رعایت نہ فرماتے تو ان کے دل کسی اور طرف مصروف ہو جاتے اور دولتِ حضوری سے محروم ہو جاتے، پھر جب کبھی حضرت ایشان قدس سرہ' کے حضور حاضر ہوتے تو ان کے ضعفِ احوال سے واقف ہو کر از راہِ شفقت و تربیت، ان کی قوت و دریافت کے مطابق اس طریقہ کے بارے میں ان کے ساتھ معاملہ فرماتے۔ اور مہربانی فرماتے اور ان کو باز کرتے اور حضوری کا طریق محافظت اور دفع خواطرِ کی کیفیت ان کو بار بار سکھاتے، اس کے بعد ان لوگوں کو کیسا بھی اہم کام درپیش ہوتا وہ حضرت خواجہ کی بارگاہ سے جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ انہیں ان خطروں کا خوف رہتا تھا۔ وہ اس حدیث صحیح " لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ " (مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈنگ نہیں کھاتا) کے مطابق خود پر نگاہ رکھتے۔ اگر وہ متوسط الحال ہو جاتے تو حضرتِ خواجہ کی صحبتِ شریف کی برکتِ ملازمت اور ان کے درویشوں کی موافقت سے ان کو حضوری کی قوتِ رعایت حاصل ہو جاتی تھی۔

وہ اس طریقِ محافظت کو جذبہ و سلوک تصور کرتے اور دفعِ خواطر کی کیفیت کو شناخت کرتے اور کئی بار ہر ایک پر عمل پیرا ہوتے، حضرت خواجہ "عذر و انابت" کے طریقے کی اس طرح تحقیق فرماتے کہ صاحبِ تصور کو چاہیے کہ پہلے جو کچھ اس پر گزرا ہے اسے ظاہر کرے اور اس وقت عذر و انابت سے تضرع اور درماندگی کی صفت میں مشغول ہو جائے تا کہ مفقود، موجود ہو جائے اور مقصود کا حصول موصول ہو جائے، اگر شناختِ خواطرِ کی اس مقدار کے باوجود وہ اس صحبت سے نکل کر کسی اور طرف مائل ہو جاتے کہ ان کو کوئی اور خدمت دی جاتی اور وہ اس میں ذرا دِقت و کراہت محسوس کرتے یا

اس خدمت کے بارے میں کچھ اور خیال کرتے اور جلد ہی طریقہ معلومہ میں تدبیر،
عذر اور انابت کے ساتھ مشغول نہ ہو جاتے تو حضرت خواجہ اُن خواطر اور اس مقدارِ کرا
ہت کے متعلق مواخذہ فرماتے۔ پھر ان کے ''بارِ حزن وقبض'' کی انتہا نہ رہتی۔ اور ان
کے تمام احوالِ باطنی دگرگوں ہو جاتے، حضرت خواجہ اپنی ''التفاتِ شریف'' ان سے
ہٹا لیتے، ''حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ'' (التوبہ ۱۱۸) کے حکم
کے مطابق زمین فراخ ان پر تنگ ہو جاتی، وہ اپنی نسبت کا سر رشتہ غائب کر لیتے، لا
جرم ان کو یہی چاہیے کہ وہ منع ہوں اور جو ان پر گزرا اس کو ظاہر کریں اور طریقہ مذکورہ
کے مطابق مشغول ہو جائیں، اگر عنایتِ الٰہی سے وہ اس (طریقے) پر چلتے اور خواطر
اور اس مقدارِ کراہت کو پیدا کرتے اور عذر وانابت کے طریقے کا سلوک طے کرتے
اور رہائی حاصل کرتے۔ اور سر رشتہ نسبت ان کے ہاتھ آجاتا، وہ اگر ایسا نہ کر سکتے تو
خلوت وجلوت میں عاجزی اختیار کرتے اور حضرت خواجہ کے حضور متعدد درویشوں کو شفیع بنا
تے کہ وہ از راہ تربیت وشفقت ان کے خواطر وکراہت کو دور فرماتے اور وہ اپنا پھر
رشتہ نسبت حاصل کر لیتے پھر بتدریج ان کو ان نسبتوں میں زیادہ قوت حاصل ہوتی،
اس حال میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''مخلوق کہتی ہے ہمارے طر
یقہ میں ریاضت نہیں''۔ اگر کوئی درویش حضرت خواجہ کے اشارہ پر سفر پہ روانہ ہوتا تو ''
آنے جانے'' کی مدت میں خوشحال رہتا اور ان کے اشارہ کی برکت سے اس کے ظا
ہری وباطنی احوال محفوظ ہوتے، اگر وہ درویش ایک سال کے بعد سفر سے لوٹتا تو سفر
کے دوران اس پر جو کچھ واقع ہوتا آپ ہر منزل کی تفصیل اس سے پوچھتے اگر وہ
''صاحب وقوف'' نہ ہوتا یا امر گزشتہ کو بیان کرنے سے عاجز ہوتا تو از راہِ شفقت آپ
خود ہی تمام تشریح بیان فرما دیتے تاکہ اس کو اس طریقے کا اور یقین حاصل ہو جائے
۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ مباحثات میں درویشوں کو مخالفت نفس کی تاکید کرتے تھے۔ جو
اس عمل سے مشرف ہوتا وہ عظیم نتائج کو مشاہدہ کرتا، اور اسے اس راہ میں زیادہ یقین

(نصیب) ہوتا، آپ فرمایا کرتے کہ "جو توفیق رکھتا ہے کہ نفس کی مخالفت کرے، ہر چند اس کا عمل مختصر ہو مگر اس کو زیادہ سمجھے اور حق تعالیٰ و تقدس کی توفیق کا شکر ادا کرے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے "اِذَا اَرَدْتَ مَقَامَ الْاَبْدَالِ فَعَلَيْكَ بِتَبْدِيلِ الْاَحْوَالِ" اس سے مراد مخالفتِ نفس کی تبدیلی ہے۔ حضرت خواجہ اپنے درویشوں کو فرمایا کرتے کہ اپنے نفسوں پر تہمت لگاؤ۔ جس درویش کو اس عمل کی توفیق مل جاتی آپ اس کے ساتھ اس عمل کے مطابق معاملت فرماتے۔ اور تحقیق کے ساتھ دوبارہ اسے اس عمل میں لگا دیتے۔ اور اسے اس عمل کی "سعادتِ بسیار" حاصل ہو جاتی۔ جیسا کہ آیت میں اشارہ ہے۔ "وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِي اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ" (یوسف ۵۳) ہر گناہ و معصیت جو بندہ اپنے نفس پر کرے تو یہی کہے کہ حقیقت میں اس سے بھی زیادہ متصور ہو سکتی ہے" وما ابری نفسی وما" از کیھا" کا مفہوم یہ ہے کہ بشر سے جو نقل کریں سب ممکن ہے۔ اُس عزیز نے حقیقتِ حال یوں بیان کی ۔

زہر بدی که تو دانی ہزار چندانم
مرا ندا ند ازیں گو نه کس که من دانم
به آشکار بدم در نہان زبد بترم
خدای داند و من ز آشکار و پنہانم

اس مقام پر آپ فرماتے "جو کوئی عنایت حق سے اپنے نفس کی بدی پہچان لیتا ہے، اور اس کے "حیلے و بہانے" جان لیتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ عمل آسان ہے۔ اس راہ پہ بہت سے چلنے والے ایسے بھی ہیں جنھوں نے لطفِ الٰہی کی مدد سے دوسرے کا گناہ خود برداشت کیا ہے۔ اور اس کا بوجھ اٹھایا ہے اور اپنا ظاہر و باطن اس دوست پر فدا کیا ہے ۔

از خود چو گزشتی ہمہ عیش است و خوشی

"اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ" (الاسریٰ ۷) یعنی اگر تم نے کوئی نیک کام کیا تو اپنے لئے کیا۔ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ سے اکثر ان باتوں کا ظہور ہوا جو آیاتِ قرآنی کے اشارات و رموز، احادیثِ نبوی، آثارِ صحابہ اور سلف صالحین کی سیرتوں سے ثابت تھیں، آپ فرمایا کرتے "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النساء ۱۳۶) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اِس طرف اشارہ ہے کہ ہر لحہ اس طبعی وجود کی نفی کرنی چاہیے۔ اور معبود حقیقی کا اثبات کرنا چاہیے، کیونکہ" وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب " تیرا وجود ایسا گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی گناہ قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت جنید قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں ساٹھ سال سے ایمان لایا ہوں، اور ہمارے خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں "اگرچہ نماز، روزہ اور ریاضت و مجاہدہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے راستے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک حضرت احدیت تعالیٰ و تقدس کے ساتھ قریبی راستہ "نفی وجود" ہے۔ یہ ضرور ہونی چاہیے۔ مگر یہ اختیار کو چھوڑنے اور قصور اعمال کو دیکھنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، ایک روز حضرت خواجہ ما قدس سرہٗ نے یہ "لفظ مبارک" ادا فرمائے "ماسوا سے تعلق اس راستے کا بہت بڑا حجاب ہے"۔

تعلق حجاب است و بیحا صلی

ازیں بندھا بگسلی، واصلی

اس ضعیف کے دل میں خیال آیا کہ ایمان واسلام سے بھی تعلق ہونا چاہیے کہ اس میں نقصان ہے، حضرت خواجہ نے اس شکستہ کی طرف توجہ فرمائی اور مسکراتے ہوئے فرمایا تو نے منصور حلاج کا یہ شعر نہیں سنا۔

کفرت بدین اللہ و الکفر واجب"

علی وعند المسلمین حرام" و قبیح"

پھر فرمایا ایمان اور اسلام حقیقی ہے اور اہل حقیقت نے ایمان کی اس طرح

تعریف کی ہے۔" الایمان عقد القلب بنفی جمیع ما تو لھت القلوب الیہ من المضا ر والمنا فع سوی اللہ عزوجل " ایمان سے مراد اللہ عزوجل کے سواسب سے تعلق توڑ لیتا ہے جن کی طرف دل مائل ہو سکتے ہیں، خواہ وہ نفع دینے والے ہوں یا نقصان دینے والے۔

ایک درویش کی مشکل: منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ کے منظوروں میں سے ایک حنفی مذہب درویش، آپ کے ہی کسی درویش سے ایمان کی تقریر و تحقیق کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا، اور ایمان کی تعریف میں اقرار وتصدیق پر تسلیم کو زیادہ کر رہا تھا۔ وہ اس کی مثال دیتا اور مبالغہ کرتا تھا۔ اس کی یہ بحث حضرت خواجہ کی سمع مبارک میں پہنچی۔ آپ نے اس درویش سے فرمایا "تیرا اس بحث سے تعلق ہو چکا ہے۔ اسی میں مصلحت ہے کہ اس "ایمان تقلیدی" سے گزر جا"۔ وہ درویش مضطر و متحیر ہوا، کہ وہ اس سے نہیں گزر سکتا تھا۔ حضرت خواجہ نے اس سے فرمایا "اس کے بعد تجھے درویشوں کی صحبت نہ ملے گی"۔ اس کی طاقت ختم ہو گئی۔ اس نے حضرت خواجہ سے مدد طلب کی اور "تضرع بسیار" سے کام لیا۔ تب عنایت الٰہی نے سہارا دیا اور وہ "عتبہ تقلید" سے گزر گیا، اس کا حال بہت اچھا ہو گیا، جب وہ اس حال سے باز آیا تو بہت ہی مضطرب ہوا۔ اس نے درویشوں کی جماعت میں کہا "کاش حضرت خواجہ اس سے پہلے ہی مجھ پر یہ کرم فرما دیتے"۔ الحمد للہ کہ حضرت الہٰ تعالیٰ و تقدس نے مجھے "عقبہ تقلید" سے گزار دیا اور ایمان حقیقی کی سعادت عطا فرمائی، اور وہ نفی میں آیا ہے"۔

خواجہ علاء الدین کا واقعہ: ایک روز حضرت خلافت پناہ خواجہ علاء الدین عطر اللہ تربتہٗ و کثر قربتہٗ نے بخارا کے درویشان کبار میں سے ایک درویش سے ملاقات فرمائی جو نسبت خلوت سے مشہور تھا، ان دونوں کے درمیان ایک قصہ ہوا کہ عالمِ غیرت سے اس "درویش خلوی" پر غلبہ ہو گیا۔ وہ معنیٰ حضرت خواجہ تک پہنچا تو

انہوں نے خواجہ علاء الدین کی طرف توجہ کی اور فرمایا ''تو ولی ہے'' انہوں نے اپنے آپ سے اس صفت کی نفی کی، حضرت خواجہ نے دوبارہ فرمایا ''میں کہتا ہوں تو ولی ہے''۔ انہوں نے تضرع و مسکنت سے کام لیا، جیسا کہ ظاہر و باطن میں ان کا وظیفہ تھا۔ خصوصاً جب وہ حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہوتے، حضرت خواجہ نے فرمایا ''اگر تو ولی نہیں تو ولایت کی صفت سے گزر جا''، وہ متوقف ہوئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''تیرا کوئی چارہ نہیں۔ اگر میری صحبت چاہتا ہے تو ولایت کی صفت سے گزر جا''۔ حضرت علاء الدین نے فرمایا کہ حضرت خواجہ کی برکتِ توجہ سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایات نصیب ہوئیں اور مجھے اس ''عقبہ وحجاب'' سے نکال لیا، میں نے دیکھا جو دیکھا اور میں نے معلوم کیا کہ ہر کمال وحال اس سے شریف تر نہیں۔ اس راہ کے راہگوار اور اس کے مقصود کے درمیان دنیا کا تھوڑا سا تعلق اور دل بستگی بھی سد عظیم اور حجابِ اکبر ہے۔

گر بستہ بہٴ جوئے زآں موئے در حجابی

نفی وجود کا ایک انداز:

بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ قدس اللہ روحہٗ کوفین میں تشریف فرما تھے، آپ کے درویشوں کی ایک جماعت اور ان اطراف کے لوگ آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ اس حال میں محو گریہ تھے، کہ حاضرین پر بھی گریہ طاری ہو گیا، آپ کے حال سے کوئی شخص بھی مطلع نہیں تھا۔ ایک ساعت بعد حضرت خواجہ نے ''مسکنت وافتقار'' کے ساتھ فرمایا، اس کے باوجود کہ یہ خرابی، عجز وافلاس اور بے حاصلی رکھتا ہوں، میں اس قابل نہیں کہ میرے سلام کا جواب دیا جائے، حق تعالیٰ وتقدس نے مجھے مخلوق کے درمیان رسوا کیا ہے اور ان کو میرے ساتھ مشغول کیا ہے، مگر کسی کو میرے حال کی کوئی خبر نہیں۔

اے دریغا کس نمی داند مرا

گر بد انندم برانندم زشہر

حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے ان کلمات ''مرا با خلق چہ کا

راســـــت'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اس راہ کے سالک سے جب کسی مقام پر وجودی علامت کا اظہار ہو تو عنایت حق کی مدد سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔ اور حق ہے بھی وہی جو حضرت خواجہ نے فرمایا۔ اس لئے کہ جب بندہ احوال، صفات، حرکات، سکنات، خطرات اور قلبی و قالبی و سری اور دوسرے تعلقات میں پوری طرح حق کے ساتھ مشغول نہ ہو اور خود سے تمام منقطع نہ رہے، بطریق حقیقت اس پر ''اسم بندگی'' مطلق درست نہیں آتا۔ اور وہ ''سعادت اخلاص'' سے مشرف نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس جہت سے بشری تعلقوں اور نفس بدفرما کی ہواؤں کی بہت سی شاخیں ہیں۔ ہر لحظہ ''رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ'' ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف پلٹے ہیں) کے حکم کے مطابق ہر ایک شاخ سے تبراء، بے زاری اور انقطاع ہونا چاہیے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ''فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى'' (البقرہ ۲۵۶) پس جو انکار کرے طاغوت سے اور ایمان لائے اللہ پر اس نے مضبوط سہارا تھام لیا۔) میں حق کے ماسواء طاغوت ہے۔ طاغوت کا انکار اور حق پر ایمان ہر قدم پر سالک کیلئے شرط لازم ہے، حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔ ''اَلْهَوٰى عِنْدَ اللّٰهِ اَبْغَضُ مِنْ جَمِيْعِ الْاٰلِهَةِ'' اللہ کے نزدیک جمیع معبودانِ باطلہ میں سے سب سے برا معبود ''نفسانی خواہش'' ہے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (الجاثیہ ۲۳) کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا۔ وہ بے چارہ گمان کرتا ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے۔

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلی

حاصلِ خواجہ بجز پندار نیست

حدیث صحیح میں وارد ہے ''تعس عبدالدرھم تعس عبد الزوجۃ'' یعنی درھم کا بندہ اور عورت کا بندہ ہلاک ہوا'' ہاں ہاں! ہر کوئی اس چیز کا بندہ ہے جس کی وہ پو

جا کرتا ہے۔

ہر چیز کہ اندر دو جہاں بندہء آنی
آنست ترا در دو جہاں مونس ومعبود

ضرور سب سے تعلق توڑنا چاہیے اور حق تعالیٰ وتقدس سے تعلق جوڑنا چاہیے۔

درویش کی تعریف: منقول ہے کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ درویشی کیا ہے، فرمایا، "بر کندن و پیوستن" اکھاڑنا اور لگانا، یعنی غیر سے (دل کو) اکھاڑ کر حق تعالیٰ کے ساتھ لگانا۔ اس طائفہ کے بزرگوں میں سے کسی ایک کا سخن ہے۔ جس نے ماسوائے حق سے بسلامت رستگاری حاصل کی وہ مسلمان ہے۔ اور جسے اس کی "مرادات ومقاصد" سے مامون کر دیا گیا وہ دو جہان میں مومن ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ" (ال عمران ۱۷۹) یعنی اللہ مومنوں کو اس حال میں ہرگز نہ رکھے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کردے گا، جو انسان کی مراد اور خواہش ہے۔ خبیث ہے۔ اور یہ بھی اسی کا سخن ہے۔ جب تم نے تمام موجودات آسمانوں، زمینوں، عرش وفرش کو واپس چھوڑ دیا اور "پہنچنے اور نہ پہنچنے" کے بند خشنے کو آزاد کرا لیا اور تم دیکھنے اور نہ دیکھنے کی توقع سے پاک ہو گئے تو گویا تمام بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ ہو گئے، اس راستے میں تمہارے لئے تمہارے وجود سے سخت تر کوئی "بلا" نہیں اور مریدوں کی تمنا سے قاتل تر کوئی زہر نہیں، ان تمام (لعنتوں) کو ترک کرنا چاہیے۔ آخری سخن جو حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ نے اس بندہ ضعیف کو "بطریق وصیت" فرمایا اس معنیٰ، میں یہ شعر موجزو وکافی ہے۔

تا در نزنی بہ ہر چہ داری آتش
ہرگز نشود حقیقت وقت تو خوش

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار میں لکھا ہے کہ وہ بعض، بعض سے کہا

کرتے تھے "تعال نو من ساعۃ" آؤ ایک ساعت ایمان لائیں، یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس راستے کے طالبان ایک دوسرے کی صحبت اختیار کریں تو اس میں بہت زیادہ خیر و برکت ہے۔ امید ہے اس پر "ملازمت و مداومت" حقیقی ایمان اور اسلام کے ساتھ منتہی ہو گی۔ خلافت پناہ حضرت خواجہ علاء الحق و الدین نور اللہ مرقدہٗ مجالسِ صحبت میں تکرار کے ساتھ بتاکید و تحقیق اس طرف اشارہ فرمایا کرتے تھے اور درویشوں کو ایک دوسرے کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے کہ صحبت، سنت موکدہ ہے۔ اور فرماتے ہیں قول تعالیٰ ہے "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" (الضحیٰ ۱۱) یعنی اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ یہ حضرتِ منعم علی الاطلاق عمت نعماءہ کا حضرتِ پیغمبر ﷺ کو حکم ہے کہ ہماری نعمتِ ہدایت وعنایت کو اپنے ساتھ بیان کرو اور ہمارے الطافِ ربوبیت کو اس پر چھوڑ دو، اس جگہ حضرتِ حق جل جلالہ کی صفتِ محبت کی پرورش کی طرف اشارہ ہے جو کہ حضرتِ رسالت ﷺ کے جوہرِ وجود میں ہے۔

حدیثِ قدسی میں ہے کہ "حضرتِ صمدیت عز سلطانہٗ نے حضرتِ داؤد پیغمبر صلوات اللہ علیہ سے خطاب فرمایا "مارا دوست دار و دوستانِ مارا دوست دار" ہمیں دوست رکھ اور ہمارے دوستوں کو دوست رکھ، اور ہمارے بندوں کو ہمارا دوست بنا، حضرت داؤد نے عرض کی "بار خدایا! یہ کر سکتا ہوں کہ میں تجھے دوست رکھوں اور تیرے دوستوں کو دوست رکھوں مگر یہ نہیں کر سکتا کہ تیری محبت تیرے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دوں، اللہ پاک عز وعلا نے حضرت داؤد سے فرمایا "ہر حال میں میرے بندوں کے ساتھ میری نعمتوں کا ذکر کیا کر۔ اور یاد دلایا کر، ایسے گویا تو نے ہماری محبت ہمارے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی۔

فرمودات مبارکہ:

☆......اور فرمایا کرتے، حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان پاک "مَنِ اسْتَوٰى يَوْمَاهُ فِىْ دِيْنِهٖ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ وَمَنْ كَانَ غَدُهٗ شَرَّ يَوْمِهٖ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ وَمَنْ لَمْ

یَکُنْ فِی الزِّیَادَةِ فَھُوَ فِی النُّقْصَانِ وَمَنْ کَانَ فِی النُّقْصَانِ فَالْمَوْتُ خَیْرٌ لَّـہٗ ،، (یعنی جس کے دودن اس کے دین میں برابر ہوں وہ مغبون ہے۔ جس کا کل اس کے آج سے برا ہو وہ ملعون ہے، جو عروج حاصل نہ کرے وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان میں ہے سو موت اس کیلئے بہتر ہے) راہِ حق کے مسافر کی طرف اشارہ ہے ۔چاہیے کہ طالب کے دوروز مزید یقین کی طلب میں برابر نہ ہوں۔

☆......اور فرمایا کرتے ،حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادِ مبارک " اَکثِرُوا السَّوال مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ حَتّٰی الْمِلْحَ لِقُدُوْرِکُمْ وَالشَّسْعَ لِنِعَالِکُمْ "میں "اکثروا السّوال" کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ حضرت عزت جل انعامہ سے ایک نعمت طلب کرنے کیلئے اتنی تضرع سے کام لے کہ حاصل کرلے، پھر اسی طرح دوسری بھی اسی طریقے سے طلب کرے۔ اخبار میں آیا ہے کہ" اِنَّ اللّٰــہَ تَعَالیٰ یُحِبُّ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَا" اللہ تعالیٰ دعا میں الحاح کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے ،فرمان رسول ﷺ مَا کَرِھْتَ اَنْ یَرَاہُ النَّاسُ مِنْکَ فَلَا تَفْعَلْہُ اِذَا خَلَوتَ سے مراد یہ ہے کہ درویش کو خلوت میں یکساں رہنا چاہیئے۔ اور جو ادب وہ لوگوں کے سامنے ملحوظ رکھتا ہے اسے تنہائی میں بھی ملحوظ رکھے۔

☆......اور فرمایا کرتے ،حضور پاک ﷺ نے فرمایا" اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ ،، یہ نماز کے حقیقی درجات کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ "زمانِ تحریمہ" میں چاہیے کہ حضرتِ حق کی اکبریت نماز ادا کرنے والے کے وجود میں عیاں ہو۔ اور اس میں خشوع وخضوع پیدا ہوتا کہ وہ حال میں اِستغراق حاصل کرلے۔ اس صفت کا کمال حضرت رسالت ﷺ کو نصیب تھا۔ اخبار میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں حضرت پیغمبر ﷺ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی کہ مدینہ سے باہر سنائی دیتی، " وَلَـہٗ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ " سے اسی طرف اشارہ ہے۔

بخارا کے علماء میں سے ایک عالم نے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال کیا کہ نماز میں حضور کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "طعام حلال کھانے سے جو وقوف و آگاہی کے ساتھ کھایا جائے نیز بیرون نماز کے اوقات میں اور وضو اور تحریمہ کے زمان میں وقوف کی رعایت ہونی چاہیے۔

☆......اور فرمایا کرتے " **الصوم لی وانا اجزی بہ** " سے مراد صوم حقیقی ہے، جو کہ ماسوا سے کلی امساک ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، حضور ﷺ نے فرمایا " **نصیب امتی من نار جھنم کنصیب ابراھیم من نار نمرود** " میری امت کا نار جہنم سے نصیب نارِ نمرود سے ابراھیم کے نصیب کی طرح ہے۔ اور حضور ﷺ کے فرمان " **لا تجتمع امتی علی الضلالۃ** " (میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی) میں امت سے مراد امت متابعت ہے، امت تین طرح کی ہے۔ امت دعوت، امت اجابت، اور امت متابعت۔

☆......اور فرمایا کرتے، قول رسول ﷺ " **الفقراء الصبر ھم جلساء اللہ یوم القیامۃ ای المقربون غایۃ القرب** " سے اہل ظاہر کے بیان حال پہ اشارہ ہے اور فقر کی دو نوع ہیں، فقر اختیاری اور فقر اضطراری۔ اور یہ بہتر ہے کہ حق کا اختیار بہ نسبت بندہ ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے: جو حدیث قدسی میں وارد ہے میں اس کا جلیس ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے، یہ اہل باطن کے بیان کی طرف اشارہ ہے

☆......اور فرمایا کرتے، حضور ﷺ کے ارشاد " **لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل** " کا یہ معنیٰ ہے کہ ایک آن ایسی ہے جس میں مرا حال ایسا ہوتا ہے کہ اس حال میں کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل ملاحظ نہیں ہوتا، اور یہ حال بعض اوقات مبتدی کو بھی درپیش ہوتا ہے۔ اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ میرا حال ایسا ہوتا ہے کہ وہ حال ہر ملک مقرب اور نبی مرسل کے حال سے اعلیٰ و اشرف ہے۔ اور وہ حال ہمارے رسول ﷺ کی ولایت نبوت سے عبارت ہے۔

چنانچہ بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں " اَلْوَلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ "ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور دیگر شاید اس معنیٰ کی طرف بھی اشارہ ہو کہ جب حق تعالیٰ اپنے بندے میں صفتِ جمال کے ساتھ تجلی فرماتا ہے تو اس بندے کا وجود اتنا بزرگ ہو جاتا ہے کہ عالم میں نہیں آسکتا۔

☆......اور فرمایا کرتے ، حضور ﷺ کے فرمان "ان اللہ تعالیٰ تسعۃ و تسعین اسما مائۃ غیر واحدۃ فمن احصاھا دخل الجنۃ " میں احصاھا " کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی کو شمار کرے اور ایک معنیٰ یہ ہے کہ ان ناموں کو جان لے ، اور ایک معنیٰ یہ ہے کہ ان ناموں کے موجبات کے مطابق عمل کرے ، مثلاً جب رزاق کہے تو اصلاً اس کی خاطر طبع پر روزی کا غم نہ گزرے۔ اور جب متکبر کہے تو اس نام سے حق تعالیٰ کی عظمت ، کبریائی اور بادشاہی کو جان لے ، پس حضرت خواجہ ءما قدس اللہ روحہٗ سے سوال کیا گیا جب " تسعۃُ تسعین " (۹۹) مذکور ہوا تو " مائۃ غیر واحدۃ " (ایک کم سو) کے ذکر کی کیا احتیاج تھی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "اس طرح سے تاکید کی گئی کہ عرب کو حساب کے باب میں مہارت نہیں تھی۔ اور وہ اس کی طرف التفات نہ کرتے تھے۔ اسی لئے حضرتِ رسالت ﷺ نے مہینے کے روزوں کے بارے میں فرمایا "الشھر ھکذا و ھکذا و ھکذا" انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور تیسری مرتبہ نو انگلیوں کو اٹھایا جس سے محسوس ہو گیا کہ چاند ۲۹ دن کا ہوتا ہے ، یہ زبان سے نہ فرمایا۔ (بلکہ اشارے سے بتادیا)

☆......اور فرمایا کرتے ، حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان "امط الاذی عن الطریق " سے مراد آزادی نفس ہے۔ اور طریق سے مراد راہِ حق ہے۔ یعنی اپنے نفس کو چھوڑ اور بلند ہو جا۔

خود را بر در بمان و آنگہ در رو

در راہ تو خاشاک و خسی نیست توئی

زیر دیوار وجود تو، تو ئی گنج گہر
گنج ظاہر شود ار تو زمیان بر خیزی

اور وہ جو حدیث قدسی میں وارد شدہ ہے "نفسک مطیتک فارفق بھا" نفس مطمئنہ کی طرف اشارہ ہے جو "الا مارحم ربی" (مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے) کی خلعت سے مشرف ہوا ہے۔ بعض اولیاء اللہ کا حال یہ ہے ان کا نفس "مقام انقیاد" میں اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ اگر وہ اسے کوئی حکم کریں تو وہ ان کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔

☆......اور فرمایا کرتے، ولایت، بہت بڑی نعمت ہے۔ ولی کیلئے چاہیے کہ وہ جانے کہ وہ ولی ہے تا کہ وہ اس نعمت کا شکر قائم کرے۔ ولی عنایت الٰہی کا محفوظ ہے۔ اس کو اس پر نہیں رہنے دیتے، اور آفاتِ بشری سے (اسکی) حفاظت کرتے ہیں، خوارقِ عادات کے ظہور اور احوال و کرامت پر کوئی اعتماد نہیں، کام تو اقوال و افعال میں استقامت رکھنا ہے۔ شیخ عبد الرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حقائق التفسیر" میں اس آیت "فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ" کی تفسیر میں اربابِ حقیقت میں سے کسی کا (قول) نقل فرمایا ہے۔ "کن طالب الاستقامۃ لا طالب الکرامۃ فان ربک یطلب منک الاستقامۃ و نفسک تطلب منک الکرامۃ" یعنی استقامت کا طالب بن کرامت کا طالب نہ بن، بے شک تیرا رب تجھ سے استقامت چاہتا ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت طلب کرتا ہے۔ اس طائفہ مبارک کا ایک سخن ہے کہ اگر ولی باغ میں آئے اور درخت کے ہر پتے سے آواز سنائی دے، "یا ولی اللہ" یہی چاہیے کہ ظاہر و باطن سے اسے اس آواز کی طرف کوئی التفات نہ ہو بلکہ ہر لحظہ صفتِ بندگی و عاجزی میں اس کی کوشش زیادہ ہوتی رہے، اس مقام کا کمال حضرتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔ کہ ہر چند اللہ کا انعام و اکرام ان کی نسبت (پہلے سے) بیش

تر ہوتا تھا اور ان کی بندگی، نیاز و مسکنت (پہلے سے) بیش تر ہوتی تھی۔ اس جگہ فرماتے " افلا اکون عبداً شکورا" کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اور قصوراتِ حکمت سے جو کچھ ولی پر گزرے اس میں اس کے وجود بشری کی نفی ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے، اس راہ کے مسافر کو اولیاء اللہ کی تبعیت سے ولایت خاصہ ملتی ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے، اس طائفہ کی تین قسمیں ہیں۔ مقلد، کامل اور کامل مکمل، مقلد سنے ہوئے پر عمل کرتا ہے۔ اور کامل خود سے تجاوز نہیں کرتا اور کامل مکمل جز تربیت کے کچھ نہیں کر سکتا۔

☆...... اور فرمایا کرتے، ارادت، تسلیم اور بے اختیاری بزرگ کام ہے۔ ارادت میں سخن فرماہوئے ہمارا مختار یہ ہے کہ " الارادة ترک الارادة فی الارادة " یعنی ارادت میں ارادے کو چھوڑنا ہی ارادت ہے۔ مرید کو چاہیے کہ اپنے آپ کو مقتدا کی رضا پر بالکل چھوڑ دے۔

ما اختیار خویش هم از دست داده ایم
کان اختیار شاه هماں اختیار ما است

ہمارا اختیار یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو طالب کو طریق جذبہ میں اور اگر چاہیں تو طریقِ سلوک میں، مشغول کر دیں۔ مرشد، طبیب حاذق ہے۔ جس طرح کا علاج حال مسترشد کے موافق ہو تجویز کرتا ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہر بندہ کے ساتھ اپنی حکمت بالغہ کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔ ایک کو "فقر و شدت" میں رکھتا ہے اور ایک کو "غنا و ثروت" میں۔

☆...... اور فرمایا کرتے، طالب کو چاہیے کہ وہ پہلے کچھ دیر ہمارے دوستوں کی صحبت میں رہے تا کہ اس میں ہماری صحبت کی قابلیت پیدا ہو سکے۔

نبینی وقت سفتن مرد حکاک

به شما گردان دهد در خطر ناك

☆......اور فرمایا کرتے، ہمارا طریقہ نوادر میں سے ہے۔ اور مضبوط سہارا ہے۔ یہ سنت مصطفیٰ کی متابعت کے دامن میں ہاتھ مارنا ہے۔ اور ان کے صحابہ کرام کے آثار کی اقتدا کرنا ہے۔ اس راہ میں (وہ) ہمیں بذریعہ فضل لائے ہیں، اول سے آخر تک ہم نے ہمہ فضل حق کو مشاہدہ کیا ہے۔ اپنا عمل نہیں۔ اس طریقہ میں مختصر عمل کے ساتھ بھی زیادہ فتوح ملتی ہے لیکن متابعتِ سنت کی رعایت بہت ہی بزرگ کام ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، جو کوئی ہمارے طریقے سے روگردانی کرتا ہے۔ خطرِ دین میں پڑتا ہے۔ خواجہء ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال کیا گیا، ''آپ کی حضوری کیسے مل سکتی ہے۔'' فرمایا ''متابعتِ رسول سے''۔

☆......اور فرمایا کرتے، ہمارا طریقہ ''صحبت'' ہے۔ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، خیریت، جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے، اور صحبت ایک دوسرے میں نفی ہو جانا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، جو لوگ ہماری صحبت میں آتے ہیں (ان میں) بعض کے دلوں میں تخم محبت ہوتا ہے۔ لیکن تعلقات کے خاشاک کی وجہ سے نشو ونما نہیں پاسکتا۔ ہمیں ان تعلقات کو پاک کرنا چاہیے اور ان میں بعض کے دلوں میں تخمِ محبت نہیں ہوتا ہمیں اسکو پیدا کرنا چاہئے۔

☆......اور فرمایا کرتے، جو کوئی ہم سے خاطر و محبت رکھتا ہے خواہ وہ ہم سے دور ہو اور خواہ نزدیک ہو شبانہ روز ہمیں اس کی نسبت کا خیال رہتا ہے۔ اور وہ ہماری شفقت و تربیت کے سرچشمہ سے فیض رسیدہ ہے۔ اگر وہ اپنے حال سے واقف رہے تو فیض کی راہ گزر کو خاشاکِ تعلقات سے پاک کردے۔

☆......اور فرمایا کرتے، ہمارے طریقہ میں سالک کو چاہیے کہ وہ نہ جانے کہ وہ

کس مقام میں ہے تاکہ وہ (مقام) اس کی راہ کا حجاب نہ ہو جائے۔

☆ ......اور فرمایا کرتے، مرشد کو چاہیے کہ طالب کی تین حالتوں ماضی، حال اور مستقبل سے باخبر رہے تاکہ اس کی تربیت کر سکے، اور یہ طالب کی شرائط میں سے ہے کہ وہ جس وقت سے حق تعالیٰ و تقدس کے کسی دوست کا مصاحب ہوا ہے (اس وقت سے) اپنے حال سے واقف رہے اور زمانہ صحبت کا زمانہ گزشتہ سے موازنہ کرے، اگر وہ خود میں نقصان سے کمال کی جانب تفاوت مشاہدہ کرتا ہے تو حکم "اصبت فالزم" کے مطابق اس عزیز کی ملازمتِ صحبت کو اپنے اوپر فرض عین جان لے۔

☆ ......اور فرمایا کرتے "الطریقة کلها آداب (طریقت تمام آداب ہی ہے) کے حکم سے اس راہ کی طلب کی شرائط میں سے (اہم شرط) ادب ہے۔ حق تعالیٰ و تقدس کی نسبت ادب، حضرتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ادب اور مشائخ طریقت کی نسبت ادب۔ حضرتِ حق تعالیٰ و تقدس کی نسبت ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں کمالِ بندگی کی شرط سے اس کے فرمانوں پر عمل کرے اور ماسوا سے بالکل اعراض کرے اور حضرتِ پیغمبر ﷺ کی نسبت ادب یہ ہے کہ خود کو مقام فاتبعونی میں لائے اور جمیع احوال میں ان کی حرمت پر نگاہ کو واجب کرے اور ان کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام موجودات کا واسطہ سمجھے۔ ہر کہ هست و ہر چه هست همه را سر بر آستانه عزت اوست جو کوئی ہے اور جیسے ہے سب کا سر انہی کے آستانہ عزت پر ہے۔ اور مشائخ کی نسبت ادب طالبان پر اس طرح واجب و لازم ہے کہ وہ سنت پیغمبر کی متابعت کا واسطہ ہیں اور دعوتِ خلق کو حق رسید کرنے کا مقام ہیں، پس درویش کو چاہیے کہ وہ غیب و حضور میں ان کا ادب نگاہ میں رکھے۔

☆ ......اور فرمایا کرتے "اولیا اللہ اہلِ کرم ہیں۔ اور حضرتِ لایزال کے الطاف کا علم دینے والے ہیں اور طالبوں پر گزرنے والے قصورات و خطورات کو دیکھتے ہیں اور در گزر کرتے ہیں، احوال مختلف ہیں، الطافِ ربوبیت کے مشاہدہ میں کوہ بھی کاہ ہوتا ہے۔

پیش جوش لطفِ بے حد تو شاہ
توبہ کردن از گناہ آمد گناہ

حدیث پاک یا آثارِ صحابہ یا سخنانِ مشائخ میں آیا ہے "ترک الذنبِ ذنب" گناہ کا چھوڑنا گناہ ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے یہ طائفہ امین ہے۔ طالب سے اگر ذرہ کے برابر بھی گناہ ہو جائے اسے دیکھتے ہیں اور ازراہِ تحقیق اس پر عیاں کر دیتے ہیں۔ مقامِ شفقت میں فروگزاشت نہیں۔

اگر بینی کہ نابینا و چاست
اگر خاموش بنشینی گناہ است

کبھی ان کی نظر میں تنکا بھی، پہاڑ ہوتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے: کہ اہل اللہ کے ساتھ وہ آدمی چل سکتا ہے جو اپنے آپ سے بالکل گزر چکا ہو۔

یا مکن با پیل بانان دوستی
یا بر آور خانۂ در خورد پیل

☆......اور فرمایا کرتے: اہلِ ارشاد صیاد کی مثل استاد ہے۔ کہ دقائق صنعت کے ساتھ متوحش جانور کو قید کرتا ہے۔ اور اس صفت سے اسے "مقامِ استیناس" میں لے جاتا ہے۔ اس جگہ چونکہ یہ گروہ حکمت والوں کا ہے اس لئے "صاحب طبعیت" طالب کے ساتھ حسن تدبیر سے وہ معاملہ (اختیار) کرتے ہیں کہ اس کو (سراپا) منقاد وتسلیم بنا دیتے ہیں۔، اور اس کو متابعتِ سنت کی طریقت میں داخل کرتے ہیں اور وہاں سے مقامِ وصول تک پہنچا دیتے ہیں۔

☆......اور فرمایا کرتے: اس طائفہ کا معاملہ ہر کسی کے ساتھ اس کی قابلیت کے

مطابق ہے۔ اگر طالب مبتدی ہے تو اس کا بار اٹھاتے ہیں اور اس کی خدمت کرتے ہیں۔ بارہ گاہ عزت جل سبحانہٗ سے خطاب ہوا ''یا داود اذا رایت لی طالباً فکن لہ، خادماً'' اے داؤد جب تو میرا کوئی طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا، خدمت بہت زیادہ کرنی چاہیے کہ طالب میں اس طریق کے سلوک کی قابلیت پیدا ہو جائے۔

☆......اور فرمایا کرتے: اس راہ کا سلوک' اھل اللہ پہ یقین ہونے پر موقوف ہے ؎

تا تو نہ بینی جمالِ عشق نہ گیرد کمال

می شنوی وصفِ یار راست نیاید شنید

سالک کے تمام اعمال اس طریق پر ہونے چاہیں تاکہ نتیجہ ظاہر ہو جائے اور تفضیلی معرفت جو کہ طالبوں کا انتہائی مقصد ہے حاصل ہو سکے۔ اس لئے حقیقتِ اہل اللہ کے بارے میں (صرف) طالب کے حسنِ عقیدت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اس کا اعتقاد تو معمولی چیز سے متبدل ہو سکتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے: تلقینِ ذکر پیر کامل مکمل سے ہونی چاہیے تاکہ موثر ثابت ہو۔ اور اس کا نتیجہ ظاہر ہو، تیر ترکش سلطان سے حاصل کرنا چاہیے تاکہ حمایت کر سکے، ہم نے تلقینِ ذکر خلیفہ حضرتِ شیخ بزرگوار خواجہ محمد بابا سماسی سے حاصل کی۔

☆......اور فرمایا کرتے، حضرتِ عزیزان علیہ الرحمۃ والغفر ان سے ذکر کے دو طریقے منقول ہیں۔ جہر اور خفیہ۔ اور ہم نے خفیہ کو اس جہت سے اختیار کیا کہ وہ اقویٰ و اولیٰ ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے: وقوفِ عددی علم لدنی کا مرتبہ اول ہے۔ دانشمند صالح نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے وقوف عددی تلقین فرمانے سے پہلے اپنے سلسلے کا بیان فرمایا اور اسے حضرت شیخ یوسف ہمدانی تک پہنچایا اور فرمایا ایک روز خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ اپنے استاد امام صدرالدین سے تفسیر پڑھ رہے تھے کہ

اس آیت پر پہنچے "اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ" یعنی اپنے رب کو زاری اور خفیہ طریقے سے پکارو، وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا، (الاعراف ۵۵) تو اپنے استاد سے سوال کیا کہ یہ خفیہ جو حضرت حق سبحانہٗ نے فرمایا، کیا طریقہ ہے۔ اگر ذاکر بلند پڑھے یا مقام ذکر میں اعضا کو حرکت دے وہ غیر واقف ہو جاتا ہے۔ خفیہ نہیں رہتا، اور اگر دل سے کرے تو" الشیطان یجری فی عروق ابن آدم مجری الدم " یعنی شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، وہ واقف ہو جاتا ہے۔ استاد نے فرمایا یہ علم لدنی ہے۔ اگر حق تعالیٰ نے چاہا تو اہل اللہ میں سے کسی کو تیرے پاس بھیج دے گا۔ جس کی برکتِ صحبت سے یہ تجھے معلوم ہو جائے گا، حضرت خواجہ عبد الخالق منتظر رہتے تھے جہاں تک کہ حضرت شیخ پہنچے اور انہیں وقوفِ عددی کی تلقین فرمائی۔

☆......اور فرمایا کرتے: "الا اللہ" معبودِ طبیعت کی نفی ہے اور معبودِ برحق کا اثبات ہے۔ اور اس ذکر کا مقصود یہ ہے کہ ذاکر کلمہ توحید کی حقیقت تک رسائی حاصل کرلے۔ اس کا زیادہ پڑھنا شرط نہیں، حقیقت کلمہ یہی ہے کہ کلمہ پڑھنے سے ماسوا کی بالکل نفی ہو جائے۔

☆......اور فرمایا کرتے: وقوفِ زمانی جو اس راہ کے مسافر کی کارگزار ہے، وہ یہ ہے کہ اپنے احوال سے واقف رہے۔ کہ ہر زمانے میں اس کی صفت و حال کیا ہے۔ موجبِ شکر ہے یا موجبِ عذر ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، "کار سالک" کی بنیاد ساعت پر استوار ہے تاکہ وہ اپنے نفس کی خبر حاصل کرلے کہ آیا اسے حضور نصیب ہوا ہے کہ نہیں۔ اگر اس کی بنیاد "نفس" پر استوار ہو تو وہ یہ دو صفات حاصل نہیں کر سکتا

☆......اور فرمایا کرتے، سالک حضرات، شیطانی اور نفسانی خواطر کو دفع کرنے میں، مختلف ہوتے ہیں، بعض تو وہ ہیں جو نفس اور شیطان کی جانب سے دل

میں آنے والی کسی بھی چیز کو فوراً دیکھ لیتے ہیں، اور وہیں سے اسے دفع کر دیتے ہیں، اور بعض وہ ہیں، جو اس چیز کو دل میں قرار پکڑنے سے پیش تر دفع کر دیتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اس چیز کے دل میں آنے اور قرار جمانے کے بعد اسے دفع کرتے ہیں یہ بات چنداں فائدہ مند نہیں ہوتی، لیکن اگر اس چیز کے منشاء اور اسکے "انتقالات" کے سبب کو پیدا کرلیں، تو فائدہ سے خالی نہیں۔

☆......اور فرمایا کرتے، ایک صفت سے دوسری صفت میں "تحول اور انتقال" کی کیفیت کو شناخت کرنا بہت ہی دشوار ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، وہ امور جن کے واسطے سے اہل عرفان راہ یاب ہوتے ہیں اور دوسرے نہیں ہوتے، وہ تین ہیں، مراقبہ، مشاہدہ اور محاسبہ۔ المراقبہ نسیان رویئة المخلوق بدوام النظر الی الخالق یعنی رویت مخلوق کو فراموش کر کے ہمیشہ خالق کی طرف دیکھنا مراقبہ ہے، گویا سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ "جنابِ احدیت" کی جانب دیکھتا رہے۔ اور جمیع مخلوقات کی ہستی پر نیستی، فنا اور نسیان رقم کرتا رہے، دوام مراقبہ، نادر ہے، اس طائفہ سے بہت تھوڑے لوگوں نے یہ معنیٰ حاصل کیا ہے۔ اور ہم نے اس کے حصول کا طریقہ پالیا ہے۔ اور وہ ہے نفس کی مخالفت کرنا اور غیبی واردات کا مشاہد کرنا جو دل میں نزول کرتی ہے، چونکہ زمانہ گزرنے والا ہے اسلئے اسے سکون نہیں اور ہم اس واردات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ ہاں قبض اور بسط کا حال ہو تو ہم اسے دریافت کر سکتے ہیں، قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بسط میں جمال کا، اور محاسبہ یہ ہے کہ خود پر گزرنے والی ہر ساعت کا ہم حساب کریں کہ وہ گزر گئی اور حضور کیا حاصل ہوا، اگر یہ دیکھیں کہ سب نقصان ہوا تو چاہئے کہ ہم بازگشت کریں، اور از سر نو عمل شروع کریں، حضرت خواجہ عزیزان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عمل کرنا چاہیے اور اسے "ناکردہ" سمجھنا چاہئے۔ اور خود کو گنہگار جاننا چاہیے اور عمل نئے سرے سے کرنا چاہیے۔ چونکہ یہ راہ ان تین

(اصولوں) میں ہے، دوسرے ان کے بغیر کسی اور طرح سے اس راہ کو طلب کرتے ہیں اور اس جہت سے اسے نہیں پاسکتے، حضرت خواجہ علاؤالحق والدین نوراللہ مرقدہ وطیب مشہدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ کی برکتِ نظر سے طالبان راہ کا حال یہ ہوتا تھا وہ پہلے قدم پر ہی مراقبہ کی سعادت سے مشرف ہوجاتے اور حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی وہ نظر جب کچھ زیادہ ہوتی تو وہ ''درجہ عدم'' میں پہنچ جاتے اور وہ خود سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہوجاتے، اور اس حال میں حضرت خواجہ یوں فرمایا کرتے تھے کہ ہم ''دولتِ وصول'' کا واسطہ ہیں، اب ہم سے منقطع ہوکر مقصودِ حقیقی سے پیوست ہونا چاہیے۔ تکمیل اور ایصال کے بزرگوں کی سنت یہی ہے کہ اس راہ کے بچوں کو گہوارۂ طریقت میں رکھ کر پستان تربیت سے دودھ پلاتے ہیں، جہاں تک کہ وہ ''حدوصال'' کو پہنچ جاتے ہیں، بعدازاں انکو خاص طریقے سے ازخود دودھ سے باز رکھتے ہیں، اور انہیں بارگاہِ احدیت کا محرم بنادیتے ہیں تاکہ وہ بے واسطہ دلیل حضرتِ عزت جل احسانہٗ کا فیض حاصل کرسکیں۔

ممکن نبود وصول مقصد

بے بدرقہ عنایتِ یار

اگر واصل کو عمر ابدی بھی نصیب ہوجائے تو بھی موصل کی تربیت کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔

گر بگویم شکر لطفت بردوام

بگزرد عمرو نگرد د ایں تمام

☆...... اور فرمایا کرتے، ''محاورہ'' خدا کے ساتھ ہونا چاہیے، مخلوق خدا کے ساتھ نہیں۔

☆...... اور فرمایا کرتے، عبادت میں ''طلب وجود'' ہے۔ اور عبودیت میں ''تلف وجود'' ہے۔ جب تک وجود باقی ہے۔ کوئی عمل نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا۔

☆...... اور فرمایا کرتے، '' اذا اردت مقام الابدال فعلیک بتبدیل

الاحوال" جب تو ابدال کا مقام چاہتا ہے تو تجھ پر احوال کو تبدیل کرنا ضروری ہے، یہ نفس کی مخالفت خواہش، اور طبیعت کے ترک اور اوصاف نفسانی کے تبدل وتغیر کی طرف اشارہ ہے، یہ مقام" مرشد علی الاطلاق" (یعنی اللہ تعالیٰ) جل انعامہٗ کی عنایت سے حاصل ہوسکتا ہے۔

کیست ابدال آنکه او مبدل شود

خمرش از تخلیل یزداں خل شود

☆......اور فرمایا کرتے، "حقیقة الادب ، ترک الادب " ادب کی حقیقت ادب کو چھوڑ نا ہے (سے مراد یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے (مختلف) اوقات ہوتے ہیں، بعض دفعہ ان کی صحبت میں "بے ادبی" عین ادب بن جاتی ہے۔ اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ ادب عین بے ادبی بن جاتا ہے۔ رعایتِ ادب اور ترک نفس عین بے ادبی ہے اور ترک ادب اور قبول نفس، حقیقتِ ادب ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، "من عرف الله لا يخفى عليه شيى "جس نے اللہ کو پہچان لیا، اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، خواجہ علاء الحق والدین روح اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے اس کلمہ قدسیہ کی مراد یہ ہے کہ عارف پر تمام اشیاء کا ظاہر ہونا اس کی توجہ پر منحصر ہے، (گویا وہ دیکھنا چاہے تو ہر چیز کو مشاہدہ کرسکتا ہے)

☆......اور فرمایا کرتے، تمام مشائخ کا آئینہ دو جہت ہے اور ہمارا آئینہ شش جہت ہے۔ (یعنی چھ طرفوں والا)

☆......اور فرمایا کرتے، چالیس سال سے ہم آئینہ داری کررہے ہیں۔ کبھی ہمارے آئینہ وجود نے غلطی نہیں کھائی، دراصل آپ کا اشارہ اس طرف ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں نور فراست سے دیکھتے ہیں۔ جو ان کو حضرتِ لا یزال نے عطا فرمایا ہوتا ہے۔ ہر جو آئینہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا بے شک "صواب اور راست" ہوگا۔

اولیاءعزلت کے قطب حضرت عبدالقدوس سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا کہ ''حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی سیرزمین وآسمان کے جمیع طبقات میں جاری تھی۔

☆...... اور فرمایا کرتے، حضرت خواجہ عزیزان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا ارشاد ہے کہ ''زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ای است و ما می گوئیم چوں روئے ناخن است وہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست'' یعنی زمین اس گروہ کی نظر میں دسترخوان کی طرح ہے، اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی صورت ہے۔ کوئی بھی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں، منقول ہے کہ حضرت عزیزان دسترخوان پر تشریف فرماتھے، تو آپ نے اس حال کی نسبت فرمایا اور ھمارے خواجہ قدس سرہ نے دائرۂ ولایت کی نسبت سے فرمایا، مگر دل عارف کی بزرگی کی شرح نہیں ہوسکتی۔

☆......اور فرمایا کرتے، رازتوحید کو جلدی پایا جاسکتا ہے مگر رازمعرفت کو حاصل کرنا دشوار ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، اگر درویش کے پاؤں میں کانٹا بھی لگ جائے تو اسے یہ بھی پہچاننا چاہیے کہ یہ کانٹا کس جگہ کا ہے۔

حضرت خواجہ علاؤالدین سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت خواجہ ما قدس سرہ کی خدمت میں ذکر کیا، کہ فلاں آدمی دیکھ رہا ہے کہ میں نے حضرت ایشاں کو سلام عرض کیا ہے مگر جواب عطا نہیں فرمایا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا، اسے عذر کرنا چاہیے کہ اس کے سلام کے وقت ہم حق تعالیٰ وتقدس کا کلام سننے کیلیے متوجہ تھے۔ ''شغلنی کلام الحق عن سلام الخلق''، میں سلام خلق کی بجائے کلام حق میں مشغول رہا۔

☆......اور فرمایا کرتے، اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ، کسب کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ یہ کسب رضا کی طرف اشارہ ہے نہ کہ کسب دنیا کی طرف۔

☆......اور فرمایا کرتے، جو اپنے آپ کو حضرت حق وتقدس کی سلامتی میں تفویض کردیتا ہے اس کا غیرحق سے التجا کرنا شرک ہے۔ ایں شرک از اہل عموم

معفو است و از اہل خصوصی معفو نیست یہ شرک عوام کو معاف ہے اور خواص کو معاف نہیں۔

☆......اور فرمایا کرتے، متوکل کو چاہیے کہ خود کو متوکل خیال نہ کرے اور اپنے توکل کو کسب میں پوشیدہ رکھے۔

☆......اور فرمایا کرتے، اللہ تعالیٰ نے مجھے خرابی دنیا کیلئے "موجود" کیا ہے اور مخلوق مجھ سے عمارت دنیا کا تقاضا کرتی ہے۔

چرا به عالم اصلی خویش و انروم
من از کجا غم باران و ناودان زکجا
در سنگ کسی خانه کند از گل واز خاك
در دام کسی دانه خور دہیچ شنیدی

☆......اور فرمایا کرتے، اگر اس وجود سے خراب تر کوئی وجود ہوتا تو اس گنجِ فقر کو اس جگہ رکھتے۔ کیونکہ بادشاہ خزانے کو ہمیشہ ویرانے میں رکھتے ہیں۔

☆......اور فرمایا کرتے، اہل اللہ اس لیے بارِ خلق اٹھاتے ہیں کہ ان کا خلق مہذب ہو جائے۔ تاکہ وہ دل کو حاصل کرلیں، کیونکہ کوئی دل ایسا نہیں جس پر حضرت حق کی نظر کرم نہ ہو، خواہ وہ صاحب دل اس سے واقف ہو یا نہ واقف ہو، جو کوئی اس دل کو حاصل کر لیتا ہے وہ نظر الٰہی سے فیض حاصل کر لیتا ہے۔

صد سفره دشمن بکشد طالب مقصود
باشد که یکی دوست بیابد به ضیافت

☆......اور فرمایا کرتے، اگر ہم عیب یار پہ نظر ڈالتے تو "بے یار" رہتے، کوئی آدمی ایسا نہیں جو "صفت خستہ" سے خالی ہو۔

حاصل دریا نه همه در بود
یك هنراز ہرکہ بود پر بود

☆...... اور فرمایا کرتے، اس راہ کا بوجھ اٹھانے کے لیے دوست ہونے چاہییں، کہتے ہیں کہ دین میں دوست بسیار ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہ سے سوال کیا گیا، پانی کس طرح بہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا "دوست کی مدد سے بہتا ہے"۔ اخبار میں آیا ہے۔ جب تک عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان نہ لائے بانگ نماز بلند آواز سے نہ کہی گئی۔ پہلے رفیق پھر طریق اِس راہ کے لوازمات میں سے ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے، جو آدمی خود کو چاہتا ہے۔ خود کو نہیں چاہتا، اور جو آدمی دوسرے کو چاہتا ہے وہی خود کو چاہتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، شمع کی طرح بن اور شمع کی طرح نہ بن، تو شمع کی طرح ہو جا، کہ دوسرے کو روشنائی پہنچائے اور شمع کی طرح نہ ہو جا کہ خود کو تاریک رکھے۔ حق تعالیٰ و تقدس نے حضرتِ پیغمبر ﷺ کو روکتے ہوئے فرمایا "وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا" (سورۃ الاسراء ۲۹)

اے محبوب اپنے دست کرم کو اتنا نہ کھول دے کہ پریشان ہو کر بیٹھا رہے باآنکہ حضرتِ پیغمبر ﷺ کا فدا اور ایثار درجہء کمال پر فائز تھا۔

☆...... اور فرمایا کرتے، جس نے ایک دن بھی ہمارے سامنے پاپوش رکھے، ہم اس کی شفاعت کریں گے، منقول ہے کہ ایک دن ایک دیوانہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

؎ نیکو انرا دوست دارد ہر کہ باشد در جہاں
گر بدا نرا دوست داری گوی بردی ازمیاں

حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا، ہم نے اس سخن سے سبق حاصل کیا، اور درویشوں سے فرمایا اس شعر کو یاد کرنا چاہیے۔

☆........ منقول ہے، حضرت خواجہ ما قدس سرہ سے ایک التماس کی گئی کہ فلاں شخص رنجور ہے۔ اور توجہ خاطر شکستہ ہے؛ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو اس راہ میں خواری کو پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں عزت عطا فرمائی، وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ،عزت تو اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے۔(سورۃ المنافقون ۸)

☆......اور فرمایا کرتے ،صاحب پندار کا کام اس راہ میں بغائت مشکل ہے۔

گرچہ حجاب تو برون از حدست
ہیچ حجابیت چو پندار نیست

ایک آدمی نے حضرتِ خواجہ ماقدس سرہ سے صفتِ تکبر کو منسوب کیا۔آپ نے فرمایا کبرِ ما از کبریایِ اوست۔ ہمارا تکبر، حق تعالیٰ کی کبریائی سے ہے۔

باد تکبر اگرم در سر است
ہم زدم اوست کہ در من دمید

☆......اور فرمایا کرتے ،درویش کو چاہیے کہ وہ حال سے کہے، مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی اس حال سے بات کرے جو اس میں پایا نہیں جاتا تو اللہ تعالیٰ ہرگز اسے اس حال کی سعادت تک نہیں پہنچاتا۔

☆......اور فرمایا کرتے ،ہرکوئی نہ تیز چلا کہ قبر کو پکڑتا اور قبر کو اسی نے پکڑا جو تیز چلا، یہ اس راہ میں ہمیشہ کوشش کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

اے عاشق سرسری او باش طلب
ایں وعدہ کہ کرد است کہ فرداش طلب
در غم اگرش نیابی در شادی جو
سر گشتہ ہمی دو و بہر جاش طلب

☆......اور فرمایا کرتے ،عادت ''انس'' بن جاتی ہے۔اور کبھی کبھی سالک کے لیے نوافل عبادت کو ترک کرنے کا طبعی انس روا ہوتا ہے۔تاکہ اس کی عادت انس نہ بن جائے۔

☆......اور فرمایا کرتے ،حضرت پیغمبر علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اس امت

میں صورت کا مسخ ہونا اٹھالیا گیا، لیکن حسبِ معنیٰ باقی ہے۔

اندریں امت نباشد مسخ تن

لیک مسخ دل بود اے ذوالفطن

یعنی اس امت میں جسم کا بگڑنا نہیں، لیکن دل کا بگڑنا پایا جاتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، اولیاء کرام کو اسرار کی اطلاع دی جاتی ہے، لیکن وہ اجازت کے بغیر ان کا اظہار نہیں فرماتے۔ انہوں نے فرمایا جو کوئی کچھ رکھتا ہے اسے چھپاتا ہے۔ اور جو کوئی کچھ نہیں رکھتا وہ شور مچاتا ہے۔ اِخْفَاءُ الْاَسْرَارِ مِنْ صَنِیْعِ الْاَبْرَارِ ۔یعنی اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے۔

سر فاش مکن که خون بریزی به زمین

☆......اور فرمایا کرتے، جو کچھ مخلوق کے ''اظہارِ خواطر'' اور ''اعمال احوال'' کے متعلق ہم سے صادر ہو جاتا ہے ہم درمیان نہیں ہوتے، وہ ہمیں الہام کے ذریعے علم دیتے ہیں یا کسی کے واسطے سے خبر پہنچاتے ہیں۔

☆......اور فرمایا کرتے، درویش کیا ہے، باہر سے بیرنگ اور اندر سے بے جنگ ۔

تا دریں خرقه ایم از کس ما

هم نرنجیم و هم نرنجانیم

☆......اور فرمایا کرتے، میں نے اکابرین میں سے کسی بزرگ سے سوال کیا کہ درویشی کیا ہے؟ فرمایا ''زبونی''، یعنی شکستہ حال رہنا۔ میرے ایک عزیز نے مجھ سے کہا ، واقف باش ، کارہا راخود میکند و تارہا را بر سر تو میدراند، پہچان لے کہ سارے کام تو وہ خود کرتا ہے، مگر تاریں تمہارے سر توڑتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، درویش کو تحمل اور بارکشی کے مقام میں ڈھول کی طرح ہونا چاہیے، ہر چند طمانچہ کھاتا ہے مگر صدائے مخالف کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔

☆......اور فرمایا کرتے، درویش اہل نقد ہیں، آنے والے کے حوالے نہیں کرتے، ے

امروز بیں به دیده باطن جمال دوست

ای بے خبر حواله به فردا چه میکنی

"اَلصُّوفِی اِبنُ الوَقتِ" صوفی وقت کا بیٹا ہے، کی مثل اسی صفت کی طرف اشارہ کرتی ہے ے

خرد مند از آں کس تبرا کند

که او کارِ امروز، فردا کند

☆......اور فرمایا کرتے، حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ روحہٗ کا سخن گرامی ہے جو راہ حق سے بندے کی طرف ہے "سعادت در سعادت" ہے اور جو راہ بندے سے حق کی طرف ہے "ضلالت در ضلالت" ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے، کاموں میں "تصحیح نیت" بہت بڑی مہم ہے۔ وہ اس لئے کہ نیت "عالم غیب" سے ہے۔ نہ کہ "عالم کسب" سے، تو نہیں دیکھتا کہ اس "بزرگوار دین" نے حضرت حسن بصریؒ علیہ الرحمہ پر نماز جنازہ نہ پڑھی اور کہا کہ "لم یحضرنی النیة" ابھی میری نیت حاضر نہیں ہوئی،

حضرت شیخ عبداللہ تسری قدس سرہٗ سے منقول ہے، فرمایا، نیّة، نور ہے حرف نون سے مراد نور ہے، حرف یا سے مراد "ید اللہ" یعنی اللہ کا ہاتھ ہے، اپنے بندے پر اور حرف ہا سے مراد ہدایة اللہ یعنی اللہ کی ہدایت ہے، پس نیت نسیم روح ہے۔

حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ سے سوال کیا گیا "اگر کوئی علم منطق سیکھنا چاہے تو کیا نیت کرے ،فرمایا حق کو باطل سے ممتاز کرنے کی نیت کرے،

☆......اور فرمایا کرتے، جس آدمی کا "بیضہ قابلیت" مختلف صحبتوں کی وجہ سے فاسد ہو گیا ہو اس کا کام دشوار ہے، اہل تدبیر کی صحبت جو کہ کبریت احمر ہے، کے بغیر

اس کی صلاح نہیں ہو سکتی ۔

جز صحبتِ عاشقانِ مستان مپسند
دل در ہوس قوم فرو مایہ مبند
ہر طائفہ ات بہ جانب خویش کشند
جغتت سوئے ویرانہ و طوطی سوئے قند

☆......اور فرمایا کرتے ، اوائل حال میں ہم نے اپنے آپ کو مطلوب بنایا اور دوسروں کو طالب ، اور اس وقت ہم نے اپنے اس طریقے کو چھوڑ دیا ہے ، مرشد مطلق وہی (اللہ تعالیٰ) ہے۔ جس شخص کو اس راہ کی طلب کا داعیہ ہوتا ہے ، وہ اسے ہمارے دروازے پہ بھیج دیتا ہے ، تو اسے اپنا نصیب مل جاتا ہے۔

☆......اور فرمایا کرتے ، اختیار بندہ کے اثبات میں سعادت ہے اگر کوئی عمل رضائے حق تعالیٰ کے برخلاف ہو جائے تو اپنا اختیار دیکھے اور خجالت سے عذر وانابت میں مشغول ہو جائے۔ اور اگر "محل رضا" کو پالے تو بھی اپنا اختیار دیکھے اور اس کی توفیق کا شکر ادا کرے۔

☆......اور فرمایا کرتے ، اَلْمَجَازُ قَنْطَرَةُ الْحَقِيْقَة ، مجاز حقیقت کا پل ہے ، اس کی مراد یہ ہے کہ تمام ظاہری ، قولی اور فعلی عبادات مجاز ہیں۔ جب تک اس کا مسافر ان سے نہ گزر جائے حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایک دن ایک لڑکا قرآن پاک لئے ہوئے مکتب سے باہر آیا اور حضرت خواجہ ما قدس سرہٗ کو سلام عرض کیا۔ جب آپ نے اسکے مصحف کو کھولا تو یہ آیت برآمد ہوئی " وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْد " اور انکا کتا چوکھٹ پر اپنی کلائیاں بچھائے بیٹھا ہوا ہے ، حضرتِ خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا "اُمیدواریم کہ آنما باشیم" ، ہم امید رکھتے ہیں کہ ہم ہی وہ ہوں گے۔

☆......اور فرمایا کرتے ، شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ کا سخن مبارک ہے " غِبَابُ زِيَارَةٍ مَعَ حُضُوْرِ الْقَلْبِ خَيْرٌ مِنْ دَوَامِهَا بِلَا حُضُوْر " ، حضور قلب کے ساتھ

زیارت کا غیاب اس کے "بلاحضور دوام" سے بہتر ہے، حضرتِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا ہفتے بعد زیارت کیا کرتا کہ محبت اور بڑھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ ستونِ حنانہ کے پیچھے سے ہوکر پھر آ گئے اور عرض گزار ہوئے "یارسول اللہ! اس سے زیادہ طاقت نہیں رکھتا، اگرچہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ نے اپنے کمالِ محبت کا اظہار فرمایا، لیکن اگر حکم کی متابعت کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔

☆...... **اور فرمایا کرتے، اگر طالب کو مقتداء کے کام میں مشکل پیدا ہو جائے** تو اسے چاہیے کہ اپنی طاقت کے مطابق صبر کرے اور بے اعتقاد نہ ہوجائے، اس کی حکمت اس پر ظاہر ہو جائیگی، اور اگر اس میں اس صبر کی طاقت نہیں، وہ مبتدی بھی ہو تو مقتدا سے سوال کرے کہ اس کا سوال کرنا جائز ہے ۔ اور اگر متوسط الحال ہو تو کہا گیا ہے کہ سوال نہ کرے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ جب دوسری بار بیت اللہ زادہ اللہ سبحانہٗ شرفاً کی زیارت سے مشرف ہوئے اور واپسی کے موقع پر بغداد ٹھہرے، ان دنوں وہاں، علماء، اور فقراو غیرھم کا مجمع عظیم تھا۔ حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ شیخ نورالدین کے نبیرہ اقدس حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمن رحمہما اللہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، تمام لوگ ایک صف میں ایک دوسرے کے مقابل موجود تھے، خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے اصحاب اعلیٰ اللہ مراتبھم ان کے پہلو میں حاضر تھے اور ان کی "برکت حضور" سے اس طرح ساکت تھے کہ "کان روسھم الطیر" جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں، کی صفت ان میں دکھائی دیتی تھی ۔اس وقت حضرت خواجہ سے ایک غیبی صورت مطالعہ کی جارہی تھی ، کچھ دیر بعد آپ نے سرانور اٹھایا اور اپنے اصحاب سے "بطریق پیش گوئی" ارشاد فرمایا، اسوقت جو غیبت واقع ہوئی اس غیبت میں یہ مطالعہ کیا کہ حضرت شیخ بزرگوار باباسماسی روح اللہ روحہٗ تشریف لائے اور مجھے فرمایا، فرزند! اس مجمع میں طریقت کے متعلق ایک بڑا سوال

کیا جائیگا۔ واقف حال رہو اور بے دہشت جواب دو، کچھ دیر کے بعد اس مجمع کے درویشوں میں موجود کسی درویش نے پایانِ مجلس سے سوال کیا، کہ یہاں چند سخن منقول ہیں،

☆...... ''مارایت شیأ الا ورایت اللہ فیہ'' میں ہر چیز میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔

☆...... ''مارایت شیأ الا ورایت اللہ معہ'' میں ہر چیز کے ساتھ اللہ کو دیکھتا ہوں۔

☆...... ''مارایت شیأ الا ورایت اللہ بعدہٗ'' میں ہر چیز کے بعد اللہ کو دیکھتا ہوں۔

☆...... ''مارایت شیأ الا ورایت اللہ قبلہ'' میں ہر چیز سے پہلے اللہ کو دیکھتا ہوں۔

ان باتوں میں توفیق کسطرح ہوگی، حضرتِ شیخ نور الدین رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ ماقدس سرہٗ سے جواب کی التماس کی۔ حضرت خواجہ نے جواب دینا ان کے حوالے کیا۔ دوبارہ شیخ نے حضرتِ خواجہ سے گزارش کی کہ جواب دیں، اس طرح وہ چند مرتبہ ایک دوسرے سے کہتے رہے۔ ان دونوں کے درمیان مراجعتِ کلام واقع ہوتی رہی، آخر الامر حضرتِ خواجہ ماقدس سرہٗ نے سکونت ووقار سے تمام سخن کا پر معنیٰ جواب دیا۔ ''اختلافِ اقوال بنا بر اختلافِ احوال است، یعنی ان اقوال کا اختلاف احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ یہ سخن ایسا پر معنیٰ تھا کہ تمام اہل مجلس نے اس سے ذوق حاصل کیا، اور سب نے بیک کلمہ اظہار تحسین کیا، آپ کی حقانیت کی ہیبت اور آپ کے کلام کی حقیقت تمام اہلِ مجلس پر محیط تھی۔ حالانکہ اس مجمع میں اور اس صف میں بہت سے عرفا اور علماء مناظر حاضر تھے، اس کلام خاص میں آپکی ''سرعتِ خوض'' کی صفت اس مجلس کے ہر خاص وعام پر واضح ہوگئی، مشائخ طریقت قدس اللہ ارواحہم فرماتے ہیں۔'' علامة خاطر الحق سبحانه ان یطمئن القلب والنفس والجوارح عنده ولایعترض علیه احد کائناً من کان بل یستسلم له ویسترسل وینطلق من قیود الشک والریب '' حق سبحانہٗ کی طرف خیال کی یکسوئی کی علامت یہ ہے کہ قلب ونفس اور تمام اعضاء مطمئن رہیں، اور کوئی شئے اس

تلاش میں مگن رہے۔اور شک وشبہ کی قیدوں سے رہائی حاصل کرلے۔

ماوراءالنہر کے کبائر ائمہ میں سے کسی امام وقت نے حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ سے سوال کیا کہ سیر وسلوک کا مقصود کیا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، ''معرفت تفصیلی''، اس بزرگ نے پوچھا کہ ''معرفت تفصیلی کسے کہتے ہیں''؟ حضرت خواجہ نے فرمایا'' وہ یہ ہے کہ مخبر صادق ﷺ سے جو کچھ اجمالاً قبول کیا گیا ہے اسے تفصیل کے ساتھ شناخت کیا جائے اور دلیل و برہان کے مرتبے سے کشف وعیاں کے مرتبے تک رسائی حاصل کی جائے۔

ایک دانشمند نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ ''لطف وقہر'' حق کی دو صفات ہیں۔اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں، یہ تفرقہ کیوں ہے کہ جو بھی صفت لطف کا مظہر ہے محل اثبات ہے۔اور جو بھی صفت قہر کا مظہر ہے محل نفی ہے۔'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''مظہر قہر کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ اس سے قہر حقانی صادر و ظاہر ہو، اس کی نشانی یہ ہے ''لا یدفع ولا یعارض بشی من جهة العبادا صلا''، وہ بندوں کی طرف سے کسی طرح بھی دفع ہوتا ہے اور نہ عارض ہوتا ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ صفت کمال ہے۔اور دوسرا یہ کہ قہر حقانی اس پر واقع اور ظاہر ہو جائے۔ یہ صفت نقصان ہے۔

حضرت خواجہ ءماقدس اللہ روحہٗ سے سوال کیا گیا کہ بلا اور بلوئی میں کیا فرق ہے ۔حضرت خواجہ قدس اللہ روحہ نے فرمایا'' بلا، محبوب کی نسبت سے ہر چند عزیز تر اور ظاہر ہوتی ہے۔ بلوئی باطنی ہے۔

حضرت خواجہ ما سے سوال کیا گیا کہ حق تعالیٰ اگر کسی درویش سے حال واپس لے تو وہ کیا کرے۔ فرمایا، اگر اس حال کی کوئی رمق باقی ماندہ ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس درویش سے تضرع و نیاز مطلوب ہے۔اور اگر کوئی رمق باقی نہیں رہی تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس درویش سے صبر و رضا مطلوب ہے۔

☆...... اور فرمایا کرتے، خدا طلبی، بلا طلبی ہے۔ احادیثِ قدسیہ میں آیا ہے کہ "من احبنی ابتلیه" "جو مجھ سے محبت کرتا ہے، میں اس سے امتحان لیتا ہوں، اس کا یہ معنیٰ روشن ہے کہ محبّ کو چاہیے کہ محبوب کا متلاشی رہے۔ اور محبوب ہر چند عزیز تر ہوگا جب اسکی راہ طلب میں "بلا و خطر" پیش تر ہوں گے۔ اخبار میں آیا ہے کہ ایک شخص حضرتِ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کا دوست ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فقر را آمادہ باش، پھر فقر کیلئے تیار رہو، دوسرے شخص نے کہا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا "بلا را آمادہ باش" "پھر بلا کیلئے تیار رہو،

☆...... اور فرمایا کرتے، اس راہ کا کمال طلبِ حقیقی ہے، چنانکہ طالب کو بے قراری اور بے آرامی رہے۔

این طلب مفتاح مطلوبات تست
ہم سپاہ و نصرت و رایات تست

☆...... حضرت خواجہ ء ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا کہ جب درویش خود سے گزر چکے ہوتے ہیں، اور کچھ بھی طلب نہیں کرتے، پس وہ "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" (اے اللہ مجھے بخش دے) کیوں کہتے ہیں، فرمایا "اپنے وجود کی "جہت پاکی" کیلئے اور دوسروں کی "جہت پاکی" کیلئے،

☆...... حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا، کرامات کے بارے میں درویش کیا کہتے ہیں۔ فرمایا جو کچھ بھی ہے، تمام کلمہء توحید کی حقیقت کے مقابلے میں نفی ہے، کرامات کیا ہیں "اَصْحَابُ الْکَرَامَاتِ کُلُّھُمْ مَحْجُوْبُوْنَ وَالْعَارِفُوْنَ عَنِ النَّظَرِ اِلَیْھَا مُبْعُوْدُوْن" تمام اصحاب کرامات محجوب ہیں، اور عارف ان کو دیکھنے سے دور رہتے ہیں۔

☆...... حضرت خواجہء ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا، اہل اللہ کو مخلوق کے "خطورات"

اور احوال اور اعمال کے بارے میں کسطرح "بصیرت وشناخت" حاصل ہوتی ہے، فرمایا حق تعالیٰ کے عطا کردہ نور فراست کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ چنانکہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے، "اِتَّقُوْا فَرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ" مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

☆......حضرت خواجہ ء ماقدس سرہٗ سے کرامات طلب کی گئیں تو فرمایا "کرامات ماظاہراست باوجود چندیں گناہ برروی زمین می توانیم رفت، ہماری کرامات تو ظاہر ہیں کہ گہنگار ہونے کے باوجود روئے زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔

☆......اور فرمایا، شیخ سے احوال کا ظہور، مرید کی کرامت ہے، حضرتِ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ روحہٗ سے منقول ہے کہ ان سے کرامات طلب کی گئیں تو فرمایا ایک روز ہم شیخ بزرگوار شیخ ابوالعباس قصاب علیہ الرحمہ کی خدمت میں تھے کہ ان سے کرامات طلب کی گئیں، آپ نے فرمایا میں سرکش ہوں، پس یہ مخلوق میرے پاس کیوں جمع ہونے لگی ہے، حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا کہ آپ کے جنازہ کے درپیش ہم کونسی آیت پڑھیں، فرمایا یہ شعر پڑھ دینا ۔

چیست ازیں خوب تر در ہمہ آفاق کار

دوست رسد نزد دوست ، یار بنزدیک یار

☆......حضرت خواجہ ء ماقدس اللہ روحہٗ نے فرمایا یہ شعر پڑھنا تو "کارِ بزرگ" ہے۔ ہمارے جنازے کے ساتھ یہ شعر پڑھ دینا

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو

شیئاً للہ از جمال روئے تو

☆......حضرت خواجہ ء ماقدس اللہ سرہٗ سے قلب سلیم کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا۔

عاشق تو یقین دانکه مسلماں نبود
در مذہب عشقِ کفر و ایمان نبود
در عشق دل و عقل و تن و جاں نبود
وآں کس که چنیں نباشداو آں نبود

یعنی تو یقین کر کہ تیرا عاشق مسلمان نہیں ، کیونکہ مذہب عشق میں کفرو ایمان کی کوئی جگہ نہیں، عشق میں دل، عقل اور جسم کی گنجائش ہی کہاں ہوتی ہے۔

☆......حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال کیا گیا کہ بعض مشائخ نے کہا ہے "اَلصُّوْفِیُ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ" صوفی غیر مخلوق ہے۔ اس قول کی کیا تاویل ہے؟ حضرتِ خواجہ نے فرمایا، صوفی کو بعض اوقات وہ صفت و حالت درپیش ہوتی ہے کہ وہ نہیں ہوتا۔ یہ سخن اس وقت کی نسبت ہے ورنہ صوفی بھی تو مخلوق ہے۔

☆......حضرت خواجہ ء ما قدس اللہ سرہٗ سے سوال کیا گیا، حضرت شیخ جنید قدس اللہ سرہٗ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا" اقْطَعُ الْقَارِئِیْنَ وَصْلُ الصُّوْفِیِّنَ" قاریوں کا قطع ہونا صوفیوں کا وصل ہے۔ یہاں قاری اور صوفی سے کیا مراد ہے، حضرتِ خواجہ نے فرمایا" قاری وہ ہے جو اسم میں مشغول رہے اور صوفی وہ ہے جو مسمّیٰ میں مشغول رہے"۔

☆......حضرت خواجہ ما قدس اللہ سرہٗ سے سوال ہوا، کہ "اَلْفَقِیْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلَی اللّٰہِ" فقیر اللہ کی طرف احتیاج نہیں رکھتا، بزرگوں کے اس سخن سے کیا مراد ہے۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا، اس کی مراد 'نسبتِ سوال' سے احتیاج کی نفی ہے۔ حسبی سوالی، علمہٗ بحالی، وہ مجھے سوال سے کافی ہے کیونکہ وہ میرے ہر حال کو جانتا ہے، کا اشارہ اسی مقام کیلئے ہے۔

☆......حضرت خواجہ ء ما قدس اللہ روحہٗ سے سوال ہوا" اذا تم الفقر فھو اللہ " جب فقر مکمل ہو گیا تو وہ اللہ (کا عرفان) ہے کا کیا مطلب ہے، فرمایا یہ بندہ کی فنا اور نیستی کی

طرف اشارہ ہے کہ وہ حق کی صفات میں محو ہو جاتا ہے۔

چوں تو نبودی که بود جمله خدا بود و بس
چوں تو نه ماندی که ماند جمله خدا اے گدا

اور فرمایا کہ جو بزرگ کہتے ہیں " لا تصح معرفة المعارف حين يتضرع الى الله " عارف کی معرفت درست نہیں جب وہ اللہ کی طرف زاری کرتا ہے۔ یہاں بندے کی ہستی اور اس کی صفات کی بقا کی طرف اشارہ ہے۔

تا تو ز ہستی خود زیر و زبر نگردی
در نیستی مطلق مرغ به پر نگردی
ایں پرده نهادت در ہم شکن که ہرگز
درپرده ره نیابی تا پرده در نگردی
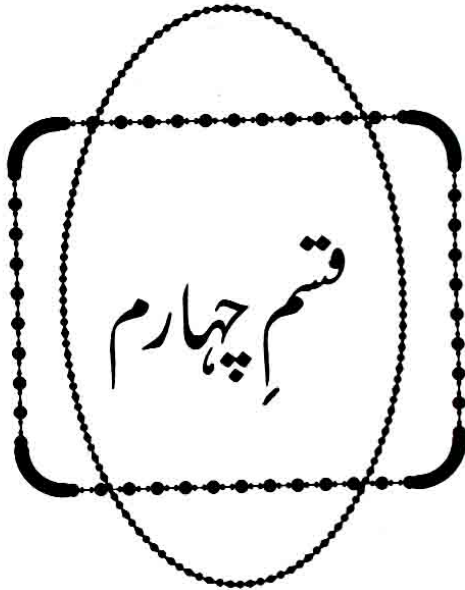
ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کی ولایت کے تلاطم خیز سمندروں سے ظاہر ہونے والی کرامات، ظہورات، احوال اور آثار کا ذکر،

❀❀

آئینہ ادراک : حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہ، سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ، بخارا شریف میں جلوہ گر تھے، آپ کے دوستان عزیز میں سے مولانا عارف خوارزم گئے ہوئے تھے۔ آپ ''صفت بصیری'' میں کلام فرما رہے تھے۔ کہ اس وقت ارشاد فرمایا، اس وقت مولانا عارف کو خوارزم سے سرائے کی طرف جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ خوارزم سے باہر آ کر سرائے کے راستے فلاں موضع تک گیا ہے۔ پھر چند لمحے ٹھہر کر فرمایا کہ اب مولانا عارف کے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ وہ سرائے میں نہ جائے۔ لو اب وہ واپس خوارزم کی طرف آ گیا ہے۔ اس وقت جتنے درویش حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر تھے، سب نے اس قصہ کی تاریخ لکھ لی۔ فرصت کے بعد مولانا عارف خوارزم سے آئے تو حاضرین مجلس نے ان سے پوچھا کہ کیا فلاں تاریخ کو خوارزم میں سرائے کی طرف آنے کا اتفاق ہوا تھا؟ مولانا عارف نے شروع سے آخر تک تمام قصہ اسی طرح بیان کیا جسطرح حضرت خواجہ بیان فرما چکے تھے۔ سب حاضرین حیرت زدہ ہو گئے کہ حضرت خواجہ نے کیسے جانے کی وجہ اور واپس ہونے کو مشاہدہ کر لیا۔

ہمیں فراموش نہ کرنا:۔ ماوراء النہر کے شہروں کے ایک دانش ور انسان سے منقول ہے کہ اوائل شباب ہی میں میری حضرت خواجہ قدس سرہ سے گہری وابستگی اور محبت تھی۔ اور آپ کی برکت نظر سے میرے اندر ایک خاص صفت پیدا ہو گئی تھی، آپ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ ''مارا فراموش نہ کنی''، ہمیں فراموش نہ کرنا، میرا کوئی لمحہ آپ کی یاد سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ اسی اثنا میں میرے والد کو حج پہ جانے کا اتفاق ہوا

۔انہوں نے مجھے بھی ہمراہ لے لیا۔ جب ہم ہرات پہنچے اور اس شہر کے حالات کا مطالعہ کیا تو حضرت خواجہ سے ملنے والی وہ صفت غائب ہوگئی۔ پھر اس کے بعد جب ہم اصفہان پہنچے تو اس کے اطراف میں ایک عزیز تھا کہ خلق روزگار اس کی قربت چاہتی تھی اور اس میں ولایت کی نشانیاں نظر آتی تھیں ۔میرے والد نے اس عزیز سے التجاء کی کہ وہ میری طرف نظر کرے۔اور میرا یہ حال تھا کہ میں حضرت خواجہ کی ''صفتِ غیوری'' سے خوفزدہ تھا۔ پھر جب ایک سال یا زیادہ مدت کے بعد حج سے مراجعت ہوئی تو میں حضرت خواجہ سے ہراتمیں ہونے والے قصور اور اصفہان کے قصے کے سبب بہت خوفزدہ تھا، حضرت خواجہ نے فرمایا، نہ ڈر، وہ ہمارا ہی کام تھا۔تو ہمارا فرزند ہے، اور کوئی ہمارے فرزندوں پر تصرف نہیں کرسکتا۔اور پھر فرمایا جب تو ہرات پہنچا تو ہمیں فراموش کردیا تھا۔

فراموشی نہ شرط دوستان است

بارگاہ رسالت کے حضور: ایک دانش مند سے منقول ہے کہ میں نے سفر عراق کا پختہ ارادہ کرلیا تو مجھے حضرت خواجہ کے بعض درویشوں کی موافقت کا اتفاق ہوا۔جب ہم سمنان پہنچے تو ہم نے سنا کہ یہاں ہمارے خواجہ کا ایک محبّ صادق امیر محمود قصر مغانی رحمۃ اللہ علیہ قیام پذیر ہے۔میں ان درویشوں کے ہمراہ اس عزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔جب اس سے ملاقات ہوئی تو اس سے حضرت خواجہ کے ساتھ وابستگی کا سبب پوچھا گیا۔اس نے کہا کہ عنایت الٰہی سے ایک رات میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک نہایت باصفا مقام پر حضرت رسول اللہ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔اور اللہ بہتر جانتا ہے یا وہ بزرگان امت میں سے کوئی بزرگ تھے۔اس مجلس میں ایک عزیز ہے جو نہایت نورانی صورت ہے۔میں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم یا اس بزرگ امت سے تضرع ومسکنت کے ساتھ التماس کی کہ میں آپ کی خدمت کے ''عہد وزمان'' کی برکت اور شرف صحبت کو حاصل نہ کرسکا، اور اس سعادت سے دور

رہا، میرے کام کی کیا تدبیر ہے۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام یا اس بزرگ نے مجھ سے فرمایا، اگر تو چاہتا ہے کہ ہمارے خیر و برکت کو حاصل کرے تو اس عزیز کی متابعت اختیار کر اور حضرت خواجہ کا نام مبارک مجھے بتایا۔ حالانکہ اس سے پیشتر میں نے کبھی حضرت خواجہ کو دیکھا تک نہ تھا۔ جب میں بیدار ہوا تو حضرت خواجہ کی صفت وصورت کو ایک کتاب کی پشت پر لکھ لیا۔ اور اس پر وہ تاریخ ثبت کر دی، اس واقعہ کے چند سال بعد ایک دن میں بازار میں ایک بزاز کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ ناگاہ وہ نورانی عزیز آیا اور دکان پر بیٹھ گیا۔ اس کی جبین مبارک سے ہیبت وجلال کا اثر ظاہر تھا۔ جب میں نے اس کے روئے مبارک پر نظر ڈالی تو میرے دل میں وہی صورت جلوہ گر ہوئی جسے میں نے کتاب کی پشت پر لکھا تھا۔ میرا حال دگرگوں ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب میں صحیح حالت میں آیا تو حضرت خواجہ سے گزارش کی کہ آپ اس کمزور انسان کے گھر کو اپنے قدم شریف سے نوازیں۔ حضرت خواجہ نے کرم فرمایا اور میرے آگے چل پڑے اور میں آپ کے عقب میں اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ یہ پہلی کرامت تھی جو میں نے حضرت خواجہ سے مشاہدہ کی تھی۔ آپ نے میرا گھر ہرگز نہ دیکھا تھا۔ میرے گھر میں داخل ہوئے اور اتفاقاً میرے کمرے کا ارادہ فرمایا، آپ کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کی دیوار کے طاق میں چند کتابیں تھیں، حضرت خواجہ نے دست مبارک دراز فرمایا اور ان کتابوں کے درمیان سے ایک کتاب باہر نکالی، اور میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا، تو نے اس کتاب کی پشت پر کیا لکھا ہے؟ جب میں نے دیکھا کہ وہ واقعہ اس کتاب کی پشت پر رقم ہے تو اس تاریخ سے لے کر حضرت خواجہ کی ملاقات تک سات سال گزر چکے ہیں۔ تو میرا احوال اس مبارک بات سے اور بھی قوی ہو گیا۔ میں درست حالت میں آیا تو آپ نے بہت لطف فرمایا اور میری درخواست قبول فرمائی اور مجھے اپنی بندگی سے مشرف فرمایا۔ بعد ازاں اس دانشمند نے اس عبد ضعیف سے کہا کہ میں نے حضرت خواجہ کے ادنی ترین درویشوں سے وہ حالت

مشاہدہ کی ہے کہ تقریر سے باہر ہے۔

بے سجادہ رنگین کن: حضرت خواجہ علاء الحق والدین، عطر اللہ تربتہ، وکثر قربتہ نے فرمایا کہ ایک شام حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ، بخارا شریف کے ایک محلّہ گلاباد میں ایک درویش کے گھر نزول فرماتے۔ درویشوں کا مجمع حاضر تھا۔ دریں حال حضرت خواجہ قدس اللہ روحہ، نے مولانا نجم الدین دادرک کی طرف توجہ فرمائی۔ ہم جو کچھ تمہیں حکم فرمائیں کیا وہ بجالائے گا۔ اس نے کہا میں بجالاؤں گا، فرمایا اگر ہم فلاں عمل یا فلاں کام کا حکم دیں تو کیا اس سے عہدہ برآ ہوگا، اس نے کہا، ہوں گا۔ فرمایا اگر ہم چوری کے بارے میں حکم کریں کیا چوری کرو گے۔ اس نے کہا نہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کیوں، اس نے کہا اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کا کام ہے اور اس کے کرم کی کوئی "نہایت" نہیں اور چوری کا تعلق بندوں کے حق کے ساتھ ہے۔ حضرت خواجہ نے "مولانا دادرک" سے فرمایا، چونکہ تو نے ہمارا حکم نہیں مانا لہذا ہماری صحبت ترک کردے، فوراً اس پر "حالت قبض" اور اندوہ عظیم نے غلبہ کرلیا، اور وہ شدید اضطراب کا شکار ہو گیا۔ حضرت خواجہ کے حاضرین نے درخواست کی اور بہت تضرع سے کام لیا، پھر کہیں جا کر حضرت خواجہ نے مولانا دادرک کو معاف فرمایا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ اس "منزل" سے باہر آئے، آپ کی خدمت میں مولانا دادرک بھی تھا، آپ کچھ درویشوں کے ساتھ دروازۂ سمرقند کے محلے کی طرف متوجہ ہوئے، جب ایک مقام پر پہنچے تو ایک مکان کی جانب توجہ فرمائی، اور درویشوں سے فرمایا، اس مکان میں سوراخ کیا جائے۔ درویش بہت جلد اس عمل میں مشغول ہو گئے اور انہوں نے سوراخ کرلیا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس مکان کی فلاں جگہ ایک بوری موجود ہے، جو مال سے بھری ہوئی ہے۔ وہ بوری مکان سے باہر لے آؤ۔ جلدی سے درویشوں نے مال سے بھری ہوئی بوری باہر نکال دی، حضرت خواجہ درویشوں کے ہمراہ ایک گوشہ میں بیٹھے رہے۔ ایک ساعت کے بعد "آوازِ سگ" سنائی دی۔ حضرت خواجہ نے "مولانا

دادرک'' کو بعض درویشوں کے ساتھ فرمایا کہ اس مکان کی دوسری جانب جاؤ جب وہ گئے تو دیکھا کہ چوروں نے اس مکان کی دوسری طرف سوراخ کیا ہوا تھا، چور اندر گئے اور پھر باہر نکل کر کہنے لگے، ہم سے پہلے ہی ''عیاروں'' نے اس گھر کا مال اڑا لیا ہے۔انہوں نے وہ حالت، مشاہدہ کی تو متحیر ہوئے، اتفاقاً اس مکان کا مالک باغ میں گیا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ نے وہ ''جوال رخت'' ایک درویش کے ہاتھ اس مکان کے مالک کے پاس بھیجی۔ اور اس درویش سے فرمایا کہ اس سے اسطرح کہو، سب درویش رات کو اس جگہ سے گزرے، اس حال سے واقف ہوئے اور انہوں نے بوری چوروں سے بچالی۔ بعدہٗ حضرت خواجہ نے ''مولانا دادرک'' سے فرمایا اگر تو شروع میں اس قصے کو قبول کرلیتا تو تجھ پر اسکی حکمت بسیار ظاہر ہو جاتی۔ ''مولانا دادرک'' اس سے ''قوی نادم'' ہوا اور اس واقعہ کا مطالعہ ایک جمات کے ''رسوخ محبت'' کا سبب بنا۔ کتاب صحیح بخاری شریف میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ میں یہ حدیث مذکور ہے، حضرت پیغامبر ﷺ کا فرمان ہے " رحم الله اخی موسیٰ لو صبر لغض الله علیه " اللہ میرے بھائی موسیٰ پر رحم فرمائے اگر وہ صبر کرلیتے تو اللہ کچھ اور بیان فرماتا۔

ہمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالك بے خبر نبود زرسم وراہ منزل ہا

(مترجم)

صورت حال کا مشاہدہ: ایک درویش سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ 'مرو' میں تشریف فرماتے تو میں ان کی خدمت اقدس میں رہتا تھا۔ حضرت خواجہ درویشوں کو ہر ایک کے حال کے مطابق ''طعیت بشریت'' کی مخالفت کا حکم فرماتے۔ دریں اثنا اہل و اولاد کی رغبت نے بہت مشوش کیا۔ میں اجازت طلب کرنے سے بہت ڈرتا تھا کہ بخارا شریف کی طرف روانہ ہو جاؤں، شیخ امیر حسین آپ

کی خدمت میں رہتے تھے، میں نے ان سے درخواست کی کہ کسی مناسب موقع پر آپ حضرت خواجہ سے مجھے اجازت حاصل کردیں، بخارا کی طرف سے کوئی آدمی آیا ہے اور اس نے خبر دی ہے کہ میرا بھائی شمس الدین فوت ہو چکا ہے، میرا دل پریشان ہے۔ اتفاقاً اس دن جمعہ تھا۔ جس وقت حضرت خواجہ ''مسجد جمعہ'' سے باہر نکلنے کو تھے۔ شیخ امیر حسین نے میرے بھائی شمس الدین کی وفات کی خبر سنائی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا امیر حسین تو نے اس کے فوت ہونیکی بات کیسے کردی۔ وہ فوت نہیں ہوا۔ اسکی بو آرہی ہے۔ پھر فرمایا اسکی بو نزدیک آرہی ہے۔ جب حضرت خواجہ نے شیخ امیر حسین سے یہ سخن فرمایا، برادرم شمس الدین بخارا کی طرف سے پہنچ گیا اور اس نے حضرت خواجہ کو سلام کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا'' امیر حسین ! یہ ہے شمس الدین''، اب حاضرین کا حال دگرگوں تھا، اور یہ قصہ اس علاقے میں مشہور ہو گیا۔

خواجۂ مشکل کشا، مشکل مری آسان کر: حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے ایک محبّ سے منقول ہے، جس تاریخ میں ایک لشکر ''دشتِ قپچان'' سے بخارا شریف آیا اور اس نے بہت سی خلقت کو قتل کر دیا اور بہت زیادہ کو اسیر بنالیا، میرا بھائی بھی پکڑا گیا تو میرا باپ اپنے بیٹے کی وجہ سے بہت ''خستہ خاطر'' ہوا۔ اور ہمیشہ مجھے کہتا رہا کہ اگر تو میری رضا چاہتا ہے تو اپنے بھائی کی تلاش میں ''دشتِ قپچان'' کی طرف جا۔ چونکہ مجھے حضرتِ خواجہ قدس اللہ روحہٗ سے مکمل عقیدت و محبت تھی اور میں ''مہمات'' میں آپ کی مشاورت کی جانب رجوع کیا کرتا تھا، لہذا یہ قصہ بھی آپ کے حضور عرض کر دیا، آپ نے فرمایا چلا جا اور اپنے باپ کی رضا حاصل کر، اس کفایت میں بہت زیادہ سعادت ہے۔ میں نے چند درم آپ کی خدمت میں پیش کیے، آپ نے لطف فرمایا۔ اور قبول کرنے کے بعد عطا کرتے ہوئے فرمایا'' نگاہ دار! ان سے برکتیں ہوں گی۔ اور جس جگہ تجھے سفر میں کوئی مہم پیش آئے، ہماری طرف متوجہ ہو جانا''۔ جب میں آپ کے اشارے سے روانہ ہوا تو اس سفر میں معمولی تجارت سے بھی بہت زیادہ

فتوح" حاصل ہوئیں، اور بے تشویش میں نے اپنے بھائی کو خوارزم میں پالیا۔ ہم اسیروں کی جماعت کے ساتھ کشتی میں بیٹھے اور بخارا شریف کی طرف متوجہ ہوئے۔ کشتی میں بہت زیادہ لوگ موجود تھے۔ ناگاہ باد مخالف اٹھی اور یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کشتی غرق ہو جائے گی۔ لوگ فغاں کرنے لگے، اس درماندگی کی حالت میں میرے کان میں ایک آواز آئی کہ کوئی حضرت خواجہ کو یاد کر رہا ہے۔ اب حضرت ایشاں قدس سرہٗ کا وہ سخن مبارک مجھے یاد آیا، "جس جگہ تجھے سفر میں کوئی مہم پیش آئے ہماری طرف متوجہ ہو جانا۔" میں نے حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی تو اس حال میں آپ ظاہر ہو گئے۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ اسی لمحے آپ کی برکت سے ہوا ساکن ہو گئی اور موج دریا رک گئی۔ اس فرصت کے بعد جب ہم دونوں بھائی بہ سلامت بخارا پہنچے اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کی تو آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا "اس وقت کشتی میں جب تو نے ہمیں سلام کیا تھا، ہم نے تیرے سلام کا جواب دیا تھا مگر تو نے نہیں سنا، اس واقعہ کے مطالعہ سے حضرت خواجہ کے ساتھ میری محبت اور عقیدت میں اور اضافہ ہو گیا۔

(اس ایمان افروز واقعہ کا ترجمہ کرتے وقت اس مترجم عاجز سے یہ نظم موزوں ہو گئی، میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی حضرت خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہ الباری کے ذکر کی برکت شامل ہے۔)

اس گدائے بینوا کو واصل عرفان کر
خواجہ مشکل کشا، مشکل میری آسان کر

دیدہ و دل میں درخشاں عشق کا ارمان کر
ہستی بیجاں میں پیدا رُوح کا فیضان کر
آ گیا ہوں تیرے در پر تیری رحمت جان کر
اے شہِ صدق و صفا اِحسان کر، احسان کر

خواجہ مشکل کشا، مشکل میری آسان کر

کشتیِ جاں کب سے ساحل آشنا ہوتی نہیں
میری سوچوں کی کہیں بھی اِنتہا ہوتی نہیں
آنکھ روتی ہے مگر کم اِبتلا ہوتی نہیں
چشمِ بینا سے مری اُمید کا سامان کر
خواجہ مشکل کشا، مشکل مری آسان کر

میرے دل میں نقش کردے بندِ اِلاَّ اللہ کا
عرش تک پہنچے اثر میرے جگر کی آہ کا
کس قدر شہرہ ہے دنیا میں تری شہرہ کا
میں مسافر ہوں، مسافر کو عطا پہچان کر
خواجہ مشکل کشا، مشکل مری آسان کر

تیرے دسترخوانِ نعمت سے پلا میرا وُجود
آہ نظروں سے ابھی تک گم ہے وحدت کا شہود
حسرتِ نابود کیا ہے اور کیا ہے فکرِ بُود
اس غلامِ زار کے افکار کو یکجان کر
خواجہ مشکل کشا، مشکل مری آسان کر

حکیم ترمذی کی بشارت: حضرتِ شیخ عبد اللہ خجندی علیہ الرحمہ سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے ساتھ میری پیوستگی کا سبب یہ تھا کہ آپ کی صحبت سے مشرف ہونے سے چند سال قبل میرے اندر جذبہ پیدا ہوا۔ میں خجند میں بہت ''بے قرار اور بے آرام'' تھا۔ جب اس راہ کے ''دردِ طلب'' کا میرے وجود پر استیلاء ہوا تو میں اسی حال میں خجند سے باہر نکلا اور ہر طرف سے پھرتا ہوا ''ترمذ'' پہنچ گیا۔ حضرت خواجہ محمد علی حکیم ترمذی علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دی،

چونکہ مجھے ''قوی اضطراب'' لاحق تھا اس لئے اس مقام کی نسبت مجھ سے بے ادبی صادر ہوگئی، وہاں متعین خادم نے مجھے تکلیف دینی چاہی مگر جب اسے میری حالت معلوم ہوئی تو اس نے مجھے ''معذور'' سمجھا۔ بعدہٗ میں ''دریائے جیحون'' کے کنارے واقع ایک مسجد میں آ کر سو گیا، پھر میں نے دیکھا کہ دو ''بغایت نورانی'' بزرگ تشریف لائے۔ ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ، ہمیں جانتے ہو؟ میں محمد علی حکیم ہوں اور دوسرے حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ تو اپنے آپ کو اس وقت تشویش واضطراب میں مبتلا نہ کر، تو جو طلب کر رہا ہے اس کا یہ وقت نہیں تیرا مدعا بارہ سال کے بعد بخارا میں مل جائے گا، اور قطب زماں حضرت خواجہ بہاؤ الدین کی بارگاہ سے حاصل ہوگا۔ اس واقع سے مجھے تسکین نصیب ہوئی۔ اور میں خجند لوٹ آیا، ایک دن میں بازار جا رہا تھا۔ میں نے مسجد میں دو ترک دیکھے جو آپس میں گفتگو کر رہے تھے، میں نے غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ میرا دل ان کی طرف مائل ہوگیا اور جلدی سے میں ان کیلئے طعام لے آیا۔ انہوں نے کہا یہ درویش طالب ہے، اس کے لائق یہی ہے کہ یہ ہمارے سلطان زادہ اسحاق خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوجائے۔ میں نے ان سے یہ بات سن کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ اسحاق خواجہ ''اسبیجاب'' کے نواح میں رہتے ہیں میں خجند سے ان کی صحبت پاک میں چلا گیا'' وہ بسیار لطف'' سے پیش آئے۔ انکا ایک فرزند تھا جو بہت شائستہ تھا، اس سے قبول ونجابت کے آثار ظاہر تھے۔ ایک دن اس نے اپنے والد گرامی اسحاق خواجہ سے عرض کی کہ یہ درویش مسکین ہے اسے چاہیے کہ آپ کی صحبت میں رہے، اسحاق خواجہ گریاں ہوئے اور فرمانے لگے، اے فرزند! یہ درویش حضرت خواجہ بہاؤ الدین کا فرزند ہوگا، ہم اس پر تصرف نہیں کر سکتے، میں خجند کی طرف واپس آ گیا۔ اور ان دو اشاروں کے ظہور کا انتظار کرنے لگا۔ ایک عرصے کے بعد مجھے بخارا کی کشش ہوئی اور میں توقف نہ کر سکا۔ میں حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہوگیا، جب میں بخارا میں حضرت ایشاں کی بارگاہ میں حاضر ہوا، تو بارہ سال گزر چکے تھے۔ خواجہ پاک نے ارشاد فرمایا، عبداللہ

خجندی، خوش آمدید، ابھی بارہ سال تمام ہونے میں تین روز باقی ہیں، آپ کے اس اشارے سے میرے اندر ایک عظیم صفت نے تصرف کیا اور مجھ میں ان کی محبت کی صبح سعادت پیدا ہوگئی۔ ان کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تمام درویش حیران ہو کر مجھ سے اس اشارت کا قصہ دریافت کرنے لگے، میں نے "اول تا آخر" تمام قصہ سنایا تو ان کی حیرت دو چند ہوگئی۔ بعدہ حضرت خواجہ نے عنایت فرمائی اور مجھے غلامی میں قبول فرمالیا۔

احوالِ دل کی خبر: حضرت بابا سمرقندی علیہ الرحمہ سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی کرامات و مقامات مشہور ہوئے تو مجھ میں ان کی "ملاقات کا داعیہ" پیدا ہوا، اور میں سمرقند سے ان کی صحبت شریف کی دریافت کیلئے بخارا کی طرف متوجہ ہوا۔ جس وقت میں نے ان کی خدمت میں ج نے کیلئے توجہ کی تو میرے دل میں خیال آیا کہ بخارا میں سب سے پہلے میں ان کی خدمت سے مشرف ہوں گا۔ میں بخارا پہنچ کر کاروان سرائے میں اترا اور اس سے پہلے کہ کسی سے ملاقات کروں، کارواں سرائے سے جلد ان کی خدمت میں پہنچنے کا ارادہ کر کے باہر نکل آیا، اور ان کی طرف چلنے لگا، میں نے راستے میں ایک گروہ کو دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ درویشوں کا گروہ ہوگا، میرے اندر ایک صفت نے تصرف کیا اور میں تیزی سے ان کے تعاقب میں چل پڑا، پھر میرے دل میں خیال آیا کہ جب میں پہلے پہل حضرت خواجہ سے ملوں تو آپ مجھے "سر شیر" عطا فرمائیں۔ اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہ ہونے دیں۔ اسی خیال میں، میں نے، دو تین قدم اٹھائے تو وہ گروہ کھڑا ہو گیا۔ ان کے درمیان ایک "نورانی عزیز" تھا جس کی پیشانی سے آثارِ ولایت چمک رہے تھے۔ اس نے میرا استقبال کیا۔ اور مجھے "کنار گرفت" میں لے کر دو مرتبہ فرمایا "خوش آمدی بابا صاحب سمرقندی" اور حال یہ تھا کہ میں نے اس سے پہلے اس عزیز سے کبھی ملاقات نہیں کی تھی۔ میں متحیر تھا کہ وہ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔

اسی وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ یہی حضرت خواجہ بہاؤالدین ہیں۔ آپ چل پڑے اور مجھ سے سمرقند کے اکابر علماء کے احوال پوچھنے لگے، جب وہ منزل پہ پہنچے تو اس منزل سے حضرت خواجہ جلدی سے باہر تشریف لائے اور ان کے سب حاضر و غائب اصحاب ان کی سنت وطریقت کے مطابق بیٹھ گئے۔ ان کی صحبت غایت درجہ "باروح" اور خوش باش تھی اور مجلس "قوی دلکش" تھی، فرصت کے بعد معاً حضرت خواجہ نے تشریف لاکر سرشیر کی گرم ٹکیا میرے سامنے رکھ دی اور میرے نزدیک بیٹھ کر فرمایا کھاؤ، یہ تمہارا "نصیبہ" ہے، تمہارے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوگا، اور پھر آہستہ سے مجھے کہا: "عزیزوں کے دل کو اتنی سی بات کیلئے تکلیف نہیں دینی چاہیے"۔

<u>جو چاہا سو پالیا:</u> حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ملازموں میں سے ایک درویش سے منقول ہے کہ عید قربان تھی۔ حضرت خواجہ شہر بخارا میں ایک درویش کی منزل پر تشریف فرما تھے۔ اور مقام معرفت سے متعلق کچھ فرما رہے تھے۔ میرے دل میں آیا کہ آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں عید کی مبارک باد پیش کروں۔ اور آپ مجھے خلوت میں کھانا دیں اور تین درم کے بادام، تین درم کی سوئیاں اور تین درم کا مغرانہ شور عطا فرمائیں، جب حضرت خواجہ مصلے سے اٹھے تو مجھے فرمایا میری والدہ ماجدہ کو عید مبارک کہنے کیلئے جاؤ۔ جب اس درویش کے گھر پہنچے تو اسے فرمایا کہ گھر میں خلوت کرو، اور مجھے اشارہ کیا کہ اس گھر میں چلے جاؤ۔

جب میں اندر گیا تو حضرت خواجہ نے میری طلب سے زیادہ کھانا بھجوادیا۔

اس کے بعد ایک آدمی آیا، اس نے سویاں پیش کیں، آپ نے پوچھا یہ سویاں کتنے درم کی آئی ہیں، اس نے کہا تین درم کی، پھر دوسرا آدمی مغرانہ شور کا طبق لے کر آیا، آپ نے پوچھا، کتنے کا خریدا ہے، اس نے کہا، تین درم کا، ایک ساعت گزر گئی تو کسی نے آ کر آپ کی خدمت میں تین درم ہدیہ کئے۔ آپ نے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا، تو نے اس روز ہم سے تین چیزیں طلب کیں، مبارک باد کی اجازت، طعام خلوت، اور

یہ تین چیزیں، پھر اسی وقت فرمایا، یہ خواہشات نیک نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ہم ان (خواہشات کو پورا کرنے) کیلئے اُس جہان سے اِس جہان میں آئے اور (یادالٰہی کو چھوڑ کر) تیرے کام کی کفایت کیلئے گوشہ دل کو ادھر مشغول کیا،

باغ زاغان کا قصہ: ایک درویش کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے پہلی مرتبہ سفر مبارک سے مراجعت فرمائی تو ماخان تشریف فرما ہوئے ایک دانشمند مولانا محمد ہروی آپ کے پیچھے بغداد پہنچے اور طلب کا اظہار کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "یہ زمان التفات پر موقوف ہے"۔ ایک روز درویشوں کی جماعت حاضر خدمت تھی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا اب وہ وقت آ گیا ہے جس کا انتظار اس راہ کے طالب، عاشق اور دل سوختہ کر رہے تھے، مولانا محمد ہروی کو پاس بلا کر فرمایا تو بھی واقف ہوتا کہ تجھے بھی حصہ نصیب ہو جائے، آپ نے اتنا فرما کر "انگشت مسبحہ" اس کے زانو پر لگائی تو اس کا حال دیگر ہو گیا، حضرت خواجہ اسے اپنی پہلی حالت پر لا کر فرمانے لگے، "باخبر ہو کہ وہ وقت گزر رہا ہے" اور پھر اس کی طرف التفات فرمائی، پھر "حالت اول" واقع ہو گئی، پھر آپ نے اسے واپس لاتے ہوئے فرمایا "خوب توجہ کر کہ اب وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے" آپ مولانا محمد ہروی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس پر مزید عنایت فرمائی، جب اس حال میں ایک ساعت گزری تو فرمایا "اے مسلمان! اس وقت "باغ زاغان" کو یاد کرنے کا کیا ہی موقع ہے" یونہی حضرت خواجہ نے یہ سخن فرمایا، مولانا ہروی گریہ زن ہو گئے اور اپنا لباس پارہ پارہ کر لیا، اور "اضطراب عظیم" ظاہر کیا۔ جب مولانا محمد ہروی اس اضطراب سے ساکن ہوئے تو اصحاب نے ان سے پوچھا کہ اس وقت، حضرت خواجہ نے جو فرمایا کہ "باغ زاغان" کو یاد کرنے کا کیا ہی موقع ہے، اس کا کیا سبب تھا، اور حضرت خواجہ کے سخن کے بعد آپ پر وہ اضطراب کیسا تھا، مولانا محمد ہروی نے کہا "باغ زاغان کا قصہ یوں ہوا، کہ ایک روز میں ایک دینی دوست کے ساتھ ہرات کے باغ زاغان میں تھا، اس دوست نے مجھے کہا، جس

وقت تجھے دوستان حق میں سے کسی دوست کی صحبت مل جائے اور تجھے اس صاحب دولت کی برکت نصیب ہو جائے تو مجھے فراموش نہ کرنا۔ جس وقت حضرت خواجہ مجھ پر التفات کر رہے تھے اور عنایت فرما رہے تھے تو میرے احوال عجیب ہو گئے، تو باغ زاغان کا قصہ میرے دل میں گزرا، اس لئے حضرت خواجہ نے فرمایا ''کہ اس قصے کو یاد کرنے کا کیا ہی موقع ہے'' اور میرے اضطراب کی یہ وجہ تھی کہ حضرت خواجہ میرے خیال سے مطلع ہو گئے ہیں۔ میں کئی سال سے دنیا میں پھر رہا تھا لیکن یہ کمال کسی میں نظر نہ آیا اور میرا یہ خیال تھا کہ اس زمانے میں ایسا صاحب شرف اور کوئی نہیں۔

حجابات اٹھ گئے: حضرت خواجہ علاء الدین عطر اللہ روضۃ سے منقول ہے کہ ایک روز میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے حضور حاضر تھا، اتفاقاً فضا ابر آلود تھی، حضرت خواجہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے، میں نے عرض کیا، ابھی نماز کا وقت نہیں ہوا، آپ نے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو، جب میں نے دیکھا تو کوئی حجاب نہ رہا، آسمان کے تمام فرشتے نماز ظہر کا فریضہ ادا کرنے میں مشغول تھے۔ آپ نے فرمایا، اب کیا کہتے ہو، کیا نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے؟ میں اپنے کلام پر پشیمان ہوا اور استغفار پڑھا، اور مدت تک اس سخن میں ڈوبا رہا۔

حال دل کی کیفیت: حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے ایک درویش نے بیان کیا کہ کسی نے حضرت خواجہ علاء الحق والدین علیہ الرحمۃ والغفر ان سے سوال کیا، آپ کے نزدیک حال دل کی کیا کیفیت ہے، آپ نے فرمایا، یہ کیفیت مجھے معلوم نہیں۔ اس درویش نے کہا، ہمارے نزدیک تو دل تین روزہ چاند کی طرح ہے۔ حاضرین نے قصہ حضرت خواجہ تک پہنچا دیا، آپ نے فرمایا۔ اس درویش نے اپنے دل کی کیفیت بیان کی ہے، پھر اسی وقت آپ نے حضرت خواجہ علاء الحق والدین کو طلب فرمایا، اور ان پر کرم فرمایا، اور اپنا قدم مبارک ان کے قدم پر رکھا، ان پر ایک ''حال بزرگ'' نے تصرف کیا، بعد ازاں، حضرت خواجہ علاء الحق والدین اس حال سے واپس آئے، آپ

نے فرمایا''اب اس حال کی شرح بیان کرو، انہوں نے عرض کی،'' جمیع مو جودات را در خود مشاہدہ کردم، میں نے تمام موجودات کو اپنے اندر دیکھ لیا ہے، حضرت خواجہ نے فرمایا، تیرے دل کی یہ نسبت ہے، اور جب تیرے دل کا یہ حال ہے تو تو اپنے حال دل کا کیسے ادراک کرسکتا ہے۔''بزرگی دِل'' کی صفت بیان میں نہیں آسکتی، اس حدیث پاک''لا یسعنی ارضی ولاسمائی و لکن یسعنی قلب عبدی المومن'' یعنی میں زمین وآسمان میں نہیں سما سکتا، لیکن اپنے عبد مومن کے دِل میں جلوہ گر ہوتا ہوں، کا راز وہی جانتا ہے جو دل کو پہچان لیتا ہے۔

نور ہی نور کے جلوے: منقول ہے کہ ایک روز شیخ شادی غدیوتی علیہ الرحمہ درویشوں کے ہمراہ غدیوت سے حضرت خواجہ ماقدس سرہ کی خدمت میں قصر عارفاں میں حاضر ہوئے، آپ''باغ مزار'' کے نزدیک تھے۔اور شیخ امیر حسین آپ کے سامنے زمین میں کپاس کی کاشت میں مشغول تھا۔جب غدیوت کے درویش پہنچے، حضرت خواجہ، شیخ امیر حسین سے فرمانے لگے، اس سخن میں حق ہماری طرف ہے یا تیری طرف؟ شیخ امیر حسین نے کوئی بات نہ کی، آپ نے اسے ہیبت کی نظر سے دیکھا، وہ گر پڑا اور اس کا سر زمین اماج کی طرح جانے لگا اور اس کا سر اور گردن خاک پوشیدہ ہوگئی، اس کا سانس بالکل رک گیا۔وہاں قریب ہی ایک درخت تھا۔حضرت خواجہ نے اپنی پشت مبارک اس درخت کے ساتھ لگادی، شیخ شادی نے ایک درویش سے کہا کہ تو اس راہ میں مبتدی ہے تیرا سخن قبول ہوگا، تو حضرت خواجہ کے حضور شیخ امیر حسین کی طرف سے معافی مانگ، اس درویش نے حضرت خواجہ سے درخواست کی۔آپ نے شیخ امیر حسین کے متعلق اس کی درخواست کو قبول فرمالیا۔آپ شیخ امیر حسین کی طرف روانہ ہوئے۔اتفاقاً کپاس کے کھیت کے کنارے دو آدمی کھڑے تھے۔انہوں نے حضرت خواجہ کی طرف دیکھا، دریں اثنا حضرت خواجہ کی نظر ان پر پڑی، وہ بھی زمین پر

جا گرے، حضرت خواجہ شیخ امیر حسین کے نزدیک پہنچے اور قدم مبارک کفش سے باہر نکالا اور اس کے سینے پر رکھا، وہ اسی وقت حرکت میں آ گیا۔ اور بہت زیادہ رونے لگا۔ اس نے عذر پیش کیا، حضرت خواجہ نے اس سے فرمایا کہ ''پانی میں آؤ''، یہ اشارہ ''باغ مزار'' کے حوض کی طرف کیا۔ اس درویش نے کہا کہ حضرت خواجہ نے مجھے فرمایا، تو دیکھ وہ دو آدمی کون تھے۔ میں ان کی جانب گیا، پھر میں نے آپ سے عرض کیا وہ محمد زاہد اور محمود یورتونی تھے۔ آپ نے کرم فرمایا اور ان کے نزدیک گئے اور تین مرتبہ آواز دی ''محمد'' محمد زاہد نے جواب دیا، اور اٹھ گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیوں ہوا؟ اس نے کہا میں نے آپ کی طرف نظر کی تھی، آپ کی ہیبت سے یہ حال واقع ہو گیا۔ پھر آپ باغ مزار میں آئے، شیخ امیر حسین چاہتا تھا کہ حوض میں داخل ہو جائے۔ جب وہ داخل ہوا اور غوطہ لگایا اور بہت دیر ٹھہرا رہا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ پانی سے سر باہر نکالو، نہیں تو پھر وہی صفت پیدا ہو جائے گی۔ وہ بہت جلد پانی سے باہر آ گیا۔ اس قصے کو اس ضعیف نے ایک ناقل سے سنا، کہ میں نے شیخ امیر حسین سے پوچھا کہ پانی میں آپ کے توقف کا کیا سبب تھا، انہوں نے فرمایا جب میں نے غوطہ لگایا تو میری آنکھ کھل گئی، وہاں نہ پانی تھا نہ زمین و آسمان تھے۔ نہ ماہ و آفتاب تھے نہ شب و روز تھے، میں جدھر بھی نظر کرتا بے نہایت نور دکھائی دیتا تھا۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں: ایک درویش عزیز نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت خواجہ ما قدس سرہ، کی صحبت شریف میں حاضر ہوا۔ آپ قصر عارفاں سے شہر بخارا کی طرف جا رہے تھے۔ ایک نزدیکی درویش آپ کے ہمرکاب تھے، آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس فقیر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا ''یہ مرد آسمان پر پرواز کریگا۔'' چند دن میں آپ کی صحبت شریف میں رہا۔ آپ کا وہ کلام میرے دل میں جاگزین تھا۔ جب مجھے اپنی ولایت کی طرف روانہ فرمایا تو حضرت خواجہ کی ''خاطر مبارک'' کی برکت سے میرے اندر ایک صفت بزرگ نے

تصرف کیا۔ایک دن میں ایک منزل میں نماز ادا کر رہا تھا،قعود میں تھا کہ حال عجب ظاہر ہوا۔میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں آسمان کی طرف جا رہا ہوں۔جہاں تک کہ اس جگہ جا پہنچا کہ جسکی تشریح سے تقریر عاجز تھی،وہاں نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی،نہ آفتاب تھا اور نہ چاند ستارے تھے۔

نگاہ ولایت کا صدقہ: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ'قصرِ عارفاں میں جلوہ گر تھے۔آپ نے نماز عشا ادا فرمائی تھی اور مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے،نماز عشاء باجماعت ادا کرنے والے گاؤں کے لوگ بھی حاضر تھے۔اتفاقاً فصل بہار تھی۔حضرت خواجہ نے مجھے اشارہ فرمایا کہ ''تم شہر بخارا سے پارہ ترانگبین لے آؤ''میں آپ کی نظر سے بہت جلد روانہ ہو گیا۔اتفاقاً ان دنوں (اس علاقے میں) بھیڑیے کا غلبہ تھا،اور مخلوق خدا تشویش کر رہی تھی۔یہ مشہور تھا کہ اس نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔راستے میں جب میں ''پل علی سلیمان''پر پہنچا تو تین بھیڑیے مجھے ملے،اور انہوں نے مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔وہ میرے نزدیک آئے،اور اپنے منہ میری طرف کیے۔لیکن وہ اپنے منہ کھول نہ سکے۔میں شہر بخارا پہنچ گیا کہ ہنوز لوگ نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔میں بازار میں آیا،اور جہاں کوئی دکان ملی وہاں جا کر کہا حق تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ایک بندے کو ترانگبین چاہیے۔یہاں تک کہ میں نے ترانگبین خرید لی،اور اسی وقت قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوا۔جب میں نزدیک پہنچا تو بارش کا اثر پیدا ہوا۔میں جلدی سے مسجد میں داخل ہو گیا،اس رات بہت زیادہ بارش ہوئی۔صبح نمودار ہوئی تو لوگ مسجد میں حاضر ہوئے اور مجھے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنے لگے اس نے حضرت خواجہ کے حکم کی مخالفت کی ہے۔اور یہ ترانگبین نہیں لا سکا۔

جب حضرت خواجہ نے نماز باجماعت ادا فرمائی تو میں نے ''ترانگبین''آپ کی خدمت میں پیش کر دی،آپ نے فرمایا کیا راستے میں تمہیں بھیڑیے ملے تھے،

میں نے کہا ہاں! لیکن وہ مجھے نقصان نہ پہنچا سکے۔ آپ نے فرمایا وہ نقصان کیسے پہنچاتے، ان کے منہ تو بند تھے، اہل مسجد ایک دوسرے سے آہستہ گفتگو کر رہے تھے، آپ نے فرمایا، تم لوگ کیا کہہ رہے ہو؟ وہ بولے ہمیں مشکل درپیش ہے، آپ نے فرمایا، اس کے متعلق سوال کرنا چاہیے، وہ بولے آج رات بہت بارش ہوئی مگر اس کا پوستین خشک رہا۔ میں نے کہا "جب میں گاؤں کے قریب آیا تو بارش کا اثر پیدا ہوا تھا، اور میں جلدی سے مسجد میں داخل ہو گیا"۔ لوگ متحیر ہو گئے اور بولے، نماز عشاء کے فوراً بعد بارش ہونا شروع ہو گئی تھی، تو ایک فرسنگ کا راستہ کس طرح گیا اور آیا ہے۔ میں نے کہا "مجھ پر تو راہ سعادت کھلی تھی، مجھے جانے اور آنے سے کیا کام تھا۔

ولی کا علم اسرار: حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ کے متبعین میں سے ایک درویش نے نقل فرمایا، میری حضرتِ خواجہ کے ساتھ وابستگی کا سبب یہ تھا کہ آپ باغ مزار میں تھے اور درویش "بہ طریقِ اجتماع" آپ کی عیادت کرنے آ رہے تھے، آپ نے اس "حالت رنجوری" میں بھی درویشوں کو اپنی ملاقات سے خوش کیا، اور بہت بشاشت ظاہر فرمائی۔ اتنی علالت کے باوجود بھی آپ درویشوں کے ہمراہ گئے۔ اور بکریاں لے کر آئے۔ ایک بکری آپ نے اپنے "دوش مبارک" پر اٹھا رکھی تھی، پھر آپ اپنا کھانا پکانے میں مشغول ہوئے۔ والحق، ان مکارم اخلاق کا مشاہدہ ہی میری محبت کا سبب بنا، پھر آپ نے مجھے ایک کام کیلئے اپنے گھر بھیجا، اور فرمایا کہ جب گاؤں آئے تو ہمارا گھر پوچھ لینا اور کسی بچے کو اندر بھیجنا کہ وہ دیگچہ اور کاسہ وغیرہ جو چیزیں کھانا پکانے کے کام آتی ہیں لے آئے۔ اور اگر کوئی بچہ نہ ملے تو دروازے پر آہستہ سے زنجیر مارنا۔ اور جو ہم نے کہا ہے وہ طلب کرنا اور جلدی واپس آنا۔ جب میں گاؤں پہنچا تو وہاں بیٹھی ہوئی ایک بوڑھی خاتون سے پوچھا، شیخ بہاؤالدین کی منزل کہاں ہے۔ وہ بوڑھی خاتون جفا کرتے ہوئے بولی اس گاؤں میں کوئی شیخ نہیں، ایک طرار اور جلاد ہے۔ اس کی منزل فلاں ہے۔ اس کے لفظوں سے میرا دل

بہت خستہ ہوا۔ جیسے مجھے خواجہ صاحب نے تعلیم فرمائی تھی، میں نے دروازے پر زنجیر ماری اور کھانا پکانے کے اسباب لے کر آپ تک پہنچائے، آپ نے میری طرف نظر فرماتے ہوئے کہا، جیسا تو ہماری طرف سے گیا تھا، ویسا نہیں آیا اس تغیر کی کیا وجہ ہے۔
میں نے جو کچھ بوڑھی خاتون سے سنا تھا۔ آپ سے عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا، اب پھر جاؤ، اور دستر خوان لے کر آؤ، جب میں دوبارہ گاؤں پہنچا تو بوڑھی خاتون اور زیادہ جفا سے پیش آئی۔ اور بولی، یہ شخص کیسے شیخ ہو سکتا ہے۔ نہ ذکر کرتا ہے نہ سماع نہ خلوت اپناتا ہے، اُس کے اِس سخن سے میں پہلے سخن سے بھی زیادہ خستہ حال ہوا۔ میں نے حضرتِ خواجہ کے گھر سے دستر خوان طلب کیا اور آپ کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا اس بار تو پہلے سے زیادہ متغیر ہو کر آیا ہے، میں نے سبب عرض کیا، آپ نے فرمایا، اس باغ سے باہر ہمارا ایک درویش امیر حسین زراعت میں مشغول ہے، اسے طلب کرو، شیخ امیر حسین حاضر ہوا، حضرت خواجہ نے فرمایا "فلاں بوڑھی خاتون سے کہو، جلادی تو کرتی ہے اور تہمت ہم پر لگاتی ہے۔ اگر وہ کہے میں نے کون سی جلادی کی ہے تو کہنا کہ تو نے فلاں آدمی کے ساتھ فلاں "کاہ دان" میں برا فعل کیا تھا، جب اس کا اثر تجھ میں ظاہر ہوا تو لوگوں نے تجھے بدنام کرنا چاہا۔ اور تو نے اسے از خود نکال کر فلاں جگہ میں دفن کر دیا" بعدہٗ مجھ سے فرمایا کہ تو امیر حسین کے پیچھے جا، اور یہ دیکھ کہ جو کچھ ہم سے سنا ہے وہی درست ہے۔؟ میں شیخ امیر حسین کے ساتھ اس ضعیفہ کے نزدیک پہنچا اور جو باتیں میں نے حضرت خواجہ سے سنیں تھیں، اس ضعیفہ سے کہیں، اس نے گریہ اور نالہ سے کام لیا اور نہایت عاجزی سے بولی، حق تعالیٰ کے بندے ان کاموں سے واقف ہوتے ہیں۔ میں نے برا کیا۔ اور اب میں توبہ کرتی ہوں۔ شیخ امیر نے کہا "اگر حق تعالیٰ انہیں اطلاع نہ فرمائے تو وہ کیسے ظاہر کر سکتے ہیں۔" ناقل نے کہا کہ "ان احوال کے مشاہدے کے سبب حضرت خواجہ کے ساتھ مجھے مزید محبت ہو گئی۔"

گم شدہ درانتی مل گئی منقول ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ، قصر عارفاں میں موجود تھے۔ اور ایک ''منزل'' میں دیگدان بنا رہے تھے۔ درانتی کی احتیاج ہوئی۔ ہر چند تلاش کی لیکن نہ ملی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''انشاء اللہ یہ درانتی ضرور ظاہر ہوگی'' آپ نے غدیوت میں ایک درویش کو مکتوب بھیجا کہ یہ درانتی قطب الدین غدیوتی کے گھر میں پڑی ہے۔ اس نے لوہے کی درانتی خرقے میں لپیٹ کر چھت میں اپنے گنجینے میں لپیٹ کر رکھی ہے۔ جب تو اس کے گنجینے کے دروازے میں داخل ہوگا تو تیرے سر کے اوپر چھت میں ہوگی۔ مکتوب پاکر اسے جلدی بھیج دے۔ جس جگہ کی طرف حضرت خواجہ نے اشارہ فرمایا تھا۔ اس درویش نے قطب الدین غدیوتی کے گنجینے میں اسی جگہ اس درانتی کو پالیا۔ اور حضرت خواجہ کی طرف بھیج دی۔ جو لوگ مکتوب ارسال کرتے اور درانتی کے آتے وقت وہاں حاضر تھے، سب کے سب حیران ہوگئے۔

خواجہ یوسف مرید ہوگئے: ایک درویش عزیز نے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ، شہر بخارا میں ایک راستے پر چل رہے تھے۔ ابھی تک بخارا کے اکابر اور علماء میں سے کوئی بھی آپ سے وابستہ اور آشنا نہ ہوا تھا۔ اسی دن مولانا حافظ الدین کبیر بخاری علیہ رضوان الباری کے نبیرۂ اقدس مولانا حسام الدین خواجہ یوسف رحمتہ اللہ علیہ جماعت طلبہ کے ساتھ حضرت خواجہ کی مقابل سمت سے آرہے تھے، جونہی حضرت خواجہ نے وہ جماعت دیکھی، آپ ایک طرف متوجہ ہوکر جلدی سے چلنے لگے، حالانکہ آپ اور اس جماعت کے درمیان کافی مسافت تھی۔ وہ بزرگوار دین طلبہ کے درمیان سے اکیلے باہر آئے اور کچھ راہ حضرت خواجہ کی طرف چلے، اور تمام تواضع اور نیاز کے ساتھ خدمت خواجہ میں سلام عرض کی۔ آپ نے لطف تمام کے ساتھ ان کی سلام کا جواب دیا۔ بعدہ آپ نے مجھ سے فرمایا، علماء بخارا میں سے جو کوئی سب سے پہلے ہمارا آشنا ہوگا وہ یہی بزرگ تھا۔ آپ کا یہ جملہ ہمیشہ میرے دل

میں رہا۔ اس کا اثر سات سال بعد ظاہر ہوا، کہ خواجہ یوسف حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ سے وابستہ ہو گئے۔

ایک گناہگار، عاشق بن گیا: ایک درویش سے منقول ہے کہ میں حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ، کے شرفِ صحبت سے مشرف ہونے سے پہلے "نسف" میں رہا کرتا تھا۔ اس جگہ ایک آدمی "ترمذ" سے آیا۔ اس کی ایک بیٹی تھی، میرا اس کے ساتھ تعلق ہو گیا۔ ایک روز میں نے اس لڑکی کو گھر میں تنہا پایا، اور اس کے ساتھ ہر قسم کی گفتگو کی، یہاں تک کہ اسے کنار میں لے کر بوسہ دیا۔ بعد ازاں بخارا سے ایک درویش آیا تو مجھے اس کی خدمت کی بہت زیادہ رغبت ہوئی۔ چند روز میں اس کا مصاحب رہا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خواجہ کے درویشوں میں سے ہے۔ جب وہ بخارا کی طرف روانہ ہوا تو اس کے جذبہ صحبت نے میری نگہداشت کی اور میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم بخارا پہنچے تو حسن اتفاق سے حضرت خواجہ سے ملاقات نصیب ہو گئی۔ آپ نے التفات کی اور فرمایا تو کیا کرتا ہے؟ میں نے کہا میں درویشوں کی صحبت کا داعیہ رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا "یہ سخن کجا اور وہ احوال کجا۔" تو نے اس مرد ترمذی کی بیٹی کو خالی گھر میں بوسہ دیا اور اسے کنار میں لے لیا۔ اور اب کہہ رہے ہو کہ درویشوں کی محبت رکھتا ہوں۔ میں نے کہا، میں نہیں جانتا تھا۔ کہ وہ کام برا ہے۔ آپ نے فرمایا "وہ کام حرام ہے اور نامشروع ہے" میں نے کہا "آپ تو وہاں نہ تھے آپ کو کیسے معلوم ہوا" آپ نے فرمایا "جس نے دیکھا اس نے مجھے بتایا"۔ اب میں متحیر ہوا اور حضرتِ ایشان کا محب بن گیا۔

دینار کہاں گئے: حضرتِ خواجہ ما، قدس اللہ روحہ، کے ایک نزدیکی درویش سے منقول ہے کہ میرے مبلغ پچیس دینار عدلی غائب ہو گئے۔ میں نے حضرت خواجہ سے عرض کی، آپ نے فرمایا یہ اس گھر کی کنیز نے لے لیے ہیں۔ آپ نے کنیز سے فرمایا "عدلی لے آؤ، اس نے کہا "فلاں جگہ میں نے انھیں مٹی میں دبا دیا ہے"۔ حضرت خواجہ نے فرمایا

''زیرِ خاک تو تین دینار ہیں''۔ حاضرین نے آپ کی اس بات پر تعجب کیا، جب وہاں جا کر دیکھا تو مٹی میں تین دینار سے زیادہ نہ تھے۔

کھانا مل گیا ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک دفع حضرتِ خواجہؒ ماقدس اللہ روحہ، بخارا کے نواح میں تشریف فرما تھے، درویشوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر تھی۔ اتفاقاً سردی کا موسم تھا۔ اس جگہ کے نزدیک کوئی باشندہ نہیں تھا۔ درویش بھوکے ہو گئے۔ تو حضرتِ خواجہ نے ایک شخص سے فرمایا فلاں گاؤں میں جاؤ۔ اس گاؤں میں اس نشانی کا ایک باغ ہے۔ اس باغ میں ایک حوض ہے۔ اس میں تھوڑا سا پانی ہے۔ اور اس میں ایک بڑی مچھلی ہے۔ اسے لے آؤ۔ تاکہ سب اصحاب کا کھانا بن سکے۔ اس درویش نے مسافتِ راہ طے کی اور اس گاؤں میں جا پہنچا۔ اور حضرتِ خواجہ کی بتائی ہوئی علامت کے مطابق وہ باغ تلاش کیا، آپ کی بتائی ہوئی سب نشانیاں موجود تھیں۔ باغ میں حوض۔ تھوڑا سا پانی، اور پانی میں ایک بڑی مچھلی، وہ مچھلی آپ کے پاس لے آیا جسے دیکھ کر حاضرین میں خوشی کی حالت پیدا ہو گئی۔

ایک درویش عزیز نے نقل کیا ہے کہ ایک سفر میں حضرتِ خواجہؒ ماقدس اللہ روحہ، کی خدمت میں درویشوں کی ایک جماعت تھی۔ اور کھانا ختم ہو چکا تھا، اصحاب صفا نے حضرت سے کھانا طلب کیا۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''تمہاری آرزو کیا ہے''؟ اصحاب نے کہا ''بریانی'' وہاں نزدیک ہی ایک بہت بڑا ٹیلا تھا۔ آپ نے فرمایا ''اس پر چڑھ جاؤ''۔ جب اصحاب چڑھ گئے۔ تو دیکھا کہ ایک سوار آیا اور اس نے بریانی، سبزی، سرکہ اور نان و نمک سے ایک دستر خوان آراستہ کیا۔ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھانا تناول کیا۔

مشکل آسان ہو گئی: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ جن دنوں دشت قبچاق کی طرف سے بخارا میں ایک لشکر عظیم آیا اور اس ولایت کی مخلوق حصار میں آ گئی۔ اہل اسلام کے احوال نہایت دشوار ہو گئے، اس لشکر نے حصار کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت

میرے پاس ایک ترکی غلام تھا جو بھاگ کر حصار سے باہر نکل گیا۔ اور لشکر سے جا ملا۔ مجھے غلام کے فرار کی طرف سے بہت پریشانی ہوئی اور حاکمانِ حصار کی طرف سے خوف لاحق ہوا کہ ناگاہ مجھ پر تہمت نہ لگا دیں کہ تو نے حصار کی حالت بتانے کے لیے ان ظالموں کے لشکر میں کوئی چیز بھیجی ہے۔ میں حضرتِ خواجہ کے حضور پہنچا اور صورتِ حال عرض کی۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو، اگر حاکمانِ حصار کی طرف سے تم پر کوئی تہمت لگی تو ہم اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور غلام کی طرف سے بھی مطمئن رہو، تمہارا غلام آ جائیگا۔ درویش نے کہا کہ جو حضرت خواجہ نے فرمایا تھا بالکل وہی ظاہر ہوا۔ قلعے کے حاکموں کی طرف سے کسی نے بھی مجھے غلام کے جانے کے متعلق کچھ نہ کہا، ایک روز (بعد) میں پھر غلام کے بارے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا، غلام کے تقاضا کا یہ وقت نہیں، کہ بارِ عالم ہم پر ہے

؎ اگر خراب شود مملکت ز شاہِ مرنج
کہ نزد اہل حقیقت گناہِ درویش است

اگر تمہارا غلام نہ آیا تو ہم ملک سرائے کو برہم کر دیں گے۔ ناقل کہتا ہے آپ کی خاطر مبارک کی توجہ کی برکت سے سے وہ غلام سرائے سے آ گیا۔ اس نے کہا کہ (وہ لوگ) مجھے سرائے میں لے گئے تھے، میں وہاں سے بھاگ کر اس طرف آ گیا ہوں۔ اس ضعیف نے بھی اس غلام سے یہ قصہ پوچھا، اس نے بھی یہی بات بیان کی۔

حیات وممات کا اختیار: بہت سے درویشوں کی جماعت نے حضرت خواجہ، ما قدس اللہ روحہ الشریف سے نقل کیا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے، ایک دفع ہم درویش صادق محمد زاہد کے ساتھ صحرا میں گئے۔ ہم کسی کام کے سلسلے میں نکلے تھے، تیشے ہمارے پاس تھے، ہم پر ایک حالت طاری ہوئی تو ہم نے تیشے وہاں رکھ دیئے اور بیابان میں نکل گئے۔ ہم نے ایک دوسرے سے ہر طرح کی گفتگو کی۔ یہاں تک کہ

بات ''عبودیت اور فدا'' کے بارے میں ہونے لگی۔ اس نے کہا کہ فدا (فنا) کس حد تک ہوتی ہے۔ میں نے کہا'' اس حد تک کہ اگر درویش سے کہا جائے کہ تو مرجا تو وہ فوراً مرجائے''۔ یہ بات کہتے وقت وہ صفت مجھ پر طاری ہوئی کہ میں نے اپنا منہ محمد زاہد کی طرف کیا اور کہا'' مرجا'' محمد زاہد اسی حالت میں گر پڑا، روح اس کے بدن سے بالکل جدا ہوگئی۔ کتنی ہی دیر اس صفت میں گزر گئی۔ اس کا جسم مفارقتِ روح کی وجہ سے یونہی پڑا تھا۔ اسکی پشت زمین پر تھی، منہ آسمان کی طرف اور پاؤں قبلہ کی طرف تھے، اس دن ہوا بہت گرم تھی۔ اور سورج برجِ میزان میں تھا۔ میں اس صفت سے بہت مضطر اور متحیر ہوا۔ نزدیک ہی وہاں سایہ تھا، حیرت زدہ سا اس سائے میں بیٹھا رہا۔ پھر وہاں سے اس کے قریب آیا اور اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ چہرے کا رنگ گرم ہوا کی تاثیر سے سیاہ ہوتا جارہا تھا۔ میری حیرت اور زیادہ ہوگئی۔ ناگاہ میرے دل میں الہام ہوا کہ کہو'' محمد زندہ شو'' میں نے یہ جملہ تین مرتبہ کہا، تو اس میں اثر حیات پیدا ہوگیا۔ اس کے اعضا میں حرکت آگئی، اور وہ اسی لمحے زندہ ہوکر اصلی حالت میں لوٹ آیا۔ میں حضرتِ سید کلال علیہ الرحمہ کی خدمت میں آیا تو یہ قصہ ان کی خدمت میں عرض کیا، جب میں نے یہ قصہ یہاں تک سنایا کہ روح اس کے بدن سے جدا ہوگئی اور میں حیران ہوگیا، تو حضرتِ امیر نے فرمایا'' اے فرزند! تو نے اس حالتِ حیرت میں کیوں نہ کہا زندہ شو، میں نے کہا مجھے الہام ہوا تو کہا، اور وہ اپنی حالت میں آگیا۔

روح واپس کردی: ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ما، قدس اللہ روحہ نے ایک درویش کو کسی طرف روانہ فرمایا تو اپنے طریقے کے مطابق اس درویش کو بغل میں لیا اور ایک صفت وحالت اس کے ہمراہ کردی۔ اتفاقاً حضرتِ خواجہ کے درویشوں میں سے ایک عظیم درویش اخی محمد در آھنین چند قدم بطور بدرقہ اس درویش کے ساتھ چلے، ایک ساعت بعد وہ درویش گر پڑا اور اس کا حال دگرگوں ہوگیا۔ روح اس کے قلب سے باہر نکل گئی، اخی محمد در آھنین نے اس کی وہ حالت مشاہدہ کی اور تیزی سے

حضرت خواجہ کی خدمت میں آیا اور اس کا واقع عرض کیا، حضرت خواجہ نے کرم فرمایا ،آپ اس درویش کے نزدیک آئے اور اپنا قدم مبارک اس کے سینے پر رکھا، وہ حرکت میں آگیا اور روح اس کے قالب میں لوٹ آئی۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''اس کی روح مجھے چوتھے آسمان پر ملی تو میں نے واپس کر دی''۔

ہم بھی قربانی دیں گے: ایک صحیح نصب سید جو کہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے ساتھ بہت محبت اور راسخ عقیدہ رکھتا تھا۔ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرتِ خواجہ بیت اللہ کی زیارت کو گئے۔ جس روز حجاج کرام قربانی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم بھی قربانی دیں گے۔ ہمارا ایک بیٹا ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم اس کو قربان کر دیں۔ جو درویش اس سفرِ مبارک کے دوران آپ کی خدمتِ اقدس میں موجود تھے، انھوں نے آپ کی بات لکھ لی۔ بعدازاں جب آپ بخارا آئے تو دیکھا کہ آپ کا وہ بیٹا فوت ہو چکا تھا۔ جس روز کعبہ میں آپ کی زبانِ مبارک پر وہ سخن جاری ہوا تھا بالکل اسی روز آپ کا وہ پسرِ نامدار بخارا میں فوت ہو گیا۔

جب خواجہ عطار وابستہ ہوئے: حضرت خواجہ علاؤ الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ و نور روضہٗ، سے منقول ہے کہ ابتدا میں، میں جس روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے وابستہ ہوا، آپ شہرِ بخارا کے درویشوں کی ایک جماعت کے ہمراہ دروازہ کلاباد میں تشریف فرما تھے۔ یہ ایک درویش کا مکان تھا، اتفاقاً حضرت خواجہ کا وہ درویش آپ کے لیے ''کلاہِ نوروزی'' سی رہا تھا۔ وہ کلاہ ایسی تھی کہ جسے امرا اور حکام پہنا کرتے تھے۔ حضرتِ خواجہ بسطِ عظیم کے مالک تھے، چنانکہ آپ کی اس صفت سے ایک ذوق پیدا ہوا۔ اس حال میں آپ نے اس مجلس میں موجود ہر ایک درویش کے لیے کلاہ پہنی، اور فرمایا، کیوں کہ ہم نے اہلِ ملک کی کلاہ زیب سر کی ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم مملکت میں تصرف کریں، اب ہم کس اہلِ ملک پر حملہ آور ہوں؟ آپ کی صحبتِ ذکر میں حضرتِ پہلوان محمود بکیار علیہ الرحمہ نامی ایک درویش تھا، آپ نے اسے فرمایا

، جاؤ ہم نے ماوراء النہر کے حاکم کی جگہ تمہیں حاکم بنا دیا۔ حاضرین نے وہ تاریخ ثبت کر لی، اس مجلس میں ایک شخص جو ماوراء النہر سے بھاگ کر بخارا کے ایک امیر کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ اب کابل کو جا رہا تھا۔ حضرت خواجہ نے کابل جانے والے اس شخص کے ہاتھ میر بخارا کو مکتوب بھیجا، صورت حال یہ ہے کہ تجھے چاہیے کہ معاملے کے پانچ سو دینار حامل مکتوب کے ہاتھ درویشوں کو بھیج دے۔ چند روز بعد یہ خبر آئی کہ ماوراء النہر کا وہ حاکم قتل ہو گیا ہے۔ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ اسی دن قتل ہو گیا تھا جس دن حضرت خواجہ نے فرمایا تھا۔ سب اس حال سے متعجب ہوئے اور بولے "حق تعالیٰ نے اپنے بندگان خاص کو یہ تصرف عطا فرمایا ہوتا ہے۔" اور یہ واقعہ حضرتِ خواجہ کے ساتھ اس جماعت کے اور زیادہ یقین کا سبب بن گیا، حضرتِ خواجہ فرمایا کرتے تھے، "بعض اوقات جو ایسی شان ہم سے ظاہر ہوتی ہے تو دوستو! ہم درمیان نہیں ہوتے۔ ہمیں صرف الہام ہوتا ہے۔ فقیر مفلسِ عاجز سے تقصیر کے سوا کیا وجود میں آ سکتا ہے۔

زہی سلطان بے ہمتا چو با چاکر کند سودا
اگر خواہد دھد کالا اگر خواہد بر اندازد

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے اس کمال و قربِ قبول کے باوجود انہیں یہ خطاب ہوا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال ۱۷) اس جگہ معلوم ہوا کہ بیچارگانِ امت کا کیا حال ہوگا۔ درویشوں سے جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے اس میں ان کا کوئی حظ و اختیار نہیں، یہ تو طالبوں کو راہ دکھلانے کے لیے ہے"۔

حضرت خواجہ کا تصرف: ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ، ایک پرانی مسجد کے جوار میں ایک حوض کے کنارے کھڑے تھے، جو شہر ستانِ بخارا سے قبلہ کی طرف ہے۔ اس وقت ایک درویشِ عزیز نے حضرتِ خواجہ سے ملاقات کی جو لوگوں کے درمیان ارشاد و تربیت، متابعتِ طریقہ اور ملازمتِ صحبت کے

اعتبار سے مشہور تھا۔ آپ نے اس سے سوال کیا ''ہم نے سنا ہے کہ تو خوارزم کی طرف جا رہا ہے''۔؟ اس نے کہا بیشک، حضرتِ خواجہ نے فرمایا، ہم تجھے خوارزم نہیں جانے دیں گے، اس درویش نے کہا یہ بات جانے دیں، آپ میں یہ قوت نہیں ہے، اتفاقاً اسی وقت حضرتِ مولانا حمید الدین شاشی علیہ الرحمہ چند آدمیوں کے ساتھ اس جگہ آ گئے۔ اور حضرتِ خواجہ سے ملاقات کی۔ حضرت خواجہ نے وہ واقعہ مولانا کو سنا دیا اور فرمایا، میں آپ کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں اس درویش کو خوارزم نہیں جانے دوں گا۔ مولانا نے کہا کہ ہم گواہ ہوئے۔ بعدہٗ اس درویش نے اِستمداد کی اور خوارزم کو روانہ ہو گیا۔ جب وہ بخارا کے نواح میں افشنہ پہنچا، جو کاروان کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ تو اسی دن سلطان کے قاصد آ گئے اور خوارزم کا راستہ بند کر دیا تا کہ کوئی آدمی خوارزم نہ جا سکے وہ درویش رک گیا بعد ازاں اہلِ کاروان نے کوئی تدبیر کی کہ اصلی راستہ چھوڑ کر پھر خوارزم کی راہ اپنائی جائے۔ لیکن سلطان کے قاصدان کے نشان پر چل پڑے اور قافلے کے ساتھ اس درویش پر بھی بہت ''تشویش'' کی۔ اور اسے واپس بخارا کی طرف لے آئے، اس درویش نے شیخ سیف الدین باخرزی قدس اللہ روحہٗ کے نواسے خواجہ داود سے التجا کی اور کافی مال بھی خرچ کیا، تو پھر کہیں جا کر قاصدوں سے خلاصی حاصل کی۔ یہ خبر مولانا حمید الدین شاشی علیہ الرحمہ کو ملی تو انہوں نے بہت تعجب کیا اور فرمایا، ''اللہ تعالیٰ کے خواص بندوں کا اسی طرح تصرف ہوتا ہے،'' اس حال کا مطالعہ حضرتِ خواجہ کی خدمت میں مولانا حمید الدین کی محبت کی دلیل ہو گیا۔

چکی چلتی رہے گی: ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے مجھے فرمایا کہ ''گندم کی چھ بوریاں ہیں۔ انہیں پیسنے کیلئے چکی پر لے جا۔ اس روز سورج برجِ قوس کے اکیس درجے پر تھا، اور چکی پر ''خلقِ بسیار'' جمع تھی، چکی پر میری باری نہ آئی، اسی طرح چھ روز گزر گئے۔ میں حضرت خواجہ کے پاس گیا اور تمام قصہ عرض کر دیا۔ عصر کا وقت تھا، بہت سرد ہوا چل رہی تھی۔ ''رود بخارا'' کے کنارے یخ

(برف) کی علامت پیدا ہوگئی، پس حضرت خواجہ نے فرمایا کہ چکی والے سے کہنا کہ چکی تیرے حوالے کردے، اگرچہ ہوا سرد ہے، لیکن کوئی خوف نہیں، اسے کہہ دے اس سرد موسم میں تیری چکی نہیں رکے گی، اور نہ ہی اس سردی میں یخ ہوگی، اور فرمایا شیخ عالم سیف الدین باخرزی قدس اللہ روحہٗ کے زمانے میں بھی اسی قسم کا قصہ واقع ہو چکا ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس موسم سرما میں یخ نہ ہوگی اور ہم بھی کہتے ہیں کہ یخ نہ ہوگی، بعد ازاں میں نے آپ کا فرمان اس ''آسیابان'' تک پہنچا دیا، اس نے چکی میرے حوالے کردی، جب شام ہوئی تو ہوا ویسی سرد نہ رہی جیسی نماز عصر کے وقت تھی۔ آسمان پر بادل نمودار ہوا، اور ہوا خوشگوار ہوگئی، اور اس نے موسم کو یخ نہ کیا، یہ حال اس آسیابان اور دیگر لوگوں کی محبت کا سبب بنا۔

غلام واپس آگیا: منقول ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ عذیوت میں تھے، درویش آپ کی خدمتِ اقدس میں کچھ انار لائے۔ درویش محمد زاہد بھی اس جماعت میں موجود تھا، حضرتِ خواجہ نے انار تقسیم کئے اور فرمایا، کھاؤ، محمد زاہد نے کہا ''میرا دل اس میں مشغول ہے، کہ میرا غلام کہیں فرار ہوگیا ہے'' آپ نے فرمایا ''وہ کسی طرف نہیں جاسکتا، دو دن اور دو رات ہمارے نزدیک رہو، اور تیسرے روز ریور تون میں اپنے گھر چلے جاؤ، غلام کی خبر تمہیں مل جائے گی، محمد زاہد نے حضرت خواجہ کے ارشاد پر عمل کیا، تیسرے روز وہ اپنے گھر چلا گیا، اس سے پہلے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو آپ کی بشارت سناتا، غلام اندر سے باہر گیا، محمد زاہد اور اس کے ساتھی متعجب ہوئے، اور غلام سے کیفیت احوال دریافت کی۔ اس نے کہا، جب میں بخارا سے باہر نکلا تو نسف جانے کا ارادہ کیا، تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تھا کہ میرے پاؤں بند ہوگئے، اور گھنٹی کی آواز سنائی دینے لگی، چنانچہ یہ میرا وہم تھا کہ یہ آواز بخارا تک پہنچ رہی ہے، اور جب میں ریورتون کی طرف واپس چلتا تو میرے پاؤں کھل جاتے اور اس گھنٹی کی آواز بھی نہ آتی۔ تین روز میرا یہی حال رہا۔ جب میں نے جانا کہ یہ کیفیت کسی اور جگہ کی

بدولت ہے تو میں آپ کی خدمت میں آ گیا، پھر اس نے معافی طلب کی اور ''عذرِ بسیار'' سے کام لیا، جس آدمی نے بھی یہ قصہ سنا، اسے حضرتِ خواجہ سے بہت زیادہ محبت ہوگئی۔

پوشیدہ رقم کی خبر: منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ قصرِ عارفاں، میں تھے، شیخ شادی عذیوت سے آیا ہوا تھا، اور اپنے کسی گزرے ہوئے قصور کا عذر پیش کر رہا تھا۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا، '' کچھ معاملہ ہونا چاہیے، اس نے کہا میں ''فراخ شاخ'' (بیل) کا معاملہ پیش کرتا ہوں، آپ نے فرمایا، ایک وجہ سے یہ معاملہ قبول نہیں، تو نے اڑتالیس '' دینار عدلی'' جو غذیوت میں ایک دیوار کے سوراخ میں چھپا رکھے ہیں، اور دھوئیں نے اس جگہ کو سیاہ کر دیا ہے، اب بہت مدت گزر چکی ہے، معاملہ کیلئے وہ رقم پیش کرنی چاہیے۔ شیخ شادی کا حال بدل گیا، اس لئے کہ دیوار کے سوراخ میں انہیں چھپاتے وقت کسی کو بھی اطلاع نہ ہوئی، وہ تیزی سے عذیوت گیا اور مبلغ اڑتالیس دینار آپ کی خدمت میں لے آیا، آپ نے عدلی طلب کی اور عدلیوں میں سے ایک دینار الگ کیا اور فرمایا ''یہ ایک دینار حرام'' تو نے کہاں سے لیا ہے، پھر شیخ شادی کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان مبلغ سنتالیس دیناروں کا ایک بیل خرید اور زراعت اختیار کر، اور حق تعالیٰ و تقدس کے بندوں کی خدمت میں صرف کر پھر شیخ شادی سے اس ایک دینار کا حال پوچھا گیا تو اس نے کہا۔ کہ میں حضرتِ خواجہ کی نسبت سے پہلے ایک مدت تک جوا کھیلا کرتا تھا، یہ ایک دینار اس جوئے (کی کمائی) سے ہے۔

بزرگوں کو آزمانا نہیں چاہیے: بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کرمینہ پہنچے اور ایک درویش شیخ خسرو کی منزل پر نزول اجلال فرمایا، شام ہوگئی، تو اس علاقے کے اشراف آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، جب طعام کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے شیخ خسرو کو اشارہ فرمایا کہ دیکھو، اس گھر کے

دروازے پر کون ہے؟ جب خسرو باہر نکلا تو دیکھا کہ یوسف نامی شخص دروازے پر کھڑا تھا، اور اس کے ہاتھ میں امرودوں کا طبق تھا۔ اس نے کہا، میں حضرت خواجہ کی ملاقات سے مشرف ہونے کیلئے آیا ہوں، آنگاہ یوسف اندر آیا اور آپ کو سلام کیا، اور وہ طبق آپ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت خواجہ نے ان کے رزق حلال ہونے کے بارے میں مبالغے سے پوچھا، اس نے کہا کہ "میں نے فلاں شخص سے یہ طبق خریدا ہے"۔ حضرت خواجہ نے شیخ خسرو کو اشارہ فرمایا کہ "امرودوں کو خالی جگہ پر رکھ دو، پھر آپ نے تفحص کرتے ہوئے اپنے دست مبارک سے ایک امرود اٹھا کر یوسف کو عطا کیا اور فرمایا کہ "باقی امرود حاضرین میں تقسیم کر دیے جائیں، لیکن کوئی آدمی امرود نہ کھائے"۔ پھر آپ نے روئے مبارک یوسف کی طرف کیا اور فرمایا "اس میں کیا راز ہے کہ پہلے تو ہم نے اس امرود کے بارے میں بہت جستجو کی اور پھر کہا کہ کوئی یہ امرود نہ کھائے، صحیح جواب دے"۔ یوسف نے کہا "کہ اصل صورت حال یہ ہے کہ لوگوں نے کہا کہ کرمینہ میں ایک صاحب کمال آیا ہے"۔ میں نے چاہا کہ میں آپ کا امتحان لوں، میں نے ایک امرود کو نشان لگا کر طبق میں رکھ دیا اور باقی امرود اس کے اوپر رکھ دیئے"۔ آپ نے فرمایا "اچھی طرح دیکھ لے، کہ یہ وہی امرود ہے جو ہم نے تجھے دیا ہے"۔ اس نے کہا "بیشک وہی ہے"۔ پھر حضرت خواجہ نے یوسف کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "بندگان خدا کو ہرگز نہیں آزمانا چاہیے"۔ اگر ہم تجھے یہ امرود نہ دیتے تو تجھے نقصان اٹھانا پڑتا اور تو ہم سے دور ہو جاتا۔ جو دین محمد مصطفےٰ ﷺ کا درویش ہے اسے آزمانے کی کیا حاجت ہے"، یوسف نے توبہ اور انابت سے کام لیا، حاضرین کے دل میں آپ کی محبت اور ارادت کچھ اور پیدا ہو گئی

حال درویش کی خبر دی: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ، ماقدس اللہ سرہ غدیوت میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ "قصر عارفاں میں ہمارے گھر لکڑیاں لے جانی چاہییں۔" اور آپ غدیوت سے ایک طرف روانہ ہو گئے۔ میں

نے آپ کے اشارے کی وجہ سے سوس کی لکڑیاں جمع کیں، پھر جب مجھے معلوم ہوا کہ سوس کی لکڑیاں بہت دشواری سے جمع ہوتی ہیں تو از خود سوچتے ہوئے سوس کے ساتھ کچھ خاردار لکڑیاں اکٹھی کر لیں۔ اور قصر عارفاں میں آپ کے گھر لے گیا۔ تین روز بعد حضرت خواجہ تشریف لائے۔ اور مجھ سے سوال فرمایا کہ ''لکڑیاں چھوڑ آیا ہے''؟ میں نے عرض کیا ''بیشک میں چھوڑ آیا ہوں''۔ فرمایا ''لکڑیوں کا قصہ تو بتائے گا یا میں بتاؤں۔'' پھر آپ نے فرمایا ''پہلے تو نے سوس کی لکڑیاں جمع کیں اور پھر خود اندیشہ کرتے ہوئے ان کے ساتھ خاردار لکڑیاں اکٹھی کر لیں''۔

جو فرمایا وہی ہوا: قرشی درویشوں میں سے ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ، ماقدس اللہ روحہ، ''قرشی'' میں قیام فرماتے تھے، ایک روز فرمایا، بخارا میں (علاقہ) غدیوت کے اندر ہمارا ایک درویش ہے جس کا نام شادی ہے، تین روز بعد وہ بخارا سے قرشی آئے گا، اس واسطے کہ اس نے ''قصر عارفاں'' میں ہمارے گھر لکڑیاں پہنچائی ہیں اور اس دوران اس سے کوئی قصور سرزد ہو گیا ہے، وہ ''درویش قرشوی'' کہتا ہے، میں نے تین دن انتظار کیا، تیسرا دن گزرا تھا کہ شیخ شادی غدیوتی بخارا سے قرشی آ گیا۔ حضرت خواجہ نے اسے اپنی صحبت مبارک میں آنے کی اجازت نہ دی۔ چند روز اسی طرح گزر گئے۔ چونکہ میں حضرت خواجہ کے طریقہ میں مبتدی تھا، اس لئے التماس کی کہ شیخ شادی کو معاف فرما دیں، آپ نے لطف فرمایا اور اسے معاف فرما دیا، میں نے خلوت میں اس سے پوچھا کہ تیرا بخارا سے اس جگہ آنے کا کیا سبب ہے، اس نے کہا ''یہ قریب کی بات ہے کہ میں قصر عارفاں میں حضرت خواجہ کے گھر کی لکڑیاں لے کر آیا اور مجھ سے قصور سرزد ہو گیا۔ پھر مجھ سے توقف نہ ہو سکا، اسی روز آپ کی طرف متوجہ ہوا اور تیسرے روز قرشی پہنچ گیا۔

حضرت خواجہ کا کمال نظر: حضرت خواجہ علاء الحق والدین روح اللہ روحہ نے بیان فرمایا کہ ایک بار حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ قرشی تشریف لے گئے۔

اور ''قصر عارفاں'' میں اپنی منزل مبارک کی خدمت کیلئے ایک درویش کو چھوڑ گئے۔
ایک روز قرشی میں حاضر خدمت لوگوں سے ارشاد فرمایا ''اس وقت وہ درویش خادم باغ سے ہمارے گھر لکڑیوں کو لے جا رہا ہے، اور اس کے دل میں یہ خیال گزرا ہے کہ اگر حضرتِ خواجہ یہاں ہوتے تو میری خدمت برمحل ہوتی، اور وہ لکڑیاں کراہت کے ساتھ ہمارے گھر لے گیا، جب وہ ہمارے گھر پہنچا تو اہل منزل نے اس کی کراہت کو دیکھا اور لکڑیاں قبول نہ کیں، اس نے ہر چند تضرع اور درخواست ظاہر کی مگر فائدہ نہیں ہوا، اور اس وجہ سے اب وہ درویش ''مقبوض'' ہو گیا ہے، وہ تین روز بعد بخارا سے قرشی آئے گا، آپ نے جن حاضرین کے سامنے یہ قصہ بیان فرمایا تھا وہ سب منتظر تھے، جب تین روز گزرے تو درویش بخارا سے قرشی آ گیا، اس جماعت نے وہ قصہ اس سے پوچھا تو اس نے ویسے ہی بیان کیا جیسے حضرت خواجہ بیان کر چکے تھے، وہ سب حیرت زدہ ہو گئے اور آپ کے ساتھ ان سب کے عقیدہ کو ''رسوخِ تمام'' نصیب ہوا۔

جدھر دیکھا انہیں پایا: حضرتِ خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مشہدہٗ سے منقول ہے کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ ''جماعتِ درویشاں'' کے ساتھ اس خانوادے کے ایک تابعِ فرمان کے حجرہ درویشی میں جلوہ گر تھے۔ کچھ لوگوں کو حضرتِ خواجہ نے دستر خوان کی نسبت اشارہ فرمایا تو وہ اس حجرہ سے باہر نکل گئے۔ ان کے دو فریق بن گئے، ایک فریق بازار صرافاں کی طرف متوجہ ہوا، اس فریق نے حضرتِ خواجہ کو وہاں دیکھا اور تصور کیا کہ آپ حجرہ سے باہر تشریف لے آئے ہیں، دوسرا فریق چوک کی طرف گیا اور حضرتِ خواجہ کو وہاں دیکھا اور اس نے بھی یہی تصور کیا، پھر وہ لوگ بازار میں ''اخی محمد در آھنین '' سے ملے، اور اپنا قصہ اس سے بیان کیا۔ اس نے کہا، میں نے اسی لمحے حضرتِ خواجہ کو فلاں جگہ دیکھا کہ آپ ایک طرف کو جا رہے تھے، درویشوں کو تردد ہوا کہ حضرتِ خواجہ کو کہاں تلاش کریں، وہ اسی اندیشے میں تھے کہ ایک درویش آیا کہ حضرتِ خواجہ فرما رہے ہیں، اصحاب نے آنے میں تاخیر

کیوں کردی، انہوں نے وہ قصہ اس درویش سے بیان کیا۔اس نے کہا جس وقت تم سب لوگ حضرتِ خواجہ کے اس حجرے سے باہر نکلے ہو، صاحبِ حجرہ اور میں دونوں آپ کی خدمت میں موجود تھے، آپ کسی طرف بھی نہیں گئے۔اور اب بہت جلدی سے مجھے تم لوگوں کی طرف روانہ کیا ہے۔سب اصحاب حیرت زدہ ہو گئے۔اور اسی صفت میں حضرتِ خواجہ کے حضور پہنچے، ان سے 'کیفیتِ حال' پوچھی گئی۔تو اصحاب نے تمام قصہ کھول کر بتا دیا۔حضرتِ خواجہ نے تبسم فرمایا اور صاحبِ حجرہ یہ واقعہ سن کر رونے لگا، یہ بات اس کی محبت کا اور سبب بنی، حضرتِ خواجہ نے فرمایا منقول ہے کہ حضرتِ عزیزان قدس سرہ کو رمضان کی ایک شام کو تیرہ جگہ پر دعوت دی گئی، آپ نے سب کی دعوت قبول فرمالی۔ناقل کہتا ہے کہ میں ایک دسترخوان پر آپ کے ساتھ حاضر تھا، دوسرے مقامات کے بارے میں پوچھا گیا تو یہی سنا گیا کہ آپ ہر جگہ موجود تھے۔

ہر بات کھول دی: ایک درویش سے منقول ہے کہ جن دنوں حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ سرہٗ ''مرو'' میں جلوہ گر تھے تو آپ کے درویش ہر طرف سے

''یَأْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ'' ......دور دراز سے آئیں گے...... (الحج ۲۷)

کے مصداق آپ کی صحبت شریف میں پہنچ رہے تھے، وہ ''بیابانِ مرو'' کی ریت کو ریشم سمجھ کر طے کر رہے تھے، اور ہر کوئی زبانِ حال سے پکار رہا تھا

ے راہ وصلش گہ بہ پہلوگہ بسر باید دوید

غدیوت کے درویش بھی بخارا سے اس سفر مبارک پہ روانہ ہوئے تھے، حضرت خواجہ جس وقت غدیوت کے درویشوں کو بخارا کی طرف روانہ فرماتے تو ان کو حکم کرتے کہ خبردار! بخارا پہنچ کر سب سے پہلے خواجہ علاؤالدین کے باغ انگور کی عمارت میں مشغول ہونا۔اور اس عمارت میں تمام تر اہتمام اور احتیاط کو ملحوظ رکھنا، آپ نے اس حکم میں بہت مبالغہ اور بہت تاکید فرمائی، وہ درویش آپ کے اشارے پر انگور لگانے

میں مشغول ہو گئے، مگر جس طرح احتیاط کرنی چاہیے تھی، انہوں نے نہ کی۔ اور بعض جگہوں پر تقصیر کرتے رہے، جب حضرت خواجہ مرو سے بخارا تشریف لائے، اور ”عَادَ اِلَی الْکُوْفَۃِ نُعْمَانُھَا“ (یعنی کوفہ کی طرف اُس کا نعمان لوٹ آیا) کی صدا ان کے دوستوں کو ماصول ہوئی، وہ تمام آپ کے ”قدوم شریف“ کی دریافت کے لیے دوڑے۔ جب آپ کی نظر غدیوت کے درویشوں پر پڑی تو آپ نے خواجہ علاؤالدین کے باغ میں انگور لگاتے وقت ان سے ہونے والی تقصیر کا واقعہ ان کو سنا دیا، اور تقصیر کے مقامات کو خوب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، عمارت میں فلاں فلاں انگور میں تم لوگوں نے کوتاہی کی ہے۔ درویش کو چاہیے کہ اس کا مقتدا جو کام اسے عنایت فرمائے، وہ تحقیق سے جان لے کہ وہ کام اس کی سعادت کا وسیلہ ہے۔ سب درویشوں نے اس تقصیر کی معافی طلب کی۔

اصل کمال شریعت میں ہے: منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ، کا درویش محمد ترک کوفینی، بخارا کے بازار میں آپ کے کسی درویش کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی صفت جذبہ زور پر تھی، وہ بڑی اونچی آواز میں باتیں کر رہا تھا، دریں اثناء اسنے کہا ”وہ کیسا درویش ہے جو یہاں سے بغداد کے درخت کی شاخ پر بیٹھے ہوئے مچھر کو نہ دیکھ سکے“۔ بعد ازاں حضرت خواجہ تشریف لے آئے اور فرمایا ”تیرا یہ سخن تیرے کس کام آئے گا، دین اور مسلمانی کا غم کھا، اور شریعتِ مصطفٰے کے جادہ پر ثابت قدم ہو، ایسی باتوں سے وہ کام نہیں بن سکتا،“ تمام حاضرین آپ کے شرف اور شفقت سے بہت خوش ہوئے۔

محبت کیسے ہوئی: شیخ شادی غدیوتی سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس سرہٗ کے ساتھ میری محبت کا سبب یہ تھا کہ میں غدیوت میں کاشتکاری کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں غلہ کوٹنے میں مشغول تھا کہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک عزیزِ نورانی فراخ شاخ پر بیٹھا گزر رہا ہے۔ جب اس نے میری طرف نظر کی اور مجھے اپنی طرف اشارہ کیا، اتفاقاً

میرے پاس چار تربوز تھے، میں نے دو رکھ دیے اور دو لے کر اس کی طرف چل پڑا ، جب اس نے دو تربوز دیکھے تو فرمایا جو دو بڑے تھے وہ وہاں رکھ آئے ہو، جب میں نے اس عزیز سے یہ بات سنی تو تعجب کیا، میں جلدی سے وہ بڑے تربوز بھی اس بزرگوار دین کی خدمت میں لے آیا، انہوں نے فرمایا، جلدی سے ان تربوزوں کے ٹکڑے کر دے کہ کھانے والے پہنچنے ہی والے ہیں۔ میں ایک ساعت ان کی صحبت شریف میں رہا، آپ نے فرمایا "اس مقدار سے ہمارے درمیان حقوق ثابت ہو گئے کہ ہم تیرے گھر جائیں، تیری خاتون نے تندور میں ہریسہ پکایا ہے" حال یہ تھا کہ مجھے خود ان احوالِ خانہ کی خبر نہ تھی۔ جب حضرتِ خواجہ نے گھر میں قدمِ مبارک رکھے تو واقعہ اسی طرح تھا جس طرح آپ نے خبر دی تھی، اس واقعہ سعادت کے ظہور سے اُن کی محبت میرے اور میرے اہل وعیال کے اندر پیدا ہو گئی، اور ہم ہمیشہ آپ کی صحبتِ شریف کے شیفتہ ہو گئے۔

وہ چارہ گر آ ہی گئے: شیخ شادی سے منقول ہے اس واقعہ کو چند روز ہی گزرے تھے کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی محبت نے ہم پر غلبہ کر لیا۔ ایک رات آپ کی مبارک ملاقات کے شدید اشتیاق سے میں اور میرے اہل خانہ نے زمین پر سر رکھ دیا، اور تضرع و زاری کرنے لگے، ہم نے کہا، اے خدا تو ہی بزرگ ہے، شیخ بہاؤ الدین کو ہم مسکینوں کی طرف بھیج دے، سردیوں کا موسم تھا، ہوا بہت سرد تھی، ایک لمحہ ہی گزرا کہ حضرت خواجہ تشریف لے آئے اور فرمایا "اگر تمہاری خدمت کے حقوق سامنے نہ ہوتے تو (یہاں آنا) بہت مشکل کام تھا۔ کیا یہ کسی درویش کو تشویش دینے کا موقع ہے؟ کیا یہ حضرتِ خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرنے کا وقت ہے کہ شیخ بہاؤ الدین کو ہماری طرف بھیج دے، درویشوں کے کچھ اوقات اس طرح گزرتے ہیں کہ غیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔ میں آرام میں تھا کہ مجھے کہنے لگے، وہ فقیرِ مشتاق منتظر ہیں، میں نے ہرچند کوشش کی مگر توقف کا امکان نہ ہوا، اب ایسی سرد ہوا میں

قصر عارفاں سے آ گیا ہوں۔

فنا سے بقا تک: منقول ہے کہ ایک رات درویش محمد زاہد ریورتونی، شیخ شادی علیہ الرحمہ کے گھر جا رہا تھا آدھی رات تک وہ دونوں ایک دوسرے کے پاس بیٹھے، شیخ محمد نے شیخ شادی کی طرف توجہ کی اور کہا کہ میں نے اپنی ''فلاں ضعیفہ'' کو تجھ پر قربان کر دیا، اور میں اس کو طلاق دیتا ہوں۔ شیخ شادی نے بھی شیخ محمد کے لیے اسی طرح کی بات کی۔ جب دونوں نے یہ بات کہی تو ازخود رفتہ ہو کر گر پڑے اور فانی ہو گئے۔ اس حال میں بہت سا وقت گزر گیا، تمام اہل خانہ نے یہی تصور کیا کہ دونوں کے بدن سے روح مفارقت کر چکی ہے۔ سب لوگ حیران ہو گئے، اسی وقت حضرت خواجہ قدس اللہ روحہ ''قصر عارفاں'' سے تشریف لے آئے اور آپ نے شیخ شادی اور شیخ محمد کو اس صفت سے باہر نکالا اور فرمایا ''میں قصر عارفاں میں تھا، اس وقت تم دونوں صفت فِدا میں آئے اور تمہارا یہ حال واقع ہوا۔ مجھے کہا گیا کہ ہمارے بندوں کی خبر لو' میں اسی وجہ سے اس رات آیا ہوں۔''

یقین عطا کر دیا: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ نے نقل فرمایا کہ ایک روز میں حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی خدمتِ اقدس میں آپ کے قدمِ مبارک مل رہا تھا، اتفاقاً ایک شریف زادہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور حضرتِ خواجہ مقام فنا کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے۔ اسی وقت آپ نے فرمایا کہ ''اولیا کرام فنا میں تصرف فرمایا کرتے ہیں'' اس شریف زادے نے آپ سے سوال کیا کہ ''اولیا کرام فنا میں کس طرح تصرف کرتے ہیں'' حضرتِ خواجہ نے اپنا قدم مبارک میرے سینہ پر رکھا تو مجھ میں ایک کیفیت پیدا ہو گئی۔ اور میں ازخود رفتہ ہو گیا، مجھ پر یہ عنایت نمازِ عصر سے لیکر نمازِ صبح تک رہی۔ جب میں اصلی حال میں لوٹ آیا تو حضرتِ خواجہ سے مشرف ہوا، آپ نے فرمایا ''ہم نے تیرے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کیا ہے کہ اس شریف زادے کو درویشوں کے حال پر یقین حاصل ہو جائے''۔

آخر بیقراری کو قرار آ ہی گیا: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ جب پہلی بار وہ بیت اللہ شریف کے سفر پہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا، آپ خراسان پہنچے تو میہنہ میں حضرتِ شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمہ کے نوافل میں سے خواجہ موید کے گھر نزول فرما ہوئے۔ ایک روز حضرت خواجہ نے فرمایا ہم میہنہ کی کاروان سرائے کی طرف سیر کرنا چاہتے ہیں، اس جگہ ایک درویش بھی آیا تھا، آپ نے فرمایا ''وہ درویش دوستوں میں سے ہے، لیکن ہمیں نہیں پہچان سکا'' بعدہٗ جب آپ منزل پہ تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں دسترخوان پیش کیا گیا۔ حضرت خواجہ نے خواجہ موید کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا ''آج تمہارے شہر میں دوستانِ حق میں سے ایک دوست آیا ہے، اگر اجازت ہو تو وہ بھی اس جگہ حاضر ہو جائے'' خواجہ موید نے فرمایا ''بہت اچھا'' آپ نے مجھے اشارہ فرمایا کہ اس درویش کو بلا لاؤ، جب تمام لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو خواجہ موید اس درویش کے ساتھ بحث کرنے لگے۔ ان کے درمیان مسائلِ طریقت کا ذکر ہو رہا تھا۔ ہر چند اس درویش نے حضرتِ خواجہ سے فائدے کی التماس کی مگر آپ نے کچھ نہ فرمایا، جب ان کے درمیان شدید بحث ہونے لگی تو وہ درویش اس گھر سے باہر آیا اور پرندے کی طرح اڑتا ہوا بلند جگہ پر جا بیٹھا۔ حضرت خواجہ نے اس کے اس عمل پر تبسم فرمایا اور فرمایا، یہ آسان ہے، نماز عصر کا وقت ہو گیا تو وہ درویش، آپ کے پاس آ گیا، آپ نے اسے فرمایا ''یہ تو نے کیا کام کیا ہے؟ حق تبارک وتعالیٰ کے بندوں کے نزدیک اس طرح کے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں، خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ ان پر گزرتا ہے اگر اس میں سے تھوڑا سا بھی مخلوق پر ظاہر کر دیں تو اس کے احوال دگرگوں ہو جائیں'' اس درویش نے کہا، ''میں تو پچتالیس سال سے بحر و بر میں تلاش کر رہا ہوں، میں نے تو ہرگز کوئی آدمی نہیں دیکھا جس میں یہ کمال پایا جاتا ہو، میں دس مرتبہ حج اور روضہ رسول کیلئے گیا لیکن کسی شخص میں یہ کمال نہ دیکھا''، ہمارے خواجہ نے اسے فرمایا کہ ''اگر ایک لمحے میں تو

دیکھ لے تو کیا تجھے یقین ہوگا کہ ایسے لوگ دنیا میں موجود ہیں''؟ پھر آپ نے اسے فرمایا ''نزدیک ہو کر بیٹھ'' اور اپنی ''انگشتِ مسبحہ'' اس کے زانو سے لگائی، اسکی حالت بدل گئی، اور وہ گر پڑا۔ اس کا تمام رنگ متغیر ہو گیا۔ اس کا سانس بھی رک گیا اور اسی حال میں بہت دیر گزر گئی، حضرتِ خواجہ نے اپنی ''انگشتِ مسبحہ'' اس کی پیشانی سے لگائی تو اس نے آنکھ کھول دی۔ اور حرکت کرنے لگا، پھر اس نے بہت عاجزی کرتے ہوئے کہا'' بد کردم و بد گفتم ''میں نے برا کیا اور برا کہا۔ آپ کے کمال کو دیکھے بغیر ہی مجھ سے یہ باتیں صادر ہوئیں، حق تعالیٰ کے بندے اس سے بھی زیادہ باکمال ہوتے ہیں۔ پھر اس نے حضرتِ خواجہ کا دامنِ مبارک مضبوطی سے پکڑا اور التماس کی، ''از راہ کرم مجھے، میرا مقصود عطا کریں، کیونکہ میں نے اسی کی جستجو میں عمر گزار دی، اب میں نے راہبر پالیا ہے''۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''تو تو کہتا تھا کہ میں دس مرتبہ گیا ہوں، اسنے کہا'' اے خواجہ! وہ اب حساب میں نہیں''۔

عمر کہ بے دوست رفت ہیچ حسابش مگیر

حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''تجھے ہرات کی طرف جانا چاہیے، اس نے ایسے ہی کیا۔ بعدہ، خبر موصول ہوئی کہ وہ ہر مقام پر حضرتِ خواجہ کا بہت زیادہ اثبات کر رہا ہے، حضرتِ خواجہ نے فرمایا اس جگہ رکنا مصلحت نہیں، پھر آپ نے جلدی سے راہِ حج کی عزیمت اختیار فرمائی۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان: ایک درویش سے منقول ہے کہ ''عید قربان کا زور تھا، حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ'' عید گاہ سے باہر تشریف لائے، ''خلقِ بسیار'' آپ کے قدمِ مبارک کے ہمراہ چل رہی تھی۔ حضرتِ سید امیر کلال علیہ الرحمہ کا فرزند امیر برھان جو حضرتِ خواجہ کی نظر شریف کی برکت سے عالمِ معنیٰ میں بہرہ تمام رکھتا تھا، آپ کے پیچھے تھا، جب اس نے حضرتِ خواجہ کے ساتھ اتنے زیادہ لوگ مشاہدہ کیے تو خود سے آہستہ آہستہ کہنے لگا

''حضرت خواجہ کے احوال، ظہورات اور کاروبار کا ظہور ایامِ اوائل میں کتنا اچھا تھا، اس وقت یہ مخلوق آپ کو تشویش میں ڈال رہی ہے'' میں امیر برہان کے نزدیک ہی تھا اور حضرت خواجہ آگے آگے چل رہے تھے، جب اس نے یہ بات کی، تو آپ نے توقف فرمایا تا کہ امیر برہان پہنچ جائے۔ آپ نے اس کا گریبان پکڑ کر ذرا سی حرکت دی، اس میں ایک ''صفتِ بزرگ'' نے تصرف کیا اور اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی۔ حضرتِ خواجہ نے اس پر نگاہ ڈالی اور کچھ وقت اس پر یہی حالت گزرتی رہی۔ جب وہ اپنے حال میں آیا تو اسے فرمایا ''تو کیا کہتا تھا، اس وقت وہ احوال اور کاروبار ہیں یا نہیں''؟ امیر برہان نے بہت زیادہ عذر پیش کیا، پھر جو کہا تھا اس پہ استغفار پڑھی۔ اور عرض کیا کہ ''کاروبار اور احوال پہلے سے زیادہ ہیں''۔

یہ شان ہے خدمتگاروں کی: ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ ایک ''درویش عزیز'' کو تلاش کرنے کیلئے متوجہ ہوئے جو قرشی سے بخارا آیا ہوا تھا، وہ درویش فتح آباد میں نزول فرما تھا، جس وقت حضرتِ خواجہ اس درویش کو تلاش کر رہے تھے، پہلوان محمود بکیار علیہ الرحمہ کے ایک تابع فرمان نے آپ کی خدمت میں موافقت کی، جب آپ فتح آباد پہنچے اور اس درویشِ عزیز سے ملاقات فرمائی، اسی لحظے مجھے معلوم ہوا کہ حضرتِ خواجہ نے عالم باطن میں میرے ساتھ التفات وعنایت فرمائی ہے۔ اسی دوران پہلوان محمود کے درویش نے ایک درم اپنے جوتے سے نکال کر از راہ نیاز اس درویش عزیز کو پیش کیا، اس عزیز نے رعایتِ ادب اور مقتضائے معرفت کی طریقے سے پہلوان محمود کے درویش کے اس عمل پر مواخذہ کیا اور کہا، دنیاوی نکتے کو تو محل اہانت دیکھا مگر دوسرے نکتے کو نہ دیکھا کہ درموں پر رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک نقش ہے۔ (اور ان کو تو نے جوتے میں چھپایا ہے) بعدہٗ اس درویش عزیز نے میری طرف نظر کی اور مجھے تشویش میں ڈالنے کا ارادہ کیا، حضرت خواجہ کی برکت نظر سے میں باطن میں اس سے مشغول ہوا تو وہ اسی وقت مقبوض ہو گیا،

اور بات اس پر بند ہوگئی، کچھ فرصت اسی صفت میں گزری تو وہ حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، ''آپ کے اس درویش کا کیا نام ہے''؟ حضرت خواجہ نے فرمایا ''امیر حسین، جو کہ میرا مصاحب ہے'' وہ درویش عزیز اٹھا اور اس نے مجھے بغل میں لے کر بہت زیادہ لطف فرمایا اور بے اندازہ معذرت کی، اس کی ''صفت قبض'' بالکل زائل ہوگئی تو اس نے سخن کا آغاز کیا، پھر ایک آدمی آیا اور سلام عرض کی، اور ایک دینار اسے پیش کر کے بولا میں اپنا ''دراز گوش'' گم کر چکا ہوں، لوگوں نے آپ کا ذکر کیا ہے۔ اس عزیز نے کہا کہ یہ معاملہ حضرت خواجہ کے حضور پیش کرو، اس کے بعد حضرت خواجہ ایک لحظہ خاموش ہوئے اور پھر دراز گوش کے مالک سے کہا کہ ''فتح آباد کی طرفِ قبلہ میں فلاں جگہ تمہارا دراز گوش موجود ہے''۔ وہ آدمی آپ کی بتائی ہوئی علامت کے مطابق چلا گیا اور اپنا دراز گوش حاصل کر لیا۔ اب وہ بہت مسرور ہو کر آیا تو تمام حاضرین بہت زیادہ متعجب ہوئے۔

حضرت خواجہ کا جلال: ایک درویش سے منقول ہے کہ اس (مذکورہ) واقعے کے بعد وہ درویش عزیز اپنے کسی درویش کے گھر چلا گیا، حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ بھی وہاں تشریف فرما رہے، اس عزیز کے باقی درویش بھی حضرت خواجہ کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک درویش نے ارادہ کیا کہ آپ کے کسی درویش کے باطن سے مشغول ہو جائے۔ وہ درویش باطن میں آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ میں ''صفت جلال'' کے آثار نمودار ہوئے۔ اور اس دریش کی طرف دیکھا، جس نے آپ کے درویش کی توہین کی تھی۔ اس کا حال دگرگوں ہو گیا، اور وہ ایک لمحہ میں ہوا بھری ہوئی مشک کی طرح ہو گیا، اس کی صورت اور شباہت تبدیل ہو گئی۔ اس واقعہ سے اس ''درویش عزیز'' کو خبردار کیا گیا تو وہ بہت جلدی آ گیا۔ جب اس نے وہ حال مشاہدہ کیا تو اس نے، حضرت خواجہ کے درویشوں سے سوال کیا، وہ بولے، ''اس ''صاحبِ حادثہ'' سے پوچھ لو'' جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے بے ادبی کی ہے،

اس عزیز نے حضرت خواجہ طرف توجہ کی اور کہا ''اس نے برا کیا ہے اور ''بے معرفت'' عمل کیا ہے۔ اسے معاف فرمادیں، کبھی شاخ بھی درخت کے تنے پر چڑھ جاتی ہے''، حضرتِ خواجہ نے اس عزیز کی التماس پر اسے معاف کر دیا تو وہ اس حالت سے اپنی اصلی حالت میں آ گیا، اس منزل کے تمام حاضرین نے ''قوی تعجب'' کا اظہار کیا اور نہایت خوش ہوئے۔

ندی کا رخ بدل گیا: ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہ' اس درویش عزیز کے ساتھ حضرتِ شیخ سید الدین باخرزی علیہ الرضوان کے مزار اقدس کے بالمقابل بہنے والی ندی کے کنارے تشریف فرما تھے، اور'' طائفہ ولایت'' کے احوال ایک دوسرے سے بیان کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت شیخ سیف الدین اور حضرت شیخ حسن بلغاری علیہما رحمۃ الباری کے درمیان، ہونے والا مچھلی کا واقعہ چھڑ گیا۔ اس عزیز نے کہا'' اولیاء کرام سے اس قسم کے تصرفات واقع ہوا کرتے تھے، کوئی اس دور میں بھی ایسا ہوگا جس سے ان احوال کا ظہور ہو سکے''

حضرت خواجہ نے فرمایا'' کیوں نہیں، ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں' جو اس ندی کے پانی کو اشارہ کریں کہ وہ اوپر کو بہنا شروع کر دے تو وہ اسی وقت بہنا شروع کر دے'' یونہی حضرت خواجہ نے یہ سخن فرمایا'' آبِ جو'' اوپر کی طرف رواں دواں ہو گیا ' آپ نے فرمایا، ''میں تو یہ نہیں چاہتا'' پھر وہ آبِ جو، اپنی پہلی صورت میں بہنے لگا۔ تو ''خلقِ بسیار'' نے یہ واقعہ مشاہدہ کر کے حضرتِ خواجہ کی ولایت کا اعتراف کیا۔

جب مزاج یار کچھ برہم ہوا: انہوں نے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ'' قصر عارفاں'' میں مسجد کے دروازے پر تشریف فرما تھے اور ہر طرف سے آپ کے درویش آ رہے تھے، ''عظیم اژدحام'' تھا۔ ایک درویش ''تاتکن'' کی طرف سے آپ کے قدم مبارک میں حاضر ہوا۔ لیکن آپ نے اس پر بالکل توجہ نہ فرمائی۔ آپ نے فرمایا'' تمہاری وجہ سے تاخان کے لوگوں نے بہت نقصان اٹھایا ہے

اور تم ہماری اجازت کے بغیر ہی بخارا آ گئے ہو" آپ نے اس کو "نظر ہیبت" سے دیکھا ، اس کا حال متغیر ہوا اور وہ بیخود ہو گیا، اس کا سانس رک گیا۔ کچھ دیر ایسے ہی گزر گئی، مگر آپ کے خوف کی وجہ سے حاضرین میں سے کسی انسان میں ہمت نہ ہوئی کہ اس کے بارے میں کوئی بات کرتا اور اس کی شفاعت کرتا، ایک درویش نے چاہا کہ درخواست کرے لیکن آپ نے اسے فرمایا، تو، ہم سے زیادہ مہربان نہیں، خاموش ہو جا ، اسی وقت تماج پکا اور درویشوں نے کھایا۔ وہ "تاتکنی درویش" اسی طرح پڑا رہا، آخر الامر درویش آپ کے والد گرامی کی بارگاہ میں پہنچے اور عرض کی کہ آپ کے سوا کوئی اس درویش کی شفاعت نہیں کر سکتا، انہوں نے کہا، میں بھی ڈرتا ہوں، پھر وہ "خوف بسیار" کے ساتھ گئے اور کہا، "درویشوں کے دل اس گنہگار کی طرف اٹکے ہوئے ہیں" حضرت خواجہ نے فرمایا "جب تک وہ ماخان میں جا کر لوگوں سے عاجزی نہ کرے گا اور خلقت اس کے نقصان سے باہر نہ آئے گی اسے ہماری طرف راہ نہیں مل سکتی" حضرت خواجہ نے اپنا قدم مبارک اس کے مارا اور فرمایا "اٹھو" وہ اپنے حال میں آ گیا، اور سب درویش جنھوں نے اس حال کو پیش ازیں مشاہدہ نہ کیا تھا، بہت زیادہ متحیر ہوئے۔

وہ کیسے سیف اللسان ہیں: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ "قصر عارفاں" کے اطراف میں سیر فرما رہے تھے، میں آپ کے ہمراہ تھا، نزدیک ہی ایک قصاب اپنی گردن پر عمارتی لکڑی اٹھائے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے حضرت خواجہ سے مدد طلب کی، اس جگہ سے لے کر اس کے گھر تک کافی مسافت تھی۔ جلدی سے حضرت خواجہ نے اس لکڑی کو ایک طرف سے اپنے "دوش مبارک" پر رکھنا چاہا کہ میں نے درخواست کی تو آپ نے وہ میرے (شانے پر) رکھ دی۔ لیکن لکڑی کی یہ طرف وزنی تھی لہذا آپ نے لطف فرماتے ہوئے میری مدد کی اور مجھے آہستہ سے کہا، "یہ جو لکڑی ہم نے اٹھائی ہے، قصاب مسکین

اس سے عمدہ عمارت بنانا چاہتا ہے، لیکن نہ اس کا گھر رہے گا اور نہ روزگار" دوسرے روز میں نے وہی قصاب دیکھا کہ وہ دیوانہ ہو چکا تھا اور اپنا لباس تار تار کر کے صحرا میں پھر رہا تھا، اسے آرام اور قرار نہیں تھا، کچھ دیر تو وہ ایسے ہی رہا، پھر وہ "میان خلق" سے باہر نکلا اور غائب ہو گیا۔

زندگی تبدیل کر دی: اسی درویش سے منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ اس باغ میں تھے جہاں اب آپ کا مزار منور ہے۔ اور شیخ شادی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔ وہی قصابِ دیوانہ آیا اور اس نے حضرتِ خواجہ کو سلام کی اور "سکونت ووقار" کے ساتھ مقام نیاز میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے آپ کے لطف وکرم کا شکریہ ادا کیا اور کہا "میں آپ کی برکت سے جمیع تعلقات سے خلاصی پا چکا ہوں"۔ حضرت خواجہ اپنے گھر روانہ ہوئے اور فرمایا کہ نماز عصر ادا کرنے کے بعد حاضر ہونا۔ اس قصاب اور شیخ شادی کے درمیان کوئی بات ہوئی اور ہر دو جانب گرم ہو گئے۔ قصاب کچھ مسافت پرندے کی طرح اڑا اور ایک دیوار پر جا بیٹھا۔ میں نے حضرت خواجہ کا فرمایا ہوا حکم اسے بتایا کہ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہمارے نزدیک حاضر ہونا۔ اس نے کہا آپ کا اشارہ فرض ہے۔ وہ دیوار سے نیچے اترا اور نماز عصر ادا کی۔ جب ہم منزل خواجہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ چند قدم ہماری طرف بڑھے اور فرمایا "امیر حسین کیسی گزری ہے؟ جلدی بتاؤ" میں نے ابتدائے بحث سے آخر تک سب کچھ بتا دیا، حضرت خواجہ نے شیخ شادی کو نظر ہیبت کے ساتھ دیکھا، اس کی حالت عجب ہو گئی، اور اس میں "تغیر تمام" پیدا ہو گیا وہ قصاب ان احوال سے قوی متحیر ہوا، اس نے حضرت خواجہ کو دیکھتے ہوئے نہایت عاجزی سے کہا، یہ کیا واقعہ ہے؟ آپ نے فرمایا "یہ تیری وجہ سے ہوا ہے۔ اب یہ تجھ پر (فرض) ہے کہ اسے درست کرے" قصاب نے کہا، میں نے کیا کیا ہے، آپ نے فرمایا "یہ اس لیے ہے کہ اس نے تیرے ساتھ بحث کی ہے اور اس سے تیرا دل خستہ ہوا، تو اس کا یہ حال ہو گیا۔ اب جب تک تو اس

سے راضی نہ ہوگا، یہ اپنے حال میں واپس نہ آئے گا'' قصاب نے کہا، میں اس سے راضی ہوا، آپ نے فرمایا ''اس کا سر زمین سے اٹھاؤ'' اس قصاب نے ایسے کیا تو شیخ شادی نے آنکھ کھول دی اور حرکت کرنے لگا۔ قصاب نے بہت زیادہ تضرع وزاری کی تو حضرت خواجہ نے شیخ شادی کو معاف کر دیا، پھر اس قصاب میں آپ کی نظر عالی سے ''بزرگ احوال'' پیدا ہوئے اور وہ حقیقی دوستوں میں شامل ہو گیا۔

مرید عزیزان شو: حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ایک دانش مند درویش سے منقول ہے کہ آپ سے واسطہ ہونے اور آپ کے دامن دولت میں ہاتھ مارنے سے بیشتر مجھے آپ سے بہت محبت و عقیدت تھی، حال یہ تھا کہ اس کے بعد میں نے شہر بخارا کے اکابر اور علماء فاخرہ سے اجازت کا فتویٰ لیا اور عزم کیا کہ اپنے اصلی وطن کو مراجعت کر جاؤں۔ ایک روز میں نے آپ سے ملاقات کی اور بہت زیادہ عاجزی اور نیاز مندی کی، آپ نے فرمایا "جس وقت تو نے جانے کا عزم کیا اُس وقت ہمارے نزدیک آیا ہے'' میں نے کہا ''میں خدمت کو دوست رکھتا ہوں'' آپ نے فرمایا ''کس جہت سے'' میں نے عرض کیا کہ ''آپ بزرگ ہیں اور مقبول خلق ہیں'' آپ نے فرمایا کہ ''اس سے بہتر دلیل ہونی چاہیے، شاید کہ یہ قبولِ عام شیطانی ہو۔'' میں نے کہا حدیث صحیح ہے ''جب حق سبحانہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا دوست بنا لیتا ہے تو اس کی دوستی بندوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے۔'' حضرتِ خواجہ نے تبسم فرمایا اور فرمایا ''ما مریدان عزیزانیم'' ہم عزیزان کے مرید ہیں۔ اس سخنِ مبارک سے میرا حال دگر ہو گیا۔ اس لیے کہ اس ملاقات سے ایک ماہ پیشتر میں نے خواب دیکھا تھا جس میں مجھے کہہ رہے تھے۔ ''تو مرید عزیزاں شو'' (تو عزیزان کا مرید ہو جا) میرا یہ خواب فراموش ہو چکا تھا، حضرت خواجہ کے اس سخن سے مجھے وہ خواب یاد آ گیا، بعد میں نے آپ سے التجا کی ''میرا خیال فرمانا''، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ''حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے کسی نیاز مند نے خاطری طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ خاطر میں غیر نہیں

سما سکتا۔ کوئی چیز ہمارے پاس رکھ جا کہ ہم اسے دیکھیں تو تو یاد آئے۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا تیرے پاس تو کوئی چیز نہیں جسے تو ہمارے پاس چھوڑ دے"۔ پھر آپ نے اپنی کلاہ مبارک مجھے دی اور فرمایا اس کو دیکھتے رہنا، جب تو اس کو دیکھے گا تو ہمیں یاد کریگا اور جب یاد کرے گا تو ہمیں بھی یاد آئے گا۔ اور فرمایا" خبردار، مولانا تاج الدین دشت کولکی کو ضرور ملنا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں"۔ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے تو بلخ جانے کا اتفاق ہے کہ یہ راہ میرے وطن کو جاتی ہے۔ بلخ کہاں اور دشت کولک کہاں، میں بخارا سے باہر نکلا اور بلخ کی طرف روانہ ہو گیا اتفاقاً مجھے ایک ضرورت پیش آ گئی کہ مجھے بلخ سے دشت کولک جانا پڑ گیا۔ دو ماہ کے بعد مجھے حضرت خواجہ کی وہ بات یاد آئی تو مجھے بڑا تعجب ہوا، میں نے مولانا تاج الدین کی صحبت دریافت کی، اور حضرت خواجہ سے میری محبت قوی ہو گئی۔ اس کے بعد ایک سبب واقع ہوا تو میں بخارا میں حضرت خواجہ کے حضور پہنچا اور ارادت عرض کی اور میں نے مدت تک آپ کی صحبت شریف کو لازم رکھا، اسی دوران میرے اندر ارادت کا داعیہ پیدا ہوا تو میں نے کلام اللہ سے فال نکالنا چاہی، درحقیقت یہ آپ کی ارادت اور استقامت کا طریقہ ہے۔ جب میں نے مصحف کو کھولا تو یہ آیت برآمد ہوئی أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۵، ان لوگوں کو اللہ نے ہدایت سے نوازا ہے پس ان کی ہدایت پر گامزن ہو جاؤ۔ (الانعام ۹۰) بعد ازاں ارادت کا داعیہ اور زیادہ ہو گیا۔ جب میں نے عزیمت کی کہ آپ کی خدمت میں جاؤں، تو ایک مجذوب کو جس کے ساتھ میرا اعتماد تھا، برسر راہ بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں نے اس سے کہا جاؤں؟ اس نے کہا جاؤ۔ اس مجذوب نے اپنے سامنے بہت سے خطوط کھینچے ہوئے تھے۔ میں نے کہا میں ان خطوط کو شمار کروں، اگر یہ فرد ہوئے تو یہ داعیہ حقیقت پر مبنی ہوگا۔ کہ" اللّٰہُ فَرْدٌ يُحِبُّ الْفَرْدَ،" اللہ فرد ہے اور فرد سے محبت کرتا ہے۔ جب میں نے شمار کیے تو وہ فرد تھے۔ بعد ازاں میں حضرتِ خواجہ کی صحبتِ شریف سے مشرف ہو گیا۔ اس صحبت

کی ابتدا میں آپ نے فرمایا ''اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ، عِلْمٌ ظَاهِرٌ، عَلٰى لِسَانِ اِبْنِ آدَمَ وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَيْهِ وَعِلْمٌ بَاطِنٌ وَهُوَ النَّافِعُ وَذَالِكَ عِلْمُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ یعنی علم دو ہیں ایک علم ظاہر ہے جو فرزند آدم کی زبان پر ہے۔ اور وہ علم اس پر حجت ہے اور ایک علم اس سے پوشیدہ ہے دین میں وہ علم نافع ہے۔ اور وہی پیغمبروں اور رسولوں کا علم ہے۔ اور فرمایا ''جب تو اس پاک گروہ کے ساتھ بیٹھے تو صدق اور علو ہمت چاہیے۔ جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے،

اِذَا جَالَسْتُمْ اِخْوَانَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّهُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْبِ يَدْخُلُوْنَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَيَخْرُجُوْنَ مِنْ هِمَمِكُمْ. یعنی جب تم صدق والوں کے پاس بیٹھو تو صدق کے ساتھ بیٹھو، بے شک وہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں، وہ تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہاری ہمتوں سے باہر آتے ہیں،'' اس کے بعد فرمایا ''اس رات ہم عزیزوں کی ارواح کے اشارے کے منتظر ہیں، رد کریں یا قبول کریں۔ اس پر ہم عمل کریں گے۔ ہم معمور ہیں اور معمور معذور ہوتا ہے۔'' جب رات گزر گئی صبح کے فرض ادا کرنے کے بعد خلوت میں فرمایا، ''تجھے مبارک ہو، انھوں نے تجھے قبول فرمالیا '' پھر فرمایا ''ہم کسی کو قبول نہیں کرتے اور اگر قبول کرتے ہیں تو اتنی جلدی قبول نہیں کرتے، پس جیسے کوئی آتا ہے ویسا وقت ہوتا ہے'' بعدہ' آپ نے اپنے مشائخِ کرام کا سلسلہ بیان کیا، اور حضرتِ شیخ یوسف ہمدانی تک پہنچے تو فرمایا، ایک روز حضرتِ خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ روحہ' اپنے استاد مولانا صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر پڑھ رہے تھے، اس آیت پر پہنچے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ، اپنے رب کو زاری اور پوشیدگی سے پکارو، بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا، (اعراف ۵۵) آپ نے اپنے استاد سے پوچھا، ''حضرت حق سبحانہ نے جو خفیہ فرمایا ہے، تو یہ کونسا طریقہ ہے؟ اگر ذاکر بلند ذکر کرے یا مقام ذکر میں اعضا کے ساتھ حرکت مخصوص کرے، تو وہ

غیر واقف ہے۔ اور یہ خفیہ نہیں رہتا۔ اور اگر دل میں ذکر کرے تو اَلشَّیطَانُ یَجرِی فِی عُرُوقِ ابنِ آدَمَ مَجرِی الدَّم ،یعنی شیطان آدم کے بیٹے کے عروق میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، وہ واقف ہو جائیگا''۔ استاد نے فرمایا'' یہ علم لدنی ہے، اگر خدا نے چاہا تو اہل اللہ میں سے کوئی تیرے پاس آئیگا کہ تجھے اس کی تعلیم دے۔''

حضرتِ خواجہ عبدالخالق قدس اللہ روحہ متوجہ رہا کرتے تھے جہاں تک کہ اہل اللہ میں سے ایک مرد کامل ان تک پہنچ گیا اور اس نے آپ کو'' وقوفِ عددی'' کی تلقین فرمائی۔

حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہ نے فرمایا، جہاں تک ہو سکے عدد فرد کی رعایت کرنا، گویا آپ نے ان فرد خطوط کی طرف اشارہ کر دیا جن کو میں نے داعیے کی حقیقت پر دلیل ٹھرایا تھا، آپ کے اس اشارے سے جو میری محبت اور عقیدہ تھا وہ اور زیادہ ہو گیا۔

دل جس سے زندہ ہے: انہیں دانشمند سے منقول ہے کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہ نے مجھے وقوفِ عددی میں مشغول فرمایا تو میں نے یہ دیکھا کہ میں بہت زیادہ صاف پانی میں پڑا ہوں، بعد ازاں حضرتِ خواجہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا، واقعی قبولِ اطاعت کی یہی دلیل ہے، اور یہ دلیل ہے کہ دل ذکر کے واسطے زندہ ہو گیا ہے۔ اس خاندان کا سخن ہے

دل چو ماہی و ذکر چوں آب است
زندگیِ دل بہ ذکرِ وہاب است

حضرتِ شیخ نجم الدین رازی علیہ الرحمۃ کی کتاب ''مرصاد العباد'' میں وارد ہے۔ ایک روز ایک درویش حضرتِ شیخ یوسف ہمدانی قدس اللہ روحہ کے پاس آیا اور اس نے کہا، میں ابھی شیخ احمد غزالی علیہ الرحمۃ کے پاس تھا، وہ دستر خوان پر درویشوں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، ایک وقت کے لیے اسے غیبت واقع ہوئی۔ بعدہ اس نے یہ فرمایا ،میں نے اس ساعت حضرتِ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے اور میرے دہن میں لقمہ ڈالا ،حضرتِ شیخ یوسف ہمدانی قدس اللہ روحہ نے یہ فرمایا کہ تِلکَ

خَیَالَاتٌ تُرَبّٰی بِھَا اَطْفَالَ الطَّرِیْقَه، یہ وہ خیالات ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

حسن ادب کتنا ضروری ہے: انہیں دانشمند سے منقول ہے کہ ایک رات میں پریشان حال تھا، جب صبح ہوئی تو حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے پاس پہنچ گیا، آپ نے فرمایا ''ایک دن ہم ایک درویش کی صحبت میں بیٹھے تھے، ایک ساعت کے بعد حضرت پہلوان قدس اللہ روحہ کا ایک تابع فرمان آگیا، اس ''تابعِ پہلوان'' نے اپنے جوتے سے ایک درہم نکالا اور اس درویش کی نظر میں پیش کیا۔ اس درویش نے اس سے کہا کہ تو نے ایک دنیاوی نکتے کو جسے خوار رکھنا چاہیے، تو دیکھا اور دوسرے نکتے کو کہ نام حق اور نام رسول درموں پر نقش کیا گیا ہے، نہ دیکھا۔ اس دانشمند نے کہا کہ حضرت خواجہ نے جو فرمایا، اس قصے سے میرا دل بھی نگران ہو گیا اور جب میں منزل پر پہنچا تو تفتیش کرنے پہ معلوم ہوا کہ ''پایانِ قدم'' میں چند ورق پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے جان لیا کہ رات میری پریشان حالی ان اوراق کی وجہ سے تھی۔

دل کی بات جان گئے: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ اپنے دوش مبارک پر رومال لٹکائے ہوئے تھے، میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ ''ظرفا'' کا طریقہ ہے۔ حضرتِ خواجہ اسی وقت کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''فلاں شخص نے دوسرے سے دشمنی کی ہے۔ اور حق اس فلاں کی طرف ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی ایک دوسرے سے صلح کرا دوں، اور یہ رومال اسے دے دوں، یہ کام میں نے اپنے لئے نہیں کیا ہے۔''

نظر حقیقت میں وہ نظر ہے: ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز میں نے اپنے اہل سے ایک بحث کی اور تھوڑی دیر بعد صلح کر لی۔ جب میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا ''عورتوں کی جماعت کے ساتھ حسن معیشت اختیار کرنا چاہیے'' میں نے اپنے باطن میں کہا کہ آپ فلاں شخص کو فرما رہے

ہیں، حضرت خواجہ نے اسی وقت فرمایا ''حضرت محمد بابا علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے'' ہر شخص کو چاہیے کہ وہ بات کو اپنی طرف خیال کرے'' پھر میرے دل میں خیال گزرا، لڑائی تو تھوڑی ہوئی تھی، ہم نے جلدی ہی صلح کر لی تھی، حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''جہاں تک امکان ہے رعایت کرنی چاہیے، کیا تو نے حضرتِ رسالت مآب ﷺ کا قصہ نہیں سنا، حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنی کنیز کے بال پکڑ رکھے تا کہ وہ اپنے سر پہ پانی ڈالے، اور کھڑے رہے کہ غسل ہو سکے: یہ سب کچھ خواتین کی رعایتِ خاطر کے لیے ہے۔

☆......ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز میں نے حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے بعض درویشوں سے سنا کہ حضرت خواجہ جب نسف تشریف لے گئے تو وہاں وعظ فرمارہے تھے، وعظ معہود کے بارے میں میرے دل میں خیال آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر میں بھی نسف میں ہوتا تا کہ حضرت خواجہ کا وعظ سن لیتا۔ اس خیال کے چند روز بعد میں حضرت خواجہ کے پاس گیا، جب میں '' قصر عارفاں'' پہنچا تو اس باغ کے دروازے پر ذرا رک گیا، جس میں حضرت خواجہ موجود تھے، حضرت خواجہ باہر آئے اور اس فقیر پہ التفات فرمائی اور یہ حدیث روایت کی، **الفقراء الصبراھم جلساء الله تعالیٰ یوم القیامة ای المقربون غایة القرب**، صابر فقراء قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے جلیس ہوں گے، یعنی ان کو زیادہ قرب خدا نصیب ہوگا، پھر فرمایا شیخ احمد جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فقر کی دو قسمیں ہیں، فقر اختیاری اور فقر اضطراری۔ فقر اضطراری، فقر اختیاری سے بہتر ہے کہ یہ بندے کی نسبت اختیار حق ہے۔ اور اس وعظ میں فقر و صبر کی نسبت اس فقیر سے وعدہ فرمایا۔

وہ کس قدر خیال رکھتے ہیں: ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی صحبت شریف میں پہنچا تو ایک ہی لمحے بعد مجھے محسوس ہوا جو صفت و نسبت میں نے حضرت خواجہ کی برکت سے حاصل کی تھی وہ باقی نہیں رہی

میرے دل میں خیال آیا کہ وہ معنیٰ حضرت خواجہ نے مجھ سے واپس لے لیا ہے۔
دریں حال حضرت خواجہ ایک درویش کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "ہم نے جو کچھ دیا ہے وہ تمہارا ہے، البتہ غیر معلم کتے کا شکار حرام ہے، نہیں کھانا چاہیے"۔

اور زمین تنگ ہو گئی: ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ مجھ سے رنجیدہ ہو گئے تو میں برابر دو ہفتے حضرت خواجہ کے پاس نہ گیا، دریں مدت میں قبض واندوہ میں رہا۔ حکم خدا حتیٰ اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ کے مطابق "زمین فراخ" مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ آخر حق تعالیٰ کی عنایت ہوئی تو میں نے انابت اور بازگشت کی اور مشائخ کرام کی بہت سی ارواح کو اور تھوڑی دیر پہلے فوت ہونے والے ایک درویش کی روح کو اپنا شفیع بنایا۔ جب صبح ہوئی تو میرے اندر داعیہ پیدا ہوا کہ میں حضرت خواجہ کے پاس جاؤں۔ میں گیا اور سلام عرض کی۔ حضرت خواجہ بہت خوشی سے ملے، اور ایک درویش سے مخاطب ہو کر فرمایا "ہم تیرے ساتھ ناراض تھے، اور تجھے دل سے باہر کر دیا تھا۔ مگر اس رات تو نے بزرگان دین کی ارواح طیبہ اور تھوڑی دیر پہلے فوت ہونے والے اس مبتدی کی روح کو شفیع بنایا ہے لہٰذا ہم تجھے بخشتے ہیں اور قبول کرتے ہیں"۔ بعدہ اس دانشمند نے کہا کہ چونکہ حضرتِ ایشاں کا طریقہ سنت کی متابعت میں کمال پر تھا، مجھے اس سے بھی آگاہ فرمایا کہ وہ فلاں آدمی مبتدع ہو چکا ہے۔ گویا آپ نے تربیت وشفقت سے ذرہ بھی فروگذاشت نہ فرمائی

اور بلا ٹل گئی: ایک درویش سے منقول ہے کہ جس وقت "دشت قپچاق" سے لشکر عظیم بخارا آیا اور قلعہ میں بہت سی خلقت ہلاک ہو گئی، چارپاؤں اور اسقاطوں کی خرابی کا تو اندازہ نہیں تھا، حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے دوستداروں میں ایک درویش تھا۔ اس کا ایک فراخشاخ (بیل) تھا، وہ لاغری اور بے قوتی کی وجہ سے ایک جگہ بیٹھا رہتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ وہاں سے گزرے تو اس درویش سے

فرمایا کہ اس بیل کی تربیت کرو، اس نے عرض کیا ''میں کب تک اس کی تربیت کروں، میں نہیں جانتا کہ یہ بلا (لشکر) کب دفع ہوگی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''دس روز تک (دفع ہو جائے گی) اور اس بیل کی تربیت کرو'' اس دانشمند نے کہا کہ میں نے حساب کیا، آپ کے نفس مبارک کی برکت سے دسویں روز اہل بخارا سے وہ بلا دور ہوگئی۔ اور اہل اسلام نے اس درماندگی سے خلاصی حاصل کی۔

اب وقت دستگیری ہے: منقول ہے کہ انہی ''فتنہ و اضطرار'' کے دنوں میں بخارا کے ایک محصور حاکم نے، جو قلعہ کے احوال کو ضبط کرنے ،لڑائی کی تدبیر کرنے اور ان ظالموں کے کید و مکر کو دور کرنے میں کوشاں تھا، اپنے خاص لوگوں کی ایک جماعت حضرت خواجہ قدس اللہ روحہٗ کے پاس بھیجی، کہ ہم حرب کا زار اور تدبیر حصار سے کلی طور پر عاجز آچکے ہیں۔ ہم سے کچھ اور کام اور کفایت نہیں ہوسکتی، اب ہر کشادگی اور نجات آپ کی بارگاہ سے ہے ان ظالموں کے شر سے اہل اسلام کو اگر خلاصی اور نجات مل سکی ہے تو بس آپ کی برکت دعا اور درخواست سے مل سکے گی۔ اب دستگیری کا وقت ہے، حضرت خواجہ نے فرمایا، ہم بھی اس رات گردن میں پالہنگ ڈال کر حضرت عزت جلت قدرتہٗ سے عرض کریں گے۔ ہوسکتا ہے کہ کشائش ہو جائے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت خواجہ نے فرمایا بشارت ہوئی ہے کہ چھ روز کے بعد یہ مصیبت دفع ہو جائے گی۔ پھر آپ نے یہ بشارت قلعہ کے حاکم کے پاس بھیجی، اہل بخارا بہت شادمان ہوئے اور ایسا ہی ہوا، چھ روز کے بعد وہ ظالم لوگ حصار بخارا کے نواح سے عجلت کے ساتھ چلے گئے۔ اور بخارا کے مسلمانوں نے اس مصیبت سے نجات پائی۔

☆......ایک درویش کا بیان ہے کہ اسی درماندگی کے حال میں ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے بخارا کی خلقت سے فرمایا، ہماری راہ گزر کو خراب نہ کرو کہ ہمارے قدم خراب ہوتے ہیں۔ تا کہ ہم تمہارے لیے دعا کریں کہ حضرت حق تبارک وتعالیٰ تمہیں

اس بلا سے نجات دے، یہ وہی دن تھا جس دن آپ نے فرمایا کہ یہ رات وہی رات ہے جب ہم اپنی گردن میں ''وارغ'' ڈال کر درخواست کریں گے، جب صبح طلوع ہوئی تو وہ ظالم لوگ حصار کے نواح سے جلد چلے گئے۔ اور اہلِ بخارا کو خلاصی مل گئی۔

امیر کلال کے درویش کا واقعہ: ایک درویش نے نقل کیا کہ میں حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے شرفِ صحبت سے پہلے حضرتِ امیر کلال نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ملازم ہوا کرتا تھا، چونکہ ان کا وظیفہ ذکر جہر تھا، لہٰذا بعض اوقات میں، انکی متابعت کیا کرتا تھا، درآں فرصت میرا ایک خاتون کے ساتھ تعلق ہو گیا، اور میں نے خود کو پری خوانوں کی طرح بنالیا، میں آنکھ بند کر کے کہا کرتا تھا کہ روحیں اس طرح بولا کرتی ہیں اور دیگر بے فائدہ باتیں کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمۃ کی منزل خدمت میں آئے تو اتفاقاً اس شام حضرت امیر کلال کی خدمت میں ذکر جہر کا وظیفہ تھا، جب وہ ذکر جہر میں مشغول ہوئے تو حضرت خواجہ جلدی سے اس منزل سے باہر نکل کر حضرت امیر کے فرزند حضرت امیر سید برہان کے گھر کو چلے گئے، میں بھی اس ارادے کے ساتھ آپ کے پیچھے ہولیا کہ آپ سے پوچھوں، آپ نے ذکر میں موافقت کیوں نہیں کی۔ جب امیر برہان کے گھر پہنچے تو آپ نے میری طرف روئے مبارک کر کے فرمایا ''اگر تجھے اس درویش سے شرم نہیں تو حضرتِ حق تعالیٰ وتقدس سے ہی شرم کرنی چاہیے۔ (تو کہتا ہے) روحیں اس طرح بولتی ہیں۔ تو یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں فلاں خاتون کا عاشق ہوں۔ اور اس سے تعلق رکھتا ہوں'' آپ کی ان باتوں سے میرا حال دیگر ہو گیا۔ میں نے جلدی سے دامنِ خواجہ کو پکڑ کر عرض کیا ''یافتم آنچہ می جستم'' جسے میں تلاش کرتا تھا وہ میں نے پالیا حضرتِ خواجہ نے اپنا دست مبارک مجھے لگایا تو میں بیخود ہو گیا اور جب میں اپنے حال میں باز آیا تو آپ کی خدمت سے متعلق ہو گیا اور آپکی ملازمت اختیار کرلی۔ بعدہٗ یہ قصہ حضرت سید امیر کی سمع مبارک میں پہنچا تو حضرت خواجہ کے بارے

عزیز

میں شکایت کی "انہوں نے میرے فرزند امیر برہان اور اس درویش نیک روز کو بھی اپنے ساتھ متعلق کر لیا ہے"۔ جب یہ شکایتِ امیر، حضرتِ خواجہ کی سمعِ شریف تک پہنچی تو آپ نے مجھے اور امیر برحان کو اپنی صحبت سے نکال دیا۔ فرمایا نعوذ باللہ! مجھ سے رضائے حق کے خلاف یہ کیسی نامناسب بات سرزد ہو گئی"۔ ایک مدت اسی طرح گزر گئی تو ایک روز میں نے حضرتِ خواجہ سے ملاقات کی، آپ نے فرمایا "اے بے سعادت یہ کیسی حالت ہے؟ ہم نے تجھے حق تعالیٰ سے تھوڑا سا آشنا کر دیا تھا، تو پھر گمراہی میں گر پڑا" میں نے کہا آپ کو خرابی کا سبب معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا "اپنے سب پہلے اور درمیانے اور آخر والے احوال حضرتِ امیر سید کی خدمت میں عرض کر دے، اور ظاہر کر دے کہ ہمیں آشنا کیا گیا تھا مگر آپ نے انھیں روک دیا"۔ حضرتِ خواجہ کے اس اشارے پر میں حضرت امیر سید کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا تمام حال عرض کر دیا اس وقت خلق بسیار حاضر تھی۔ حضرت امیر نے فرمایا "، جس جگہ بھی تجھے مقصود مل سکتا ہے وہاں چلا جا"۔ برفور میں حضرت خواجہ کے پاس آیا اور دوبارہ ہدایت کی سعادت حاصل کی۔

<u>یہ میں نہیں ہوں، وہ ہیں:</u> اسی درویش نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ امیر برحان کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ تو وہ مجھ پر سبقت لے گیا ، جس وقت بھی میری اس سے ملاقات ہوتی، وہ میرے باطنی احوال کو غارت کر دیتا اور مجھے عریاں بنا دیتا، جب میں نے تامل کیا تو اسے ہی مناسب سمجھا کہ میں حضرت خواجہ کی خدمت میں اپنے احوال عرض کر دوں، ایک روز میں اس عزیمت کے ساتھ خدمت خواجہ میں پہنچا تو آپ نے فرمایا "تو شکائت کے لیے آیا ہے"؟ میں نے کہا ، کیوں نہیں ۔فرمایا "جس وقت امیر برہان تیری طرف توجہ کرنے لگے تو اسے کہنا "میں نہیں ہوں، وہ ہیں۔" اس کے بعد جب میں اس سے ملا تو اس نے چاہا کہ اسی طریقے سے مجھے مشغول کرے، میں نے کہا "میں نہیں ہوں وہ ہیں" اور حضرت خواجہ

کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس کا حال دیگر ہوا اور اس کا ہوش زائل ہو گیا، پھر اس کے بعد اسے گذشتہ طریقے سے مجھ پہ تصرف کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

مرغ روحانی کی پرواز: حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ اور خدمت سید امیر کلال نور اللہ مرقدہ، کے درمیان جو حضور اور غیبت کا حال تھا اس کے بیان کی نسبت آپ کی زبان مبارک پہ یہ سخن بہت زیادہ بار آیا، "جب طالب کی روحانیت کا پرندہ کسی صاحب دولت کی تربیت کے واسطے سے "بیضہ بشریت" سے باہر آتا ہے تو اس کے بعد اس پرندے کی پروازگاہ کو حضرت اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا" قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ. (البقرہ ۶۰) یعنی ہر قوم نے اپنا گھاٹ پہچان لیا ہے۔

متابعت خواجہ کا حکم: منقول ہے کہ حضرت سید امیر کلال نور اللہ مشہدہٗ نے مرض اخیر میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے گزرے ہوئے حال کی صحت کی بنا پر اپنے اصحاب کو ان کی متابعت کا اشارہ فرمایا، اصحاب نے حضرت سید امیر کلال کی خدمت میں سوال کیا کہ وہ ذکر جہر میں آپ کی متابعت نہیں فرماتے، حضرت امیر نے فرمایا، ان کا عمل دوسروں کے عمل سے اچھا ہے، جو کچھ بھی ان پر گزرتا ہے ہر آئینہ حکمت پر مبنی ہے۔ خاندان خواجگان کے خلفاء قدس اللہ ارواحہم کا فرمان ہے "اگر تجھے وہ باہر لائے ہیں تو نہ ڈر اور اگر تو خود باہر آیا ہے تو ڈر"

یکیست عشق لیکن ہر صورتی نماید
ویں احولان خس را دوچار می نماید
صدیق با محمد برہفتم آسمان است
ہرچند او بظاہر در غار می نماید

صاحب مرصاد رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مسمیٰ بہ بحر الحقائق میں اس آیت قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (القصص ۴۹) یعنی اے محبوب فرما دے، لے آؤ ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت کرنے والی

اللہ کی کوئی اور کتاب تو میں اس کی پیروی کرلوں گا اگر تم سچے ہو کے معنی میں صادقانِ اہلِ طلب کی نسبت اس طرح کے صحتِ حال کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ۔ اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔ (الاحزاب ۴)

پیر کامل صورت ظل الہٰ: ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے مجھے ایک کام کے لئے ایک طرف روانہ فرمایا، اتفاقا ہوا گرم تھی ، مراجعت کے وقت میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ اس درخت کے ساتھ ٹیک لگائی تو مجھے نیند آ گئی، میں نے (خواب میں) حضرت خواجہ کو دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں ایک بڑا عصا ہے۔ آپ نے میرا قصد کرتے ہوئے فرمایا "یہ سونے کے لئے کونسی جگہ ہے، اٹھو، میں اس ہیبت سے بیدار ہوا کہ دیکھا دو بھڑیے میرے سر کے اوپر کھڑے ہیں، میں جلدی سے اٹھا اور "قصر عارفاں" کی طرف چل پڑا ، جب نزدیک پہنچا تو حضرت خواجہ، بر سر راہ کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا "کوئی ایسی جگہ بھی تکیہ لگاتا ہے"؟

بے ادباں مقصود نہ حاصل: حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت مولانا عارف علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "ہم حضرت خواجہ بہا الحق و الدین قدس اللہ روحہٗ کی عیادت کر کے شہر بخارا کی طرف جا رہے تھے۔ درویشان بخارا کی ایک جماعت بھی اس راہ میں موجود تھی۔ ان میں سے ایک (بے ادب) نے حضرت خواجہ کا انکار کیا۔ ہم نے اسے منع کیا کہ تو ان کو نہیں پہچان سکتا ، اولیاء اللہ کے حق میں گمان بد نہیں رکھنا چاہیے۔ اور ان کی بے ادبی نہیں کرنی چاہیے ۔لیکن وہ شخص اسی طرح انکار کرتا رہا۔ دریں حالات ایک زنبور (بھڑ) ہوا سے اس کے دہن میں گھس گئی۔ اور اس کا دہن زخمی کر دیا۔ چنانچہ وہ درد عظیم میں مبتلا ہو کر بے آرام ہو گیا۔ تمام درویش اسے کہنے لگے، یہ دکھ تجھے بے ادبی کی وجہ سے پہنچا ہے۔ وہ

شخص بہت رویا اور اس نے توبہ وانابت کی۔ حاضرین کی جماعت کو اس کے حال سے بہت شگفت ہوئی۔

چوری کا کباب: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ ایک روز درویشوں کی ایک جماعت حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے حضور کباب بنا رہی تھی۔ میں نے بے ادبی کرتے ہوئے چوری چھپے کباب کا ایک ٹکڑا کھا لیا، جب کباب حضرت خواجہ کے سامنے پیش کیے گئے تو جیسے آپ کا طریقہ تھا، سنت پیغمبر علیہ السلام کی متابعت پر کھانا پکانے اور دستر خوان کی خدمت میں مشغول ہونے والوں کو لقمہ عطا فرماتے، آپ نے ہر شخص کو لقمہ دیا اور مجھے نہ دیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے لقمہ کیوں نہیں دیا گیا۔ حضرت خواجہ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا ''چوری کباب کھا کر ہمارے لقمے کی طمع رکھنا اس راہ سے باہر ہے۔''

فرزند نصیب ہوگیا: ایک غدیوتی درویش نے نقل کیا، میرا حال کچھ اس طرح تھا کہ میرے دس فرزند فوت ہو چکے تھے، میں نے حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ سے التماس کی کہ میرا کوئی فرزند نہیں ہے۔ میں امیدوار ہوں کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی برکت دعا سے مجھے فرزند عطا فرمائے۔ اور اس کی عمر لمبی ہو، حضرت خواجہ نے فرمایا ''ہم نے دعا کی، ہم لطف الٰہی سے ناامید نہیں، پھر آپ کی برکت دعا سے میرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ چند روز کے بعد وہ بیمار ہوگئی۔ میں حضرت خواجہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا'' جان کے بدلے جان ہونی چاہیے، میں نے آپ کے حضور برہ پیش کیا تو اسے صحت ملی اور اس نے عمر دراز پائی۔ جس وقت اس ضعیف (مصنف) نے اس درویش سے یہ قصہ سنا، اس فرزند (بیٹی) کی ولادت کو اتنے سال گزر چکے تھے، اور وہ ابھی تک زندہ تھی۔

☆......اسی درویش سے منقول ہے کہ میں دوبارہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ کے پاس گیا اور بیٹے کے بارے میں دعا کی التماس کی۔ آپ نے قبول فرمائی اور آپ کی

برکت دعا سے میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ میں اس کے پیراہن کے لیے آپ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا "تو جا" اور آپ نے پیراہن نہ بھیجا، وہ بیٹا فوت ہو گیا۔ پھر جب آپ سے ملاقات کی تو فرمایا "تو نے ہم سے بیٹے کے لیے دعا کی درخواست کی تھی۔ بیٹا ہی ہوا۔ اب امید ہے حق تعالیٰ تم کو درویشوں کی دعا سے دو بیٹے عطا فرمائے گا، اور انہی دو بیٹوں پر کفائت کرنا۔ ہو سکتا ہے ان کی زندگی لمبی ہو گی۔ بعدہٗ آپ کی دعا کی برکت سے میرے گھر بیٹا پیدا ہوا، کچھ دیر گزری کہ وہ بیمار ہو گیا۔ مَیں حضرت خواجہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا "وہ ہمارا فرزند ہے تجھے اس کی رنجوری سے کیا کام؟، وہ شدید بیمار ہو کر پھر صحت یاب ہو گا، پھر اس کے بعد میرا دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔ جس وقت اس ضعیف (مصنف) نے غدیوت میں الطاف الٰہی کے یہ آثار قلمبند کیے، وہ درویش اپنے دونوں بیٹوں سمیت اس محفل میں حاضر تھا۔

کعبہ دکھا دیا ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ نے قصر عارفاں میں مجھے شام اور عشاء کی نمازوں کی امامت کے لیے فرمایا ، استقبالِ کعبہ کے وقت فرمایا کہ "محراب کے بائیں طرف متوجہ ہونا چاہیے، اور اس معنیٰ میں مبالغت فرمائی۔ نماز کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ میں تو سارا دن کارِ زراعت میں مشغول رہا تھا اور تھک چکا تھا، یہ باتیں میرے کس کام آئیں گی۔ جب رات کو سویا تو خواب میں حضرتِ خواجہ نے مجھے کعبہ کا معائنہ کروایا، اور فرمایا کعبہ کے ناودان کی طرف نظر کر، جب تو اس مسجد کے محراب کی بائیں طرف متوجہ ہو گا تیرا قبلہ ، کعبہ کے ناودان کے راست ہو گا۔ صبح کو جب میں مسجد میں حاضر ہوا۔ اور حضرت خواجہ کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ آپ نے میری طرف روئے مبارک کرتے ہوئے فرمایا، یہ درویش مدت سے ہماری صحبت میں رہتا ہے۔ ہم نے اس سے کہا کہ استقبال قبلہ کے وقت محراب کی بائیں طرف متوجہ ہو تو اس نے کہا میں تو تھک چکا تھا، یہ باتیں میرے کس کام آئیں گی، اس رات ہم نے اسے کعبہ کا معائنہ کروایا، تا کہ اسے یقین ہو جائے

کہ تحریمہ کے وقت محرابِ مسجد کی بائیں طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

مومن دارین میں زندہ ہے: اورعِ زمان، خانوادہ خواجگان کی یادگار حضرتِ خواجہ محمد حافظی (پارسا) بخاری کی خدمت سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا ایک روز میرے چچا مولانا حسام الدین خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی صحبتِ شریف کے خاص باریافتہ تھے۔ ''سفید مون'' میں اپنے باغ میں موجود تھے۔ اتفاقاً موسم گرما تھا۔ اور ہوا بہت زیادہ گرم تھی، حضرتِ خواجہ دوپہر کے وقت ہی بخارا سے سفید مون تشریف لے آئے۔ میرے چچا خواجہ یوسف آپ کے مقدم شریف سے بہت خوش ہوئے۔ اس مجلس میں حضرتِ خواجہ، حضرتِ خواجہ یوسف کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اس وقت میں اس لیے آیا ہوں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ آپ جلد ہی اس عالمِ فانی سے کوچ کر جائیں گے، اور فرمایا اس کے بعد وہ ہوگا، آپ نے یہ اشارہ اس ضعیف (خواجہ پارسا) کی طرف فرمایا، اور فرمایا ''آپ کا یہ باغ اور مکانات آپ کے بھائی خواجہ یحیٰ کے فرزندوں کو ملیں گے، اور حال یہ تھا کہ خواجہ یحیٰ ابھی زندہ تھے، خواجہ یوسف، حضرتِ خواجہ کے ان اعلام سے غم زدہ ہو گئے اور ان سے حزن کے آثار ظاہر ہونے لگے، حضرت خواجہ نے فرمایا، اندوہ کا کوئی فائدہ نہیں، خوشحال رہنا چاہیے آپ میں صفتِ بسط پیدا ہوئی۔ اور بہلانے کے لیے خواجہ یوسف سے بہت سی باتیں کیں، دریں لحظہ خواجہ یوسف کی صفت حزن، صفتِ بشاشت میں تبدیل ہوگئی، وہ بہت زیادہ مسکرائے اور حکم ''اَلْمُؤْمِنُ حَیٌّ فِی الدَّارَیْنِ'' مومن دو جہان میں زندہ ہے۔ کے مطابق اس جہان کی حیات کے منتظر ہوئے۔ بعدہٗ حضرتِ خواجہ نے فرمایا، میں اس ہوائے گرم میں اسی بات کے لئے آیا تھا۔ اور اسی وقت شہر بخارا کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد تھوڑی فرصت میں یہ قضیہ واقع ہوا کہ ایک جماعت نے غلبے کی صورت حاصل کر لی، بادشاہ وقت باہر نکلا تو شہر بخارا کے عوام خلق نے اس جماعت کا ساتھ دیا۔ اس سے عظیم فتنہ ظاہر ہوا اور بہت

زیادہ خرابی پیدا ہو گئی۔ انہوں نے شہر بخارا کا بیشتر حصہ جلا دیا۔ دریں اثنا خواجہ یوسف نے شہادت کی سعادت پائی، حضرتِ خواجہ کے وہ اعلام درست ثابت ہوئے۔ کچھ مدت کے بعد میرے چچا خواجہ یحیٰ بھی فوت ہو گئے۔ اور سفید مون کا وہ باغ اور خواجہ یوسف کے مکانات سب کے سب خواجہ یحیٰ کے فرزندوں کو منتقل ہو گئے، حضرتِ خواجہ کی ان باتوں کا ظہور میرے یقینِ مزید کا سبب ہوا۔

نافرمانی کی سزا: منقول ہے کہ باغ سفید مون کے قبضے کے بعد شہر بخارا کے بعض حکام، روسا اور عوام بادشاہِ وقت کو نکال باہر کرنے پر متفق ہوئے تو انہوں نے خواجہ یوسف کو ایک جماعت کے ساتھ حضرت خواجہء ما قدس اللہ روحہٗ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا کہ ہم اہلِ اسلام سے ظاموں کے شرِ ظلم کو دور کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ سے ہمیں توقع ہے، کہ آپ اس کام میں ہماری موافقت فرمائیں گے، حضرتِ خواجہ نے فرمایا، ''ایک فقیر سے کیا ہو سکتا ہے'' وہ جماعت یہی درخواست پیش کرتی رہی اور حضرت خواجہ اسی طرح عذر فرماتے رہے۔ بعدہٗ فرمایا'' اس کام میں اس جماعت کا اخلاص نہیں ہے۔ اور یہ عظیم فتنہ ہے، وہ اس جماعت کے ذریعے اس شہر کو جلانا چاہتے ہیں، اور ہم سے موافقت طلب کر رہے ہیں، اگرچہ بظاہر تو ہم موافقت کرتے ہیں مگر ہمیں اس کا راز معلوم ہے''۔ جو درویش اس وقت خدمت خواجہ میں حاضر تھے، انہوں نے تحریر نقل کر لی، حضرت خواجہ کو اس جماعت کے ساتھ خواجہ یوسف کی آمد کی وجہ سے دشواری پیش آئی، (اس لئے آپ نے موافقت فرمائی) چنانکہ جو آپ نے لفظ مبارک ادا فرمائے تھے، واقعہ اسی طرح ظاہر ہوا، انہوں نے شہر بخارا کو جلا دیا اور خلق شہر بخارا کے احوال میں خرابی پیدا ہوئی۔

جہر و رقص ہمارا طریقہ نہیں: ایک درویش سے منقول ہے کہ میں قرشی میں تھا، میں نے ایک خلوت میں ایک جماعت کے ساتھ مل کر رقص کیا اور اپنے پاس سے ''فوطہ نیکی'' قوال کو دیا، اس کے بعد کسی مہم کیلئے اپنے گھر سے باہر نکلا، درآں حال

حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ ''کش'' کی طرف تشریف لائے تو اتفاقاً ابھی مجھ سے پہلے قرشی درویشوں میں سے کسی شخص نے آپ سے ملاقات نہیں کی تھی، میں نے حضرت ایشان کو سلام عرض کیا، آپ نے جواب نہ دیا، جب آپ ہماری منزل پہ پہنچے تو بھی کسی کی طرف التفات نہ فرمائی۔ اور خلوت میں مجھ سے یہ فرمایا کہ ''جو بھی شفقت کی جائے وہ چاہیے کہ اپنے فقیر سے کی جائے'' آپ نے ''قصہ فوطہ'' کی طرف اشارہ فرمایا، پھر فرمایا ''در طریقہء ما ذکر جہر و رقص نیست، ہمارے طریقے میں ذکر جہر اور رقص نہیں ہے'' آپ کی اس اطلاع سے میرا حال دیگر ہو گیا، اس کے بعد آپ نے ایک مدت تک مجھے اپنی صحبتِ شریف میں نہ آنے دیا، آخر الامر جب تک درویشوں کی ایک جماعت نے میرے متعلق آپ سے شفاعت نہ کی، آپ نے مجھے اپنے پاس نہ آنے دیا اور میں باطنی نسبت کا سر رشتہ حاصل نہ کر سکا۔

دس بکریاں مل گئیں: ایک درویش سے منقول ہے کہ ''قصر عارفاں'' کے نزدیک ہی ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ اور کبھی کبھار قصاب کا کام کیا کرتا تھا، اس گاؤں میں ایک عزیز کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا۔ ایک دن حضرت خواجہء ما قدس اللہ روحہ نے مجھے ایک بکری دی کہ اس عزیز کے ریوڑ میں چھوڑ دے، کچھ فرصت کے بعد آپ نے مجھے فرمایا ''ہماری اس بکری کو ذبح کرو'' میں نے اس کام میں تاخیر کر دی، دوسرے روز مجھے اور اس عزیز کو طلب فرمایا اور اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، ''احوال شب بیان کرو'' اس عزیز نے کہا ''رات میری چار سو بکریوں کے ریوڑ میں کوئی چور آیا اور صرف حضرت خواجہ کی بکری کو اٹھا کر لے گیا ہے'' درویش قصاب نے کہا کہ میں اس واقعہ سے بہت شرمندہ ہوا، اس لئے کہ میں نے آپ کے اشارے (کی تعمیل) میں تقصیر کر دی تھی، میں نے جلدی سے نہایت عاجزی کے ساتھ اس بکری کی قیمت آپ کے حضور پیش کی۔ اور عرض کیا ''یہ غرامت مجھ پر ہے۔ یہ گناہ میں نے کیا ہے'' حضرت خواجہ نے فرمایا، ہم اس وجہ کو قبول نہیں کرتے، اس لئے کہ ہم نے کل حضرت حق تعالیٰ

میں عرض کردی تھی (مولا) وہ بکری میں نے تیری راہ میں فدا کردی، اور اس کے عوض دس بکریوں کا خواستگار ہوں، بعدہٗ میں اور وہ عزیز، حضرت خواجہ کی اس بات کے منتظر رہے اسی روز نمازِ عصر کے وقت آپ کے درویش نسف سے دس بکریاں لے کر آ گئے، آپ کے ساتھ میری محبت اور زیادہ ہو گئی اور وہ عزیز بھی آپ کے جملہ محبوں میں شامل ہو گیا۔

جب صبح کی نماز چھوٹ گئی: اس درویش نے نقل کیا کہ موسم سرما تھا، اور ہوا بغایت سرد تھی، ایک رات مجھ پر غسل واجب ہو گیا تو میں کسی قوی مانع کے سبب پانی گرم نہ کر سکا کہ غسل کر سکوں، اور صبح کی نماز ادا کر سکوں، میں دربار کی حد سے باہر نکل گیا۔ دریں حال حضرت خواجہ میرے گھر تشریف لائے، میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا "فلاں شخص بہت زیادہ مکدر ہو گیا ہے" غایت دہشت اور بیخودی کی وجہ سے میری زبان پر کوئی بات آ گئی، حضرت خواجہ نے فرمایا، "تو مجھ سے انکار کرتا ہے، تجھ پر غسل واجب ہے، تو نے عظیم تقصیر کی ہے، اور تجھ سے نماز صبح بھی فوت ہو گئی ہے۔ اور اس وقت کہہ رہا ہے کہ میں مکدر نہیں"، اس حال سے میری خجالت بہت ہی زیادہ ہو گئی، اور مجھ میں بالکل حس و حرکت نہ رہی، والحق، اس واقعہ کا مشاہدہ آپ کے ساتھ میرے یقین و محبت کے اور زیادہ ہونے کا موجب بنا۔

دعا سے اونٹ مل گئے: ایک درویش سے منقول ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ خراسان میں تھے، ایک روز طوس سے مشہد کی طرف آ رہے تھے کہ راستے میں ایک سوار آیا، وہ اپنے مرکب سے اترا اور خدمت کی، پھر نہایت نیاز مندی کرتے ہوئے چند دینار حضرت خواجہ کو پیش کیئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، "اس عدلی سے یار کی بو آ رہی ہے۔ صورتِ حال بیان کرو"، اس سوار نے کہا، تین ماہ سے میرے سات اونٹ غائب ہیں، آپ نے فرمایا، "اب عدلی پکڑ لے، جس وقت تجھے اونٹ مل جائیں گے، ہم یہ عدلی رکھ لیں گے، پھر اسی وقت فرمایا، "جلد ہی مل جائیں

گے" تھوڑی ہی فرصت کے بعد وہ سوار آیا، کہنے لگا" میں نے آپ کے کلام کی برکت سے وہ اونٹ پا لیے ہیں"۔ پھر وہ بھی آپ کے جملہ محبوں میں شامل ہو گیا۔

بسط وسرور کی وجہ: منقول ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ غدیوت میں تشریف فرما تھے، شیخ شادی آپ کی خدمت میں بہت بسط وسرور کے ساتھ حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا" شادی! تو بہت خوش حال ہے"، اس نے خدمت کی اور کہا، یہ حضرت کے قدوم شریف کی دریافت کی برکتیں ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "تیرا یہ بسط کسی دوسرے عالم سے ہے، ہم سے نہیں" آپ نے یہ فرمایا اور شیخ شادی کو کسی کام کیلئے بھیج دیا۔ جب وہ آپکی خدمت سے باہر چلا گیا تو آپ نے فرمایا "شادی کا یہ بسط حق کی طرف سے ہے، راستے میں اسے زر کے چند تنکے ملے ہیں مگر اس نے التفات نہیں کی ہے"۔ بعد ازاں شیخ شادی آیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ "تجھ سے کونسا عمل وجود میں آیا ہے"۔ شیخ شادی نے کہا میں آپ کی خدمت میں آ رہا تھا کہ راستے میں زر کے چند تنکے دیکھے، میرے دل میں خیال آیا کہ میں ان کو نظرِ خلق سے پوشیدہ کر دوں، پھر میں نے استغفار کیا اور کہا" میرا اس (دولت) سے کیا کام ہے، مصلحت اسی میں ہے کہ میں کسی وجہ سے بھی اس چیز کی طرف التفات نہ کروں، جب میں تین قدم بڑھا تو میرے اندر یہ صفتِ بسط پیدا ہو گئی، حضرت خواجہ نے فرمایا

"جو کوئی حق کو غیر حق پر ترجیح دیتا ہے، یہ اس کی ادنیٰ سی سعادت ہے"

سر قربان کرنا چاہیے: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ قدس اللہ روحہٗ سے میری محبت کا سبب یہ تھا کہ میں سمرقند میں رہا کرتا تھا، اور ہر آنے جانے والے سے حضرت خواجہ کے احوال، کرامات اور مقامات کی "صفت بزرگی" کے بارے میں سنا کرتا تھا، مجھ میں داعیہ پیدا ہوا کہ میں بخارا جا کر آپ کی سعادت کا فیض حاصل کروں۔ جب میں نے عزیمت کی تو میری والدہ نے مجھے چار دینار عدلی دیتے ہوئے کہا" شاید تیرے کام آئیں" جب میں بخارا پہنچا تو حضرت خواجہ کی صحبت

شریف میں حاضر ہوا۔ بعدہ میں نے آپ کے درویشوں سے درخواست کی کہ حضرت خواجہ سے عرض کریں کہ آپ مجھے بندگی میں قبول فرمالیں، میں نے صدق طلب کی راہ سے بہت زیادہ نیاز مندی کا اظہار کیا۔ ان درویشوں نے میرا حال حضرت خواجہ سے عرض کیا تو حضرت خواجہ نے مجھ سے گزشتہ احوال پوچھے، پھر آپ نے فرمایا "ملت (نذر) ہونی چاہیے تاکہ ہم تجھے قبول کریں"۔ میں اپنے افلاس کا اظہار ہی کرتا رہا۔ اس وقت درویشوں کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی، حضرت خواجہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ "اس نے چار دینار عدلی اپنے لباس کی فلاں جگہ چھپا رکھے ہیں اور اب کہہ رہا ہے کہ میں کوئی چیز نہیں رکھتا" میں نے جب حضرت خواجہ کے ان اشراف کا مشاہدہ کیا تو میرا حال دیگر ہوگیا۔ میں نے جلدی سے چار دینار آپ کے حضور پیش کر دیئے۔ آپ نے انہیں قبول نہ فرمایا، اس جماعت میں ایک لڑکا بھی کھڑا تھا۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ "یہ عدلی اسے دے دو" آپ کے اشارے کے مطابق جب میں نے وہ عدلی اس کو دیئے تو اس نے اسی وقت ایک ڈھیلے کی طرح چلا دیئے۔ میں بہت خجل اور شرمسار ہوا،

بعدہ حضرتِ خواجہ اس گاؤں سے غدیوت کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں صحبتِ عظیم میسر آئی۔ وہاں کچھ اور اصحاب نے میری طرف سے آپ کی خدمت میں درخواست پیش کی، اتفاقاً وہاں بھی ایک لڑکا حاضر تھا، حضرت خواجہ نے فرمایا، "یہ عدلی اس لڑکے کو دے دو" اس لڑکے نے بھی اس طرح سے وہ عدلی ایک طرف چلا دیئے، میری خجالت اور زیادہ ہوئی اور میں بہت زیادہ ناامید ہوگیا۔ اصحاب نے میری طرف سے بہت زیادہ معذرت کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "بالخصوص راہِ حق میں، صفت بخل بہت زیادہ مذموم ہے۔ اس راہ میں کمترین چیز سر (قربان کر) دینا ہے۔ درم و دینار کی کیا قدر رہے؟ پھر آپ نے لطف فرمایا اور مجھے بندگی میں قبول فرمالیا۔

کمال عجز کا مظاہرہ: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک بار میری ایک شخص

سے دشمنی ہوگئی، اس کا دل میری طرف سے بہت خستہ تھا، اتفاقاً میں ولایتِ نسف میں رہا کرتا تھا۔ چند روز بعد میں نے ارادہ کیا کہ بخارا کی طرف جاؤں، جب میں نے حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ سے ملاقات کی تو آپ نے بالکل التفات نہ فرمائی، میں نے ہر چند تدبیر کی اور بڑے اصحاب کو اپنا شفیع بنایا، مگر مجھے قبول نہ فرمایا، صرف اسی قدر ارشاد فرمایا "جب تک میں بخارا سے نسف نہ جاؤں اور جس شخص کے ساتھ تیری دشمنی ہے، اور اس کا دل تیری طرف سے بہت خستہ ہے، سے عذر نہ کرلوں، تیرے سلام کا جواب نہ دوں گا اور تیرے ساتھ گفتگو نہ کروں گا"۔ میں چند دن بخارا میں رہا اور بضرورت بہت زیادہ، اندوہ، بار اور قبض کی حالت میں نسف کی طرف متوجہ ہوا، اب میں ہمیشہ حضرت خواجہ کے قدوم کا منتظر رہا کرتا تھا، بعد ازاں حضرت خواجہ نے لطف فرمایا اور بخارا سے نسف تشریف لائے، جس گاؤں میں رہا کرتا تھا، جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کسی چیز اور کسی آدمی کی طرف مشغول نہ ہوئے، اسی وقت اس شخص کے گھر پہنچے، جس کے ساتھ میں نے دشمنی کی تھی، اور اپنا روئے مبارک اس کے "آستانہ منزل" پر ملا اور بہت زیادہ معذرت کی، میرا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "یہ گناہ اس نے نہیں کیا، میں نے کیا ہے، وہ شخص اپنے حال سے گزر گیا، وہ زیادہ مضطرب اور گریہ زن ہوا۔ اور اس کے بعد اس نے مجھے معاف کردیا، پھر وہ شخص حضرت خواجہ کا محب بن گیا، ایک مومن کے آزارِ خاطر کو دور کرنے کیلئے آپ کا خلق اور کوشش اور بخارا سے نسف میں آمد اس ولایت میں مشہور ہوگئی۔ اور آپ کے ساتھ ایک جماعت کی محبت کا سبب بنی۔

اس بار یہاں سے پانی بھیجیں گے: اس درویش نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ولایت نسف میں پانی کی بہت کمی تھی، جس سے زراعات خراب ہوگئیں، نسف میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے بہت زیادہ اصحاب رہتے تھے، انہوں نے مجھے اس "بے آبی" کیلئے حضرت خواجہ کے پاس بخارا بھیجا، جب میں نے حضرت خواجہ سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا، اصحاب نسف بھی خوب ہیں، تجھے پانی کیلئے

بھیجا ہے۔ اور یہ "لفظ مبارک" فرمایا۔ "اس بار تم لوگوں کو ہم یہاں سے پانی بھیجیں گے"، پھر مجھے فرمایا، "توقف کر" تھوڑی دیر ہوئی کہ بارش برسنا شروع ہوگئی، اور ہر ساعت بارش زیادہ شدید ہوتی گئی، سارا دن بارش ہوتی رہی۔ دوسرے دن مجھے اجازت عطا فرمائی اور میں اسی برستی بارش میں نسف پہنچا، پھر تین دن رات متصل بارش برستی رہی اور حضرت خواجہ کی برکت سے تمام ولایت نسف سیراب ہوگئی۔

نیاز کا دروازہ: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ حمام میں موجود تھے، اور بعض درویش آپ کے قدم مبارک کو مل رہے تھے۔ میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، دریں اثناء حمام کے ایک مرد (ملازم) میں داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت خواجہ کے قدم مبارک پہ پانی ڈالے۔ اس سے پہلے کہ وہ آپ کے قدم مبارک پر پانی ڈالنے کی سعادت سے مشرف ہوتا۔ اس نے میرے قدم کو بوسہ دیا۔ پھر اس نے آپ کے قدم مبارک پر پانی ڈالا، میں اس شخص کے اس عمل سے شرمندہ ہوگیا، حضرت خواجہ نے اپنے نور فراست سے میری وہ حالت معلوم کر لی۔ اور لطف فرما کر مجھے اس "بار خجالت" سے باہر نکالا۔ اور یہ فرمایا "وہ شخص نیاز مند نیاز کے دروازے سے اندر آیا ہے۔ چونکہ تو ہم سے چھوٹا تھا، تو وہ پہلے تیرے دروازے سے آیا۔

بے احتیاطی اچھی نہیں: اسی درویش سے منقول ہے کہ میں غدیوت میں رہتا تھا، میں شیخ شادی کی برکت سے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی صحبت پاک سے مشرف ہوا، شیخ شادی یہ نصیحت بہت زیادہ کیا کرتے تھے، کہ جس طرف بھی حضرت خواجہ ہوں، چاہیے کہ ہم اس طرف اپنے قدم دراز نہ کریں، گرمی کے موسم میں ایک دن مجھے غدیوت سے "قصر عارفاں" حضرت خواجہ کے پاس جانے کا اتفاق ہوا، میں نے گرمی کی وجہ سے راستے میں ایک درخت کے سایے میں، تکیہ کیا تو دو بار کسی جانور نے میرے پاؤں پر ڈس دیا، میں متالم ہوا، پھر آرام کرنے لگا تو تیسری مرتبہ

بھی وہی حال واقع ہوا۔ جب ذرا غور کیا کہ یہ کیا حالت ہے تو شیخ شادی کی وہی نصیحت مجھے یاد آ گئی، میں نے نظر کی کہ میرے پاؤں قصر عارفاں کی طرف (دراز) تھے، اور جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حضرتِ خواجہ وہیں تشریف فرما تھے۔ میں نے جان لیا کہ اس طرح سے میری تادیب کی گئی ہے۔

ولایت کے اٹھارہ دروازے:

حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ نے نقل فرمایا ہے کہ موسم سرما میں ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے اپنے درویش امیر حسین سے فرمایا، بہت زیادہ لکڑیاں جمع کرنی چاہیے، جب آپ کے اشارے کے مطابق لکڑیوں کی مقدار جمع ہو گئی تو دوسرے روز بہت زیادہ برف باری ہوئی اور مسلسل چالیس روز ہوتی رہی۔ اسی حال میں حضرت خواجہ خوارزم کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ شادی آپ کا ہم قدم تھا۔ جب ''آبِ حرام کار'' کے کنارے پہنچے تو آپ نے شیخ شادی سے فرمایا، پانی میں قدم رکھ کر گزر جانا چاہئے۔ شیخ شادی خوف زدہ ہوا۔ آپ نے مکرر فرمایا، ''گزرو'' وہ نہ گزرا تو آپ نے اسے ہیبت کے ساتھ دیکھا، تو وہ بے خود ہو گیا، جب اپنے حال میں واپس آیا تو پانی میں قدم رکھ کر چلنے لگا۔ حضرت خواجہ اس کے پیچھے چلنے لگے، جب پانی عبور کر لیا تو آپ نے شیخ شادی سے خطاب فرمایا کہ تیرے موزے کا کوئی حصہ بھی تر ہوا ہے یا نہیں؟ شیخ شادی نے نظر کی تو دیکھا کہ قدرت الٰہی سے کوئی جگہ بھی تر نہیں ہوئی تھی۔ بعدہٗ حضرت خواجہ نے شیخ شادی سے فرمایا کہ تجھے شہر بخارا کی طرف لوٹ جانا چاہئے، اس نے ہر چند ''تضرع و زاری'' کی کہ میں آپ کی خدمت میں رہوں، مگر آپ نے اجابت نہ فرمائی اور کہا ''اشارہ یہی ہے کہ شادی کو لوٹا دے، وہ تیرے لیے حجاب ہے'' جب وہ واپس چلا گیا تو آپ نے فرمایا ''اللہ کی عنایت ہوئی اور مجھ پر ولایت کے اٹھارہ دروازے کھل گئے'' آپ نے فرمایا ''اس کے بعد میں یگانہ خوارزم کی طرف روانہ ہوا۔ آخری روز میں بخارا (ریاست) کے دیہاتوں میں سے ایک گاؤں 'ھیجان' پہنچا اور رات اس

گاؤں کی مسجد میں بسر کی وہاں مجھے الہام ہوا کہ تیری والدہ تجھے ہم سے مانگ رہی ہے، لہٰذا خوارزم کی طرف جانے کی اجازت نہیں، اب تو قرشی میں والدہ کی طرف چلا جا۔ اتفاقاً اس گاؤں کے لوگ مسجد میں حاضر نہیں تھے، میں نے صبر کیا تا کہ وہ مسجد میں حاضر ہو جائیں، پھر میں نے ان کو نصیحت کی تو انہوں نے توبہ و انابت کر لی۔

قافلہ پہنچا دیا: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ نے فرمایا ،اس اشارت کی بنا پر میں خوارزم نہ گیا اور میں نے بقدم توکل چار کیلے لے کر والدہ کی طرف قرشی کی توجہ کی۔ بہت ہی زیادہ برف پڑ رہی تھی۔ جب میں سرحد بخارا 'نوندق' سے نسف کی طرف پہنچا تو نماز عشاء ہو چکی تھی، دراں حال ایک کارواں بخارا سے بشتاب آ رہا تھا (اہل کارواں) کہہ رہے تھے، کیا حالت ہے۔ کاروان کے آنے کا وقت تو نماز عصر تھا۔ جب کہ ہم نماز عشاء کے وقت بھاگتے ہوئے پہنچے، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو سب یکبار بولے، بہت خوب، یہی بزرگِ خدا رسیدہ ہمیں یہاں بھگا کر لائے ہیں۔ حکمت یہی ہے۔ میں نے اہل کارواں سے جب یہ کلام سنا تو کہا" میں اس جماعت سے نہیں کہ ان اہل کارواں کے ساتھ طعام کھاؤں،" میں تیزی سے راستے کی طرف آیا اور نسف کی طرف روانہ ہو گیا۔ ناقل درویش کہتا ہے کہ میں ابھی چھوٹا تھا، میں نے حضرت خواجہ کے حضور گستاخی کرتے ہوئے سوال کیا کہ کیا آپ نے اس راستے میں طعام کھایا؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، ہم نے کھایا، میں نے پھر سوال کیا، غیر کے واسطے سے یا بغیر واسطے کے، حضرت خواجہ نے تبسم زا ہو کر فرمایا، تو مردان حق کے راز فاش کرتا ہے۔ میں دہشت کھا کر خاموش ہو گیا۔

اگر میں آستیں کو ہلا دوں: ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ‘ سے میں نے جو پہلی چیز مشاہدہ کی اور جو میری محبت کا سبب بنی وہ یہ تھی کہ ایک روز میں بازار بخارا میں ایک دکان پر بیٹھا تھا، حضرت خواجہ اس دکان پر تشریف لائے اور حضرت سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس اللہ روحہ العزیز کے شمائل

اور فرمانے لگے، یہاں تک کہ آپ کا دامن مبارک یہاں پہنچا۔ آپ نے فرمایا، حضرت سلطان العارفین کے مقامات میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا "اگر میں چادر کا گوشہ اس شخص کے لگا دوں تو وہ مجھ پر فریفتہ ہو جائے۔ اور وہ میرے پیچھے چلا آئے" حضرت خواجہ نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں اگر میں اپنی آستین کو ہلا دوں تو جمیع اہل بخارا تو دامن مبارک میرے والہ و حیران ہو جائیں۔ اور گھر اور دوکان چھوڑ کر میرے پیچھے چلے آئیں۔ آپ نے دست مبارک کو آستین میں کر لیا۔ اس حال میں میری نگاہ آپ کی آستین کے اشارہ پر پڑی تو عجیب حالت واقع ہو گئی۔ میں بیخود ہو کر دوکان میں گر پڑا۔ بہت زیادہ وقت اسی حال میں گزر گیا۔ جب میں اپنے حال میں آیا تو حضرت خواجہ کی سلطنت محبت میرے تمام وجود پر قائم ہو چکی تھی، پھر میں نے گھر اور دوکان کو بھی چھوڑ دیا۔

نظر اٹھے تو بجلی پناہ مانگے: ایک درویش سے منقول ہے کہ دوران سفر حضرت خواجہ قدس اللہ روحہ بادشاہ کی استدعا پہ طوس سے ہرات تشریف لے گئے۔ اور بادشاہ کے "بوستان سرائے" میں قیام فرما ہوئے۔ جو بھی سامنے آتا آپ اس پر نظر فرماتے تو (آپ کے جلال نظر سے) سب کے سب دربان، خدم وحشم، امیران و ارکان، ندما اور وزراء حال سے بیخود ہو جاتے۔

برکت ہی برکت: ایک درویش کا بیان ہے کہ جس دن حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند میرے گھر میں جلوہ افروز ہوئے تو میں از حد خوش ہوا۔ میرے گھر میں آٹا کم ہو رہا تھا، میں اسی روز آٹے کا ایک تھیلا گھر لایا، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس تھیلے کو صرف کرو۔ اور اس کی کمی و بیشی کسی شخص پر ظاہر نہ کرنا۔ آپ نے دو مہینے تک اس کمترین کے گھر قیام فرمایا اور اس دوران بہت سے درویش اور دوست آپ کے قدم مبارک کی بدولت آتے رہے اور ہم اسی آٹے سے کھانا پکا کر انہیں کھلاتے رہے لیکن تھیلا ویسا ہی رہا۔ آپ کے چلے جانے کے بعد بھی بہت عرصہ وہ آٹا خرچ ہوتا رہا۔

لیکن وہ اتنا ہی رہا، بعد ازاں جب میں نے آپ کے نفس مبارک کے خلاف سارا قصہ اپنی اولاد کو بتا دیا تو برکت ختم ہوگئی۔ اس معنیٰ کے مشاہدے سے آپ کے کمال ولایت کے متعلق میرا یقین اور بڑھ گیا۔

بے ادبی کی سزا: ایک درویش سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ' پہلی بار بیت اللہ کی طرف سے آتے ہوئے ''مازندران'' کی ولایت میں پہنچے، اکابر علماء روزگار میں سے مولانا سیف الدین ابہری اس سفر میں آپ کے ہمراہ موجود تھے۔ ان کو حضرت خواجہ کے ساتھ بہت زیادہ محبت اور صحبت حاصل تھی۔ اس لئے ضعیف کو مولانا کی خدمت میں خوارزم بھیجا، خوارزم میں، میں نے حضرت مولانا سے اجازت لی اور بخارا کی طرف متوجہ ہوا، بخارا پہنچنے پر مجھے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت خواجہ مرو میں ہیں، میں نے آپ کے حضور حاضر ہونے کا عزم کیا، آپ کا ایک درویش عزیز تاتکن سے آیا ہوا تھا، اس کا بھی یہی ارادہ تھا، اس نے میرے ساتھ موافقت کی۔ اتفاقاً راستے میں ہم دونوں کے درمیان ایک بات ہوگئی، اور اس سے ایک ایسا کلمہ ظاہر ہوا، جس میں حضرت خواجہ کی گستاخی پائی جاتی تھی۔ ہم اس گاؤں میں پہنچے جہاں حضرتِ خواجہ موجود تھے، رات کا وقت تھا لیکن ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ کی منزل کہاں ہے؟ نہ ہی کوئی آدمی موجود تھا جو ہمیں منزل کا پتہ بتا دیتا، ہم اسی حال میں ایک گھر کے سامنے پہنچے، اور چاہا کہ زنجیر کھٹکھٹائیں، اس سے پہلے کہ میرا ہاتھ دروازے تک پہنچتا، اندر سے حضرت خواجہ نے میرا نام لیا۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو مصافحہ کے وقت آپ نے اس تاتکنی درویش سے مصافحہ نہ فرمایا۔ وہ دس دن تک اس کلمہ کی وجہ سے ''قبضِ عظیم'' کے زیر بار رہا جو راستے میں اس سے سرزد ہوگیا تھا، تا آنکہ حضرت خواجہ کے والد ماجد اس درویش کی شفاعت نہ کرتے تو آپ اسے معاف نہ فرماتے اور وہ اس ''بارِ عظیم'' سے خلاص نہ حاصل کرسکتا۔

خربوزہ مل گیا: درویش محمد زاہد سے منقول ہے کہ ''اوائلِ طلب'' میں ایک روز

میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ کی صحبتِ شریف میں ایک صحرا میں تھا، اتفاقاً فصل بہار تھی۔ ایک ساعت گزری کہ مجھے خربوزے کی آرزو ہوئی، میں نے حضرت خواجہ سے (خربوزہ) طلب کیا، نزدیک ہی ایک ''جوئے آب'' تھی، آپ نے اشارہ فرمایا کہ ندی کے کنارے پر چلو، جب میں ندی کے کنارے پر چلا تو میں نے نہایت تازہ ''بابا شیخی'' خربوزہ دیکھا کہ پانی میں آ رہا ہے۔ ایسے لگتا تھا کہ ابھی باڑے سے باہر لایا گیا ہے۔ میں نے اسے پکڑا اور اس کے واسطے سے میرا حال دیگر ہو گیا۔ نیز حضرت خواجہ کے کمال ولایت کے بارے میں میرا یقین اور زیادہ ہو گیا۔

حضرت خواجہ کے بیل: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ غدیوت میں ایک ''منزل'' پہ تشریف فرما تھے۔ جب میں اس منزل پہ پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجلس ''خوف و ہیبت'' سے پر ہے۔ اور شیخ شادی زیر عتاب ہے۔ کچھ وقت گزرا کہ شیخ شادی بلبلا اٹھا اور اس کا حال متغیر ہو گیا۔ بعدہٗ حاضرینِ مجلس نے اس کے بارے میں حضرتِ خواجہ سے درخواست کی اور معافی طلب کی۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا کہ اس سے ہی سوال کرو کہ یہ واقعہ اسے کیونکر پیش آیا، درویشوں نے ہر چند اس سے سوال کیا کہ تمہارا یہ حال کس واقعہ کی وجہ سے رونما ہوا ہے، لیکن اس نے کوئی بات نہ کی۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''وہ کوئی بات نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے وہ فراخشاخ (بیل) جس کو اس نے کراہت کے ساتھ گھاس ڈالی تھی، اس کے اندر آ کر اسے سینگ مار رہا ہے۔ اب ہم کیا کریں۔ یہ کام شادی نے خود کیا ہے''۔ پھر حضرتِ خواجہ نے فرمایا، صورتِ حال یہ تھی کہ ہم نے مولانا عبدالعزیز کو اسکے پاس بھیجا تا کہ اس سے کچھ طلب کرے۔ اس نے گھاس جب بوری میں ڈالی ہے تو کراہت سے ڈالی ہے، جب عبدالعزیز وہ گھاس لایا تو ہمارے بیلوں نے نہ کھائی، غدیوت کے درویشوں نے ایک بار پھر اس کے بارے میں حضرت خواجہ سے درخواست کی تو آپ نے اسے حرکت دلائی اور وہ خود سے باہر آ گیا۔ بعدہٗ حضرت خواجہ نے شیخ شادی سے

پوچھا کہ گھاس دیتے وقت تم نے کیا کہا تھا، شیخ شادی نے کہا میں نے کہا تھا، ''اے خواجہ مخدوم! میں فقیر ہوں، میری گھاس تھوڑی سی ہے اور آپ بادشاہ ہیں، آپ جس کسی سے بھی گھاس طلب کریں گے وہ احسان مند ہوگا، آپ مجھ سے ہی کیوں گھاس طلب کرتے ہیں'' پس شیخ شادی نے بہت زیادہ عاجزی کی تو حضرت خواجہ نے اسے معاف فرمادیا، حاضرین نے بیل کے سینگ مارنے کا قصہ انکے سے پوچھا تو اس نے کہا، جیسے حضرتِ خواجہ نے فرمایا، اسی طرح ہوا تھا۔

آزمائش محبت: ایک درویش نے نقل کیا کہ جب میں حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی ''سعادتِ قبول'' سے مشرف ہوا اور آپ کے الطاف سے محظوظ ہوا، تو میں آپ کے اشارے سے اسی کام میں مشغول ہوگیا جس میں آپ کی صحبت مبارک حاصل کرنے سے پیشتر مشغول تھا، ایک روز میں بازار میں تھا، اتفاقاً میں نے کچھ رقم کا سودا کیا، حضرتِ خواجہ میری دوکان پر تشریف لائے اور پوچھا کہ تو نے کس مقدار کا سودا کیا ہے، میں نے عرض کی کہ اس کی مقدار مجھ پر روشن نہیں ہے، آپ نے چادر بچھائی اور وہ ہونے والا سودا (سلف) اس میں ڈال کر لے گئے، شام کے وقت میں گھر پہنچا، تو میرے گھر والوں نے مجھ سے ہر چیز طلب کی، میں نے عذر کے ساتھ سارا قصہ کھول کر بیان کردیا، ناگاہ مجھ سے ''کید نفس'' اور تسویل شیطان'' کی وجہ سے ایک مکروہ اور دشوار بات صادر ہوگئی، رات کافی گزر چکی تھی، کہ آں ساعت حضرت خواجہ نے اپنے ایک مخصوص درویش کے ہاتھ وہ چادر (بمعہ سودا سلف) بھیج دی، مجھ پر ''بار عظیم'' آن پڑا، میں نے ہر چند تحقیق کی اور جو کچھ مجھ سے سرزد ہوگیا تھا، اس سے میں توبہ، انابت اور استغفار کرتا رہا، پھر حضرتِ خواجہ نے بہ حقیقت میرے بوجھ کو دیکھا اور لطف فرمایا، اور مجھے، اس ''بے ادبی کے بوجھ'' سے باہر نکال لیا۔

مشاہدے کی قوت: شیخ شادی سے منقول ہے کہ صبح کا وقت تھا حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ غدیوت سے شہر بخارا کی طرف جارہے تھے، میں اور درویش محمد زاہد

آپ کی ''رکابِ ہمایوں'' کے ساتھ تھے، جب ایک روز گزرا تو شہر بخارا پہنچ گئے۔ آپ اخی محمد آہین کے گھر ٹھہرے اور اسے فرمایا کہ بازار سے ہمارے لئے طعام لے آؤ، لیکن فلاں اور فلاں کی دوکان پر نہ جانا، جب اخی محمد طعام لے کر آیا تو ابھی ایک قدم بھی گھر میں رکھنے نہ پایا تھا کہ حضرت خواجہ نے اسے فرمادیا، ''میں نے تمہیں کہا تھا اس دوکان سے طعام نہ لانا، تم نے کاہلی کا مظاہرہ کیا ہے اور (دونوں میں سے) ایک دوکان پر جا پہنچے جب حاضرین نے غور کیا تو (دیکھا) کہ اس دوکان کی عدلی ''تمغا'' سے آئی ہوئی ہے۔ آپ کے اس اشراف سے سب کا حال بدل گیا، اور (یہ واقعہ) اس جماعت کے مزید یقین کا سبب ثابت ہوا۔

شانِ تقویٰ کا عالم: خواجہ علاالحق والدین عطر اللہ تربتہٗ نے نقل فرمایا کہ ایک روز ایک بڑھیا ایک ''تمغاچی'' کے گھر سے چند درم لائی کہ یہ حضرتِ خواجہ کی معاملت ہے۔ میں نے وہ قبول نہ کئے کہ آپ اس (تمغاچیوں) کے گروہ سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک لحظہ گزرا تھا کہ میں حضرتِ خواجہ کے پاس گیا۔ آپ ''دروازہ کلاباذ'' پہ ایک درویش کے گھر تشریف فرما تھے، اس درویش کی ماں بہت نیک تھی۔ اور خلقت اس کا تقرب چاہتی تھی۔ جب میں اس درویش کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ اتفاقاً وہی بڑھیا اس کے گھر سے باہر نکلی، حال یہ تھا کہ حضرتِ خواجہ اس درویش کے حجرہ میں تکیہ فرما تھے۔ ایک ہی ساعت بعد آپ نے اس ضعیف سے فرمایا، میں نے ابھی خواب میں یہ دیکھا ہے کہ (لوگ) چغرات (پنیر) کے دو گوشے لائے اور چمچہ بھی، جب میں نے چغرات پر چمچہ مارا تو ایک سانپ باہر آیا، حضرت خواجہ مجھ سے یہ خواب بیان فرما رہے تھے کہ اس درویش کی ماں کی نوکرانی چغرات کے دو گوشے اور چمچہ لے کر آئی۔ اور بارگاہِ خواجہ میں پیش کیا۔ خواجہ نے تبسم فرمایا اور کہا ''عجیب خواب ہے، ابھی جو کچھ دیکھا تھا وہی ظہور میں آگیا، تحقیق کرنی چاہیے تا کہ اس چغرات کی حقیقت معلوم ہو سکے۔ میں نے اس بڑھیا کا قصہ کھول کر بتا دیا، حضرتِ خواجہ نے اس

چغرات کی حقیقت پوچھی تو ظاہر ہوا کہ وہ چغرات اس بڑھیا کے درموں سے خریدا گیا تھا۔ وہ درویش، اس کی والدہ اور تمام خانوادہ اس حال کے مشاہدے سے بہت حیران ہوا، بعدہٗ حضرتِ خواجہ نے اُس درویش سے فرمایا "والدہ کو نصیحت کردو کہ اگر کوئی نیاز پیش کرے اور حسنِ عقیدت کی راہ سے کوئی چیز تمہیں مہیا کرے تو تحقیق کے بغیر اس سے قبول نہ کرنا، کسی سے کوئی چیز حاصل کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، ہر کسی کی چیز نہیں لینی چاہیے"۔ اس درویش کی والدہ نے توبہ کی کہ میں اس کے بعد کسی کی چیز نہیں لوں گی۔

سرکار نظر رکھدے: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے مجھ سے خطاب فرمایا کہ ہم فلاں طرف کو جا رہے ہیں۔ انشاء اللہ پندرہ روزہ مدت کے بعد آئیں گے۔ جب مدت گزر گئی تو حضرت خواجہ تشریف لے آئے اور جونہی میں نے آپ کو سلام عرض کیا، آپ نے فرمایا "اس صبح تم پر کیا گزری" میں متحیر ہوا اور بہت زیادہ رونے لگا، حضرتِ خواجہ نے مجھ پر گزرنے والی سب (واردات) بیان فرماتے ہوئے فرمایا، اس طرح کے قصورات واقع ہو ہی جاتے ہیں لیکن ایسے قصور کے واقع ہونے کی حکمت یہ ہے کہ نفس کو شکست (ہوتی) ہے جیسا کہ اس وقت تیرا حال ہے۔ اس کے بعد آپ نے لطف فرمایا اور مجھ سے درگزر کیا۔

مرید کو طلب فرمایا: حضرتِ مولانا نجم الدین دادرک کوفینی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ "قرشی" میں تشریف فرما تھے، اور میں بخارا شریف میں تھا۔ ناگاہ حضرت خواجہ کی آواز میرے کان میں آئی کہ آپ مجھے طلب فرما رہے ہیں۔ میں بیقرار ہو گیا اور ذرا بھی توقف نہ کر سکا، بخارا سے اسی وقت نسف کو چل پڑا اور دوسرے روز نماز ظہر کے وقت "قرشی" میں حضرت خواجہ کی صحبت شریف میں حاضر ہو گیا۔ قرشی درویشوں کی ایک جماعت حاضر تھی۔ بعدہٗ ان درویشوں سے میں نے سنا کہ کل حضرت خواجہ نے فرمایا تھا، "بخارا میں ہمارا مولانا نجم الدین دادرک نامی ایک درویش ہے، ہم اسے طلب کرتے ہیں تاکہ وہ کل نماز ظہر تک

حاضر ہو جائے''

فاصلے سمٹ گئے:۔ حضرتِ خواجہ علاء الحق والدین علیہ الرحمہ نے حضرتِ سید امیر کلال قدس اللہ روحہ کے ''فرزند بزرگ'' امیر برھان الدین سے نقل فرمایا، انہوں نے کہا کہ حضرتِ خواجہ بہاء الحق والدین روح اللہ روحہ، سوخار میں ہمارے گھر تشریف فرما تھے، میں نے حضرتِ خواجہ کی خدمت میں التماس کی ''مجھے مولانا عارف علیہ الرحمہ کا اشتیاق ہے اور وہ اس وقت نسف میں ہیں۔ آپ ''خاطر شریف'' فرمائیں تا کہ مولانا جلد آ جائیں'' حضرتِ خواجہ نے فرمایا'' ہم مولانا کو طلب کرتے ہیں تا کہ جلدی آ جائیں'' اس کے بعد آپ ''خانقاہ امیر'' کے دروازے پر آئے اور تین مرتبہ فرمایا، ''مولانا عارف''! پھر اسی وقت فرمایا ''مولانا نے ہماری آواز سن لی ہے اور وہ ہماری طرف چل پڑا ہے۔'' امیر برھان الدین نے کہا کہ ''جب مولانا عارف نسف سے بخارا آ گئے اور ''سوخار'' پہنچے تو ان کی خدمت میں حضرت خواجہ بہاء الحق والدین قدس سرہ، کے طلب فرمانے کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے فرمایا'' ہم فلاں روز کی فلاں ساعت، نسف میں اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آواز خواجہ میرے کان تک پہنچی، آپ نے مجھے طلب فرمایا تھا، لہٰذا میں بہت جلد نسف سے بخارا کی طرف متوجہ ہو گیا''۔

مرحلے کیا چیز ہیں: حضرتِ خواجہ علاء الحق والدین روح سرہ، نے نقل کیا ہے کہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ، بخارا شریف کے ایک گاؤں میں جلوہ فرما تھے اور درویش آپ کی صحبتِ شریف میں حاضر تھے، حضرتِ خواجہ اس جماعت کے درمیان سے اٹھ پڑے اور فرمایا ''مولانا عارف'' نسف کے علاقے قشلاق میں ''خواجہ مبارک'' ہیں، وہ اس وقت مولانا بہاء الدین کی خدمت میں ہیں اور ہمیں طلب کر رہے ہیں''۔ آپ اسی حال میں بخارا سے نسف کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک درویش نے کہا کہ جس وقت حضرتِ خواجہ، مولانا بہاء الدین کے پاس قشلاق پہنچے تو مولانا نے آپ سے فرمایا

مولانا عارف اس وقت، مولانا بہاؤالدین کی خدمت میں حاضر تھے،

سماع سے پرہیز: حضرت خواجہ علا الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ نے نقل فرمایا کہ ایک شام حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ درویش عطا کے "بام خانہ" پر تشریف فرما تھے، وہاں قریب ہی ایک عالی شان محل تھا، شہر بخارا کا امیر اس شام اس محل کی چھت پر موجود تھا اور قوالوں کی ایک جماعت صحبت امیر میں حاضر تھی اور دوسری جماعت رقص کر رہی تھی، اس گروہ پر زور وشور کا بہت شدید غلبہ تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا: "یہ جو کچھ گزر رہا ہے سب کھیل تماشا ہے۔ اور اس کا استماع (سننا) جائز نہیں ہے، اسے ہرگز نہیں سننا چاہیے۔ اس کی تدبیر یہی ہے کہ ہم کان میں روئی ٹھونس لیں تاکہ آوازیں نہ سن سکیں"۔ یونہی حضرت خواجہ نے فرمایا تو ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو ان آوازوں کو سن سکتا، سب کے احوال متغیر ہو گئے، جب صبح ہوئی تو جو لوگ درویش عطا کے گھر کے قریب تھے اور حضرت خواجہ کے درویشوں کا طریقہ جانتے تھے کہ وہ ان کی صحبت شریف کی برکت سے مخلوق کو اس قسم کے کھیل تماشے میں حاضر ہونے اور اسے سننے سے ہر ممکن حد تک منع کرتے ہیں، انہوں نے درویشوں سے پوچھا، تم لوگوں نے قوالوں کی آوازوں کی تشویق اور رقص کرتی ہوئی جماعت کے غلبہ کہ وجہ سے رات کس طرح بسر کی، درویشانِ خواجہ نے اس گروہ کو جواب دیا کہ "ہم نے حضرت خواجہ کے "واسطہ عنایت" سے ان آوازوں کو ہرگز نہیں سنا اور پھر تمام قصہ کھول دیا۔ اس گروہ نے بہت زیادہ تعجب کیا اور پھر اس اثر ولایت کا ظہور حضرت خواجہ کے ساتھ اس گروہ کے رشد ومحبت کا سبب بن گیا۔

مرقد معشوق پر: حضرت خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ تربتہٗ نے نقل کیا ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ طوس میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک روز فرمایا "ہمیں چاہیے کہ ہم معشوق طوسی کی زیارت کو جائیں، درویشوں کا ایک گروہ بھی

آپ کے ہمقدم تھا۔ جب آپ مزارِ معشوق پر پہنچے تو فرمایا "سلام علیک! اے معشوق طوسی کیا تو خوش ہے؟" مرقد معشوق سے آواز آئی وعلیک السلام! میں خوش ہوں" اس گروہ میں ایک آدمی ایسا تھا جو حضرتِ خواجہ (کی عظمتِ شان) کا انکاری تھا، اس کا حال بہت زیادہ متغیر ہوا اور وہ بہت زیادہ اضطراب (کا مظاہرہ) کرتے ہوئے صفت انکار سے (نکل کر) اقرار میں آ گیا۔

سیب کا تسبیح کرنا: حضرت خواجہ علاء الحق والدین طاب تربتہٗ نے نقل فرمایا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے ایک درویش نے ایک سیب پیش کیا، آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ ایک ساعت صبر کرو اور یہ سیب نہ کھاؤ، کیونکہ یہ سیب تسبیح پڑھ رہا ہے۔

ہمہ ذرات در نطق اندو لیکن

تو بے سمعی نمی دانی شنودن

جیسا کہ حضرت خواجہ نے فرمایا والحق ویسا ہی تھا۔ بعض حاضرینِ مجلس اس سیب کی تسبیح سماعت کرر ہے تھے۔

موسم گل ہے تمھارے بام پر آنے کا نام: خلافت پناہی حضرت خواجہ علاء الحق والدین لازالت تربتہٗ معطرہ کے "مقبولانِ خدمت" میں سے ایک فقیہ صالح اور دانشمند درویش نے نقل فرمایا ہے کہ جن دنوں میں "خلقِ نسف" کے مقتداء حضرت مولانا سعد الدین قرشوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہا کرتا تھا، ایک روز جب حضرت مولانا، حضرت خواجہ بہاؤ الحق الدین قدس سرہٗ کی "بزرگی ولایت" کی شرح فرما رہے تھے تو انہوں نے آپکے شمائل کا بہت زیادہ ذکر فرمایا، انہیں میں سے ایک یہ بھی بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ نے اس ضعیف سے یہ فرمایا " تمہارے باغ میں جانا چاہئے۔ اتفاقاً وہ سردی کا موسم تھا، جب ہم باغ میں پہنچے تو میری نظر میں باغ بہت زیادہ "بے طراوت" تھا، گویا (ہر طرف) خارستانی اور شورستانی (کا عالم) ہے،

حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''یہ تمھارا باغ ہے؟، مجھ میں ایک عجیب حال نے تصرف کیا، تو میں نے کہا، ''ہاں یہ میرا باغ ہے'' آنگاہ حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''لو ہم تمھارے باغ کو سبز اور با طراوت بنا دیتے ہیں، تا کہ تمھارا یقین اور زیادہ ہو جائے'' پھر آپ نے اسی وقت فرمایا، ''دیکھ لو'' جب میں نے نظر ماری تو باغ کو ریاحین سے بھرا ہوا مشاہدہ کیا، میں نے اپنے آپ سے کہا، ''یہ میرا باغ نہیں، حضرت خواجہ نے فرمایا، ''یہ باغ تمھارا ہی ہے۔'' جب کچھ وقت گزرا تو میں نے اس باغ کو ''حال اول'' پر دیکھا، گویا آپ کی برکت عنایت سے ایک ساعت میں اس باغ کے دو حال مشاہدہ کر لئے، یہی سبب ہے کہ آپ کے کمال ولایت کے بارے میں میرا یقین اور زیادہ ہو گا۔

منزل عشق قریب ہو گئی: شیخ خسرو کرمینی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ مجھے حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی صحبتِ شریف (میں حاضری کی) طلب پیدا ہوئی، یہ وہ وقت تھا جب ''زامیجی خربوزے'' پک گئے تھے، اور اتفاقاً رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ میں نے نماز فجر ادا کی اور کرمینہ سے آپ کے حضور بخارا شریف کی طرف چل پڑا۔ ایک درویش نے میرے ساتھ موافقت کی اور، ہم حضرت خواجہ کی برکتِ توجہ سے ''نماز دیگر'' کے وقت قصر عارفاں پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ اس باغ میں تشریف فرما تھے جہاں اب آپ کا مزار منور ہے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں مولانا حسام الدین خواجہ یوسف، آپ کے محبّ علماء کرام کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر تھے، جب ہم نے ''نماز دیگر'' جماعت کے ساتھ ادا کی تو تمام حاضرین نے اس ''آمدن'' پر بہت زیادہ تعجب (کا اظہار) کیا۔

☆......شیخ خسرو کرمینی علیہ الرحمہ ہی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے مجھے بخارا شریف سے کرمینہ کی طرف روانہ فرمایا، آپ کی نظر مبارک کی برکات کا ایک حال میرے ہمراہ تھا کہ میں بخارا سے کرمینہ کو چل پڑا۔ اتفاقاً تیر ماہ (بھادوں) کی فصل تھی، میں اسی رات ہی کرمینہ پہنچ گیا، گھر پہنچ کر کچھ دیر ٹھہرا مگر مجھے آرام اور

قرار نصیب نہ ہوا۔ پھر میں حمام کی طرف چلا اور ''حمامی'' کو بیدار کیا، حمام میں آیا اور ایک لحظہ توقف کرنے کے بعد مسجد کو چل پڑا۔ وہاں بوریا بھی نہیں تھا، میں گھر پہنچا اور خادم سے کہا کہ ''دراز گوش'' لاؤ، پھر اس کے ساتھ ''آبِ حرام کام'' کے کنارے گیا اور ہم ''خاشاکِ مسجد'' کا ایک بوریا لے آئے، اور اسے مسجد میں بچھا دیا۔ میں بہت دیر تک مسجد میں بیٹھا رہا تو پھر کہیں (صبح کا) سپیدہ نمودار ہوا، یہ سب کچھ حضرتِ خواجہ کی توجہ کی برکات میں سے (ایک برکت) ہے، ناقل نے کہا کہ شہر بخارا اور کرمینہ کے درمیان ۱۲ فرسنگ کی مسافت ہے۔

نگاہ ناز کی جولانی: ایک درویش نے بیان کیا کہ میں غدیوت میں تھا تو حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے میرے نام اور ایک دوسرے درویش کے نام مکتوب بھیجا کہ ہمارا فراخشاخ (بیل) فلاں درویش کے پاس ہے، تم دونوں بے توقف اس کے پاس جاؤ اور اس بیل کو ذبح کر دو۔ اس کام میں ہرگز کوئی تقصیر اور تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ پس میں اور وہ دوسرا درویش دونوں بہت جلدی گئے اور لوگوں کو جمع کیا کہ حضرت خواجہ کے بیل کو پکڑا جائے اور پھر اسی وقت ان لوگوں کے سامنے ہی اسے ذبح کر دیا، جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو یہ دیکھ کر تمام لوگ بہت حیران ہو گئے کہ اس بیل کے پیٹ میں چند جگہوں پہ زخم کی علامت پیدا ہو گئی تھی۔ اگر ایک ساعت بھی گزر جاتی تو وہ بیل ہلاک ہو جاتا، حال یہ تھا کہ حضرت خواجہ نے دو سال تک اس بیل کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ اور کسی سے اس کے بارے میں کچھ سنا بھی نہیں تھا، یہ حال مشاہدہ کرنیکی وجہ سے بہت سے لوگ صاحبِ عقیدت بن گئے۔

خواجہ کا کمال بصیرت: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ (کے فیض) سے مشرف ہونے سے پیشتر میں بخارا کے ایک آدمی کے ساتھ شریک ہوا اور ہم تجارت کی غرض سے ''کش'' روانہ ہوئے، اس کے بعد اس نے توقف کیا اور میں اس جگہ سے قرشی آ گیا اور کاروان سرائے میں رہنے لگا۔

چند روز تو میں بیمار ہو گیا اور اسی دوران میرا دراز گوش بھی غائب ہو گیا۔ میں بہت پریشان ہوا۔ اسی حالت میں بارہ روز گزر گئے، ناگاہ حضرتِ خواجہ میرے نزدیک آئے اور فرمایا ''ہم آج ہی اس ولایت میں آئے ہیں، ترے احوال کیا ہیں؟ میں بیماری اور شریک کار کی وجہ سے رو پڑا، آپ نے فرمایا ''تیرے باطن میں کچھ اور تشویش ہے''۔ میں نے کہا ''بارہ روز سے میرا دراز گوش غائب ہو گیا ہے''۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''بہت جلدی مل جائے گا، خاطر خوش رکھو'' دن کے پچھلے پہر میرا ہمسایہ آیا اور (اس نے بتایا) کہ ''تیرا دراز گوش دروازے پر کھڑا ہے'' میں آپ کے کمال بصیرت سے بہت زیادہ حیران ہو گیا۔

ہم پہاڑ کو سونا بنادیں: شیخ شادی نے نقل کیا کہ جب میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کی نظر قبول سے مشرف ہوا تو مجھ پر ''فدا و نثار'' کا عالم آسان ہو گیا، اتفاقاً میرے پاس ایک سو عدلی دینار تھے، ایک روز ''گھر والی'' نے مجھے کہا کہ ''ہم یہ چھپا لیتے ہیں'' کمزور یقین کی وجہ سے میں نے اس کی بات مان لی، ہم شہر بخارا پہنچے اور وہاں سے ''کیمختی موزہ'' اور دوسری ہر قسم کی چیزیں خریدیں، اور اتفاق یہ ہوا کہ ہم قصر عارفاں کے راستے غدیوت کو چل پڑے، جب ہم حضرت خواجہ کے پاس گئے، تو آپ نے فرمایا۔ اے شادی، تو بخارا کیوں گیا ہوا تھا'' میں نے کہا، ''ایک چھوٹا سا کام تھا، حضرت خواجہ نے فرمایا'' کیمختی موزہ اور ہر چیز جو تو نے خریدی ہے، حاضر کردے'' میں نے تیزی سے حضرت خواجہ کو سب کچھ پیش کر دیا، فرمایا، باقی وہ سو ''دینار عدلی'' بھی ادھر لے آؤ، میں نے وہ بھی آپ کو پیش کر دیئے، آپ نے میری طرف منہ کرتے ہوئے فرمایا ''اگر تو دنیا چاہتا ہے تو ہم عنایت الٰہی سے پہاڑ کو سونا بنادیں، لیکن ہم تو عالم فقر میں ہیں۔ اس قسم کی چیزوں کی طرف کوئی التفات ہی نہیں اس طائفہ کا کارخانہ اس عالم سے ماوراء ہے۔ تجھے کسی چیز کی بھی کمی نہیں آئے گی، پھر تو کیوں (دنیا کا مال) ذخیرہ کرتا ہے، بعد ازیں ایسا نہ کرنا

ہیچ مانی و ہیچ مان کم نے
وزنئے ہیچ ہیچ مان غم نے

چوروں سے مال مل گیا: حضرتِ خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ روحہٗ نے نقل فرمایا کہ جب میں حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی ''سعادت محبت'' سے مشرف ہوا تو میرا ایک بڑا بھائی تھا جو حضرتِ خواجہ کا بہت زیادہ منکر تھا۔ اور مجھے ملامت کرتا تھا کہ تو ہر وقت کیوں اس درویش کی بارگاہ میں جاتا رہتا ہے، ایک دفعہ یہ ہوا کہ اس نے اتفاق سے چھوٹے بھائی کو اپنا ''مبلغ مال'' دے کر تجارت کیلئے بھیجا۔ شہر بخارا کے نزدیک چوروں نے سب اموال چھین لیا۔ جب یہ خبر میرے بڑے بھائی کو ملی تو وہ ''اندوہ اضطراب'' میں پڑ گیا، اب اس سے آرام اور قرار زائل ہو چکا تھا، اور ہر لحظہ یہی کہتا تھا کہ ''اس کام کی تدبیر کیا ہے، میں نے جب اس کی اس حالتِ بیقراری کو مشاہدہ کیا تو کہا، اس کی تدبیر یہی ہے کہ اگر یہ قضیہ حضرتِ خواجہ کی سمعِ مبارک تک پہنچ جائے تو امید ہے کہ آپ کی خاطر شریف کی توجہ سے یہ اموال حاصل ہو جائے، بعدہٗ میں نے جب وہ قضیہ حضرت خواجہ سے عرض کیا اور بھائی کی عاجزی اور نیاز مندی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا ''ان شاء اللہ بہت جلد کفایت ہوگی، خاطرِ جمع کر رکھنی چاہیے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ اس مہم کی کفایت کیلئے باہر تشریف لائے تو اسی وقت ایک سوار سامنے آیا اور تیزی کے ساتھ سواری سے اتر کر شرائط تعظیم بجالایا، حضرت خواجہ نے فرمایا ''ہم منزل سے کفایت کاری کیلئے باہر آئے تھے کہ تو ہمارے سامنے آ گیا ہے، دل میں خیال گزرا ہے کہ ہم یہ راز تیرے ساتھ ہی بیان کر دیں، جب آپ نے اس سے بیان کیا تو اس نے کہا کہ یہ قضیہ آپ کی خاطر مبارک کی برکت سے حل ہوگا اور وہ اموال دوبارہ حاصل ہو جائے گا، وہ اسی گھڑی روانہ ہوا اور ''کیفیتِ حصول'' کی خبر حضرتِ خواجہ کو بتا دی۔ حضرتِ خواجہ نے مجھے فرمایا ''مصلحت یہ ہے کہ تم اپنے

چھوٹے بھائی کے ساتھ باغ کی طرف جاؤ کہ چوروں کی وہ جماعت باغ میں ہے۔
پھر حضرت خواجہ نے ہم دونوں بھائیوں کو اس سوار کے بتائے ہوئے باغ کی طرف بھیج دیا، جب ہم اس باغ میں پہنچے اور ہم نے چوروں کی جماعت کو دیکھا کہ اس اموال کو اپنے درمیان میں رکھے ہوئے ہیں اور اس کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، وہ ہماری آمد سے واقف ہوئے تو سواریوں پر سوار ہو گئے اور ہاتھ میں ہتھیار اٹھا لئے، میرے چھوٹے بھائی نے جب وہ حال دیکھا تو بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ "حضرت خواجہ کی برکتِ نظر سے ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی" پھر آپ کی خاطر شریف کی مدد سے اسی وقت وہ جماعت ہر طرف کو بکھرنے لگی اور وہ اموال تمام کا تمام ہمیں حاصل ہو گیا، بہت جلد ہی جب اس کیفیت کی خبر بڑے بھائی کو موصول ہوئی تو اس نے جان لیا کہ یہ فتح اور کفایت حضرت خواجہ کی خاطر شریف کے واسطہ توجہ سے نصیب ہوئی ہے۔ یہ معنیٰ حضرت خواجہ کے ساتھ میرے بھائی کے کمال محبت کا سبب ٹھہرا۔ اور اس کا "انکار و عناد" بھی اقرار و اعتقاد (کی صورت) میں تبدیل ہو گیا، اور وہ ان ظہورات کی نسبت سے صاحب یقین بن گیا۔

خواجہ کا کمال تصرف: ایک درویش نے نقل کیا کہ میرا ایک دوست تھا جس کے پاس ایک ترکی کنیز تھی۔ وہ کنیز غائب ہو گئی تو اس نے مجھے اور ایک آدمی سے درخواست کی کہ اپنے کام چھوڑ کر میرا کام کر دو، دراز گوش کرائے پر لے کر ہر طرف اس کنیز کو تلاش کرو، دریں اثناء حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ سے بازار میں میری ملاقات ہوئی تو میں نے وہ قصہ آپ کی خدمت میں عرض کیا، آپ نے اس آدمی سے فرمایا کہ تم اپنے کام پہ جاؤ اور مجھے فرمایا کہ تو بھی اپنے کام میں مشغول ہو جا" پھر فرمایا خاطر جمع رکھو کہ وہ کنیز کسی طرف بھی نہیں گئی۔ معاملہ ہونا چاہیے" میں نے اس کنیز کے مالک سے حضرت خواجہ کا یہ فرمان پہنچایا تو وہ خوش ہوا۔ اور معاملت کو قبول کیا۔ جب نماز ظہر ہوئی تو حضرت خواجہ نے پوچھا کہ کیا کنیز کی کوئی خبر آئی ہے؟ کنیز کے مالک نے کہا،

"میں ابھی تک گھر نہیں گیا کہ کنیز کا حال پوچھتا" بعدہٗ وہ اپنے گھر کو روانہ ہوا تو اس سے پہلے کہ وہ اپنے اہل خانہ سے کوئی بات کرتا، اس کی بیوی کسی مصلحت سے اندر کمرے میں گئی، وہاں ایک بڑا سا ٹوکرا تھا، جس میں کوئی چیز پوشیدہ دیکھی۔ جب اس نے غلاف اٹھایا تو دیکھا کہ وہی کنیز اس ٹوکرے کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ تیزی کیساتھ کمرے سے باہر آئی ور اپنے شوہر سے کنیز کا حال بیان کیا اُس نے نظر کی کہ شوہر کا رنگ متغیر ہو گیا ہے، اس نے اس تغیر کا سبب پوچھا تو شوہر نے از اول تا آخر سارا قصہ اپنی بیوی کو سنا دیا۔ وہ بھی اس واقعہ سے بہت حیران ہوئی اور وہ دونوں حضرت خواجہ کے محب و معتقد ہو گئے۔ اور جس کسی نے بھی یہ قصہ سنا وہ بھی معتقد ہو گیا۔

☆......وہی درویش بیان کرتا ہے کہ اس قصہ کے بعد ایک روز ایک عزیز نے مجھے کہا کہ میری بھی ایک ترکی کنیز دو سال سے غائب ہے۔ اور میں نے معالمت (منت) بھی قبول کی ہوئی ہے۔ میں نے یہ قصہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا "اس عزیز کی کنیز نمودار ہو جائے گی" تھوڑی ہی مدت کے بعد اس عزیز نے پھر تقاضا کیا تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ "دو تین روز صبر کرنا چاہیئے، کہ صبر کا یہی محل ہے"۔ اتفاقاً اس عزیز کی دوکان میری دوکان کے نزدیک تھی۔ ایک روز ایک آدمی اس عزیز کی دوکان پر آیا اور اس سے سوال کیا کہ "تیری ترکی کنیز غائب ہے؟ اس عزیز نے کہا کہ "ہاں' دو سال سے غائب ہے"۔ اور ساتھ ہی اس کی صفت بیان کر دی، اس نے کہا کہ اس طرح کی ایک کنیز فلاں گاؤں میں ہے، وہ عزیز یہ سن کر بہت شادمان ہوا اور وہ کنیز اس عزیز تک پہنچ گئی۔ اس واقعے سے خلقِ خدا نے بہت زیادہ تعجب (کا اظہار) کیا

یہ نگہ کی تیغ بازی: حضرت خواجہ علاء الحق والدین طابت تربتہٗ نے بیان فرمایا کہ دراں فرصت جب عبداللہ قزغن ماوراء النہر کی مملکت میں حاکم تھا تو بخارا کی طرف آیا ہوا تھا۔ اس نے عزیمت کی کہ بخارا کے نواح میں شکار کھیلا جائے، اس نے "خلق

ولایت'' کو حکم کر دیا تا کہ سب لوگ شکار کیلئے باہر نکلیں، اتفاقاً حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ بخارا کے ایک گاؤں میں موجود تھے، جب سب لوگ اس گاؤں سے شکار کیلئے باہر نکلے تو آپ نے بھی لوگوں کی موافقت فرمائی، لوگ تو شکار پر چلے گئے مگر قریب ہی ایک ٹیلہ تھا، حضرت خواجہ اس ٹیلے پر آ گئے اور ایک گوشے میں بیٹھ کر اپنا پرانا سا خرقہ سینے لگے۔ دراں اثنا آپ کی خاطر مبارک میں یہ خیال گزرا'' ولیوں کی عزت برحق ہے کہ زمانے کے سلطان ان کے آستانِ کرم پر اپنا سر جھکاتے ہیں''

اسی دوران شاہانہ لباس میں ایک سوار آیا اور اس نے گھوڑے سے پیادہ ہو کر تمام تر تعظیم واحترام کے ساتھ حضرت خواجہ کو سلام کیا اور بہت ادب سے سورج کی طرف کھڑا ہو گیا۔ جب ایک ساعت گزر گئی تو حضرت خواجہ نے سر اوپر اٹھایا اور فرمایا ''تو کس کام میں مصروف تھا، اس نے کہا'' میں شکار پہ تھا کہ ناگاہ میرے باطن میں ایک جذبہ پیدا ہوا اور میں بے اختیار اس طرف نکل آیا، جب میں اس مقام پر پہنچا تو آپ حضرت والا کو دیکھ لیا۔ اور مجھے آپ کی محبت تمام حاصل ہو گئی۔ اس نے یہ بات نہایت ادب وحرمت سے کہی، اور طلب کا اظہار کیا نیز بہت عاجزی اور نیازمندی ظاہر کرتے ہوئے التفات کی التماس کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا،'' مجھے چھوڑو، میں تو ایک فقیر ہوں، اس گاؤں میں تھا کہ عبداللہ قزغن خلائق کو شکار کیلئے باہر لے آیا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ موافقت کی۔ چونکہ مجھے اس کام کی صلاحیت حاصل نہیں تھی اس لئے اس جانب آ گیا' جب حضرت خواجہ نے یہ سخن فرمایا تو اس سوار نے کہا' آپ نے تو مجھے شکار کر لیا'' بعد ازاں حضرت خواجہ اٹھے اور وہ خرقہ'' دوش مبارک'' پر رکھ کر صحرا کی طرف روانہ ہو گئے، حضرت خواجہ نے کچھ'' مسافت راہ'' قطع فرمائی تو کیا دیکھا کہ وہی سوار پیادہ ہو کر آپ کے پیچھے بہت نیازمندی سے چل رہا ہے، حضرت خواجہ نے اس کی طرف ہیبت کی نظر ڈالی تو وہ آپ کے پیچھے ہرگز نہ چل سکا اور اسی جگہ متحیر ہو کر رہ گیا۔

جو بھی ان کے فقیر ہوتے ہیں: منقول ہے کہ کرمینہ میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے درویشوں، محبوں اور تابعداروں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ ان

میں سے ایک درویش کرمینہ کے ایک ''امیر زادہ'' کے ساتھ اختلاط رکھتا تھا، ایک روز اس امیر زادے نے اس درویش سے بہت زیادہ پر جفا اور ناسزا گفتگو کی اور حضرت خواجہ کی نسبت بھی بے ادبی کی۔ وہ درویش خستہ خاطر ہو کر شیخ خسرو کرمینی کے پاس آیا ۔درویش حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا، اس راہ میں اس طرح کی مثالیں بارہا ہو جاتی ہیں۔ لوگوں نے انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے بھی اس طرح پر جفا اور ناسزا گفتگو کی ہے، تحمل سے کام لینا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ حضرت خواجہ کی برکت سے اسے روشنی کرامت فرما دے۔ دوسرے ہی روز وہ امیر زادہ حضرت خواجہ کے درویشوں کی صحبت میں آ گیا اور اس نے کہا، ''میں نے توبہ کر لی ہے، بعد ازیں میں کسی بھی درویش کے ساتھ ایسی بات نہ کروں گا، کل میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک دریا میں گر پڑا ہوں اور حضرت خواجہ نے مجھے اس گرداب سے چھڑا لیا۔ میں نے ان کے سامنے توبہ کی اور بہت زیادہ عذر کیا۔ درویشوں نے اسے کہا ''تمہیں یہ سعادت و دولت مبارک ہو'' جب وہ اپنے گھر چلا گیا تو نماز ظہر کے بعد ایک آدمی خبر لایا کہ وہ امیر زادہ دیوانہ ہو چکا ہے، وہ اپنے کپڑے پارہ پارہ کر کے صحرا میں دوڑ رہا ہے۔ اس کا سر اور پاؤں ننگے ہیں۔ اور اس کے متعلقین کی ایک جماعت اس کے پیچھے گئی ہے۔ جب درویش اس کے گھر پہنچے تو اس کے متعلقین اسے سواری پر بٹھا کر گھر لے آئے، اس کے پاؤں بہت زیادہ زخمی تھے اور وہ بہت مضطرب ہو رہا تھا۔ جب درویش اس کے پاس کچھ دیر بیٹھے تو اس کا اضطراب کچھ کم ہوا اور وہ ہوش میں آ گیا، اس سے پوچھا کہ ''ان احوال کا کیا سبب تھا''؟ اس نے کہا، ''جب میرے متعلقین کو معلوم ہوا کہ میں نے توبہ کر لی ہے تو انہوں نے مجھے ملامت کی۔ اور بہت سی غلط باتیں کہیں، اور مجھے شرابِ خمیر نوش کرنے کیلئے کہا، نیز بہت منت کی کہ ایک پیالہ ہی پی لو، یونہی میں نے شیطانی بہلاوے میں آ کر پیالہ ہاتھ میں لیا، تو حضرت خواجہ کو دیکھا کہ اس صفت اور ہیبت کے ساتھ گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوئے کہ میں بیان نہیں کر سکتا، آپ

نے میرا ارادہ کیا اور چاہا کہ کوئی چیز میرے سر پر ماردیں۔ جب میں نے وہ حالت مشاہدہ کی تو مجھے اپنی کوئی خبر نہ رہی"۔اس امیرزادے کی یہ حالت تھی کہ وہ پاؤں کے درد سے بہت زیادہ رورہا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاؤں میں ایک میخ پیوست ہوگئی تھی اور کھینچی نہیں جاسکتی تھی۔ اس نے درویشوں سے درخواست کی مجھے جلدی سے حضرتِ خواجہ کے پاس بخارا لے چلو، کہ میرے ظاہر و باطن کی شفا آپ کی نظرِ قبول کی برکت سے ممکن ہے۔ درویشوں نے اسی وقت اسے ڈولی میں بٹھایا اور بخارا کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب وہ بخارا میں حضرت خواجہ کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ نے قبول فرمایا اور اسے ظاہری و باطنی صحت حاصل ہوگئی اور وہ حکومت وامارت کی صفت ترک کرکے آخرِ حیات تک درویشوں کی صحبت میں راسخ ہوگیا۔

ڈوبتے دیکھی ہے نبض کائنات: ایک درویش سے نقل ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے مجھے ایک کام کیلئے خوارزم کو روانہ فرمایا، بخارا کا ایک گروہ بھی میرے ہمراہ تھا۔ جب ہم خوارزم کے کاروان سرائے میں اترے تو ہم میں سے ہر کوئی اپنے کام میں مشغول ہوگیا، ایک روز اس گروہ نے مجھے بہت برا بھلا کہا اور حضرت خواجہ کی بھی بہت بے ادبی کی، اور بعض نے تو بہت ہی زیادہ تنگ کیا۔ میں نے اس حال میں بہت پریشان ہوکر حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی، پھر میں نے کاروان سرائے کے دس آدمیوں کو حاضر کرکے کہا "میرا بھی ایک شیخ ہے، اور اس جماعت کا بھی ایک شیخ ہے، اگر ان کا شیخ صواب پر تھا تو وہ میری جان یا مال پر حملہ کرے اور اگر میرا شیخ صواب پر ہے تو وہ ان کی جان یا مال پر حملہ کرے اور میں نے کہا کہ اس بات کا اثر آج یا کل میں ظاہر ہوجائے گا۔ وہ دن تو گزر گیا، دوسرے روز صبح سویرے ہی ایک آدمی آیا اور خبر دی کہ فلاں منکر کے گھر کا سارا مال چور اٹھا کر لے گئے ہیں۔ یہ خبر کاروان سرائے والوں کو پہنچی تو وہ سب بہت حیران ہوئے۔ اس صاحب واقعہ نے میرے ساتھ ملاقات کی اور کہا، "واقعی جو کچھ کاروان سرائے میں کل تو نے کہا تھا ویسا

ہی ہوا، میں نے کہا کہ اولیاء اللہ کی نسبت بے ادبی کرنے میں دین ودنیا کا خطرہ ہے
اس قصہ کے ایک ساعت بعد ہم کاروان سرائے کے ایک حجرہ میں بیٹھے تھے اور آش
کدو پکار ہے تھے، تو انہوں نے کہا کہ ہرات سے ایک آدمی آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں
فلاں بخاری پر دعویٰ کرتا ہوں، وہ شخص کہ جس کی وہ بخاری خدمت کرتا تھا، وہ کہتا تھا
کہ وہ میرا غلام ہے۔ (دراصل) وہ میرا فرزند ہے، جو قزغن سے ہرات آتے وقت
اسیر ہو گیا تھا، حال یہ تھا کہ وہ بخاری بھی ان منکرانِ (خواجہ) میں شامل تھا۔ اور
جوابِ دعویٰ میں اس مردِ ہروی نے کہا کہ میں نے اس غلام کو بخارا میں چار سو دینار
کے عوض خریدا تھا۔ ایک لحظہ ہی گزرا تھا کہ اس غلام کو بیماری کا حادثہ لاحق ہوا اور وہ
تھوڑی سی دیر کے بعد فوت ہو گیا، جب کاروان سرائے میں شور وفغان برپا ہوا تو ان
احوال کے مطالعے سے وہ دس آدمی اور کاروان سرائے کے دیگر افراد بہت زیادہ
حیران ہو کر کہنے لگے، یہ وہی بات تھی جو تو نے کل کہی کہ اگر میرا شیخ صواب پر ہوا تو
تمہاری جان یا مال پر حملہ کرے، اہل انکار بہت خجل اور شرمسار ہوئے اور اس داوری
اور انکاری سے "مقام استغفار اور اعتذار" میں آگئے۔

غلام آزاد ہو گئے: ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ
روحہٗ غدیوت میں شیخ شادی کے گھر جلوہ گر تھے، اتفاقاً سردی کا موسم تھا۔ اور ہوا بہت
زیادہ سرد تھی۔ رات کافی بیت چکی تھی کہ حضرت خواجہ نے فرمایا، اے شادی! آگ جلاؤ
تا کہ ذرا گرم ہو جائیں، شیخ شادی آگ لینے کیلئے باہر نکلا اور میرے والد کے گھر پہنچا،
وہاں چراغ بھی نہیں تھا اور وہ آرام کر رہے تھے۔ اس نے پوچھا کہ "آگ ہے؟"
میری والدہ نے جواب دیا کہ "ہے"۔ حال یہ تھا کہ شیخ شادی کے پاس آگ رکھنے
کیلئے کوئی چیز نہیں تھی، اس نے کوئی چیز طلب کی۔ میری والدہ نے کہا فلاں جگہ بہت
سے پیالے ہیں، ان میں سے جو بہتر ہے اٹھالے، شیخ شادی نے آگ کا پیالہ پکڑا اور
(حاضر ہو کر) جب آگ جلائی تو حضرت خواجہ نے خود کو گرم کیا اور فرمایا، اے شادی!

کیا تو اس فقیر کے گھر سے آگ لے کر آیا ہے'' شیخ شادی نے قصہ کھول کر بیان کر دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، اسی وقت اس گھر میں جاؤ اور کچھ سن کر آؤ، شیخ شادی جب میرے والد کے گھر گیا تو اسے ذکر میں مشغول پایا، اس نے آکر حضرت خواجہ سے عرض کر دیا، صبح سویرے میری والدہ حضرت خواجہ کے پاس آئی اور اس وقت غدیوت اور کوفین کے بہت سے درویش آپ کی صحبت بابرکت میں حاضر تھے۔ حضرت خواجہ نے میری والدہ سے پوچھا، ''تیری کیا آرزو ہے؟ اس روز طلب کر لے'' حال یہ تھا کہ میرا والد، والدہ اور بہن حاکمان غدیوت کی غلامی کی ذلت میں (زندگی گزار رہے) تھے۔ میری والدہ نے اپنے لئے اور میری بہن کیلئے بہت زیادہ فریاد کی اور کہا کہ ہم دونوں بہت کمزور عورتیں اس جماعت کی ''ذلتِ بندگی'' کی طاقت نہیں رکھتیں، حضرتِ خواجہ نے فرمایا، ''تو اور تیری بیٹی جلد ہی آزاد ہو جائے گی، لیکن تو نے سخت بخیلی سے کام لیا ہے۔ اگر تو تمام اہل بخارا کو مانگتی تو ہم تجھے بخش دیتے'' تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے حضرتِ خواجہ کے فرمان کی برکت سے میری والدہ اور بہن کو آزاد کر دیا۔ اور اس کے بعد میرا والد اور میں بھی رہا ہو گئے اور ہمارے دین و دنیا (خوشیوں سے) معمور ہو گئے۔

جب دیوانے کو حلوہ دیا: منقول ہے کہ جس فرصت میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ، قرشی سے ''سرپل'' تشریف لے گئے تو شیخ خسرو کرمینہ کے درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کی صحبت شریف کی دریافت کیلئے چل پڑے، جب وہ ''تاتکن'' پہنچے تو انہوں نے سنا کہ حضرت خواجہ سرپل میں ہیں، شیخ خسرو نے کہا ''میرے دل میں خیال آیا ہے کہ آپ ''کشانی'' میں ہیں''، جب وہ اس طرف کو متوجہ ہوئے تو تاتکن سے ایک درویش نے بھی ان کے ساتھ موافقت کی، اور وہ حلوے کا ''کچکول'' بھی لے آیا۔ انہوں نے کہا کہ ''یہ حلوہ حضرت خواجہ کے حضور پیش کرنا چاہیے'' صبح کے وقت وہ کشانی پہنچے اور حضرت خواجہ کی ملاقات سے مشرف ہوئے

اطراف سے لوگ اکٹھے تھے۔ جب انہوں نے حلوے کا وہ کچکول حضرت خواجہ کی نظر کیا تو آپ نے فرمایا "اس دیوانے لڑکے کو لے آؤ، جس نے کل پچھلے پہر ہم سے حلوہ طلب کیا تھا، ایک ساعت کے بعد ہی وہ برہنہ لڑکے کو لے آئے، آپ نے وہ حلوہ اس کے سامنے رکھ کر فرمایا، "تو مجھ سے حلوہ مانگتا تھا۔ اب کھالے" جو لوگ پچھلے پہر حضرت خواجہ کے ہاں حاضر تھے، متغیر ہو گئے۔ ان سے اس تحیر کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے اس طرح کہا کہ "کل پچھلے پہر جب یہ دیوانہ لڑکا حضرت خواجہ سے حلوہ مانگتا تھا تو آپ نے فرمایا، "صبر کر۔ صبح کو حق تعالیٰ کے دوست آئیں گے اور وہ حلوہ لائیں گے"

جذبہ دل کا جواب: انہوں نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کرمینہ کے نواح میں "آب حرام کام" کے کنارے نزول فرماتے اور کھانا تناول فرما رہے تھے۔ شیخ خسرو کرمینی "بسط تمام" کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں کھڑے تھے۔ حضرت خواجہ نے شیخ خسرو کی طرف نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا "نتوانی، تو نہیں کرسکتا" حاضرین متعجب ہوئے کہ کسی نے بھی کوئی بات نہیں کی۔ حضرت خواجہ یہ سخن کس معنیٰ میں فرما رہے ہیں، بعدہٗ شیخ خسرو سے پوچھا گیا کہ جو کچھ حضرت خواجہ نے آپ سے کہا، اس کا کیا مطلب تھا؟ شیخ خسرو بولے کہ حضرت خواجہ کا قدم مبارک کرمینہ میں پہنچا اور اس گاؤں کے فقیر آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو میں آپ کے ذوق محبت کی وجہ سے عالم میں نہیں سما رہا تھا۔ دراں حال مجھے خیال آیا کہ "جس وقت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جلوہ گر ہوتے تھے تو وہ (لوگ) کس طرح سے (جان و مال) فدا و قربان کرتے تھے" میرے پاس تو کوئی چیز نہیں، بس ایک فرزند ہے۔ میں اسے ہی آپ پر فدا کرتا ہوں" یہ سخن میرے دل میں تھا اور درویش کھانا پکا رہے تھے، حضرت خواجہ نے میری طرف روئے مبارک کیا اور فرمایا "نتوانی" "تو نہیں کرسکتا، بس صورت حال یہ تھی" پھر جس کسی نے بھی یہ قصہ سنا،

حضرت خواجہ سے متعلق ہوگیا۔

ہر مشکل ٹال دی: ان سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کرمینہ تشریف لے گئے تو اتفاقاً اس وقت ایک بھیڑیے نے غلبہ کر رکھا تھا، اور لوگ اس سے بہت زیادہ تنگ رہتے تھے، خصوصاً ایک رات میں نے موقع محل دیکھ کر بھیڑیے کے غلبہ کا واقعہ عرض کیا اور کرمینہ کی خرابی کے دیگر اسباب بھی بیان کر دیئے۔ وہ یہ کہ ہر دفعہ (دریائے حرام کام) کا پانی کرمینہ کی سرزمین کو ویران کر چکا ہے۔ اور اب وقت قریب ہے کہ دوبارہ ویران کر دے، دوسرا یہ کہ کرمینہ برسرراہ واقع ہے۔ سلاطین روزگار کے کارگزار اور قاصد کرمینہ سے گزرتے ہیں، اور اس گاؤں کی خلقت کو پریشان کرتے ہیں، میں نے یہ تقریر کی تو حضرت خواجہ نے فرمایا، اس کے بعد بھیڑیا بھی تنگ نہ کرے گا، آب حرام کام بھی کرمینہ کی سرزمین کو ویران نہ کرے گا اور بادشاہوں کے قاصد بھی نہ گزریں گے، بعدہٗ حضرتِ خواجہ کے نفسِ مبارک کی برکت سے بھیڑیے نے کبھی تنگ نہ کیا اور انہی دنوں بادشاہ وقت نے حکم دے دیا کہ قاصد کرمینہ سے نہیں گزریں گے، نیز تیس سال ہوگئے ہیں، آب حرام کام نے کرمینہ کی سرزمین کو کبھی ویران نہیں کیا، پھر یہ قصہ خلق کے درمیان مشہور ہوگیا۔

مقصود حیات کون؟: شیخ امیر حسین نے نقل کیا کہ میں قصر عارفاں میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ''کار زراعت'' میں مشغول رہتا تھا۔ اس لئے حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے، ''امیر حسین' جو کام بھی ہم تجھے (عطا) فرماتے ہیں، حقیقت میں وہ کام کرنے والا تو نہیں ہم خود ہیں''۔ آپ کی اس عنایت کی برکت سے میں بہت بڑے آثار مشاہدہ کرتا رہتا تھا۔ اور اس پر یہ بھی کہ ان باتوں کی خود سے نفی کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ مجھے یہ برا خیال آیا، ''مقصود تو ہی ہے، حضرت خواجہ نہیں'' (پھر کیا تھا) کہ میں بیقرار ہوگیا اور جلد ہی قصر عارفاں سے شہر بخارا پہنچ گیا۔ حضرت خواجہ ''دروازہ کلاباذ'' پہ ایک درویش کے گھر تشریف فرما تھے، جب میں نے سلام کیا تو آپ نے تبسم

فرمایا اور خاموش رہے۔ میرے اندر حالتِ عجیب، قبضِ عظیم اور بارِ قوی پیدا ہو گیا، طاقت مجھ سے جاتی رہی، میں اس منزل سے باہر نکلا تو خود سے بیگانہ ہو گیا اور مجھ پر کام کرنا دشوار بن گیا۔ درویشوں نے میری کیفیتِ حال حضرتِ خواجہ سے عرض کی، آپ نے فرمایا ''جو خیال اس کے سر میں ہے جب تک اسے بیان نہیں کرے گا، خلاصی نہیں پائے گا'' ناقل کہتا ہے، اس بوجھ اور شکنجے کے باوجود میرا ''نفسِ بدفرما'' اس راز کو کھولنا نہیں چاہتا تھا، جب میں بہت زیادہ تنگ ہو گیا تو جو کچھ گزرا تھا میں نے بیان کر دیا۔ اور عذر و استغفار بجا لایا اور درویشوں کو شفیع بنایا تاکہ حضرتِ خواجہ مجھ پر کرم فرمائیں، مجھ سے درگزر کریں اور مجھ پر دوبارا لطف و تربیت کا دروازہ کھول دیں۔

نائبِ مصطفٰے، تیری کیا بات ہے
خواجہء اولیا، تیری کیا بات ہے
دین و دنیا کی سب مشکلیں ٹال دے
میرے مشکل کشا، تیری کیا بات ہے
نقشبند جہاں، سن لے آہ و فغاں
میں ہوں بے دست و پا، تیری کیا بات ہے
تیری نظر کرم، رکھ لے دل کا بھرم
کر عطا پر عطا، تیری کیا بات ہے

(یہ اشعار ترجمہ کرتے ہوئے موزوں ہو گئے.............. مترجم)

اللہ اکبر! یہ اندازِ محبت: شیخ امیر حسین نے نقل کیا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے قصرِ عارفاں میں فرمایا کہ ''ہم ایک دوست کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں، انشاء اللہ پندرہ روز کے بعد آئیں گے'' پھر آپ غدیوت کو روانہ ہو گئے، ایک درویش میرے ساتھ تھا۔ جب شام ہوئی تو مجھ پر خواجہ کا شوق غالب ہوا اور میں بے

طاقت ہو گیا، میں نے اس درویش سے کہا کہ "میں اس اندوہ میں ہوں کہ حضرت خواجہ غدیوت سے کب آئیں گے۔ وہ شام گزاری اور دوسرا روز آیا تو ایک ہی ساعت بعد حضرت خواجہ غدیوت سے آ گئے۔ آپ نے مجھے نظر ہیبت سے دیکھا اور فرمایا" میں نے تجھے کہا تھا کہ پندرہ روز بعد آئیں گے، تو نے میرے سامنے ایک پہاڑ کھڑا کر دیا، میں اس طرف کیسے چلا جاتا، بعدہٗ اس درویش کی طرف چہرہ انور کرتے ہوئے فرمایا "امیر حسین نے شام کو تجھے کیا کہا تھا" اس درویش نے کہا "اس نے شام کو مجھے یہ کہا تھا کہ "میں تو اس اندوہ میں ہوں کہ حضرت خواجہ غدیوت سے کب آئیں گے" میں نے بہت زیادہ عاجزی اور زاری اختیار کی، حضرت خواجہ نے عفو فرمایا اور فرمایا "چونکہ تیرا مقصود یہ تھا کہ میں تیرے ساتھ رہوں، میں تو تجھ سے ایک لحظہ بھی غائب نہیں ہوا۔

با توام ہر جا کہ ہستم با توام

تا نہ پنداری کہ تنہا می روم

ایسا طریقہ ترک کر دینا چاہیے۔ آنگاہ فرمایا، محبت ہی بہت بڑی صفت ہے۔ اور یہی راہِ حق کی کارگزار ہے، فقرائے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہی صفت کارفرما تھی کہ وہ حضرتِ پیغامبر ﷺ کی صحبت و خدمت سے جدا نہیں رہنا چاہتے تھے۔ لاجرم ان کا یہی درد دل حضور ﷺ کو "روسائے قریش" کے ساتھ صحبت خاص نہیں رکھنے دیتا تھا۔ اگرچہ دین کی بابت اللہ تعالیٰ کو حضور کی صحتِ نیت معلوم تھی، فرمان الٰہی یہ ہوا کہ "آپ صبح شام ان کیساتھ قائم رہیں جو اپنے پروردگار جل ذکرہ کی یاد میں مشغول ہیں، اور اپنی نظریں ان سے نہ پھیریں" پس حضرت خواجہ نے یہ لطف فرمائے اور اس دوست کی طرف روانہ ہو گئے، بعدہٗ آپ نے پندرہ روز کے بعد "تشریفِ قدوم" فرمایا۔

تخلیق ولی کا مقصد: انہوں نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے بہت سے محبانِ کرام "غدیوت میں (رہتے) تھے۔ اور ہر کوئی آپ کو اپنے گھر لے جانا

چاہتا تھا، اور آپ سنتِ رسول ﷺ کی متابعت کرتے ہوئے اُس نیاز مند کی حاجت روائی کیلئے تشریف لے جاتے، شیخ شادی کے "اہل بیت" کی یہی آرزو تھی کہ حضرتِ خواجہ کے "وجودِ شریف" کی برکت ہمیشہ ان کے گھر رہے۔ اتفاقاً ایک شام کو حضرت خواجہ ایک درویش کے گھر (جلوہ گر) تھے، شیخ شادی کے گھر والوں نے اس شام حضرت حق تعالیٰ وتقدس کے حضور بہت زیادہ عاجزی کی کہ حضرت خواجہ کو اس گاؤں میں صرف اسی گھر میں رہنا چاہیے اور وہ بہت زیادہ روئے، صبح کو حضرت خواجہ، شیخ شادی کے گھر تشریف لائے اور فرمایا "حق تعالیٰ نے ہمیں "ارشادِ خلائق" کیلئے پیدا کیا ہے۔ رات کو تم نے حق تعالیٰ سے یہ چاہا کہ شیخ بہاؤ الدین اس گاؤں میں صرف ہمارے گھر میں رہے، اور دوسری جگہ نہ جائے، یہ بات کیسے درست ہے (سب پر) شفقت کرنی چاہیے، سب کچھ اپنے ہی لئے نہیں (سوچنا) چاہیے،

شانِ علم و فضل: حضرت خواجہ علاء الحق والدین روح اللہ روحہٗ نے نقل فرمایا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ "قرشی" میں موجود تھے کہ آپ علیل ہو گئے۔ وہ علالت ایک مدت تک رہی، ایک رات کافی گزر چکی تھی کہ عزلت نشینوں کی ایک جماعت حضرت خواجہ کی عیادت کیلئے حاضر ہوئی، اس میں "ہر صنف" کے لوگ تھے۔ ایک ساعت کے بعد ان میں سے ہر کوئی اپنے 'احوال و مقامات" آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگا، اور اپنی نسبت حضرت خواجہ سے سوال کرنے لگا، بعض نے عربی زبان میں بعض نے ترکی زبان میں اور بعض نے فارسی زبان میں سوال کئے اور حضرت خواجہ نے ان کے جواب ان کی زبان میں ہی عطا فرمائے۔ اس رات آخر تک آپ ان لوگوں کے ساتھ مشغول رہے۔ حضرت خواجہ' درویش ایمن شاہ کے گھر میں تھے،

آپ اور آپ کے درویشوں کے بارے میں "صدقِ خدمت" کی برکت رکھنے والی اس درویش کی بیوی سے بہت زیادہ "آثارِ قبول" ملاحظہ کیے گئے، حضرت خواجہ نے فرمایا "جب صبح ہوئی تو اس ولیہ نے ان عزلت نشینوں کی آمد کے متعلق

ہمارے سامنے سب کچھ بیان کر دیا۔

حضرت خضر سے ملاقات: شیخ خسرو کرمینی سے منقول ہے ہوا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ ''قصر عارفاں'' میں تھے اور اس باغ میں جہاں آج آپ کا ''مرقد اطہر'' پایا جاتا ہے، حوض کے کنارے تشریف فرما تھے اور ایک بزرگ کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے، میں یہاں پہنچا اور سلام عرض کیا۔ تو وہ بزرگ باغ کی طرف چلا گیا، حضرتِ خواجہ نے فرمایا کہ ''یہ خواجہ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں'' آپ نے دو مرتبہ یہی فرمایا، میں نے کچھ نہ کہا، بس خاموش رہا اور حق جل وعلا کی عنایت سے میرا ظاہر و باطن اس بزرگ کی طرف مائل نہ ہوا، جب دو تین روز گزر گئے تو میں نے ''باغِ خانقاہ'' میں، دوبارہ اسی بزرگ کو دیکھا کہ حضرتِ خواجہ اس کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے۔ جب اس حال کو دو ماہ کا عرصہ ہو گیا تو ایک روز شہر بخارا کے بازار میں، میری اسی بزرگ سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے تبسم فرمایا تو میں نے بھی سلام عرض کر دیا، اس نے مجھے بغل میں لے لیا اور ''صفتِ بسط'' کے ساتھ پیش آ کر میرے احوال پوچھے، جب میں ''قصر عارفاں'' میں حضرت خواجہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا، ''تو نے شہر بخارا کے بازار میں حضرتِ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی ہے۔''

خضر بھی تیرے کوچے میں آتے رہے
اُونچا در ہے ترا، تیری کیا بات ہے
رشکِ فردوس ہے ترا صحنِ چمن
گل بھی تجھ پہ فدا، تیری کیا بات ہے
تو ہے محبوب، محبوبِ کونین کا
اے شہِ دلربا تیری کیا بات ہے
تیرے محتاج دیکھیں کسی اور کو

یہ ہے کیسے روا، تیری کیا بات ہے
تیرا دامانِ رحمت پکڑ کے غُلام
حشر میں بچ گیا، تیری کیا بات ہے

(یہ اشعار بھی ترجمہ کرتے ہوئے موزوں ہوگئے .... مترجم)

توحق کو طلب کر: شیخ امیر حسین نے نقل کیا کہ ایک بار حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ نے کوئی کام کرنے کیلئے مجھے فتح آباد کے راستے شہر بخارا کو روانہ کیا۔ اور فرمایا ''رات شہر میں گزارنا اور صبح کو آجانا'' (راہ میں) میں روتا رہا اور اپنے نفس سے جنگ کرتا رہا اور برا بھلا کہتا رہا کہ ''اے نفسِ کافر! تو کبھی مسلمان بھی ہوگا تاکہ میں تیرے شر سے خلاصی حاصل کروں'' ایک بہت زیادہ باصفا مردِ نورانی میرے سامنے آیا اور کہنے لگا، ''جس قدر تو مضطرب ہورہا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو نے کافی مشقت و ریاضت سے کام لیا ہے'' پھر اس نے بہت سے مشائخ کرام اور ان کی ریاضتوں کا ذکر کیا، نیز اس راہ طریقت پہ چلنے کیلئے ان کے طریقے بیان کیئے۔ میں نے بہت عاجزی کی، اسنے مجھے گریبان سے پکڑا اور مجھے ایک ''پارہ خمیر'' عطا کیا اور فرمایا ''روٹی بنا کر کھالینا'' جب وہ مجھ سے آگے بڑھا تو غائب ہوگیا، بعدہٗ میں شہر بخارا پہنچا اور حضرت خواجہ کا فرمایا ہوا کام کیا، پھر وہ خمیر ایک نانبائی کو دیا جس کا نام ''عطا'' تھا۔ جب اس نے وہ خمیر دیکھا تو بہت زیادہ متعجب ہوکر کہنے لگا ''میں نے اس طرح کا خمیر ہرگز نہیں دیکھا'' اور اس نے میرا حال پوچھا، میں نے کہا ''میں حضرت خواجہ کا غلام ہوں'' اس نانبائی نے بہت نیازمندی سے اس خمیر کی روٹی پکائی جس کا ایک ٹکڑا میں نے اسے بھی دے دیا، جب میں قصر عارفاں کو متوجہ ہوا تو ''دروازہ کلاباذ'' پہ پہنچا تھا، کہ نماز شام ہوگئی، میں اس گاؤں کی مسجد میں آیا، نماز شام اور نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد سیب کی خوشبو میرے مشام تک آئی۔ تو میرے دل میں یہ خیال آیا (کہ یہ کہاں سے آئی ہے) ایک ساعت بھی نہ گذری تھی چودہ سیب!!

طاقِ مسجد سے قبلہ کی طرف گر پڑے، میں نے روٹی کا ٹکڑا اور سیب کھائے اور رات کا ایک حصہ وہاں توقف کیا، پھر اسی رات قصرِ عارفاں کو چل پڑا اور مسجد میں آ کر نماز فجر حضرت خواجہ کے ساتھ ادا کی، اور آپ کو سلام عرض کیا، آپ نے فرمایا "جس نے تجھے "پارۂ خمیر" عطا کیا تھا، تو جانتا ہے وہ کون تھا"؟ میں نے کہا کہ "میں نہیں جانتا" آپ نے فرمایا "اس نے کیا کہا تھا" میں نے کہا "اُسنے یہ کہا تھا" آپ نے فرمایا "وہ خضر صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ تھے، تو ان کو کیا کرے گا، وہ بھی غیر ہے، تو حق کو طلب کر، اس کے بعد آپ نے سیب کا قصہ بیان فرمایا، آنگاہ فرمایا "اس نانبائی کی خوش قسمتی ہے" آخر کار وہ نانبائی حضرتِ خواجہ کے فرمان کے مطابق آپ کی قبولیت سے مشرف ہوا اور تا آخر عمر، ان کی محبت پر قائم رہا۔

درویش کی مقدار: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ غدیوت میں تشریف فرما تھے، میں، میرا ماموں اور باغِ ارسلان کا رہنے والا درویش نیک شاہ "قبض وبار" میں (مبتلا) تھے۔ لیکن ان کا "حال قبض" بہت عظیم تھا چنانکہ وہ خاک پہ لوٹ رہے تھے اور ان کا سر اور چہرہ خاک میں پوشیدہ ہو چکا تھا۔ دریں اثنا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ "معاملت" ہونی چاہئے، تاکہ ان کی خلاصی ہو سکے، ہزار دینار درویش باغِ ارسلانی کو دینے چاہیے، سو دینار میرے ماموں کو اور دس دینار مجھے، میرے دل میں خیال آیا کہ درویش باغِ ارسلانی کے پاس تو دنیاوی ایک دینار بھی نہیں، میرے ماموں کے پاس بھی سو دینار نہیں۔ اگرچہ میں نے شاید ایک ہزار دینار نقد جمع کر رکھے تھے۔ جبکہ آپ مجھ سے دس دینار کا معاملہ طلب فرما رہے ہیں" حضرت خواجہ نے فرمایا "میں دنیاوی نسبت سے معاملت طلب نہیں کر رہا۔ بلکہ آشنائی کی مقدار اور اس راہ میں آمد (کے اعتبار) سے طلب کر رہا ہوں۔ وہ باغِ ارسلانی درویش کی (مقدار) ہزار دینار ہے، تیرے ماموں کی مقدار سو دینار ہے اور تیری مقدار دس دینار ہے۔ اس (امر) سے آپ کے "کمالِ اشراف" کی نسبت میرا یقین اور زیادہ ہو گیا۔

ہوا میں اُڑنا آسان ہے: ایک درویش نے بیان کیا کہ میرا حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ساتھ محبت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ایک عزیز نے مجھے ''قصر عارفاں'' میں آپ کے پاس ایک اہم کام کیلئے بھیجا، شیخ امیر حسین اور شیخ محمد جبرکوش، دیگر درویشوں کے ساتھ اس باغ کے نزدیک کھڑے تھے جہاں آج کل حضرت خواجہ کا مرقد منور ہے کچھ تیشے اور ٹوکری ان کے سامنے پڑی تھی۔ جب میں ان کے نزدیک گیا تو میرے اندر ایک خوف پیدا ہو گیا، اور میرے اعضا پر لرزہ طاری ہو گیا، ایک فرصت کے بعد حضرت خواجہ منزل سے باہر آئے اور مجھ سے سوال فرمایا'' یہ تو کیوں متغیر حال ہے'' میں نے کہا'' میں اس جگہ پہنچا تو میرے اندر خوف پیدا ہو گیا اس کا سبب میں نہیں جانتا'' حضرت خواجہ نے فرمایا'' امیر حسین سے پوچھ لو کہ کیا احوال تھا''۔ میں نے شیخ امیر حسین سے پوچھا تو اس نے بتایا'' سب درویش صبح سے آپ کے دربار میں ٹوکری کے ساتھ مٹی ڈھو رہے تھے۔ ایک فرصت کے بعد حضرت خواجہ درویشوں کے کھانے کیلئے گھر کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک ہی لحظہ گزرا تھا کہ ہم نے ایک جوان دیکھا جو'' منزل خواجہ'' کی طرف سے جا بجا پرندے کی طرح اڑتا آ رہا تھا، جب وہ ہمارے نزدیک پہنچا تو بھی اسی صفت کے ساتھ ہمارے سامنے سے گزر گیا، ہم اسے دیکھنے لگے، ہم نے ارادہ کیا کہ ہم بھی یہی کام کرتے ہوئے اس کے پیچھے چلیں کہ دریں حال حضرت خواجہ گھر سے باہر تشریف لے آئے، اور ہمیں اشارہ فرمایا '' ایک ساعت صبر کرو، تاکہ ہم آ جائیں'' حضرت خواجہ کے اس سخن سے ہمارے اندر ایک خوف اور تغیر پیدا ہو گیا، اسی وقت تو بھی آ گیا، جب شیخ امیر حسین نے یہ واقعہ سنایا ، تو حضرت خواجہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا'' جب تو اس حال میں ان کے نزدیک نہ پہنچا تو تیرے اندر بھی ان کی صفت (خوف و تغیر) نے عکس ڈال دیا'' بعدہٗ حضرت خواجہ نے فرمایا'' اس جوان کا قصہ کچھ یہ تھا کہ'' میں نسف سے بخارا کو آ رہا تھا، کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ پرندے کی طرح اڑ رہا تھا، میں نے اس کے پاس پہنچ کر

پوچھا، تونے ''عزلت نشینوں'' کی صحبت کیوں ترک کی اور کس وجہ سے اس جگہ آ گیا''
اس نے ''درد و حسرت'' کے ساتھ کہا' میں فلاں شہر میں تھا کہ اس قوم (عزلت نشین) نے
مجھے اپنا آشنا بنالیا، اپنی صحبت شریف میں راہ عطا کر دی، میں ایک مدت ان کے ساتھ
رہا، ایک روز ہم ایک پہاڑ پہ بیٹھے ہوئے تھے کہ میرے دل میں ''زن و فرزند'' کی
آرزو گزری، اس طائفے نے میرے دل کی بات جان لی اور ارادہ کیا کہ مجھے چھوڑ کر
چلے جائیں، میں نے ایک درویش کا دامن پکڑ کر درخواست کی'' مجھے اس جگہ چھوڑا
جائے جہاں کوئی خلق رہتی ہو، پھر میں نے نظر کی تو خود کو اس جگہ دیکھا، پس میں اس
جوان کو نسف سے بخارا لے آیا، اور وہ چھ روز میرے گھر میں رہا۔ اس وقت جبکہ میں
ان درویشوں کا کھانا لینے کیلئے گھر کو گیا تو اس جوان نے اجازت طلب کی اور میں نے
اسے اجازت دے دی، پھر دستر خوان اٹھانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ درویشوں کے دل
میں گزرنے والے ''تفرقہ احوال'' کو دیکھ کر گھر سے نکل آیا اور ان سے کہا کہ ''ایک
ساعت صبر کرو، تاکہ ہم آجائیں' درویش کو چاہیے کہ ہر چیز کو دیکھ کر بھی اپنے مقام
سے نہ جائے اور اپنے پیر کے حق میں اس کا اعتقاد کسی بھی وجہ سے متبدل نہ ہو سکے،
تاکہ وہ اگر خضر علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی دیکھے تو بھی چاہیے کہ ان کی طرف التفات نہ کرے
''۔ جس وقت حضرت خواجہ ان درویشوں کے ساتھ یہ باتیں کر رہے تھے تو آپ کی
جبین مبارک پر ہیبت کے آثار ظاہر ہو گئے تھے، آپ نے فرمایا' سہل مرتبہ ای
است در ہوا پریدن، مگس نیز در ہوا می پرد ، ہوا میں اڑنا آسان کام
ہے کہ مکھی بھی تو ہوا میں اڑتی ہے''۔ آپ شیخ امیر حسین اور ان درویشوں کی طرف
متوجہ ہوئے اور فرمایا ''ٹوکری کو مٹی سے بھر کر نیچے رکھ دو، پھر آپ نے ٹوکری کو اشارہ
فرمایا تو خود ہی چل کر مٹی پھینک آئی اور دوبارہ درویشوں کے نزدیک آ گئی، چند مرتبہ
یہی مشاہدہ ہوا تو سب کے احوال دیگر ہو گئے، بالخصوص یہ واقعہ تو میری محبت کا سبب
بن گیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا ''اسطرح کی مثالیں حق تعالیٰ و تقدس کے

خاص بندوں کے سامنے کوئی اعتبار نہیں رکھتیں" بعدہٗ میں جب شہر بخارا سے گیا اور ان عزیزوں کے حضور یہ قصہ بیان کیا تو سب کے سب متحیر ہو گئے۔

درویش کی پرواز: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے جملہ درویشوں میں سے ایک درویش "امیر تاج" بھی تھا۔ اس میں یہ صفت تھی کہ جب بھی درویش اسے کسی خدمت کیلئے "قصر عارفاں" سے شہر بخارا بھیجتے تو وہ بہت ہی تھوڑی فرصت میں وہاں پہنچ جاتا۔ اور اسی طرح شہر بخارا سے "قصر عارفاں" بہت جلد پہنچ جاتا، وہ اس طریقے سے کہ جب وہ درویشوں کی نظر سے غائب ہوتا تو "اکثر وقت" پرندے کی طرح اڑنے لگتا، اس نے بیان کیا کہ ایک روز درویشوں نے مجھے کسی کام کیلئے شہر بخارا بھیجا اور میں اسی صفت (پرواز) کے ساتھ روانہ ہو گیا، اتفاقاً حضرت خواجہ بھی شہر بخارا کی طرف جا رہے تھے، آپ میری اس صفت پر مطلع ہوئے اور مجھ سے وہ صفت چھین لی۔ پھر کبھی مجھ سے اسطرح نہ چلا گیا، میں نے سنا کہ ایک درویش کہہ رہا تھا، "حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ خراسان میں تھے اور درویشوں کو "احوال وصفات" عطا کرنے اور چھین لینے کی تحقیق فرما رہے تھے، آپ نے (اس دوران) فرمایا" من بر احوال و صفات متصرفم، اگر خواہم بہ کسی بدہم و اگر خواہم بگیرم "، میں احوال وصفات پر متصرف ہوں جسے بھی چاہوں تو عطا کر دوں اور (جس سے بھی) چاہوں تو چھین لوں۔

آنکہ چشم مست بیک حیلہ وا کند: حضرتِ خواجہ علاء الحق والدین طیب اللہ مشہدہٗ نے بیان فرمایا کہ ایک روز سب اصحاب حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے (دربارِ کرم میں) حاضر تھے۔ لالا نامی ایک ترکی کوفین سے حاضر ہوا اور حضرتِ خواجہ کو سلام عرض کی، حضرتِ خواجہ نے فرمایا "تو کیوں آیا ہے اور کیا طلب کرتا ہے" اس نے کہا "میں آپ کی روح طلب کرتا ہوں" حضرتِ خواجہ نے اصحاب کی طرف توجہ فرمائی

اور کہا ''اس کی ہمت دیکھو'' اصحاب نے عرض کیا ''حضرت کا کرم بہت زیادہ ہے'' پس ازاں حضرتِ خواجہ نے اُس پہ ایک نظر ڈالی تو اسی وقت اس کے اندر ایک ایسی صفت اور حال پیدا ہو گیا کہ بیان سے باہر تھا پھر جو کوئی بھی اسے دیکھتا اس کا شیفتہ ہو جاتا، آپ کی ''برکاتِ نظر'' سے وہ مقبولِ (خلائق) بن گیا۔

حاصلِ زندگی کیا ہے: انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے درویش ''قصر عارفاں'' میں آپ کے اشارے پہ (مٹی کی) ٹوکری کھینچ رہے تھے، دراں اثنا حضرت خواجہ کا ایک درویش محمد جبر کوش ریورتون سے آیا۔ اس کے اندر ایک ایسی صفت و حال نے تصرف کر رکھا تھا کہ اسے ''قرار و آرام'' نہیں تھا، اس نے ٹوکری کھینچنے والے درویشوں سے حضرت خواجہ کے متعلق پوچھا، وہ بولے ''حضرت خواجہ تو گھر چلے گئے''۔ درویش محمد بہت زیادہ عجلت کے ساتھ ''منزل خواجہ'' کی طرف روانہ ہوا اور بہت زیادہ اضطراب کی وجہ سے پرندے کی طرح اڑنے لگا، جہاں درویش ٹوکری کھینچ رہے تھے، وہاں سے حضرت خواجہ کے گھر تک ایک مسافت تھی۔ وہ دوسری دفعہ اڑا تو حضرت خواجہ کے گھر کے نزدیک پہنچ گیا، درویشوں نے جب اس کے حال کو مشاہدہ کیا تو اس کے پیچھے روانہ ہو گئے، جب وہ اس کے پاس پہنچے تو حضرت خواجہ بھی ''منزل'' سے باہر آ گئے، اور ان درویشوں کو خوب ڈانٹ کر فرمایا اس ''بے سروپا'' فقیر سے کیا چاہتے ہو، اس صفت سے کچھ حاصل نہیں اور ان احوال پر کوئی اعتماد نہیں، بہت سے بیگانہ بھی پرندے کی طرح ہوا میں پرواز کرتے ہیں ،حق طلبی اس سے باہر ہے وہ درویش بھی بہت زیادہ خوفزدہ ہوئے۔ اسی وقت حضرت خواجہ نے ان کو فرمایا کہ ''زنبر (ٹوکری) کو خاک پر رکھ دو'' پھر حضرتِ خواجہ نے ٹوکری کو اشارہ کیا تو وہ خود ہی مٹی سے پر ہو کر جاتی اور مٹی پھینک کر واپس آ جاتی، حاضرین اس حال کے مطالعہ سے اپنے کئے پر بہت نادم ہو گئے۔

اشارے کی قوت: انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ

روحہٗ نے عمارت گیری کیلئے دو آدمیوں کو بطور اجرت رکھا، وہ (مٹی کی) ٹوکری کھینچ رہے تھے، تھوڑی دیر کے بعد وہ کراہت کے ساتھ ٹوکری کھینچنے لگے۔ حضرت خواجہ نے ان دو آدمیوں کی طرف توجہ فرماتے ہوئے کہا "میرا کیا احسان کر رہے ہو، اگر میں اس زنبر (ٹوکری) کو اشارہ کروں تو یہ ابھی چل پڑے"۔ حضرتِ خواجہ نے جب یہ سخن فرمایا تو اسی وقت ٹوکری چل پڑی، وہ "پربار" ہوتی رہی اور خالی ہو کر واپس آتی رہی، ایسا (معاملہ) تکرار کے ساتھ واقع ہوا۔ اس (حال) کے مطالعہ کی وجہ سے ایک جماعت کو حضرت خواجہ کی عقیدت حاصل ہو گئی۔

☆......ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک روز "قصر عارفاں" میں ہم حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ساتھ مل کر ٹوکری کھینچ رہے تھے۔ کبھی ٹوکری کی ایک طرف کو حضرت خواجہ پکڑتے اور دوسری طرف کو میں پکڑتا، کچھ دیر ایسا ہوتا رہا۔ بعدہٗ حضرت خواجہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا "تو اپنی طرف کو میرے پکڑے کی حاجت نہیں" آپ کے اشارے کے موجب میں نے ایک طرف کو پکڑے رکھا تو بھی مجھے کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ بلکہ میرا یہ حال تھا کہ میں "غایت شوق" سے ٹوکری کے پیچھے تیز تیز چلتا رہا، اس روز آپ نے چند مرتبہ یہی لطف فرمایا۔

جب دُنیا کا خیال آیا: حضرتِ خواجہ علاؤالحق والدین طاب مرقدہٗ نے بیان فرمایا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ "دروازہ کلاباذ" میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے، اور خلقِ بسیار فتح آباد کو جا رہی تھی، حضرت خواجہ نے ایک درویش سے فرمایا "ان لوگوں کے ہجوم سے اس "کہنہ پوش" آدمی کو ہمارے نزدیک لے آؤ" جب وہ آدمی حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا "کیا وجہ ہے کہ تو "عزلت نشینوں" سے جدا ہو گیا ہے" وہ بولا "ایک روز ہم "کوہ ابوقبیس" پر تھے، ہمارے قطب کا نام "خالص" تھا ہمارا یہ حال تھا کہ جب کبھی ہمیں کھانے کی احتیاج ہوتی تو کھانا حاضر ہو جاتا، اس روز ہر ایک (عزلت نشین) کے ہاتھ پہ "تماجی پیالہ"

ظاہر ہوا تو میرے دل میں خیال آیا' کیا تھا اگر ایک سیخ بھی ہوتی '' فقط اسی خیال کے آنے سے میں ان کی صحبت سے دور ہو گیا، اب یہ فرصت ہے کہ میں ان کے ''دُردِ فرقت'' میں مبتلا ہو گیا ہوں، اور ہر چند عاجزی کر رہا ہوں لیکن میں ان کے شرفِ صحبت تک نہیں پہنچ سکا۔''

کرامت سے یقین حاصل ہو گیا: حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے ایک عقیدت مند نے بیان کیا کہ ایک روز حضرتِ خواجہ حمام میں تھے، میرے حال کی ابتداء تھی، میرے اندر حضرتِ خواجہ کی خوارقِ عادات اور کرامت دیکھنے کا داعیہ پیدا ہوا تاکہ مجھے یقین حاصل ہو جائے، حمام میں مجھ پر پیاس نے غلبہ پایا تو اسی وقت حضرت خواجہ نے مجھے فرمایا کہ ''تھوڑا سا ٹھنڈا پانی لے آؤ'' میں بہت جلد حمام سے باہر نکلا اور ٹھنڈے پانی کا پیالہ بھر کر سوچا کہ پیالہ حضرتِ خواجہ کو پیش کر دوں تو میرے خیال میں آیا کہ پہلے میں خود پی لوں اور دوسرا پیالہ حضرت خواجہ کیلئے لے جاؤں، میں نے وہ ٹھنڈا پانی خود پیا اور دوسرا پیالہ حضرت خواجہ کی خدمت لے گیا، آپ نے فرمایا ''تم نے کیوں اس خیال کو راہ دی اور وہ پانی پی گئے''۔ (اس سے) مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ یہی (چیز) کرامت ہے۔

اور بارش رُک گئی: انہوں نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ ''نسف'' میں جلوہ گر تھے اور سردی کا موسم تھا۔ حضرت خواجہ کو بخارا کی طرف آنے کا اتفاق ہوا تو اس سفر میں مولانا حافظ الدین کبیر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں میں سے (ایک فرزند) خواجہ محمد نبیرہ بھی آپ کی صحبت میں حاضر تھے۔ اس روز ہوا ابر آلود تھی، نسف کے درویشوں نے درخواست کی کہ ''حضور توقف فرمائیں۔ کیونکہ ہوا ابر آلود ہے''، آپ نے توقف نہ فرمایا، درویشوں کی ایک عظیم جماعت آپ کے ہمرکاب تھی۔ بارش برسنے لگی اور ہر لحظہ زیادہ ہونے لگی۔ حضرت خواجہ نے خواجہ محمد کو اشارہ فرمایا کہ ''تم کہو تاکہ بارش ٹھہر جائے'' خواجہ محمد نے خواجہ کے حضور یہ سخن ادا نہ کیا، حضرت خواجہ نے

فرمایا" میں تمھیں کہہ رہا ہوں کہ کہو، اے بارش ٹھہر جا، تم کیوں نہیں کہتے ہو پس انہوں نے خواجہ کے اشارے سے کہا" اے بارش ٹھہر جا" اسی لحظہ بارش رک گئی۔ اور ہوا کشادہ ہو گئی۔ آفتاب پیدا ہو گیا، حاضرین میں ایک " خاص" حال ظاہر ہوا، نسف کے درویش جو آپ کو الوداع کرنے آئے تھے، بہت زیادہ روئے، انہوں نے حضرت خواجہ کی رکاب کو بوسہ دیا اور واپس چلے گئے۔

اور اس جگہ بارش نہ برسے: شیخ امیر حسین نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ اس باغ میں (رونق افروز) تھے جہاں آج کل آپ کا " مرقدِ منور" ہے، حضرت امیر سید کلال علیہ الرحمہ کے فرزندِ گرامی امیر برہان الدین، حضرت خواجہ کی خدمت میں کچھ مچھلی لائے تھے، اور حضرت خواجہ وہ مچھلی پکانے میں مشغول تھے۔ جب آپ نے مچھلی تنور میں ڈالی، تو اتفاقاً " فصل بہار" تھی، بہت زیادہ بادل " پیدا" ہو گیا، آپ نے امیر برہان کو اشارہ فرمایا کہ " تم کہو! کہ جس جگہ ہم ہیں، وہاں بارش نہ برسے" اس نے عاجزی کی اور کہا، میرا یہ مقام کہاں کہ میں یہ بات کہوں، کیونکہ میرا سخن " حد قبول" میں نہیں، حضرت خواجہ نے فرمایا" میں جو تم سے کہہ رہا ہوں، لہذا کہو" امیر برہان الدین نے حضرت خواجہ کے حکم کے مطابق کہہ دیا تو قدرت الٰہی سے حضرت خواجہ کی جگہ پہ چند قطروں سے زیادہ بارش نہ ہوئی لیکن اس جگہ کے باہر اس قدر بارش ہوئی کہ ہر جگہ پانی جمع ہونے لگا۔ اس حال کے مطالعہ سے حضرت خواجہ کے حق میں تمام حاضرین کا یقین اور زیادہ ہو گیا۔

بارش ہوئی مگر چھت نہ ٹپکی: ایک دانشمند نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما بہاؤ الحق والدین قدس اللہ روحہٗ " کش" میں تشریف لائے۔ اتفاقاً " فصل بہار" تھی، بہت زیادہ بارش نہو رہی تھی۔ جیسا کہ موسمِ بہار میں " کش" (کے علاقے)، ہوتا ہے۔ حال یہ تھا کہ جس جگہ حضرت خواجہ " نزول فرما" ہوئے اس گھر کی چھت سے بارش کا پانی ٹپک رہا تھا، آپ نے فرمایا ہم اسی گھر میں رہیں گے" اس روز بارش پوری قوت

سے ہونے لگی۔ اور گھر کی چھت سے پانی ٹپکنے لگا، جونہی آپ نے اس گھر میں "قدم شریف" رکھا اسی وقت اس گھر کی چھت سے پانی ٹپکنا بند ہوگیا، دراں فرصت پانچ دن شبانہ روز لگاتار بارش ہوتی رہی اور کش میں بہت سی عمارات اور مکانات گر پڑے مگر آپ کے قدم کی برکتوں سے اس گھر کی چھت سے پانی نہ ٹپکا، جس آدمی نے بھی اس حال کا مشاہدہ کیا، آپ کے کمالِ ولایت کا اعتراف کرلیا۔

چنیں نماید انظارِ اولیا آثار

قدم پاک کی برکات: انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ ایک دوست کے گھر روانہ ہوئے، بہار کا موسم تھا، اس دن بہت زیادہ بارش ہو رہی تھی اور اس کے گھر کی چھت سے پانی ٹپک رہا تھا، اتفاقاً آپ نے اس گھر میں "نزول اجلال" فرمایا تو وہ عزیز "صاحب منزل" اس حالت سے بہت فکرمند ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "خاطر جمع رکھو، درویشوں کے قدم کے واسطے سے اب پانی نہیں ٹپکے گا، جب آپ کی زبان مبارک پر یہ سخن آیا تو پھر اس کے گھر کی چھت سے پانی نہ ٹپکا۔ حضرت خواجہ چند روز اس گھر میں تشریف فرما رہے، مسلسل بارش ہوتی رہی اور بہت سارے گھر اور عمارتیں ویران ہوگئیں، آخری دن جب حضرت خواجہ نے سفر کا ارادہ فرمایا تو اس عزیز "صاحب منزل" نے کھانا تیار کیا، جس وقت اس کے گھر والے دستر خوان میں روٹی رکھ رہے تھے، تو اس عزیز نے کہا۔ "دستر خوان میں روٹی زیادہ رکھنا، لیکن (گھر والوں کی) جماعت نے کراہت کے ساتھ وہ کام کیا اور کہنے لگے "ہمارے لئے تو روٹیاں کم رہ جائیں گی" وہ عزیز گھر والوں کے عمل سے زیر بار آگیا۔ جب اس نے دستر خوان حضرت خواجہ کے حضور بچھایا تو آپ نے اس سے پوچھا "کیا یہ روٹی کھائی جا سکے گی"؟ اس عزیز کا بار (بوجھ) اور زیادہ ہوگیا، پھر اس نے جان لیا کہ حضرت خواجہ نے گھر والوں کی کراہت دیکھ لی ہے، حضرت خواجہ نے لطف فرماتے ہوئے کہا "اگرچہ اس جماعت نے یہ روٹی دستر خوان میں کراہت کے ساتھ رکھی،

لیکن ہم تمہارا دل رکھنے کیلئے یہ روٹی کھالیتے ہیں" پس آپ نے وہ روٹی کھالی۔ جب عزیز نے وہ دستر خوان اٹھایا اور (گھر والوں کی) جماعت کے سامنے رکھا تو وہ سب حیران ہو گئے کہ بہت زیادہ روٹی تو ابھی دستر خوان میں (موجود) ہے۔ بعدہٗ جس وقت حضرت خواجہ نے قدم اس گھر سے باہر نکالا تو پانی چھت سے ایسے ٹپکنا شروع ہو گیا، جیسے ناودان (پرنالے) سے پانی گرتا ہے۔ اس عزیز نے حضرت خواجہ سے دوبارہ عرض کی تو آپ کی زبان مبارک سے نکلا "اب پانی نہ ٹپکے گا" پھر آپ نے فرمایا "ویسے ہی تھا، مگر اس جماعت کی کراہت کی وجہ سے یہ حال واقع ہوا۔ گھر والوں سے "کہو جیسے دستر خوان روٹی سے پر ہے ویسے پانی بھی پرنالہ بھر ہے"۔

موسم تبدیل ہو گیا: ایک درویش نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ (ایک دفعہ) نسف سے بخارا کو روانہ ہوئے۔ تو سورج "برج جوزا" میں تھا، ہوا بہت زیادہ گرم تھی، درویشوں کی ایک جماعت آپ کے "درقدم" تھی، چاشت کا وقت ہو چکا تھا، حضرت خواجہ نے فرمایا "بار دراز گوشوں پر لا دو" درویشوں نے عرض کی "ہوا بہت زیادہ گرم ہے"، آپ نے فرمایا "بے توقف چلنا چاہیے" درویش چل پڑے۔ حضرت خواجہ نے اس ضعیف کی طرف روئے مبارک کرتے ہوئے فرمایا "ہوا گرم ہے"؟ میں نے کہا "جی ہاں" 'میری گردن تو جل اٹھی ہے" اتفاقاً حضرت خواجہ نے نمد کی کلاہ سر مبارک پر رکھی ہوئی تھی۔ اور سورج کی طرف سایہ کیا ہوا تھا۔ آپ نے اسی وقت سورج کی طرف سے 'کلاہ' اٹھائی تو سورج آپ کی گردن مبارک کو بھی گرمانے لگا۔ آپ نے فرمایا "میری گردن بھی جل اٹھی ہے"

جب حضرت خواجہ نے یہ (کام) کیا تو ایک ساعت بھی نہ گزری تھی کہ بادل کا ایک ٹکڑا پیدا ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے آسمان پر چھا گیا، اور وہی گرم ہوا "خوش وخرم" ہو گئی، حضرت خواجہ نے فرمایا "اب دیکھتا ہوں یہ کیسے جلاتی ہے" (یہ دیکھ کر) ان درویشوں کا حال دیگر ہو گیا۔

برف باری رک گئی: حضرت شیخ خسرو نے مولانا عارف روح اللہ روحہٗ سے نقل فرمایا کہ ایک روز ہم حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ساتھ ایک راستے پر چل رہے تھے۔ سردی کا موسم تھا اور ہمارے پاؤں میں موزہ اور جوتا بھی نہیں تھا، بہت زیادہ برف باری ہو رہی تھی۔ ہم بہت زیادہ تشویش میں (گرفتار) ہوئے، میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں توجہ کی اور عرض کیا "یہ کیا حالت ہے" حضرت خواجہ کی "صفت عجیب" تھی۔ آپ نے "نظر ہیبت" سے آسمان کی طرف دیکھا تو اسی لحظہ برف رک گئی اور ہوا بہت زیادہ خوش گوار ہو گئی۔

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ غدیوت میں ایک درویش محمد اسحاق کے گھر (جلوہ گر) تھے، اور درویش "طعام کی تربیت" میں مشغول تھے اور تنور میں آگ جلا رہے تھے۔ آگ کا شعلہ بلند ہو چکا تھا۔ اس حالت میں حضرتِ خواجہ نے اپنا دست مبارک تنور میں ڈالا اور ایک فرصت (تنور میں) رکھا، پھر اس سے باہر نکال لیا۔ عنایتِ الٰہی سے آپ کے دستِ مبارک کا ایک بھی بال متغیر نہ ہوا تھا۔

خلیل اللہ با آتش ہمی گفت

اگر موئے زمن با قیست می سوز

سب (درویشوں) کو اس صفت کے مشاہدے سے بہت خوشی نصیب ہوئی۔

اندازِ موافقت کی شان: ایک درویش نے بیان کیا کہ جس روز حضرتِ خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کا بیٹا فوت ہو گیا، آپ نے فرمایا "ہم نے حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت سے حضرتِ پیغمبر ﷺ کے ساتھ موافقت کی ہے کہ ہمارے بھی بیٹے فوت ہو گئے ہیں۔ مزید فرمایا "جو کچھ حضرتِ پیغمبر ﷺ کے ساتھ ہوا وہ کچھ اللہ کے ارادے سے انہوں نے ہم پر بھی گزار دیا۔ اور ہر وہ سنت جو حضرتِ پیغمبر ﷺ سے ہم تک پہنچی، ہم نے اس پر عمل کر کے اسکا نتیجہ اور اثر اپنے اندر مطالعہ کیا۔ یہاں تک کہ

ہمیں خبر ملی کہ حضور پیغمبرِ رحمت ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ ایک گھر میں تشریف فرما تھے۔ اور چاہتے تھے کہ تنور میں روٹی پکائیں۔ حضرت پیغمبر ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے فرمایا "ہر کوئی اس تنور میں روٹی لگائے"۔ صحابہ کرام نے ویسے ہی کیا حضرت پیغمبر ﷺ نے بھی اس تنور میں روٹی لگا دی۔ اور تنور کا سر استوار کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد نظر فرمائی تو دیکھا کہ تمام روٹیاں پک چکی تھیں مگر حضور ﷺ کی (لگائی ہوئی) روٹی ابھی تک "خمیرہ" تھی، ہم نے بھی حضور ﷺ کی متابعت میں یہی عمل کیا تو تمام درویشوں کی روٹی پک گئی جبکہ ہماری لگائی ہوئی "روٹی خمیرہ" ہی رہی۔

تعمیلِ حکم کا انعام: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ ایک طرف کو جا رہے تھے اور شیخ امیر حسین رحمۃ اللہ آپ کے ہمراہ تھا۔ ایک دریا پر پہنچے تو آپ نے پل پر کھڑے ہو کر فرمایا "امیر حسین قربانی کا وقت ہے، خود کو اس پانی میں ڈال دے" امیر حسین نے آپ کے حکم پر خود کو اس پانی میں پھینک دیا اور غوطے کھائے، حضرت خواجہ پل سے گزر کر پانی کی دوسری طرف جا اترے اور کچھ زیادہ دیر بیٹھے رہے، آپ کے چند اصحاب بھی آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ آنگاہ آپ نے فرمایا "امیر حسین اب پانی سے باہر آ جاؤ"۔ شیخ امیر حسین باہر آ گیا۔ اس کا سارا لباس خشک تھا۔ حضرت خواجہ نے اس سے پوچھا "جس ساعت تم نے خود کو پانی میں گرایا، کیا حال تھا"؟ شیخ امیر حسین نے کہا "میرا حال بہت اچھا تھا۔ میں ایک بہت زیادہ صاف گھر میں تھا، کچھ دیر گزری تو اس گھر میں ایک دروازہ پیدا ہو گیا، پھر آپ نے مجھے اشارہ فرمایا تو میں اس گھر سے باہر نکلا اور آپ کے حضور پہنچ گیا"

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی: ایک درویش نے بیان کیا کہ میرا باپ "غدیوت" میں رہتا تھا اور اس گاؤں کے حاکموں کی ملازمت کرتا تھا۔ حق تبارک وتعالیٰ نے اپنی عنایت سے مجھے "بے علت" حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی "سعادت محبت" سے مشرف فرمایا۔ اس واسطے سے، میرے ماں باپ نے آپ کے ایک

درویش پر بہت زیادہ سختی کی اور اسے بہت زیادہ برا بھلا کہا۔ وہ میرے ماں باپ سے بہت زیادہ آزردہ ہو گیا۔ حضرت خواجہ بھی ان سے بہت ناراض ہو گئے، اس لئے ان پر بلا اور حادثہ وارد ہوئے اور ان کے احوال ابتر ہو گئے۔ میرا باپ زحمت سکرہ میں مبتلا ہو کر چار ماہ کے طویل عرصہ تک بیمار رہا۔ اس دوران اکثر اسے حمام کی ملازمت بھی کرنا پڑتی تھی، ایک مدت تک میری ان سے کوئی ملاقات نہ ہو سکی۔ ایک دن میں حضرت خواجہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا "میں فلاں حمام میں گیا تھا اور وہاں تیرا باپ دیکھا، تو اس وقت مجھے اس پر رحم آ گیا، تجھے چاہیے کہ اس کی خبر گیری کرے" میں نے حضرت خواجہ سے التماس کی "مجھے آپ کے لطف بے پایاں سے یہی توقع تھی کہ جب میں آپ کی "بندگی" سے وہاں پہنچوں تو میری پرسش سے اس کی وہ زحمت کم تر ہو جائے" پھر میں نے اس جہت سے بہت عاجزی کی۔ آپ نے بہت مہربانی فرمایا "جب تو اس کے نزدیک پہنچے تو اسے کہنا یہ کلمہ پڑھے یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ اِس سے وہ خوش ہو جائے گا۔ بعدہٗ میں آپ کے اشارے سے اپنے باپ کے پاس گیا اور اسے حضرتِ خواجہ کا سلام پہنچایا اور کہا "آپ نے فرمایا ہے کہ اسے کہنا، یہ کلمہ پڑھے یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ اس سے وہ خوش ہو جائے گا" میرے باپ نے یہ کلمہ تین یا چار مرتبہ زبان سے ادا کیا تو حق تعالیٰ وتقدس نے اُسے اِس زحمت سے خلاصی عطا فرمائی اور اس سے "زحمتِ سکرہ" منقطع ہو گئی۔ دوسرے روز اس نے غدیوت جانے کا ارادہ کیا اور مرکب پر سوار ہو کر چہارسو (چوک) تک پہنچا تو (دیکھا) کہ حضرتِ خواجہ ایک مسجد کے دروازے پر تشریف فرما تھے۔ میرا باپ مرکب سے پیادہ ہوا اور آپ کی "خاطر شریف" کے "لطف توجہ" کا شکر ادا کیا اور اپنی صحت کا ذکر کیا۔ حضرت خواجہ نے مجھے حکم دیا کہ "باپ کو مرکب پر سوار کر" جب میں نے باپ کا پاؤں پکڑا کہ اسے مرکب پر سوار کروں تو اس نے مجھے ایسا نہ کرنے دیا (بلکہ) کہا "اگرچہ تو میرا فرزند ہے لیکن حضرت خواجہ کے خادم اور محب ہونے کے

ناطے تجھے روا نہیں کہ تو مجھ جیسے گنہگار کا پاؤں پکڑے" حضرت خواجہ نے فرمایا "اسے چھوڑ دے کہ یہ تیرا پاؤں پکڑے" میرے باپ نے نیاز تمام کے ساتھ کہا "میرے فرزند کو تو آپ کا حضور قرب حاصل ہے، مجھے آپ کے حضور کوئی قرب نہیں" حضرت خواجہ نے فرمایا "تیرے فرزند کے قرب کے واسطے سے تجھے بھی اتنا ہی قرب حاصل ہوگا کہ تو اس دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے گا، لیکن غربت شدت، اور تنگی سے مرے گا" الحق جسطرح حضرت خواجہ نے فرمایا وہی واقع ہوا اور وہ آپ کی زبان کی برکت سے با ایمان رخصت ہوا۔ حق تعالیٰ و تقدس سب مسلمانوں کو اپنے لطف و عنایت سے "سعادتِ ایمان" کے ساتھ اس عالم فانی سے اس عالمِ باقی میں لے جائے اور اپنے کرم واحسان سے اپنے ولیوں کی محبت کو ان کے غفران کا وسیلہ بنائے۔ آمین۔

مجذوب سے ملاقات: انہوں نے بیان فرمایا کہ حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ غدیوت سے باغ "ارسلان" کی طرف جا رہے تھے، جب اس گاؤں کے نزدیک پہنچے تو آپ کی ایک مجذوب سے ملاقات ہوگئی۔ آپ اسی جگہ اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس دوران اس مجذوب نے آپ کی بارگاہ میں بے ادبی کی اور ایک بہت بڑی بات کہہ دی "میں تیرے اور تیرے خدا پر افسوس کرتا ہوں" حضرت خواجہ اتنے متغیر ہوئے کہ کوئی حد نہیں۔ بعدہٗ دو مرتبہ قدرت سے عفو (طلب) کیا اور واپس غدیوت کو چل پڑے۔ وہ مجذوب آپ کے عقب میں چل پڑا، تھوڑا ہی چلا تھا تو وہ کہنے لگا "مجھے اجازت عطا فرمادیں" حضرت خواجہ نے فرمایا "تجھے اجازت ہے"۔ چند مرتبہ ایسا واقع ہوا مگر وہ طاقت نہیں رکھتا تھا کہ آپ کے قدم سے واپس جائے، آخر اس نے کہا "اپنے کسی درویش کو حکم فرمائیں کہ وہ مجھے بغل میں لے" حضرت خواجہ نے فرمایا "تجھے اختیار ہے" اس مجذوب نے کہا "شیخ امیر حسین کو فرمائیں کہ مجھے بغل میں لے" حضرت خواجہ نے شیخ امیر حسین کو اشارہ فرمایا اور خود جلدی سے چل پڑے۔ جب شیخ امیر حسین نے اسے بغل میں لیا تو اس کی حالت دیگر ہوگئی، وہ گر پڑا اور اس کی

روح اس کے قالب سے باہر نکل گئی۔ مجذوب متحیر ہو گیا، اس وقت تک حضرت خواجہ ایک مسافت طے کر چکے تھے۔ وہ آپ کے نشان پر چلتا ہوا آپ کے پاس پہنچا اور صورت حال عرض کی تو آپ نے فرمایا" اس نے اچھا کیا کہ مر گیا، ماشاء اللہ، اس کی قبر نکالو، کفن تیار کرواور دفن کر دو، مجذوب بہت زیادہ روتے ہوئے درخواست کرنے لگا" کوئی تدبیر فرمائیں، جب مجذوب کی درماندگی بہت زیادہ ہوگئی اور حضرت خواجہ نے اس پہ کوئی التفات نہ فرمائی تو اس نے درویشوں سے "فردا فرد" التماس کی کہ حضرت خواجہ سے التماس کریں کہ وہ یہ حادثہ رفع فرما دیں، حضرت خواجہ نے اس مجذوب کی طرف دیکھا اور فرمایا" جو کوئی مجھ پر اور میرے خدا جل جلالہ پر افسوس کرتا ہے اس کے آگے اس طرح کے واقع سے عہدہ برآں ہونا آسان ہوگا" وہ عاجزی اور (گریہ) زاری کرتا رہا، اصحاب نے بیک کلمہ حضرتِ خواجہ سے درخواست کی کہ اس نے بہت برا کیا، اسکی یہ بے ادبی حد سے باہر ہے، اور اب وہ اپنے آپ کو" عجز و بیچارگی" سے دیکھتا ہے۔ حضرت خواجہ نے کرم فرمایا اور واپس گئے۔ پھر آپ نے اپنا" پائے مبارک" کفش سے باہر نکالا اور شیخ امیر حسین کے سینے پر رکھا تو روح اس کے قالب میں لوٹ آئی۔ اس سے حرکت پیدا ہوگئی اور وہ اپنی حالت اصلی میں آ گیا، حضرت خواجہ نے فرمایا" جب میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے اسکی روح کو چوتھے آسمان پر سیر کرتے پایا، اور وہاں سے واپس لایا ہوں" حقیقت یہ ہے کہ اس درویش کی حیات حاضرین کی اس جماعت کی حیاتِ حقیقی کا سبب بن گئی۔ اور حضرتِ خواجہ کی ولایت کے بارے میں انکے یقین نے کمال حاصل کر لیا۔

بیل سینگ مار رہا ہے: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ روحہٗ نے شیخ شادی سے فرمایا تھا کہ اپنے تمام بیل فروخت کر دے۔ شیخ شادی نے آپ کا حکم پورا کیا مگر اس نے ایک سرخ فراخشاخ (بیل) نہ فروخت کیا، جب حضرت خواجہ "غدیوت" تشریف لائے تو شیخ شادی کی طرف التفات نہ فرمائی۔ اس

صحبت میں غدیوت کے بہت سے درویش حاضر تھے ایک ساعت کے بعد شیخ شادی کا حال دگر ہو گیا اور اسکے اندر سے ''آوازِ عظیم'' آنے لگی جیسے کوئی جو کوٹ رہا ہے، حضرت خواجہ نے شیخ شادی کی طرف روئے مبارک کرتے ہوئے فرمایا ''ہم نے تجھے کوئی الم نہیں پہنچایا، وہی سرخ بیل تجھے سینگ مارتا رہا، اور اس آواز کو حاضرین سنتے رہے، پھر حضرتِ خواجہ یہ فرمانے لگے، ''ہم کیا کریں، وہی سرخ بیل ہے کہ تجھے سینگ مار رہا ہے'' اس کے بعد ان سب درویشوں نے حضرتِ خواجہ سے بہت زیادہ درخواست کی تو آپ نے شیخ شادی کو بخش دیا اور اس سے درگزر فرمالیا نیز اس واقعہ کا ظہور آپ کے ساتھ حاضرین کے اور ''رسوخِ عقیدت'' کا سبب بن گیا۔

حضرت خواجہ قوی بزرگ ہیں: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ ''غدیوت'' میں تھے اور باطنی طور پر ایک آدمی پر شفقت فرمارہے تھے تاکہ وہ اس طریقے میں آجائے۔ اس آدمی نے ایک سرنباتی (مصری) مجھے دی کہ یہ حضرت خواجہ کو پہنچا دینا، جب میں نے حضرت خواجہ کو پیش کی تو آپ نے قبول نہ فرمائی۔ میں نے وہ سرنباتی واپس اس آدمی تک پہنچادی۔ اور قصہ سنا دیا۔ اس آدمی نے آپ کی ولائت کا ذکر کیا اور کہا ''واقعہ یہ ہے کہ جب میں نے وہ مصری تیرے ہاتھ حضرت خواجہ کے پاس بھیجی تو دل میں کہا تھا اگر آپ کی ولائت (برحق) ہوگی تو یہ مصری قبول نہ کریں گے، لیکن اس وقت لے جا آپ پکڑلیں گے'' میں دوبارہ وہ مصری آپ کے حضور لایا تو آپ نے قبول کرلی اور مجھے فرمایا ''نگاہ رکھنا'' اس کے بعد آپ اس جگہ سے کسی اور طرف روانہ ہو گئے۔ جب تھوڑی سی راہ چلے تو ایک نیازمند نے اناروں سے بھرا ہوا ٹوکرا آپ کے حضور پیش کیا۔ آپ نے ایک انار مجھے عطا فرمایا کہ اس آدمی کے پاس پہنچادے۔ اور فرمایا اس میں ایک راز پوشیدہ ہے، پھر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

سخن سر بمہر دوست بہ دوست
حیف باشد بہ ترجمان گفتن

میں نے جب وہ انار اس آدمی کو دیا تو اس کا حال بدل گیا۔اس نے کہا ''جب میں نے دوسری بار مصری تجھے دی تو میرے دل میں خیال تھا کہ مصری کو قبول کرلیں گے اور ایک انار مجھے بھیج دیں گے۔میری تحقیق (مکمل) ہوگئی ہے کہ حضرت خواجہ قوی بزرگ اور صاحبِ کمال ہیں، چنانچہ وہ آدمی آپ کی خاطرِ شریف کی توجہ کی برکت سے اس راہِ حق پہ آگیا۔

بے ادب محروم ماند: ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک دن بخارا شریف کا ایک ''اعوان'' قصرِ عارفاں میں ایک بارات لایا۔اتفاقاً اس کی حضرتِ خواجہ ما قدس اللہ روحہ' سے ملاقات ہوئی ،اُس نے آپ سے (کچھ) عرض کی تو آپ نے فرمایا ''(برات) گاؤں کے لوگوں کے پاس لے جا''اس اعوان نے آپ کی بے ادبی کی اور آپ پر جو پرانی پوستین تھی ،اس نے اُتار لی۔اس کے باوجود ایک لگد (ٹھوکر) بھی آپ کو ماری، پھر وہ (اعوان) غدیوت کو چلا گیا اور رات کسی عورت سے دست درازی کی تو لوگوں نے اس کا سر کاٹ کر رکھ دیا اور اس کے شر سے خلاصی حاصل کرلی۔نیز اس ظالم کی ہلاکت ان لوگوں کی زندگی کا واسطہ بن گئی جو اس بے ادبی سے بے خبر تھے۔ ؎

از خدا خواهیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

(مترجم)

ایک اور گستاخ کا انجام: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ ''غدیوت'' میں ایک ندی کے کنارے تشریف فرما تھے۔آپ نے ایک، درویش سے کہا ''بید کی ایک لکڑی لاؤ تا کہ ہم (اس کا) کفچہ تراشیں۔وہاں بید کا ایک درخت تھا۔اس درویش نے اس سے لکڑی کا ایک ٹکڑا کاٹا اور آپ کے حضور پیش کردیا ۔غدیوت میں ایک اعوان تھا، وہ آیا اور بید کی لکڑی لانے والے درویش کو مارنے

لگا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''اس کا کوئی گناہ نہیں، یہ گناہ میں نے کیا ہے لہٰذا مجھے مارلو''
وہ اعوان اسی طرح اس درویش کو مارتا رہا اور حضرت خواجہ فرماتے رہے ''مجھے مارلو''
اسی دوران اس نے بائیں پاؤں سے ایک ٹھوکر حضرتِ خواجہ کو بھی ماردی اور اسی غصے میں
(گھوڑے پر) سوار ہوگیا۔ اس ندی کے کنارے ایک مرغزار تھی۔ وہاں اس نے ایک
پرندے کے لئے گھوڑا دوڑایا اور گھوڑے سے گر پڑا اور وہی پاؤں جو بے ادبی سے
حضرت خواجہ کی طرف کیا تھا، رکاب میں پھنس گیا۔ اب گھوڑا اس مرغزار میں دوڑنے
لگا، اس بے ادب اعوان کا پاؤں ٹوٹ گیا، اور اسی جگہ وہ ظالم بے ادب ہلاک
ہوگیا۔ اس واقعہ سے بہت سے لوگ حضرت خواجہ کی ''سعادت محبت'' تک پہنچ گئے۔

عاصیوں کا قبلۂ مقصود آپ:

ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ ''دروازہ کلاباذ'' پہ ایک درویش کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ ایک ہی
ساعت گزری کہ فتح آباد کیطرف سے ایک مرکب کے سم کی آواز آنے لگی اور پھر اس
حجرے کے پاس رک گئی۔ حضرت خواجہ نے حجرے سے فرمایا ''نیکی شاہ اندر آجاؤ، جو
نسبت تم چاہتے ہو وہ اسی جگہ ہے، مقصود اس جگہ حاصل ہو جائے گا'' جب نیکی شاہ
اندر آیا تو حضرت خواجہ نے فرمایا ''ہم نے تیرا ''استر'' فراجون کے پشتے سے واپس
موڑا ہے۔ تو طلب حقیقی کے ساتھ ترمذ کی طرف جا رہا تھا۔ تو ہم نے کہا کہ یہ بے ہمتی
ہوگی کہ کوئی طالب اس جگہ سے ترمذ جائے'' نیکی شاہ نے کہا ''یہی وجہ تھی جو آپ نے
فرمائی۔ جب میں فراجون کے پشتے (جنگل) میں پہنچا تو استر (خچر) ٹھر گیا، میں نے
ہر چند کوشش کی لیکن اس نے اس طرف ایک قدم نہ بڑھایا، میں نے کہا کہ مصلحت اسی
میں ہے کہ اس کی لگام چھوڑ دوں تا کہ وہ جس طرف چاہے چل پڑے۔ جب میں نے
لگام چھوڑ دی تو فی الحال اس طرف روانہ ہوگیا، پھر وہ گھر کی طرف بھی نہیں گیا بلکہ
تیزی کے ساتھ اس حجرے کے دروازے پر آکر کھڑا ہوگیا''۔ (یہ سن کر) اس حجرے
میں موجود ہر کوئی آپ کے اشراف سے متحیر ہونے لگا۔ بعدہٗ وہ آدمی (نیکی شاہ)

مقبول خدا بن گیا۔

ہیبت شیخ کا عالم ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ شیخ امیر حسین کے ساتھ (کچھ) شفقت کر رہے تھے اور (کچھ) عتاب فرما رہے تھے۔آپ فرما رہے تھے "ہم نے تجھے کہا تھا کہ فلاں زمین کو ہموار کرنا چاہیے تا کہ وہ پانی جذب کر لے۔لیکن تو نے تقصیر کر دی" اتفاقاً اس مجلس خدمت میں مولانا حسام الدین خواجہ یوسف اور حضرت خواجہ کے محبّ و معتقد علما کی ایک جماعت حاضر تھی۔قصر عارفاں کے کچھ لوگ بھی حاضر تھے۔دریں زماں قصر عارفاں کے حسن نامی ایک شخص نے حضرت خواجہ سے درخواست کی کہ امیر حسین کو بخش دیں، حضرت خواجہ نے اسے فرمایا "تو خاموش ہو جا، تو نہیں جانتا کہ میں امیر حسین پر شفقت کر رہا ہوں، یہ واقعہ کئی بار ہوا اور حسن ہر لحظہ درخواست کرتا رہا، آخر الامر حضرت خواجہ نے ہیبت سے توجہ فرمائی اور کہا "میں نے امیر حسین کو تجھ پہ چھوڑا، اب جو کچھ ہوگا، تو ہی جانے گا" اسی وقت امیر حسین میں تغیر پیدا ہوا اور وہ اپنا سر اوپر اٹھا کر زمین پر مارنے لگا، جب سر ٹپکنے کی اس حالت کو کچھ فرصت گزری تو حال یہ تھا کہ اہل مجلس میں "خوف و ہیبت" پیدا ہو گیا۔اور حاضرین میں سے کسی آدمی میں بھی یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ امیر حسین کے متعلق حضرت خواجہ سے التماس کرے۔خلافت پناہی خواجہ علاء الحق والدین نے مولانا حسام الدین خواجہ یوسف کو اشارہ فرمایا تو وہ علماء کرام کی جماعت کے ساتھ اٹھے اور درخواست کی، حضرت خواجہ، خواجہ یوسف اور ان اکابر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "میں تمہاری خاطر امیر حسین کو معاف کرتا ہوں"اسی لمحے اس کا وہ تغیر ختم ہو گیا اور وہ اس حال سے اپنی "حالتِ اصلی" میں لوٹ آیا۔

کبھی عطا اور کبھی بلا: ایک عزیز نے بیان کیا کہ ایک روز میں نے خواجہ ما قدس اللہ روحہ کی ملاقات دریافت کی اور آپ کے نزدیک بیٹھ گیا۔آپ نے فرمایا "مجھ سے دور ہو کر بیٹھو کہ اس وقت نزدیکی (مناسب) نہیں" اس وقت تو جس قدر ہمارے

نزدیک ہوگا اتنی ہی تجھے مصیبت آئے گی" اس عزیز نے کہا کہ "جب میں حضرت خواجہ کی اس "منزل" سے باہر آیا تو (کچھ) ظالموں نے مجھے گرفتار کرلیا۔ انہوں نے ایک ہزار دینار مجھ سے طلب کئے اور بہت زیادہ تشویش کی۔ میں نے بہت زیادہ کوشش کی تو پھر کہیں بہت ہی دشواری کیساتھ ان سے رہا ہوا، مجھے آپ کی وہ ہدایت یاد آئی جو میں نے درویشوں سے بہت مرتبہ سنی ہوئی تھی، وہ حضرت خواجہ سے نقل کرتے رہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے، "میرے حق میں "عنایات الٰہی یہ تھیں کہ مجھے اس طائفہ کی صحبت، دریافت کرنے کے موقعہ کی توفیق حاصل ہوگئی، جس موقعہ پہ ان سے دور رہنا (مناسب) ہوتا، میں دور رہتا تھا، اس طائفہ سے وہی آدمی کچھ حصہ حاصل کر سکتا ہے جو ان کے احوال واقوال سے شناسا ہو، ان کی صحبت شریف سے کبھی عطا اور کبھی بلا حاصل ہوتی ہے۔

چوری پکڑ لی: ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے قصر عارفاں میں، مجھے حکم فرمایا "گھر میں ساٹھ من گندم ہے، وہ شہر بخارا پہنچائی جائے" میں نے اس سے دو من گندم لی اور ایک جگہ رکھ دی۔ ایک ہی ساعت بعد حضرت خواجہ آئے اور شیخ امیر حسین سے فرمایا "اس گندم کو (ہر) بوری میں ڈال دو" شیخ امیر حسین اس کام میں مشغول ہوگیا اور حضرت خواجہ سے پوچھنے لگا کہ "یہ گندم کتنے من ہے"۔ میں نے کہا "ساٹھ من" حضرت خواجہ نے فرمایا "ساٹھ من نہیں ہے" آپ نے یہ کہا اور گھر کی طرف چلے گئے، شیخ امیر حسین بھی ایک کام میں مشغول ہوگیا، میں نے بہت حیران ہوکر سوچا اور خود سے کہا "وہ کیسے جان گئے کہ یہ گندم ساٹھ من نہیں ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ (دو من گندم) میں نے لے لی ہے۔ میں نے وہ دو من گندم [illegible] لاکر بوری میں ڈال دی، کچھ دیر بعد حضرت خواجہ آئے اور شیخ امیر حسین سے فرمایا "یہ گندم دراز گوش پر لاد کر شہر بخارا کی طرف جاؤ" دریں حال شیخ امیر حسین نے پھر پوچھا "یہ گندم کتنے من ہے"؟ حضرت خواجہ نے فرمایا "ساٹھ

من''، شیخ امیر حسین نے تعجب کیا اور حضرت خواجہ سے متوجہ ہو کر پوچھا ''اس وقت آپ نے فرمایا کہ ساٹھ من نہیں ہے۔ اس وقت آپ فرما رہے ہیں کہ ساٹھ من ہے'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''اس وقت ساٹھ من نہیں تھی اور اس وقت ساٹھ من ہے''۔

فراست کیا کچھ دیکھتی ہے: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ نے نقل فرمایا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ بازار میں گزر رہے تھے آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ برتن میں مٹھائی رکھ کر بیچ رہا تھا۔ حضرت خواجہ نے وہ برتن توڑ دیا، اس عمل سے حاضرین کے دلوں میں ایک انکار گزرا لیکن، جب انہوں نے تحقیق کی تو (دیکھا) کہ اس برتن میں ایک مرا ہوا چوہا پڑا ہے۔ وہ آپ کی فراست سے حیران ہوئے اور (ان کا) انکار، اقرار میں مبدل ہو گیا۔

☆...... ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ ایک ندی کے کنارے گزر رہے تھے، ایک لڑکے نے ندی کے کنارے پر ایک گھڑا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے وہ گھڑا توڑ دیا۔ لڑکا رونے لگا، آپ نے ایک درویش کو بھیجا کہ بازار سے اس لڑکے کیلئے ایک گھڑا لے آئے جب (لوگوں نے) تحقیق کی (تو معلوم ہوا) کہ لڑکے کا گھڑا ناپاک ہو چکا ہے (اس لئے آپ نے اسے توڑ دیا)

وجود پاک کی کرامت: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ (ایک مرتبہ) اس باغ میں تشریف فرما تھے جہاں آجکل آپ کا مرقد مطہر ہے، میں ایک اور درویش کے ساتھ آپ کے پاس حاضر تھا، حضرت خواجہ تکیہ فرما تھے۔ ایک ساعت ہی گزری کہ حضرت خواجہ میں ''باہیبت'' حالت پیدا ہوئی اور وہ درویش بے ہوش ہو کر گر پڑا، حضرت خواجہ اٹھے اور اس حوض کے گرد پھرنے لگے۔ پھر کچھ دیر بعد آپ نے دیر تک درخت کو بغل میں لے لیا، اس طرح ایک لحظہ ہوا تو آپ کا وجود مبارک بہت بڑا ہو گیا، یہاں تک کہ سارا باغ آپ کے وجود مبارک سے بھر گیا، اور ہر ایک چیز میں کہ جس کی طرف میں نظر کرتا اسی وجود کو مشاہدہ کرتا۔ اس کے بعد جب

میں نے دیکھا تو آپ کے وجود کا نشان تک نہ رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ کے وجود کا نشاں پیدا ہو گیا یہاں تک کہ آپ حالتِ اصلی میں آ گئے کہ آپ نے اسی طرح سیب کے درخت کو بغل میں لے رکھا ہے۔ میں بہت زیادہ حیران ہوا کہ یہ کیا احوال ہے؟ آنگاہ حضرت خواجہ نے فرمایا ''حضرت عزیزان علیہ عطائم الغفران سے اس طرح کے احوال منقول ہوئے ہیں''

موت کی خبر عطا کر دی: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ ''قصر عارفاں'' میں تھے اور اس روز ''نماز دیگر'' کا وقت ہو گیا تھا، موذن نے ''بانگ نماز'' کہی، دریں حال غدیوت سے ایک قاصد آیا (اور اس نے کہا) ''فلاں درویش تیرا ماموں بیمار ہے'' حضرت خواجہ کو میرے ماموں کے ساتھ التفات تھی۔ (اس لئے) آپ اس کے ساتھ ''مشغول سخن'' تھے کہ موذن اقامت میں مشغول ہو گیا۔ حضرت خواجہ نے نماز دیگر ادا کی اور اوراد پڑھ کر کھڑے ہو گئے، ابھی آپ جائے نماز پر ہی تھے کہ پڑھا'' انا للہ وانا الیہ راجعون'' پھر نماز عشاء ہو چکی تھی کہ غدیوت سے کوئی (قاصد) آیا (اور اس نے خبر دی) ''تیرا ماموں فوت ہو گیا ہے'' اس قاصد سے پوچھا گیا کہ ''وہ کس وقت فوت ہوا'' تو اس نے کہا، نماز دیگر کا وقت تھا۔

ارادت ہو تو دیکھ ان کو: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ ''قصر عارفاں'' میں تھے کہ ''غدیوت'' سے ابراھیم نامی درویش (آپ کی خدمت میں) پہنچا آپ نے اسے پوچھا کہ ''تو پیادہ آیا ہے یا دراز گوش پر؟'' اس درویش نے کہا کچھ راستہ پیادہ آیا ہوں اور کچھ دراز گوش پر آیا ہوں'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''اگر تجھے ہم سے محبت ہے تو کیوں نہ پیادہ ہمارے پاس آیا، وہ درویش رونے لگا، اسی وقت حضرت خواجہ گاؤں ''باغ ارسلان'' کو چل پڑے۔ جب آپ اس گاؤں پہنچے تو ''اجتماع عظیم'' ہو گیا (بہت سے) درویش اور نیاز مند جمع ہو گئے، مجلس بہت خوش تھی کہ ابراھیم غدیوتی بھی آپ کے پیچھے باغ ارسلان میں آ گیا، وہ اسی طرح رو رہا تھا

اور آہ وزاری کر رہا تھا، "باغ ارسلان" کے درویشوں کو اس پر رحم آیا تو وہ حضرت خواجہ کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ "اس درویش ابراہیم کو معاف فرما دیں" حضرت خواجہ نے اس کو اپنے نزدیک طلب فرمایا اور اس پہ التفات فرمائی، وہ بے ہوش ہو گیا اور اس کا سانس بالکل قطعی طور پر رک گیا، وہ لوگ حیران ہو گئے، اب ان کو یقین تھا کہ وہ مردہ (ہو چکا) ہے۔ پھر اتنا وقت ہو گیا کی آش پک گئی لیکن وہ درویش ابراہیم حضرت خواجہ کے پاس اسی طرح پڑا رہا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو وہ اس صفت سے باہر آ گیا (لیکن) اس میں بیٹھنے اور اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا" چاہیے کہ اسے غدیوت میں اس کے گھر پہنچا دیا جائے اور کوئی درویش سامنے نہ آئے۔ جب اسے غدیوت میں لایا گیا تو اس درویش ابراہیم کے محارم میں سے ایک بوڑھی نیک خاتون تھی، جب اس نے اس کا واقعہ سنا تو اس کے نزدیک آئی اور ایک ہی ساعت بیٹھی (ہوگی) کہ اس کی صفت اس بوڑھی خاتون میں عکس کر گئی، (جس سے) وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی اور بہت دیر تک اسی طرح پڑی رہی۔ جب وہ اپنی (حالت) میں آئی تو بھی اس سے وہ صفت پوری طرح زائل نہ ہوئی اور ایک سال کے عرصے تک اس صفت کا اثر اس بوڑھی خاتون میں باقی رہا۔ (اس سے) اس خاتون کا" حال وکار" قوی ہو گیا اور بڑے بڑے آثار اس سے مشاہدہ کئے گئے۔

پیر کامل صورت ظل الٰہ: ایک درویش سے منقول ہوا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ شہر بخارا میں جلوہ گر تھے اور مقام عشق کے بارے میں ارشاد فرما رہے تھے، حاضرین میں ایک عجیب حالت پیدا ہو چکی تھی، فی الحال اسی صفت نے میرے اندر عکس کیا تو میں اسی صفت میں "قصر عارفاں" کو چل پڑا، اتفاقاً میرا ایک شخص سے تعلق خاطر ہو گیا، جب ہم ایک دوسرے کے نزدیک پہنچے تو میرے اور اس کے درمیان ایک ہاتھ ظاہر ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ حضرت خواجہ کا ہاتھ اور آستین تھی۔

میں نے جلدی سے اپنی آنکھ بند کرلی اور بہت تیزی سے گھر کی طرف چلا گیا، میں نے شیخ شادی کو دیکھا، انہوں نے کہا کہ ''مجھے حضرت خواجہ نے تیرے پیچھے روانہ کیا اور میں اسی وقت پہنچا ہوں''۔ حضرت خواجہ نے یہ فرمایا ہے ''تجھے متعلقین کی اچھی طرح محافظت کرنی چاہیے''، آپ نے اس بات میں بہت مبالغہ فرمایا کہ ''جب تک ہم تیرے نزدیک نہ پہنچ جائیں، تجھ سے صفت زائل نہ ہوگی۔'' پھر ایک ہفتے کے بعد جب میری حضرت خواجہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا ''تا دست ما نَدیدی، چشم خود را نہ پوشیدی، جب تک تو نے ہمارا ہاتھ نہ دیکھا، تو نے اپنی آنکھ بند نہ کی'' آنگاہ حضرت خواجہ نے تھوڑی سی التفات کے ساتھ مجھ سے وہ صفت زائل فرمادی۔

ایک روز ولایت کے ان آثار وانوار کو جمع کرنے والا یہ ضعیف (مصنف) بخارا میں حضرت خواجہ کے درویشوں کی صحبت میں (بیٹھا) تھا اور مرید کی نسبت شیخ کی شفقت کا ذکر ہو رہا تھا کہ اس کی کیا غایت (ہوتی) ہے، حضرت خواجہ کے جملہ درویشوں میں سے ایک عزیز نے فرمایا ''کہ میں جس گاؤں میں رہتا تھا وہ بخارا سے بارہ فرسنگ (چھتیس میل) کے فاصلے پر تھا۔ ایک روز مجھے اتفاق ہوا تو میں ایک دوست کے گھر چلا گیا، جب میں وہاں پہنچا تو (دیکھا) کہ وہ دوست اپنے گھر نہیں تھا، میں نے اس کی بیوی سے کہا کہ ''میرا لباس دھونا چاہیے'' دریں حال مجھے اس کی طرف میلان ہو گیا اور مجھ میں کوئی طاقت نہ رہی کہ میں اپنے آپ کو اس میلان سے باز رکھ سکوں۔ میں نے اس سے کہا کہ گھر کا دروازہ بند کردو، جب اس نے ارادہ کیا کہ گھر کا دروازہ بند کرے۔ اسی وقت سواری کے سم کی آواز میرے کان سے ٹکرائی، جو تیزی سے آرہی تھی (کسی نے) میرا نام لیتے ہوئے کہا کہ فلاں درویش اس گھر میں ہے؟ میں بہت خوف زدہ ہوا اور اس ضعیفہ (عورت) سے نہ ہو سکا کہ خاموش رہے۔ اس نے فوراً جواب دیا ''اسی گھر میں ہے''، میں بضرورت خوف کے ساتھ اس گھر سے باہر نکلا، اس سوار نے کہا کہ حضرت خواجہ تجھے طلب فرما رہے ہیں، آپ اسی وقت بخارا

سے تشریف لائے ہیں، یہ انہی کی سواری ہے۔ جونہی آپ پہنچے، آپ نے مجھے فرمایا، ''ابھی اسے بلاؤ بلاتوقف، اسی سواری پر سوار ہو جاؤ'' اس عزیز نے کہا کہ میں اس حال سے بہت حیران ہوا کہ میرے اور ان کے درمیان اتنی مسافت ہے۔ اگر آپ اس وقت مجھ پر لطف وشفقت نہ فرماتے تو میں وہ (برا) عمل کر گزرتا۔ میرے اندر بہت زیادہ خوف اور ہیبت پیدا ہوگئی، میں آپ کے حضور پہنچا اور سلام عرض کی تو آپ نے لوگوں کے ہوتے ہوئے اظہار نہ فرمایا، میں بھی کھانے کی ترتیب میں مشغول ہوگیا۔ جب طعام حاضر ہوا تو آپ نے اس طعام سے کوئی لقمہ نہ کھایا اور ہر لحہ ہیبت سے مجھے دیکھتے رہے۔ جب خلوت ختم ہوئی تو مجھے فرمایا ''اگر میں نہ آتا تو تیرا کیا حال ہوجاتا'' (اس سے) میں بہت زیادہ شرمندہ ہوگیا۔

عصانہ ہوتو کلیمی ہے کار بے بنیاد: ایک درویش سے منقول ہے کہ میں ایک روز ایک باغ میں تھا، اتفاقاً یہ ہوا کہ میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی تو اس سے میلان خاطر پیدا ہوگیا، میں اپنے آپ کو اس بات (میلان) سے نہ روک سکا، میں نے اس کا ارادہ کیا اور جب اس کے نزدیک گیا تو حضرت خواجہ کو دیکھا کہ آپ ظاہر ہوئے، آپ کے دست مبارک میں عصا تھا، آپ نے چاہا کہ وہ عصا مجھ پر مار دیں، میں نے جب وہ حال مشاہدہ کیا تو اپنی آنکھ بند کر لی اور ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر تیزی سے اس جگہ سے گھر کی طرف چل پڑا۔ پھر ایک عرصے تک میں کسی چیز کی طرف نگاہ نہ کرسکا۔ (یادرہے کہ) جہاں میں موجود تھا، وہاں سے بخارا تک دس روز کی راہ تھی۔

پانی نصیب ہوگیا: ایک درویش نے نقل کیا کہ ''قصر عارفاں'' میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے درویشوں نے کھیت کاشت کیا ہوا تھا اور اب اس کو پانی دینے کا ''قوی محل'' تھا۔ لیکن اتفاقاً ''بے آبی'' کا وقت تھا جیسا کہ اکثر اوقات بخارا میں بہار (کے موسم) میں ہوتا ہے۔ ایک روز حضرت خواجہ کھیت کے پاس آئے اور فرمایا کہ اس کھیت کو پانی لگانے کا وقت ہے۔ میں نے کہا کہ ''پانی تو نہیں ہے''

حضرت خواجہ نے فرمایا ''حق تبارک وتعالیٰ قادر ہے کہ پانی عطا کردے، تو پانی کا دھانہ درست کر'' پس میں نے جلدی سے کھیت کا دھانہ درست کیا اور تمام رات انتظار کرتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو پانی آ گیا، میں نے کھیت کو پانی دیا اور کھیت کے نزدیک لہسن اور پیاز کا ایک ''پارہ'' تھا، اسے بھی پانی دیا، جب (کام) ختم ہوا تو پانی (آنا بھی) رک گیا، میں نے تصور کیا کہ پانی بالائی طرف سے ہے میں اچھی طرح دیکھا تو (معلوم ہوا کہ) ندی کے کنارے پر میں نے جو بند باندھا تھا (اسی طرح) استوار ہے۔ جب آگے گیا اور (دیکھا) تو ندی میں ''پانی بالکل نہیں تھا۔ میں نے ہر چند مبالغہ کیا، لیکن اس وقت ندی میں پانی کی کوئی علامت بھی نہیں تھی، میں حیران ہو گیا، جب میں حضرت خواجہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا ''کیا تو نے کھیت کو پانی دے دیا''؟ میں نے کہا ''کیوں نہیں'' فرمایا ''جب ندی میں پانی نہیں تھا تو، تو نے کیا کیا'' میں نے کہا ''میں ندی کی بالائی طرف گیا اور بہت اچھی طرح دیکھا' لیکن ندی میں پانی نہیں تھا، (بلکہ پانی کا) اثر بھی نہیں تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''جب تو جان گیا ہے تو خاموش رہنا''

یہ چیزیں آسان ہیں: ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے درویشوں کی ایک جماعت ''قصر عارفاں'' میں کھیت کی نالی نکال رہی تھی۔ دراں اثنا میں نے کہا ''میں نے سنا ہے کہ خاندان خواجگاں قدست ارواحھم کے ایک درویش ایسے بھی ہوئے ہیں کہ ان کے مریدین اسی طرح کھیت کی نالی نکال رہے تھے۔ جب کھانا لایا گیا تو ان کے مریدوں نے کہا ''کیا اچھا ہوتا اگر (اس وقت) چند زامیجی خربوزے بھی ہوتے پھر وہ عزیز اسی کھیت کی زمین میں آئے اور زامیجی خربوزہ باہر نکال کر ان درویشوں کے سامنے رکھ دیا، میں نے حضرت خواجہ کے درویشوں سے یہ بات کی تو حضرت خواجہ تشریف لے آئے اور فرمایا ''ابھی تو نے کیا کہا تھا'' میں خاموش ہو گیا۔ ایک درویش نے کہا کہ (دراصل) قصہ یہ تھا۔ حضرت خواجہ نے تبسم فرمایا اور ہمیں باتوں میں مشغول رکھا، (جبکہ) خود دست مبارک دراز کر کے کھیت کی زمین

سے ایک زاہکی خربوزہ پکڑ کر آستین میں چھپا لیا اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ
درویشوں کے کھانا کھانے کا وقت تھا۔ لہٰذا ہم بھی آپ کے عقب میں چل پڑے۔ ان
درویشوں نے مجھے کہا کہ ہمیں زاہکی خربوزے کی خوشبو آ رہی ہے۔ راوی جو کہ حرم
خواجہ کا محرم مقرب تھا، بولا "جب حضرت خواجہ گھر تشریف لائے، آپ نے وہ تحفہ پوشیدہ رکھ
اور فرمایا "خربوزہ" کوئی دوست تمہارے لیے لایا ہے" جب میں آپ کے پیچھے آپ
کے گھر میں داخل ہوا تو آپ کے گھر والوں نے کہا "جب تم لوگ کھیت کی نال نکال
رہے تھے تو یہ زاہکی خربوزہ تمہارے لیے لایا گیا ہے۔ میں نے حقیقت حال ان کے گھر
(والوں سے) بیان کی تو حضرت خواجہ نے ایک بار پھر خود اس کی نفی کر دی۔ (یعنی)
جب آپ کے گھر (والوں) نے حقیقت حال معلوم کر لی اور پھر وہ آپ کی صحبت
شریف میں اس طرح کے (بہت سے) "تصرفات" کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ (اس
کے) بعد "حق تعالیٰ حضرت کے دوستوں کے آگے اس طرح کی چیزیں (بہت ہی)
آسان ہیں۔

جو کچھ بوؤ گے وہ کاٹو گے ایک درویش نے نقل کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ
بہاء الدین نقشبند قدس سرہ "باغ ارسلان" کو جا رہے تھے، راستے میں ایک کسان کھیت کی
زمین میں ہل چلا رہا تھا۔ اس نے وہ کام چھوڑا اور چند قدم آگے بڑھ کر حضرت خواجہ کو
سلام عرض کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کیا سبب ہے اس نے کہا زمین میں ہل چلا رہا
تھا۔ آپ بادشاہ ہیں، (دعا کریں) کہ خربوزے کی (فصل) اچھی ہو۔ آپ نے
فرمایا اچھی بوؤ اور (اس میں) ہم تخم بوئیں گے۔" حضرت خواجہ اس کسان سے آگے
بڑھے اور فرمایا "ایک دفعہ ایک کسان زمین میں بیج کاشت کر رہا تھا۔ وہاں سے
حضرت سیدنا ... گزرے اور اس سے پوچھا کہ "تو کیا کر رہا ہے" اس کسان نے
کہا "بیج (بو رہا ہوں) یعنی جو زمین میں بیج اچھی طرح نہیں اگتی۔ سیدنا نے اس
زمین سے کہا "بیج (اچھی طرح) اگاؤ" کہتے ہیں کہ چند سال تک اس زمین میں

بغیر کاشت کیئے چنا پیدا ہوتا رہا۔ ایک فرصت کے بعد میں نے اس غدیوتی کسان کو دیکھا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ اس سال اس زمین میں خربوزہ بہت زیادہ ہوا۔ پھر اس زمین میں، میں نے جو کاشت کیئے اور جو کے بعد چنے کاشت کیئے چند سال تک اس میں جو کے وقت جو ہوتے رہے اور چنے کے وقت چنے ہوتے رہے۔ نیز آپ کی زبان مبارک کی بدولت بہت سی برکتیں بھی ہوئیں، یہ قصہ اس نواح میں مشہور ہو کر ایک جماعت کے عقیدے کا سبب بن گیا۔

ایک بے ادب کی رسوائی: ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کا ایک درویش "نیک روز" سوخار سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بہت خستہ خاطر تھا، آپ نے اس سے پوچھا کہ "تیرے تغیر کا سبب کیا ہے" اس نے کہا 'ایک حسین نامی شخص نے "سوخار" میں مجھے بہت برا بھلا کہا، میں اس سے تو پریشان نہیں ہوا، لیکن جب اس نے آپ کی بارگاہ میں بے ادبی کی تو میں اس سے بہت خستہ ہو گیا" آپ نے فرمایا "پریشان نہ ہو، بہت جلد ہی وہ دنیا و آخرت کی فضیحت (رسوائی) حاصل کرے گا" درویش نیک روز نے کہا کہ "جب حضرت خواجہ نے یہ فرمایا "نماز دیگر" کا وقت تھا، میں آپ کی خدمت سے سوخار کی طرف چلا گیا، شام کی نماز ہو چکی تھی کہ میں نے اس حسین (نامی شخص) کو دیکھا جو ہاتھ میں کھانا لئے ہوئے اپنے خادم کے پاس کھیت میں جا رہا تھا۔ جب خادم کھانا کھانے میں مشغول ہوا تو وہ خادم کے کام میں مشغول ہو گیا، دراں حال ایک بھیڑیا (وہاں) نکل آیا اور اس نے اس (شخص) کے چہرے پر جست لگا کر ناک اور ہونٹ کو کاٹ دیا۔ (اس سے) اس کی صورت بہت زیادہ بگڑ گئی، اور خلق کے درمیان رسوا ہو گیا، پھر اس کا یہ قصہ (اتنا) مشہور ہوا کہ حسین "گرگ گرفتہ" اس کا لقب پڑ گیا۔

جانور بھی حکم مانتے ہیں: ایک درویش نے حضرت مولانا نجم الدین دادرک کو فینی روح اللہ روحہٗ سے نقل کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ بخارا کے نواح

میں (کہیں) جارہے تھے۔ (راستے میں) ایک جنگل تھا، جس میں ہم نے سات ہرن دیکھے جو ایک طرف کو جارہے تھے۔ حضرت خواجہ نے مجھے فرمایا "حق تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ایسا بھی ہوتا ہے کہ (اگر وہ چاہیں) تو اس طرح کے جانور بھی ان کے پاس آجایا کرتے ہیں، تو بھی طلب کر (کے دیکھ لے) میں نے عرض کی "آپ کے حضور میری کیا حیثیت ہے، آپ نے فرمایا "تیری طلب کی حاجت نہیں ہے، اتنی توجہ سے بھی وہ آجائیں گے، ہم چند قدم ہی چلے تھے کہ وہ ساتوں ہرن آکر ہمارے پاس کھڑے ہوگئے، حضرت خواجہ نے فرمایا "اب تو جسے چاہتا ہے پکڑ لے" میں کسی ایک کو پکڑنے کا ارادہ کرتا تو دوسرا آجاتا کہ مجھے پکڑ لے، چند مرتبہ ایسے واقع ہوا تو میں متحیر ہوگا، حضرت خواجہ نے اپنا دستِ مبارک ان ساتوں ہرنوں کی پشت پر پھیرا اور فرمایا۔ "ہم نے (تمھیں) پالیا، اب کوئی حاجت نہیں" پھر جب ہم ان ساتوں ہرنوں سے آگے بڑھے اور تھوڑا راستہ طے کیا (تو دیکھا) کہ وہ ابھی تک وہاں کھڑے تھے اور ہمیں دیکھ رہے تھے۔

یہ نگہ کی تیغ بازی: ایک درویش سے منقول ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ، شہر بخارا میں حضرت مولانا حسان الدین خواجہ یوسف کے گھر قیام فرما تھے۔ علماء اور درویشوں کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی، اس جماعت میں شیخ شادی بھی موجود تھا، ایک مرد آیا اور اس نے کہا "میں شیخ شادی پر دعویٰ کرتا ہوں، حضرت خواجہ نے فرمایا "اچھا ہے، علماء حاضر ہیں، دعویٰ پیش کرو" اس مرد نے کہا کہ "میں اس کو "حاکم ولایت" کے سامنے پیش کروں گا" حضرت خواجہ نے فرمایا "ہم تیرا فیصلہ حاکم سے بہتر کریں گے، اور (اس میں) خوب غور کریں گے" اس آدمی نے حضرت خواجہ کا فرمان قبول نہ کیا۔ آپ نے فرمایا "شادی اس کے ساتھ جاؤ، اسی وقت معلوم ہوجائے گا کہ یہ تجھے حاکم کے پاس کیسے لے جاتا ہے"۔ بعض درویشوں نے شیخ شادی کے ساتھ موافقت کی۔ اس مدعی کے ساتھ اس کے بیٹے بھی تھے، اس سے

پہلے کہ وہ حاکم تک پہنچتے، ان کی راہ گزر میں ''حمام در آہنین'' آتا تھا، حاضرین نے کہا'' ناگاہ مدعی حمام کے سوراخ میں سرنگوں ہو کر جا پڑا اور اس کے حلق اور ناک میں پانی پڑ گیا، وہ بیٹوں سے کہنے لگا۔ ''مجھے پکڑو'' اس کے بیٹوں نے تیزی کے ساتھ اسے پانی سے باہر نکالا تو اس نے آنکھ کھولی اور کہا'' کسی شخص کو شیخ شادی سے کوئی کام نہیں ہے، مجھے یہ زخم بزرگوں کی تلوار سے لگا ہے'' اس نے یہ دو تین کلمے ادا کیے اور اس وقت فوت ہو گیا۔ اس کے بیٹے تو اس کے کام (کفن دفن) میں مشغول ہو گئے اور درویش حضرت خواجہ کی بارگاہ میں پہنچ گئے اور انہوں نے وہ قصہ بیان کر دیا۔ علما کی جماعت حاضر تھی، حضرت خواجہ نے شیخ شادی پہ توجہ فرمائی اور مسکراتے ہوئے فرمایا ''کیا اس دنیا میں بہت سے کام ہیں''؟ خواجہ یوسف اور حاضرین مجلس نے آپ کے'' اس فرمان'' کہ اسی وقت معلوم ہو جائے گا کہ یہ تجھے کیسے لے جاتا ہے'' پر بہت زیادہ تعجب کیا۔ اور یہ واقعہ حضرت خواجہ کے ساتھ ان کے ''یقین مزید'' کا سبب بن گیا۔

از شریعت احسن التقویم شو: حضرت خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ مرقدہٗ نے بیان فرمایا کہ چونکہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کا طریقہ استقامت اور اتباع سنت تھا (اس لئے) اکثر آپ علما کرام کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ آپ کے زمانے میں مقدم علماء حضرت مولانا حسام الدین اصیلی علیہ الرحمہ اور مولانا حمید الدین شاشی علیہ الرحمہ (ہوا کرتے) تھے، ان حضرات کی حضرت خواجہ کے ساتھ بہت زیادہ ملاقات ہوئی تھی۔ ایک دن حضرت خواجہ اس فقیر کو حکم دیا کہ ''تھوڑے سے بادام لاؤ'' کہ ہم مولانا حمید الدین شاشی سے ملاقات کیلئے چلتے ہیں۔ اتفاقاً مولانا اپنے اصحاب کے ساتھ ''شرح آباد'' میں موجود تھے، جب حضرت خواجہ کی مولانا سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا'' ما در جستجوئے شما و شما در گفتگوئے ما، ہم آپ کی جستجو میں ہیں اور آپ ہماری گفتگو میں (مصروف) ہیں'' (یہ بات سن کر) مولانا کی صحبت میں بیٹھے دانشمندوں کا حال بدل گیا، مولانا نے بہت زیادہ تواضع کی،

اور حال یہ تھا کہ مولانا حضرت خواجہ کی ملاقات سے پہلے اپنے اصحاب کے ساتھ حضرت خواجہ کے ذکر میں مشغول تھے۔ جب مولانا اور اصحاب نے بادام کھالئے تو حضرت خواجہ نے بادام کے چھلکوں کو جمع کیا اور ایک پاکیزہ جگہ دفن کردیا، مولانا کے بعض اصحاب نے اس کا انکار کیا، لیکن مولانا نے ان کو منع کرتے ہوئے فرمایا "انکار نہ کرو، اور صبر کرو" حضرت خواجہ نے فرمایا "مغز، پوست (چھلکے) کی حمایت میں ہے، اگر پوست میں کوئی خلل آجائے تو وہ مغز میں بھی سرایت کرتا ہے (اسی طرح) اگر شریعت میں خلل واقع ہو جائے تو وہ طریقت میں سرایت کر جاتا ہے" مولانا نے بہت زیادہ (داد) تحسین پیش کی اور شکر کرتے ہوئے منکروں کی جماعت سے فرمایا "تم نے صبر نہ کیا تو آپ نے تمہارا ہی "اثبات" کردیا ہے، حق تعالیٰ کے دوستوں سے گستاخی نہیں کرنی چاہئے" حضرت خواجہ نے فرمایا حضرات خواجگان علیہم الرحمۃ کا فرمان ہے "ہم علما کے خوشہ چین ہیں پس ہم (ان کا) اثبات کرتے ہیں، ایک روز ایک بزرگ نے ہم سے سوال کیا کہ ہماری آپ کے ساتھ ایک مدت سے ملاقات ہے، لیکن ہم آپ کا طریقہ حاصل نہ کرسکے۔ اس بزرگ کے جواب میں ہم نے کہا!

"طریقہ ما متابعت سنت است"

ہمارا طریقہ سنت کی متابعت ہے، ہم نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی نسبت تصدیق کو ثابت کیا ہے، اور عمل کے بارے میں علماء کرام کی متابعت کی ہے کہ وہ ہر چیز حضرت رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں، (لہٰذا) ہم عمل کی نسبت ان کی پیروی کرتے ہیں۔ ابتدا سے لے کر آج تک یہی ہمارا وظیفہ ہے"۔

از شریعت احسن التقویم شو

وارث ایمان ابراہیم شو　(مترجم)

کس کا چراغ جلتا ہے:۔ خواجہ علاالحق والدین طابت تربتہٗ نے نقل فرمایا ہے کہ مولانا حمید الدین علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کی خدمت میں جو سب

سے پہلا ''ظہور'' مشاہدہ کیا اور جو آپ کی محبت کا سبب بن گیا وہ یہ تھا، چونکہ آپ کا طریقہ پسندیدہ سب لوگوں پر واضح ہو چکا تھا۔ اس لئے بہت سے دانشمندوں کو آپ کی صحبت مبارکہ کی طرف میلان ہو گیا۔ بالخصوص مولانا حسام الدین خواجہ یوسف بھی حضرت خواجہ سے پیوستہ ہو گئے اور ان کے محبّ صادق بن گئے۔ اور انہوں نے آپ کے احوال کے مطالعے کی وجہ سے مدرسہ اور تدریس کو ترک کر دیا اور مدت ملازمت کے دوران جو ''احوال اوقاف'' حاصل کئے ان کا حساب کیا تو وہ بارہ ہزار دینار ہوئے، تو انہیں بھی واپس کر دیا۔ بہت سے دانش مندوں نے بھی ان کی موافقت کی اور وہ بھی حضرت خواجہ کی صحبت شریف کی ملازمت کرنے لگے، بخارا کے بعض اکابر اور علما اس معنیٰ کا انکار کرتے اور کہتے تھے، وہ وقت قریب ہے کہ مدارس ویران ہو جائیں گے اور علم کی رونق اور ترقی ختم ہو جائے گی۔ جبکہ بعض کہتے تھے کہ مولانا حسام الدین خواجہ یوسف ایک دانشمند اور صاحب کمال آدمی ہیں، ان کا متابعت کرنا بہر حال راز سے خالی نہیں۔ آخر ایک روز حضرت خواجہ تشریف فرما تھے کہ مولانا حمید الدین کا ایک بڑا شاگرد مولانا خرد ظہیری، آپ کی خدمت میں آیا اور بولا مولانا حمید الدین نے فرمایا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ صبح سویرے درویشوں کی صحبت اختیار کریں، حضرت خواجہ نے قبول کیا اور فرمایا ''اس طلب میں ایک راز ہے'' آپ صبح سویرے مولانا کے پاس چلے گئے، جب ملاقات ہوئی تو مولانا نے آپ کی تشریف آوری کا سبب پوچھا، حضرت خواجہ نے طلب کرنے کا واقعہ بیان کر دیا، مولانا نے فرمایا ''اس طرح کی باتیں تو میرا وظیفہ نہیں ہیں میں نے تو کچھ نہیں کہا (کیونکہ) آپ کا طریقہ تو سب کو معلوم ہو چکا ہے کہ استقامت کی نہج پر (گامزن) ہے، کسی کو آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟۔'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''ہم طالب حق ہیں، ہماری مہم اور مقصود یہی ہے کہ ہمارا سلوک ''جادۂ مصطفویہ'' اور ''متابعت سنت'' پر قائم رہے، اور حق باطل سے ممیز ہو جائے، (ہمیں) آپ جیسے مقتدائے عصر سے کتاب کا حکم حاصل کرنا

چاہیئے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کے اخبار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے آثار معلوم کرنے چاہمییں، البتہ ہم اپنا طریقہ آپ کے سامنے عرض کرتے ہیں، اگر موافق سنت ہو تو ہم مواظبت کریں اور مخالف ہو تو ہم اس سے رجوع کر لیں۔ جب مولانا نے باطل سے حق کی تمیز کرنے میں حضرت خواجہ کی کوشش کا کمال معلوم کیا تو آپ کی استدعا پہ انہوں نے ایک مجلس منعقد کی جسمیں بخارا کے علماؤ فقراء کی کثیر تعداد حاضر ہوئی۔ (مجلس میں) مولانا خرد اور طالب علموں کی ایک جماعت جرات کرنے لگی کہ یہ کونسا طریقہ درویشی ہے کہ بعض مدارس بے رونق ہو چکے ہین اور علم کی ترقی اور عظمت ماند پڑ چکی ہے، اگر تھوڑا سا وقت اور اسی طرح گزر گیا تو طالب علم افادے اور استفادے سے منہ موڑ لیں گے۔ اس مجمع میں وہ لوگ تو بولے مگر حضرت خواجہ خاموش رہے، جب ان لوگوں کو حضرت خواجہ اور ان کے درویشوں کی روش کے بارے میں کوئی محل اعتراض نہ حاصل ہوا تو بھی انہوں نے بہت سی غیر ضروری باتیں کیں، مولانا غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے مولانا خرد اور ان کے پیروکاروں کو واضح طور پر منع کیا اور فرمایا ''تمہاری یہ باتیں 'طریق صواب' سے باہر ہیں''۔ بعدہ' حضرت خواجہ نے مولانا کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا ''حق تعالیٰ وتقدس نے اپنی 'عنایات بے علت' سے ہمارے باطن میں درد دین پیدا کیا ہے، جس جگہ پہ ہمیں کوئی چیز مشکل لگتی ہے تو ہم حکم خدا فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، (اہل ذکر سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں، (سورۃ النحل ۴۳) کے مطابق عمل کرتے ہوئے علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان سے سوال کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس طرح ہم ان کی صحبت کو لازمی سمجھتے ہیں، یہ طریقہ صواب ہے یا نہیں؟ ہمیں اس کی خبر دیں'' مولانا نے فرمایا ''یہ طریقہ بہت زیادہ مستحسن ہے اور جادۂ سنت ہے۔ اور تمام اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس طریقے کی مواظبت اختیار کریں'' پھر حضرت خواجہ نے فرمایا ''جب خواجہ یوسف نے ہمارے اس داعیے کو شناخت کر لیا تو کبھی کبھی کرم فرماتے ہیں اور ہمارے

ہاں تشریف لا کر فقیروں کی دینی مشکلات کو حل کرتے ہیں، یہ روش کیسی ہے؟" مولانا نے فرمایا "یہ روش بہت ہی پسندیدہ ہے" وہ تمام جماعت خاموش ہوگئی، اور انہیں مواخذے کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ اتفاقاً حضرت خواجہ نمد پہنے ہوئے تھے۔ اس جماعت نے کہا "یہ لباس منہی (منع) ہے" رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ایسا لباس پہننے سے منع کیا ہے جو شہرت کا سبب ہو، اور یہ نمد شہرت کا سبب ہے" خواجہ یوسف بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا "یہ نمد وہ لباس نہیں ہے، وہ لباس سبب شہرت ہوتا ہے جس میں اعلیٰ درجے کا تکلف ہو کہ مخلوق اس میں مشغول ہوجائے۔ جبکہ یہ نمد "متوسط الحال" ہے کوئی اس کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا" حضرت خواجہ نے فرمایا "چونکہ یہ نمد بحث کا سبب ہوگیا ہے اس لئے اولیٰ یہی ہے کہ ہم اسے نہ پہنیں۔ ایک فقیر اس مجلس میں موجود تھا، آپ نے وہ نمد اسے عطا فرمادیا، اس کے بعد وہ منکر بولے، ہم ان درویشوں کی بحث کا طریقہ نہیں جانتے، ہم ان کی جنس کے کسی (آدمی) کو "حاکم" بناتے ہیں، ان درویشوں کے حق میں جو کچھ وہ کہے گا، سخن وہی (معتبر) ہوگا۔ جیسا کہ ہر "صاحب دولت" کے زمانے میں "اصحاب اقوال" اور "ارباب احوال" اس سے ظاہر ہونے والے احوال کا انکار کرنا چاہتے ہیں، حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے دور میں بھی ایسے لوگ بہت زیادہ تھے۔

یرید الجاحدون لیطفوہ
و یابی اللہ الا ان یتمہ'
ما می خواہیم و دیگراں می خواہند
تا بخت کرا بود کرا دارد دوست
لطفی نماند کان صنم خوش لقا نکرد
ما را چہ جرم گر کرمش با شما نکرد

اور ایسی جماعت (منکران) اس مجلس میں بہت زیادہ تھی۔ ان سب لوگوں

نے اس پر اتفاق کیا کہ خواجہ اولیا بزرگ قدس اللہ روحہٗ کے ایک ''فرزند درویش'' کو طلب کرنا چاہئے اور اس قضیہ میں اسے منصف ٹھہرانا چاہئے، جو کچھ وہ حضرت خواجہ اور ان کے درویشوں کے حق میں کہے گا وہی سخن (معتبر) ہوگا۔ وہ سب لوگ ''اس درویش'' کو اس لئے حکم (منصف) ٹھہراتے تھے کہ وہ اسے حضرت خواجہ قدس اللہ روحہٗ کا منکر تصور کرتے تھے، پھر انہوں نے حضرت خواجہ کے انکار میں ایک گروہ اس ''یک صفت یعنی یک جہت'' درویش کو بلانے کیلئے بھیجا، حضرت خواجہ ان جمیع احوال میں خاموش رہے، جب وہ درویش آیا تو بقیہ ''اہل انکار'' اکھٹے ہو کر ایک مسافت راہ (کے برابر) اس کے استقبال کیلئے گئے اور انہوں نے اس کی بہت زیادہ تعظیم اور احترام کیا۔ اس کے بعد جب وہ درویش مولانا کی مجلس میں پہنچا تو سب ''اصحاب تفرقہ'' مل کر بیٹھ گئے اور اس درویش سے حضرت خواجہ کے طریقے کے بارے میں سوال کیا؟ وہ درویش بولا ''جو حق ہوگا میں وہی کچھ کہوں گا، پھر اس نے مولانا کی خدمت اور اہل مجلس کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہا'' آپ لوگ اس فقیر کے والد خواجہ قطب الدین کو جانتے ہیں''؟ سب نے بیک کلمہ کہا'' وہ تو اہل طریقت کے مقتداء تھے'' خصوصاً اہل انکار نے خواجہ قطب الدین کی بہت زیادہ توصیف بیان کی۔ آنگاہ وہ (درویش) بولا ''ایک دن میں اپنے والد کی خدمت میں حاضر تھا کہ خواجہ بہاء الحق والدین ان کے پاس نوابوں اور سلطانوں کے لباس میں تشریف لائے۔ اور سواری سے پیادہ ہو کر اس ضعیف کے والد سے ملاقات کی۔ ایک لحظہ کے بعد میرے والد نے مجھے حکم فرمایا کہ گھر میں فلاں جگہ سر نباتی (مصری) موجود ہے۔ جس پر ہم نے عرصے سے نگاہ رکھی ہوئی ہے، اسے لے آؤ،، پھر فرمایا تو میرا فرزند ہے اور یہ بھی میرے فرزند ہیں، اور ہم دونوں کے درمیان برادرانہ تعلق قائم کرتے ہوئے فرمایا، ''تم ایک دوسرے کے گلے لگ جاؤ'' پھر میرے والد نے مجھے فرمایا'' واقف رہو ان سے بہت بڑے اسرار اور احوال کا ظہور ہوگا'' ساتھ اس درویش نے یہ کہا'' کہ یہی ان احوال کے ظہور کا زمانہ

ہے جن کے بارے میں میرے والد نے فرمایا تھا" اس سے سب اہل انکار بیکبار خجل اور شرمسار ہو گئے، اور اس سے حضرت خواجہ کے طریقے کی حقانیت اور آپ کی سلطانی ولایت' حق تعالی وتقدس کی عنایت سے سب پر غالب آ گئی۔ " فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ o فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ" گویا جو حق تھا ظاہر ہو گیا اور جو منکرین اندیشہ کرتے تھے وہ باطل ہو گیا، اور وہ اس مجلس سے "مغلوب اور محجوب" ہو کر نکل گئے۔ حضرت خواجہ نے مولانا کی خدمت میں بہت زیادہ عذر کرتے ہوئے فرمایا ہم نے خدمت کی تصدیع کی ہے" پھر آپ نے مولانا کو اس کا جرمانہ پیش کیا مولانا نے بھی حضرت خواجہ سے درخواست کی کہ یہ کھانا آپ کے قدم مبارک میں تیار ہونا چاہئے۔ حضرت خواجہ نے اسی وقت درویشوں کے ساتھ کھانا پکانے کا اہتمام کیا اور مولانا خاص دوستوں کی جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ ایک لحظہ مولانا کی صحبت میں آتے اور ایک ساعت ان درویشوں کے پاس چلے جاتے جو کھانا پکانے میں مشغول تھے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ آپ مولانا کی صحبت میں آئے اور مولانا خرد کے پہلو میں بیٹھ گئے، (اس سے) مولانا خرد کا حال دیگر ہو گیا، حضرت خواجہ جلدی سے درویشوں کی طرف چلے گئے، مولانا خرد از خود رفتہ اور بے ہوش (ہو چکے) تھے۔ اب مولانا اور سب اصحاب اس میں مشغول تھے، مولانا کا دل از حد پریشان تھا، انہوں نے اس فقیر (خواجہ علاء الدین) کو طلب کر کے فرمایا، "نزدیک ہے کہ مولانا خرد ہلاک ہو جائے، حضرت خواجہ کو بلانا چاہئے" میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا، "یہ دل کی پریشانی کا موقع نہیں، لیکن خیر مولانا کی "رعایت خاطر" ہونی چاہیے" پھر آپ نے مولانا خرد کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس کی وہ صفت (بے ہوشی) بہت زیادہ کم ہو گئی، وہ اپنے (اصلی) حال میں آ گیا اور بہت زیادہ روتے ہوئے اپنے قول وفعل کے بارے میں بہت زیادہ معذرت کرنے لگا، اور صمیم قلب سے آپ کا محب و معتقد بن گیا، اس طرح اس کا انکار

اور عناد فوراً اقرار اور وداد میں تبدیل ہو گیا، ان احوال کے مطالبہ سے حضرت مولانا کو حضرت خواجہ کے ساتھ بہت زیادہ محبت ہو گئی، حضرت مولانا اپنی اس محبت کے بارے میں حضرت خواجہ کے حضور یہ عرض کیا کرتے تھے "جس طرح روشنی کیلئے آنکھ کی سفیدی کو آنکھ کی سیاہی کی احتیاج ہے"۔ اسی طرح مجھے آپ کی احتیاج ہے، پہلی مرتبہ جب یہ کتاب "عدۃ السالکین" کو جمع کرنے والا بندہ ضعیف "قصر عارفاں" میں حضرت خواجہ کے پاس حاضر تھا، دریں اثنا آپ نے یہ فرمایا "جس وقت خوارزم میں شیخ نجم الدین کبریٰ قدس اللہ روحہٗ کے ظہور کی خبریں مولانا فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے سنیں تو مولانا نے حضرت شیخ کو بلا کر پوچھا، "آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا" حضرت شیخ نے فرمایا "عَرَفْتُ اللّٰهَ تَعالىٰ بِوَارِدَاتِ غَيْبِيَّةٍ تَعْجِزُ عَنْ اِدْرَاكِهَا الْعُقُولُ الْمُشَكِّكَة" یعنی میں نے خدا جل جلالہٗ کو اس واردات سے شناخت کیا جو غیب سے مجھ تک پہنچتی ہے، اور اس واردات کی دریافت سے شک میں ڈالنے والی عقلیں عاجز ہیں" (اس جواب سے) مولانا رازی حیران ہو گئے، اس کے بعد حضرت خواجہ نے اس ضعیف سے فرمایا "کہ ایک مرتبہ بخارا کے علما ہمارے ساتھ بھی مشغول (بحث) ہوئے، اور پھر آپ نے (مذکورہ) قصہ بیان فرمایا۔

واعظ بھی قریب آ گیا: خواجہ علاء الحق والدین نور اللہ روضہٗ نے نقل فرمایا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے "اوائل ظہور" میں اور بخارا کے علما و فقرا کے اجتماع کے واقعے سے پہلے (کی بات ہے) شہر بخارا میں بکر فضل بخاری علیہ الرحمہ کے فرزندوں میں سے ایک واعظ تھا۔ اس کو بھی خواجہ یوسف علیہ الرحمہ کا حضرت خواجہ سے مل جانا بہت زیادہ "دشوار" لگتا تھا، وہ اکثر کہتا تھا کہ "اس سر اور پاؤں سے ننگے درویش کے پاس علم اور دانش نہیں۔ اس کی متابعت کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ اس کو روکنا چاہئے تاکہ دوبارہ اہل علم کے ساتھ نہ بیٹھے" ایک روز وہ اپنے دوستوں سے اتفاق کر کے قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوا اور اتفاقاً اسی روز خواجہ یوسف بھی طلباء کی جماعت کے

ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں ''قصر عارفاں'' آئے۔ ''باغ خانقاں'' میں عظیم اجتماع (منعقد) ہوا، جب (سب لوگ) طعام سے فارغ ہوئے تو اس واعظ کے دوست صبر نہ کر سکے۔ جہاں تک کہ حضرت اور ان کے درویشوں کے ساتھ (بحث میں) مشغول ہو گئے، دریں حال شیخ امیر حسین باغ میں آیا اور اس نے سلام کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ''امیر حسین اس طرف آؤ'' پھر فرمایا ''تو ہمارے حکم کی کب تک مخالفت کرے گا، ہر چند تیرا یقین زیادہ ہوتا ہے ''تو اتنا ہی زیادہ تو مخالفت کرتا ہے''، شیخ امیر حسین نے کہا ''میں نے کس وقت (آپ کے) خلاف کیا'' حضرت خواجہ نے فرمایا، میں نے تجھے کہا تھا کہ فلاں زمین کا سینہ بلند ہے، اسے ہموار کرنا چاہئے، تا کہ وہ پانی جذب کر سکے اور وہاں مولی کاشت کی جائے، اور وہ ''بے کشت'' نہ رہ جائے'' شیخ امیر حسین نے کہا ''میں نے ایسا ہی کیا ہے'' حضرت خواجہ نے بڑے اصحاب کو روانہ کیا تا کہ اس زمین کی حالت کی خوب تحقیق کریں، جب درویش گئے تو (دیکھا) حضرت خواجہ کے فرمان کے مطابق اس زمین میں مولی کاشت نہ کی گئی تھی، اس واسطے کہ وہ ابھی تک بلند تھی اور پانی کے بغیر تھی، حضرت خواجہ نے شیخ امیر حسین سے فرمایا ''تو میری بات اسی طرح سنتا ہے''۔ پھر آپ نے ہیبت سے امیر حسین کی طرف نظر کی تو اسی وقت اسکا حال بدل گیا، وہ گر پڑا اور اسکی گردن سے آواز نکلی، پھر اس کا منہ قفا (گدی) کی طرف اور قفا سینے کی طرف ہو گئی، اس کا حال دیکھ کر حاضرین کا احوال بھی متغیر ہو گیا، اس طرح ''فرصت دراز گزر گئی، مگر حاضرین میں سے کسی آدمی کو اس کی مجال نہیں تھی کہ حضرت خواجہ سے درخواست کرے۔ آخر الامر خواجہ یوسف، وہ واعظ اور سب طلباء اٹھے اور بہت زیادہ شفاعت کی تو آپ نے ان کی شفاعت کو قبول کرتے ہوئے فرمایا ''شیخ امیر حسین کے ہاتھ کو مالش کرو'' پھر اس کا چہرہ اور ''قفا'' اصلی حالت میں آگئی اور ان حاضرین کا انکار، اقرار میں مبدل ہو گیا،

مومن کی فراست سے ڈرو: ایک درویش نے نقل کیا کہ شام (کا

وقت) تھا حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ، شہر بخارا میں ایک دوست کی منزل میں تشریف فرما تھے، شیخ امیر حسین "قصر عارفاں" سے آیا تو حضرت خواجہ نے اس کی طرف نظر فرمائی اور فرمایا "امیر حسین! تجھ پر کیا گزرا ہے" وہ خاموش رہا تو حضرت خواجہ نے پوچھا "تجھے ہماری صحبت میں رہتے ہوئے کتنے سال ہو چکے ہیں" اس نے کہا "سترہ سال" آپ نے فرمایا "اس دوران کیا تو نے ہم سے کوئی ایسی بات سنی جو واقع نہ ہوئی ہو"۔ شیخ امیر حسین نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا "پھر جو کچھ ہوا ہے (اس کے بارے میں) کیوں نہیں بتاتا" وہ بالکل نہ بولا، آپ نے فرمایا "جب تو نہیں بتاتا تو میں بتا دیتا ہوں" پس آپ نے جلال کے ساتھ فرمایا "تیرے دل میں میری ضعیفہ (بیوی) یا دختر کے بارے میں کوئی خیال آیا ہے" جب آپ نے یہ سخن فرمایا، شیخ امیر حسین کی گردن سے آواز نکلی اور اس کا چہرہ اس کی پشت کی طرف ہو گیا اور اس کی قفا (گدی) اس کے سینے کی طرف ہو گئی اور رنگ سیاہ ہونے لگا، اسی حال میں کافی وقت گزر چکا تھا۔ اور رات "بیگاہ" ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے پہلے ہر گز یہ حال مشاہدہ نہیں کیا تھا اس لئے از خود رفتہ ہو گیا، اس مکان میں ایک عزیز تھا جس نے کھڑے ہو کر التماس کی، حضرت خواجہ نے فرمایا "اے عزیز! تو خاموش ہو جا، تو درویشوں کے طریقے نہیں جانتا اور نہ تو ان کی صحبت میں رہا ہے کہ درست کہہ سکے" اسی وقت شیخ امیر حسین نے کہا "صورت حال یہ تھی کہ حضرت خواجہ نے مجھے کچھ گوشت، صابون، اور روغن چراغ دیا کہ قصر عارفاں میں ہمارے گھر پہنچا دے، وہ اس طرح کہ یہ چیزیں دروازے کے قریب گھڑے میں رکھنا، جب میں آپ کے گھر پہنچا اور اسی طریقے سے وہ چیزیں گھڑے میں رکھ دیں تو (اچانک) میری نظر آپ کی خاتون کی بہن پر جا پڑی اور میرے دل میں میل آ گیا"۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "جب تجھے معلوم ہے کہ ہماری آنکھ میں بصیرت ہے، جو حق تعالیٰ و تقدس نے ہمیں کرامت فرمائی ہے، جیسا کہ حدیث نبوی کا حکم ہے "اتقوا فراسة المومن فانہ"

ینظر بنور اللہ" یعنی مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر تو ہمیں کیوں تشویش میں مبتلا کرتا ہے۔ اور جلدی سے سچ بات کیوں نہیں کہہ دیتا" اس نے کہا" بد کردم وتوبہ کردم" میں نے برا کیا، (اب) میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ معاف فرمادیں" حضرت خواجہ نے اپنا دست مبارک شیخ امیر حسین کی گردن پر رکھا تو اس کی گردن سے آواز آئی اور اس کا چہرہ اور قفا اپنی اصلی حالت پر آ گئے، حق یہ ہے کہ ان احوال کا مشاہدہ حضرت خواجہ کے ساتھ میرے رسوخ محبت کا سبب بن گیا۔

شفقت و تربیت: انہوں نے شیخ شادی سے نقل کیا کہ ایک بار میں "کرباس" (ایک قسم کے کپڑے) کا کچھ ٹکڑا شہر بخارا کے بازار لے گیا اور فروخت کردیا، اس کی رقم حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ نے خرچ کردی اور مجھے فرمایا" جب تو گھر پہنچے تو (گھر والوں سے) کہنا" کرباس کی قیمت حضرت خواجہ نے خرچ کردی ہے" جب میں شہر بخارا سے غدیوت آیا تو اہل خانہ نے مجھے پوچھا کہ" تو نے کرباس کی رقم کو کیا کیا" میں نے کہا" میں نے اسے کمر پہ باندھا تھا، کہیں (راستے میں) کھل کر گر پڑی" گھر والے تو خاموش ہو گئے لیکن میرے اندر ایک "قبض عظیم" کی (کیفیت) پیدا ہوگئی اور مجھ سے آرام وقرار (دور) جاتا رہا۔ ایک مدت کے بعد حضرت خواجہ شہر بخارا سے تشریف لائے اور اس "جماعت خانہ" سے فرمایا "شادی نے تمھیں آکر جو بتایا تھا کہ رقم میں نے کمر پہ باندھی تھی، لیکن وہ کھل کر گر پڑی، تو یہ سخن خلاف واقعہ ہے، میں نے اس سے کہا تھا کہ جاکر (اصل) صورت حال بتانا، اب اس کی یہ قبض اس وجہ سے ہے کہ اس نے اصل واقعہ بیان نہیں کیا ہے" اس کے بعد آپ نے لطف فرمایا اور اسے اس "صفت قبض" سے باہر نکالا، آپ (مزید) شفقت اور تربیت بجالائے تو حاضرین کا آپ کے اس اشراف وشفقت (کو دیکھ کر) حال تبدیل ہوگیا۔

مرشد کا فریضہ: منقول ہے کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ غدیوت میں شیخ شادی کے گھر تشریف فرماتے اور فقیروں پر لطف فرمارہے تھے، شیخ شادی نے اس کمرے

میں داخل ہونا چاہا تو پہلے بائیں پاؤں کو اندر رکھا، حضرت خواجہ نے فرمایا ''شادیؔ! تو غفلت کے ساتھ اندر آیا ہے، تجھے کیا ہوا کہ تو غافل ہو گیا، جس کمرے میں ہم رہتے ہیں اس میں تو غفلت کے ساتھ آتا ہے، آخر تو کیوں واقف نہیں ہوتا'' پس ازاں آپ نے 'اپنی انگشت مسبحہ'' کو زمین پر رکھا تو شادی سرنگوں ہو کر ''تنشو'' (نالی) میں جا گرا اور اس کے احوال تبدیل ہو گئے اور وہ از خود رفتہ ہو گیا۔ اس صفت کے مشاہدے سے حاضرین پر ایک خوف طاری ہوا اور وہ سب گریہ زن ہو گئے، اس وقت ایک درویش ''باغ ارسلان'' سے حاضر ہوا اور اس نے وہ حال دیکھ کر اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہوئے نہایت عاجزی اختیار کی، پھر آپ نے شیخ شادیؔ سے عفو فرمایا اور فرمایا ''مرشد وہ ہے جو محل شفقت (تربیت) میں (مرید کی) ذرہ بھر اور ایک چھلکے کے برابر (کوتاہی) بھی نظر انداز نہ کرے، اگر میں تجھے، تیری غفلت نہ بتاؤں تو میں نے (تیری) کیا شفقت کی ہوگی''

غفلت منظور نہیں: منقول ہے کہ ایک بار درویش غدیوت میں شیخ شادی کے گھر ''تماج'' پکا رہے تھے اور اتفاقاً ایک درویش ''تماج'' کو غفلت کے ساتھ دیگ میں ڈال رہا تھا، سب درویش مزاح کر رہے تھے، جب انہوں نے ''تماج'' ڈالنا ختم کر دیا، تو حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ ''قصر عارفاں'' سے تشریف لے آئے۔ آپ نے بہت جلال کے ساتھ شیخ شادی کو فرمایا کہ دیگ کے سر پر پوش استوار کر دے۔ پھر روئے مبارک ان درویشوں کی طرف کر کے فرمایا ''یہ کیسی عمر ہے جو تم لوگ گزار رہے ہو، مجھے کئی، کام تھے، جب میں نے دیکھا کہ تم لوگ تماج کو غفلت کے ساتھ ڈال رہے ہو، تو میں بہت تیزی سے آیا ہوں، وہ جماعت جو غافل تھی، اس کے احوال تبدیل ہو گئے اور وہ بیخود ہو گئی۔ شیخ شادی نے درخواست کی تو حضرت خواجہ نے معاف فرما دیا۔ اور شیخ شادی سے کہا دیگ کا سر کھول دے، شیخ شادی نے دیکھا کہ وہ تماج ''انگوربا'' ہو چکا تھا، حالانکہ بہار کا موسم تھا۔ جیسا کہ وہ تماج اور روغن ڈالتے تو

ایسا اکثر ہوا کرتا تھا، اور یہ واقعہ بہت سی مخلوق کے ارشاد کا سبب بن گیا۔

درویش کھانا نہ کھا سکے: منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ کے درویش غدیوت میں شیخ شادی کے گھر ''شیر گرنج'' پکا رہے تھے، جب انہوں نے (کھانے کیلئے) وہ طعام پیالوں میں ڈالا اور تقسیم کیا تو کسی ایک درویش، میں بھی طاقت نہ ہوئی کہ اس کا ایک لقمہ بھی کھا سکے۔ وہ سب حیران ہو گئے اور کہنے لگے، ''ہمارے حلق پکڑے گئے ہیں۔ اب کھانا ممکن نہیں ہے، اس میں ضرور کوئی راز ہوگا۔ مصلحت یہی ہے کہ ان سب ''آشبوں'' کو دیگ میں ڈال دیں اور انتظار کریں کہ کیا ظاہر ہوتا ہے'' ایک لمحہ ہی گزرا تھا کہ حضرت خواجہ تشریف لے آئے اور فرمایا ''میں ''قصر عارفاں'' سے چلا تو تم لوگ دیگ آتش دان پر رکھ چکے تھے، اور جب میں نے چوتھائی راہ طے کر لی تو تم نے آش دیگ سے نکالنا شروع کر دی، پس ازاں میں نے تمہارے حلق پکڑ لئے تا کہ تم آش نہ کھا سکو، ان درویشوں نے ''شوق تمام'' کے ساتھ وہ آش آپ کی خدمت میں حاضر کی اور اس صحبت مبارک میں بہت سے عجب احوال پیش آئے۔

امیر حسین کا استقبال: ایک درویش سے منقول ہوا کہ پہلی بار خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ بیت اللہ شریف کی زیارت کیلئے جا رہے تھے تو آپ نے خراسان میں قیام فرمایا۔ آپ نے وہاں سے ایک مکتوب بھیجا کہ آپ نے بخارا سے شیخ امیر حسین کو طلب کیا تھا۔ اتفاقاً میں بھی شیخ امیر حسین کے ہمراہ خراسان روانہ ہو گیا، جب ہم ''مرو'' پہنچے تو خبر ہوئی کہ حضرت خواجہ تو ''سرخس'' کی جانب چلے گئے، جب ہم اس طرف چلے اور نزدیک پہنچے تو حضرت خواجہ نے ہمارا استقبال فرمایا، ہم متعجب ہوئے کہ حضرت خواجہ کو ہماری آمد کا کیسے معلوم ہوا ہے'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''کل دو مرتبہ مجھے کہا گیا تھا کہ ''درویش امیر حسین آ رہا ہے، اس کا استقبال کرو''

مولانا عارف کا واقعہ: خواجہ علاء الحق والدین طاب تربتہٗ سے منقول ہے کہ ایک

روز خواجہ یوسف نے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ سے التماس کی کہ آپ اس فقیر کے ''مزار سفید مون'' والے باغ میں قدم شریف رکھیں، آپ نے ان کی یہ التماس قبول فرمائی۔ اور درویشوں کے ہمراہ سفید مون کی جانب اس باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں دو روز توقف فرمایا۔ عنایات الٰہی سے تیسرے روز بھی آپ کی خدمت میں درویشوں کے احوال بہت خوش تھے۔ اور صحبت سرگرم تھی دراں حال مولانا عارف پہنچے اور آپ کی صحبت سے مشرف ہوئے، کچھ دیر گزری تھی۔ کہ حضرت خواجہ اس باغ سے باہر نکل آئے اور ایک درخت کے سائے میں تکیہ لگالیا۔ یہ ضعیف آپ کے قدموں میں تھا۔ تھوڑی فرصت کے بعد خواجہ یوسف کچھ طالبعلموں کیساتھ باغ سے باہر نکلے لیکن حضرت خواجہ کی خدمت میں نہ پہنچے۔ جب میں ان کے نزدیک گیا تو انہوں نے فرمایا ''ہمارے اندر ایک خوف پیدا ہو گیا ہے، اس لئے ہم حضرت خواجہ کے نزدیک نہیں جا سکے۔ خوف کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ باغ سے اس طرف آ گئے تو اس کے بعد مولانا عارف نے ایک بات کر دی، ہم نے ایک ہی لمحہ اس کے کلمات سنے کہ ہم میں ثقالت اور قبض (کی حالت) پیدا ہو گئی، ہم جلدی سے اس مجلس سے باہر نکل آئے۔ اب ہم پر ایک ''خوف عظیم'' طاری ہو چکا ہے'' میں نے حضرت خواجہ سے خواجہ یوسف کا واقعہ عرض کر دیا، آپ باغ میں تشریف لائے تو نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نماز میں مشغول ہوئے تو مولانا امیر ابوبکر اشجی کو امامت کا حکم دیا۔ تکبیر تحریمہ کے بعد ایک فرصت گزر گئی مگر مولانا ابوبکر سے کوئی حرکت پیدا نہ ہو سکی، آپ اُسے محراب سے باہر لائے اور خود امامت میں مشغول ہو گئے، جو لوگ حضرت خواجہ کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے، ان میں ایک ہیبت پیدا ہو گئی تھی، اور ہر آدمی میں ایک کیفیت نے (ایسا) تصرف کیا کہ وہ نماز بھی نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ان میں سے صرف ایک شخص نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، اور جو لوگ خواجہ یوسف کے باغ میں موجود تھے ان کی تعداد تقریباً ستر تھی۔ ہر آدمی کا ایک (خاص) حال تھا۔ بعض آدمی

رو رہے تھے اور بعض خاک میں لوٹ رہے تھے اور بعض صحرا کی طرف جا رہے تھے۔ مولانا امیر ابو بکر نے عمامہ اور دراعہ (چوغہ) پھینک دیا اور ہر طرف دوڑنے لگا۔ اور کہنے لگا "میرا دل، مجھ سے رنجیدہ ہے" نیز وہ اپنے سر پر "خاک وخاشاک" بھی ڈال رہا تھا، جب حضرت خواجہ نے نماز مکمل فرمائی اور آپ نے اس قوم کی صفت کو مشاہدہ کیا کہ ان کا حال عجیب ہو گیا تھا۔ آپ باغ سے باہر تشریف لائے اور ایک ٹیلے پر کھڑے ہو گئے دراں حال خواجہ یوسف نے کہا "ہمارا خوف اور زیادہ ہو گیا ہے کہ اس حال کی تدبیر کیا ہے" میں نے خواجہ یوسف کا یہ حال اور صفت حضرت خواجہ کے حضور عرض کر دی، آپ نے غیرت اور اس قوم کے اظہار عجز کے طور پر فرمایا "ان لوگوں کی تدبیر یہی ہے کہ مولانا عارف کے نزدیک جائیں، وہ ان لوگوں کے یہ احوال اسی کے کلام و بیان کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسے تلاش کرنا چاہئے" اتفاقاً مولانا (عارف) کسی طرف چھپ گئے تھے، ایک جماعت مولانا عارف کو تلاش کرنے نکلی، اس وقت میں نے حضرت خواجہ کے حضور عاجزی کا اظہار کیا (اور کہا) خواجہ یوسف کا دل بہت زیادہ زیر بار ہے کہ یہ لوگ آپ کی صحبت شریف کیلئے اس باغ میں آئے ہیں، اور ان کا یہ حال (ان کی) بے معرفتی اور نادانی کی بدولت واقع ہوا ہے۔ ان کے حال کی اصلاح آپ کی معمولی سی التفات پر منحصر ہے" حضرت خواجہ نے لطف فرمایا اور ان لوگوں میں سے ہر ایک کو توجہ عطا فرمائی تو وہ اپنے اصل حال میں واپس آ گیا۔ لیکن آپ مولانا امیر ابو بکر کی طرف ہرگز مشغول (متوجہ) نہ ہوئے۔ جہاں تک کہ مولانا عارف آ گئے، حضرت خواجہ نے مولانا عارف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "یہ جو تو نے عمل کیا ہے، کیا یہ درویشی ہے" تو نے مجلس کو گرم پایا اور ایک قوم کو دیکھا کہ وہ بہت زیادہ متعلق ہے، تو تو نے ارادہ کیا کہ ان کو اپنی طرف جذب کر لے، تو نے تنور کو گرم پا کر اپنے خمیر کو پکانا چاہا، اور فساد برپا کر دیا۔ اب تجھ پر واجب ہے کہ ان کے حال کی اصلاح کرے۔ میں نے خواجہ یوسف کی التماس کے واسطے سے سوائے مولانا

امیر ابوبکر کے سب لوگوں کا علاج کر دیا، جس وقت میں باغ سے باہر نکلا تو تو نے صحبت گرم حاصل کی اور اس مولانا امیر ابوبکر کی طرف متوجہ ہوا اور معارف الٰہی کی شرح بیان کرنے لگا۔ اب تجھے چاہئے کہ اس کے اس حال کی اصلاح کرے۔ تو نے ایک بہت بڑے عالم کامل کو اپنے سخن سے بیخود کر دیا ہے۔ اور "غیر، منتفع" بنا دیا ہے، اس کے فرزند تجھے کیسے چھوڑیں گے؟"

جب حضرتِ خواجہ نے یہ "سخنانِ مبارکہ" ادا فرمائے تو آپ سے ظاہر ہونے والی ہیبت وجلال کے اثر سے مولانا عارف رونے لگا۔ اس نے بہت زیادہ برخاست وتضرع سے کام لیتے ہوئے کہا "میں نے برا کیا، اب توبہ کرتا ہوں"۔ واقعی میری یہ حد نہیں ہے۔ خواجہ یوسف نے بھی اٹھ کر شفاعت کی تو حضرت خواجہ نے مولانا عارف کو معاف کر دیا، مولانا امیر ابوبکر کو بہت زیادہ توجہ سے نوازا، اور ان سے وہ صفت زائل کر دی، پھر آپ نے فرمایا۔ "عمامہ باندھ لو اور دراعہ پہن لو"۔ مولانا امیر ابوبکر جب اپنے اصل حال میں لوٹ آئے تو حضرتِ خواجہ بھی علماء اکابر، اور درویشانِ (باصفا) کے ساتھ "مزار سفید مون" کے باغ سے شہر بخارا کی طرف چل پڑے۔

مشائخ ننگی تلوار ہیں: ایک عزیز نے نقل کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ شہر بخارا میں ایک "دراز گوش" پر سوار تھے۔ اتفاقاً ایک درویش آپ کی راہ گزر پر (کھڑا) تھا۔ جب آپ اس کے نزدیک پہنچے تو اس درویش نے درخواست کی "گدھے سے نیچے اترنا شرط نہیں" حضرت خواجہ نے فرمایا "ہمارے دل میں بھی نہیں تھا کہ ہم نیچے اتریں، پس درخواست کی حاجت نہیں ہے" اس درویش نے غضب ناک ہو کر آپ کو بہت زیادہ برا بھلا کہا،، آپ نے تبسم فرمایا اور بشاشت کا اظہار کیا، حاضرین آپ کے اس لطف پہ حیران ہو گئے۔ اتفاقاً دوسرے روز حضرت خواجہ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ "کوفین" کی طرف روانہ ہوئے تو (معلوم

ہوا کہ) اس درویش کو ایک سخت (قسم کا) مرض لاحق ہو گیا ہے، بعض لوگ جو اس روز حاضر تھے جب اس نے حضرت خواجہ کی بے ادبی کی تھی، وہ اس کے پاس گئے اور اسے کہا تیری بیماری کا باعث وہ الفاظ ہیں جو تو نے اس دن آپ کی نسبت ادا کئے تھے، اس (بیماری) کا علاج بھی آپ ہی کریں گے۔ اب وہ درویش ہمیشہ حضرت خواجہ کو یاد کرتا رہتا تھا، ایک روز اس نے مجھے طلب کیا اور کہا ''اگر آپ تشریف نہ لائے تو میں ہلاک ہو جاؤں گا'' کچھ دیر کے بعد جب میں اس کے پاؤں سے (اٹھ کر) باہر آیا اور ایک کام کی غرض سے ایک طرف روانہ ہوا تو حضرت خواجہ سے میری ملاقات ہو گئی ۔آپ اس وقت کوفین کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ اس ''درویش بیمار'' کا حال کیا بہتر ہے، جس کے پاس تو ابھی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے تعجب کیا، اور اسی وقت عرض کیا ''اسے بہت زیادہ زحمت ہے اور وہ آپ کی لقائے شریف کا منتظر ہے'' حضرت خواجہ اپنی منزل پر نہ گئے، اس کی عیادت کے لئے چل پڑے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اس درویش کی عیادت کی اور فرمایا ''الشافی ہو اللہ وہی اللہ شفا دینے والا ہے۔ تو ٹھیک ہو جائے گا ،خوف نہ کھا، تو اس بیماری سے نہیں مرے گا''۔ آپ کی دعا کی برکت سے اس درویش میں صحت کا اثر پیدا ہو گیا۔ اس نے حضرت خواجہ سے بہت زیادہ عذر کیا اور عرض کی ''آپ کی خاطر شریف مجھ سے رنجیدہ ہے۔ میں نے بے ادبی کی ،آپ معاف فرما دیں'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''میرا دل تجھ سے رنجیدہ نہیں، اور میرے باطن میں تیری طرف سے کوئی غبار نہیں'' پھر حضرت خواجہ اس درویش کے پاس سے باہر آ گئے اور دراں اثنا ارشاد فرمایا ''ہم روش پیغمبر ﷺ کی متابعت کرتے ہیں، لوگوں نے ان کے دندان مبارک کو شہید کیا تو آپ نے فرمایا ''**اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون**'' اے اللہ! میری قوم کو ہدائت دے، وہ (میری عظمت کو) نہیں جانتے۔ لیکن کہا گیا ہے ''مشائخ ننگی تلوار ہیں لوگ خود اپنے آپ کو اس تلوار پر گرا لیتے

ہیں، وہ خود تو کسی پر نہیں گرتے۔" حضرت عزیزان قدس اللہ سرہٗ سے سوال کیا گیا کہ "یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کو مشائخ کی تلوار لگی ہے، یہ بات کیسی ہے" آپ نے فرمایا "جو آدمی مرد کامل ہے وہ غیر سے مشغول نہیں ہوتا اور جو "نامرد" ہے وہ یہ کام کر نہیں سکتا، لیکن اس راہ (عرفان) میں (شیخ کامل) ایک ننگی تلوار ہے، لوگ خود اپنے آپ کو اس پر گرا لیتے ہیں"

کمزور اونٹ، شہ زور ہو گیا: ایک درویش نے نقل کیا ہے جو حضرت خواجہ ما قدس اللہ سرہٗ کے سفر و حضر کا ملازم تھا کہ آپ دوسری مرتبہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے اور بغداد پہنچے تو یہ وہ وقت تھا جب حجاج کرام "راہ کعبہ" کے لئے کرائے پر اونٹ حاصل کرتے تھے، حضرت خواجہ نے اصحاب کو حکم دیا کہ "ہر آدمی اپنے لئے ایک ایک اونٹ حاصل کر لے" بالآخر ایک اونٹ لاغر اور ضعیف رہ گیا۔ جس کی طرف کسی حاجی نے التفات نہ کی اور کسی نے اسے قبول نہ کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "اس اونٹ کو ہم حاصل کرتے ہیں، اصحاب بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے عاجزی کرتے ہوئے حضرت خواجہ سے عرض کی "یہ اونٹ بہت لاغر ہے اور اس کی قوت کے بغیر "راہ کعبہ" بہت دشوار ہے" حضرت خواجہ نے فرمایا "البتہ ہم اسی اونٹ پر بیٹھنا چاہتے ہیں" بعدہٗ جب جنگل آیا تو بہت سارے قوت والے اونٹ درماندہ ہو کر ایک جگہ رک گئے۔ حضرت خواجہ کعبہ کو جاتے وقت اور آتے وقت اسی لاغر اونٹ پر سوار رہے۔ حضرت خواجہ بہت مرتبہ فرمایا کرتے تھے "ہر کوئی جب کسی ستور پر سوار ہو تو اسے چاہیے کہ ستور (لادو جانور) پر اپنا بوجھ نہ ڈالے اور ہر طرح ستور کے حال کی رعایت کرے۔" بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں جو صورتاً تو ستور پر سوار ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً ان کا بوجھ سواری پر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سلطان ابو یزید بسطامی قدس اللہ سرہ سے منقول ہے" حج کے راستے میں تمام اہل قافلہ کو حضرت خواجہ کی اس صفت سے بہت زیادہ حیرت ہوئی۔

وہ خواب اپنا دکھا گئے: شیخ امیر حسین نے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ سے میری محبت اور وابستگی کا پہلا سبب یہ تھا کہ میں قصر عارفاں میں آپ کے گھر (کے پاس) رہا کرتا تھا۔ میری عمر بیس سال تھی۔ میرا پیشہ تو زراعت تھا لیکن میری تمام ہمت کھانے اور سونے میں صرف ہوتی تھی۔ میں قرآن، آداب اور مسلمانی کے احکام کو نہیں جانتا تھا۔ حضرت خواجہ مسجد کو جاتے ہوئے میرے گھر کے دروازے پر سے گزرتے تو ہر مرتبہ گزرتے وقت مجھ پر نظر ڈالتے اور تبسم فرما دیتے تھے۔ جہاں تک کہ چند مرتبہ اسی طرح واقع ہوا تو میرے اندر بہت زیادہ غم پیدا ہو گیا کہ میں کیوں نہیں نماز پڑھتا، کوئی بھی میرے اس حال سے واقف نہیں تھا۔ ایک رات میں اسی غم میں سو گیا، میں نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں ایک بڑا سا روشن آئینہ ہے، آپ نے اسے میرے ہاتھ پر رکھ دیا اور میں نے اپنے آپ کو اس آئینے میں دیکھا، میں اسی حال میں تھا کہ خواب سے بیدار ہو گیا، پھر مجھ پر بہت زیادہ گریہ طاری ہوا اور ہر لحہ میں یہی چاہتا تھا کہ نعرہ لگاؤں، لیکن بہت زیادہ تکلف کرتے ہوئے میں نے ضبط سے کام لیا۔ دریں حال حضرت خواجہ میرے گھر تشریف لائے اور میرے نزدیک بیٹھ کر فرمایا "تجھے کیا ہوا ہے" میں خاموش رہا، آپ نے فرمایا "جس نے تیرے ہاتھ پر آئینہ رکھا وہ کون تھا" میں نے کہا "حضرت شما" آپ نے فرمایا "جب تو جانتا ہے تو خاموش رہنا" پھر فرمایا "تو نماز کیوں نہیں پڑھتا" میں نے روتے ہوئے عرض کی "میں نماز پڑھنا نہیں جانتا اور میں قرآن بھی نہیں پڑھ سکتا "۔ آپ نے فرمایا "میں تجھے تعلیم دوں گا، اور ہر تربیت اور شفقت بجالاؤں گا" والحق جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی بجالائے، یہ واقعہ میری محبت کا پہلا سبب تھا۔ پھر میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہا کرتا اور ہر اشارے کا انتظار کرتا کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔

تاراب کا واقعہ: شیخ امیر حسین نے بیان کیا ہے کہ جس وقت لوگ تاراب (کے بازار) کی تعمیر کر رہے تھے تو بخارا کی خلقت بہت زیادہ تشویش میں مبتلا

تھی۔ حضرت خواجہ ماقدس اللہ سرہٗ کی خاطر شریف بھی اہل اسلام کے تفرقہ کی وجہ سے زیر بار تھی۔ میں اس وقت ایک سوخار سے باغ کی دیوار (بنانے) کے لئے پشت پر کانٹے دار جھاڑی لا رہا تھا۔ حضرت خواجہ نے مجھے فرمایا ''تو تاراب کی طرف چلا جا کہ مسلمانوں کو خلاصی نصیب ہو''۔ میں آپ کے حکم سے تاراب کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میں تاراب کے نزدیک پہنچا تو میں نے وہاں کے لوگوں میں غلبہ اور شور ملاحظہ کیا۔ جب اور قریب گیا تو معلوم ہوا کہ حکم ہو چکا ہے، کہ لوگ واپس چلے جائیں۔ درحال لوگ شہر بخارا کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ دوسرے روز میں حضرت خواجہ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا ''تو اتنی جلدی کیوں آ گیا'' میں نے قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا'' کاش تو اس سے پہلے چلا جاتا''

ایک بے نماز کی توبہ

قصر عارفاں میں رہنے والے ایک آدمی نے بیان کیا کہ ایک رات حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ' قصر عارفاں کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ درویشوں کی ایک جماعت بھی حاضر تھی۔ حضرت خواجہ میری طرف متوجہ ہوئے اور میرے باپ کا نام لیکر فرمایا'' کون ہے جو اسے نماز کے لئے حاضر کرے'' اور حال یہ تھا کہ میرا باپ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ جونہی حضرت خواجہ نے یہ ارشاد فرمایا، میں نے ایک جماعت دیکھی جو اپنے ہاتھ میں ''تیغ و دبوس'' کا بہت ہیبت ناک اسلحہ لیے ہوئے تھی اور میرے باپ (کو مارنے) کا ارادہ کر رہی تھی۔ میں جلدی سے اٹھا اور عرض کی ''میں اسے نماز کے لئے حاضر کرتا ہوں'' حضرت خواجہ نے فرمایا'' تو یہ دولت اور سعادت حاصل کرے گا'' میں مسجد سے باہر نکلا اور بہت جلدی سے گھر کی طرف چل پڑا۔ میں نے اس جماعت کو اسی کیفیت میں دیکھا کہ میرے پیچھے گھر پہنچ گئی ہے۔ میں نے باپ سے کہا'' نماز کے لئے چلنا چاہیے'' اس نے کہا'' کیوں نہیں، میں چلتا ہوں''، لیکن پھر اس نے ذرا مساہلت سے کام لیا۔ میں نے اس جماعت کو دیکھا کہ اس کو مارنے کا ارادہ کر رہی تھی، میں نے جلدی کی اور باپ کو وضو میں مشغول کر دیا۔

میری آنکھ اس جماعت پر لگی ہوئی تھی۔ میرے باپ نے وضو کیا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گیا تو میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا، جب میں مسجد کے دروازے کے پاس ایک حوض کے کنارے پہنچا تو میری حالت تبدیل ہو گئی اور میں از خود رفتہ ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت خواجہ کے پیچھے نماز عشا پڑھی لیکن میں اسی حال میں رہا، پھر حضرت خواجہ تشریف لائے اور اپنا دست مبارک میرے کندھے پر پھیرا تو میں اپنے اصلی حال میں آیا۔ میں نے یہ واقعہ اپنے باپ سے بھی بیان کیا تو وہ بہت زیادہ حیران ہوا۔ بعد ازاں اس نے کبھی نماز نہ چھوڑی۔

گر ساتھ تمھارا ہو جائے: شیخ امیر حسین نے نقل کیا ہے جس فرصت حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ نے مجھے "امیر بیان" کی لشکر گاہ کی طرف اپنے والد گرامی (کی تلاش) کیلئے روانہ فرمایا تو آپ اتفاقاً قرشی میں تشریف فرما تھے زمستان (سرما) کی فصل تھی۔ اور ہوا بھی بہت زیادہ سرد تھی، برف بھی بہت زیادہ پڑ رہی تھی، اس روز نماز ظہر کا وقت تھا، حضرت خواجہ نے لطف فرمایا اور درویشوں کے ایک گروہ کے ساتھ سر راہ تشریف لائے اور اس فقیر سے یہ الفاظ بہت مرتبہ ارشاد فرمائے "میں جمیع الاحوال میں تیرے ساتھ ہوں، عالم صورت میں تو جا رہا ہے لیکن در حقیقت میں جا رہا ہوں' اپنی خاطر جمع رکھنا" آپ نے مجھے توشے، سواری اور ہمراہی کے بغیر روانہ فرمایا، جب میں آپ کی نظر کرم سے چل پڑا تو میرا حال عجیب تھا، نماز شام کا وقت ہوا تو میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں دو گنبد تھے، ان کے باہر دو اونٹ سو رہے تھے اور اونٹوں کے مالک گنبد کے اندر تھے، در آں حال برف پڑ رہی تھی، میں کچھ دیر وہاں بیٹھا تو (کیا دیکھتا ہوں) کہ عمدہ لباس پہنے تین سوار میرے عقب (کی طرف) آن پہنچے، ایک آدمی سے "آثار امارت" ظاہر ہوتے تھے۔ میں نے اسے سلام کیا تو ان لوگوں کا امیر سواری سے نیچے اترا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ ہی اس گنبد میں لے آیا۔ میں نے معلوم کیا کہ اس کا دل میری طرف مائل ہو رہا تھا، بعدہٗ اس گروہ نے پوچھا، "یہ

کون ہے" ان کا امیر بولا "میں اس جگہ پہنچا تو یہ اونٹوں کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا، اس گروہ نے کہا" یہ کوئی چور ہے" میں مسکرایا اور کوئی بات نہ کی" ان کے امیر نے مجھ سے کیفیت احوال دریافت کی، تو میں نے کہا" میں بخارا کی طرف سے امیر بیان کی لشکر گاہ کی طرف جا رہا ہوں" وہ بولے" کس لئے" میں نے کہا" میں ایک عزیز کی خدمت میں رہتا ہوں، ان کے والد گرامی اس لشکر گاہ میں ہیں۔ اس عزیز کو کوئی (امر) مانع تھا جس کی بنا پر وہ نہ آسکے (اور انہوں نے مجھے بھیج دیا) وہ بولے" اگر تو درست کہتا ہے تو تیرا توشہ، سواری اور ہمراہی کہاں ہے" میں نے کہا" اس عزیز نے مجھے ایسے ہی بھیجا، مجھے کوئی اختیار نہیں ہے" اس گروہ میں ایک "مرد حاجی" تھا، کہنے لگا" وہ عزیز جس نے ایسے ہی بھیج دیا ہے، ضرور حق تعالیٰ کے دوست بندوں میں شامل ہے۔ وہ جانتا اور دیکھتا ہے کہ یہ درویش راستے میں ہمراہ ہوگا" اسی لئے اس نے اِسے توشے، سواری اور ہمراہی کے بغیر روانہ کر دیا ہے۔ پس ازاں اس جماعت کا امیر میرے ساتھ بہت رعایت کرنے لگا، اس جماعت کی حقیقت حال یہ تھی کہ وہ لوگ "ولایت کاشغر" سے اس امیر (بیان) کے پاس "مال عظیم" لے کر جا رہے تھے، جب صبح ہونے لگی تو ان کا ایک خادم تھا جو غائب ہو گیا۔ میں نے کہا" میں تمہارا خادم (بن جاتا ہوں)، روپیوں سے بھری ہوئی بہت سی بوریاں تھیں۔ ان کے چار آدمی ایک بوری اٹھا سکتے تھے اور میں اکیلا ایک بوری (اٹھا لیتا تھا) اب وہ لوگ تعجب کے ساتھ کہہ رہے تھے، "شاید یہ خضر ہے" میں ان کے ساتھ پنتالیس (۴۵) دن چلتا رہا۔ بعدہٗ یہ سنائی دیا کہ امیر کی لشکر گاہ فلاں جگہ ہے، جب ہم نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ جماعت امیر کی طرف روانہ ہو گئی، میں نے کہا" میں لشکر گاہ کی طرف چلتا ہوں کہ مجھے اس عزیز نے یہی حکم دیا ہے کہ "خبردار لشکر گاہ کی طرف ہی جانا، اس جماعت نے ہر چند کوشش کی لیکن میں نے اُن سے موافقت نہ کی۔ اتفاقاً میرے اور لشکر گاہ کے درمیان دو پہاڑ تھے اور دریائے وخش تھا، اس وقت دو آدمی ایک طرف سے آئے اور بولے ہم بھی لشکر گاہ

کی طرف جارہے ہیں، ان کے پاس مرکب تھے۔ انہوں نے مجھے بھی مرکب پر بٹھایا اوران دو پہاڑوں سے گزار دیا۔ شام کو وہ اپنے گھر لے گئے اور میری بہت زیادہ خدمت اور رعایت کی۔ صبح ہوئی تو انہوں نے مجھے گھوڑے پر بٹھایا اور کہا ''اپنی آنکھ بند کرلے، جب میں نے آنکھ جھپکی تو انہوں نے مجھے اس دریا سے گزار دیا۔ میں لشکر گاہ میں پہنچا اور حضرت خواجہ کے والد گرامی کی منزل معلوم کی، وہ بھی شکار کیلئے جاچکے تھے۔ میں نے ایک قافلہ دیکھا جو ترمذ کی طرف جارہا تھا، میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ترمذ کو چل پڑا، انہوں نے مجھے ایک دراز گوش پر سوار کرلیا تھا، جب ''آبِ چغان'' کی ندی پر پہنچے تو اہل کارواں کے کچھ لوگ پانی میں گر پڑے، ان کے بہت سے دراز گوش بھی پانی میں بہہ گئے۔ پانی عبور کرتے وقت میرا صرف لباس اور موزہ ہی تر ہوا، وہ بھی اس لئے کہ میرا دراز گوش (گدھا) جب پانی کے (دوسرے) کنارے کے نزدیک پہنچا تو گر پڑا اور میں دراز گوش سے نیچے اتر گیا (بعد میں) میں نے یہ سنا کہ دراں حال اس پانی کے کنارے بخارا کے کچھ لوگ موجود تھے۔ انہوں نے مجھے اس حال میں دیکھا اور یہ گمان کرلیا کہ مجھے بھی پانی بہا کر لے گیا ہے۔ پھر انہوں نے بخارا (پہنچ کر) حضرت خواجہ سے عرض کیا کہ امیر حسین بھی ''آب برد'' ہوگیا ہے، حضرت خواجہ نے فرمایا ''اگر چہ وہ پانی میں گرے یا آگ میں پڑے، بالآخر ہمارے نزدیک سلامت پہنچ جائے گا، جب ہم ترمذ پہنچے تو سب آدمی متفرق ہوگئے۔ میں ترمذ کے بازار کی طرف چل پڑا اور ایک مقام پر بیٹھ گیا۔ ہوا بہت زیادہ سرد تھی۔ مجھ سے نماز عصر اور نماز شام قضا ہو چکی تھی۔ گویا میں نے بار عظیم اٹھا رکھا تھا، میرے دل میں آیا کہ اس شہر میں کوئی آشنا نہیں، اسی وقت ایک درویش آگیا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اسی وقت میں نے دیکھا کہ اس کے (دل میں) میری محبت پیدا ہوگئی اور وہ مجھے اپنے گھر کیطرف لے گیا، (اس کا گھر) بہت زیادہ روح افزاء اور صاف ستھرا تھا، چار آدمی (اور) اس گھر میں موجود تھے، انہوں نے جلدی سے میرے کپڑے (سکھانے

کیلئے) اتارے، میرا موزہ چھری سے اتار کر خشک کیا اور (بعد ازاں) کھانا پیش کیا، جب ہم فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے کہا، ''نماز عشاء کی امامت بھی تجھے کرانی چاہئے'' میں نے ہر چند عذر پیش کیا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا،'' بعد ازاں میں نے وضو کیا اور نماز عصر اور شام کی قضا پڑھی۔ اور نماز عشاء کی بضرورت امامت کی۔ وہ درویش اور دیگر لوگ بہت زیادہ روئے۔ اس کے بعد انہوں نے میرا حال (احوال) پوچھا، میں نے (سارا) قصہ ان کو سنایا تو انہوں نے بہت زیادہ تعجب کا اظہار کیا۔ صبح کی نماز کے بعد میں نے اس درویش سے اجازت طلب کی کہ اب میں ترمذ چوک کی طرف جاتا ہوں۔ لیکن انشاء اللہ تعالیٰ واپس آجاؤں گا، کچھ دیر میں ایک دوکان پر بیٹھا تو میں نے ایک ''دراز قد'' پوستین پہنے ہوئے ترک جوان کو دیکھا۔ اس نے ایک بڑی سی روٹی میری بغل میں رکھ دی اور مجھ پر ایک نظر ڈالی۔ میں نے بھی وہ روٹی چھپالی، اس جگہ کے نزدیک ہی ایک مسجد تھی، میں وہاں بہت زیادہ رویا اور اس روٹی کا تھوڑا سا حصہ کھالیا، جب میں اس مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ سواری پر سوار، ہے میرے دل میں خیال گزرا کہ میں اسی سوار سے اس حاکم بخارا کے متعلق پوچھوں جس کی ملازمت میں حضرت خواجہ کے والد محترم (رہتے) ہیں۔ میں اس کے نزدیک گیا، اسے سلام کی اور اس سے پوچھا، اس سوار نے کہا کہ جب وہ جماعت ''کات'' سے آئی تو (لوگوں نے) تمہاری خبر تمہارے شیخ کے والد کو پہنچادی، اب تمہارے شیخ کے والد (تمہارے) بہت زیادہ منتظر ہیں'' میں بھی حاکم بخارا کے جملہ خادموں میں سے ایک خادم ہوں۔ میں دوروز کے بعد لشکر گاہ کی طرف جانا چاہتا ہوں، میرا گھر ترمذ میں فلاں جگہ ہے۔ میرے دل کو تسکین نصیب ہوئی۔ آنگاہ میں اس درویش کے گھر چلا گیا اور حضرت خواجہ کے والد محترم کی خبر (ملنے کا) قصہ سنایا۔ اس نے تعجب کرتے ہوئے کہا تمہارے چوک کی طرف جانے میں بھی ایک حکمت (پوشیدہ) تھی۔ دودن کے بعد میں حاکم بخارا کے اس قاصد کے ساتھ لشکر گاہ کی طرف

چلا گیا، اور حضرت خواجہ کے والد گرامی کی خدمت میں حضرت خواجہ کا سلام پہنچایا، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ "میرے فرزند بہاء الدین نے کیا کہا ہے" میں نے کہا "انہوں نے فرمایا ہے کہ ان کو چاہئے کہ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے لے کر اس طرف نکل آئیں، اور اگر وہ نہ آئے تو لشکر گاہ برباد ہو جائے گی" حضرت خواجہ کے والد محترم نے فرمایا "یہ کیسی باتیں ہیں جو میرا فرزند بیان کرتا ہے، یہ امیر مجھے کسی کام کیلئے بخارا بھیجے گا اور اتنی مقدار کی رقم مجھے حاصل ہو گی" پھر وہ مجھے حاکم بخارا کے پاس لے گئے، میں نے اسے حضرت خواجہ کا سلام پہنچایا اور اس کے بعد ان کی خدمت میں رہنے لگا، میں نے معلوم کیا کہ حاکم بخارا اور اس کے ملازمین نماز نہیں پڑھتے، میں نے انہیں معروف (نیکی) کا حکم دیا تو سب کے سب نماز پڑھنے لگے، میں موذن بن گیا، دو سو کے قریب آدمی نمازی بن گئے، چونکہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ لقمہ اور خرقہ میں بہت ہی زیادہ احتیاط فرماتے تھے، اس لئے میں اس حاکم اور اس کی ملازمت کرنے والے کسی آدمی کا کھانا نہ کھایا کرتا تھا میرا کام یہ تھا کہ میں دریا کے کنارے بیٹھ جاتا اور لکڑیاں جمع کر کے فروخت کرتا اور اپنی قوت پیدا کرتا تھا، اور جب بھی میری حضرت خواجہ کے والد محترم سے ملاقات ہوتی، میں ان سے عرض کرتا کہ حضرت خواجہ آپ کے مشتاق اور منتظر ہیں" آپ کے والد محترم میری اس بات پر سرے سے کوئی توجہ نہ دیتے، مجھے حضرت خواجہ سے مفارقت اختیار کئے ہوئے پانچ ماہ اور پندرہ روز کی مدت گزر چکی تھی۔ اور آپ کی ملاقات کیلئے میرا عشق حد سے بڑھ گیا تھا۔ ایک دن میں غمناک ہو کر ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا، اس حاکم بخارا کے ملازمین اور مقربین میں سے جو میرے ساتھ میل خاطر رکھتے تھے، میرے نزدیک آئے اور بولے "ہم نے یہ سنا کہ اس امیر روزگار جس کا یہ حاکم بخارا ابھی ملازم ہے کا ایک دشمن پیدا ہو چکا ہے، (اس بارے میں) تو کیا کہتا ہے، ہمارے لئے مصلحت کیا ہے، ہم اس کے پاس ہی ٹھہرے رہیں یا اس سے پہلے کہ فتنہ اور کارزار (پیدا) ہو، کسی اور

طرف نکل جائیں'' میں نے کہا ''میں اس بات کو کیا جانوں، جب اس جماعت نے بہت زیادہ منت کی کہ ہمیں تیری بات پر اعتماد ہے۔ اسلئے کہ تو حضرت خواجہ کا فرستادہ ہے، (تجھے) ہم کو (اس حالت کی) خبر دینی چاہئے'' (میری زبان پر (یہ جملہ) آگیا کہ ''وہ دشمن اس امیر پر غالب آجائے گا'' وہ لوگ اس سخن سے متغیر ہو گئے اور بولے ''اس امیر کے پاس ساٹھ ہزار ''سوار جرار'' ہیں اور اس کے اس دشمن کے پاس دس ہزار سے زیادہ مرد نہیں'' میں نے کہا ''اگر اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہوا کہ وہ تھوڑا لشکر غالب آجائے تو تم لوگ کیا کہتے ہو'' انہوں نے کہا ''کیا کہہ سکتے ہیں'' وہ اسی وقت گئے اور یہ قصہ حاکم بخارا کو سنایا کہ ''موذن یہ کہتا ہے'' پھر انہوں نے بیان کیا کہ وہ ایک لحظہ خاموش رہا اور اس کے بعد کہنے لگا ''وہ ابھی چھوٹا ہے، اسے علم نہیں ہے اور نہ ہی وہ جوتشی ہے، اس کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا'' اس کے ساتھ ہی امیر نے منہ پھیر لیا۔ آخر الامر وہی ہوا کہ وہ تھوڑا سا لشکر نزدیک آگیا، میں نے حضرت خواجہ کے والد گرامی سے عرض کیا آپ کو باہر کسی گوشے میں ہو جانا چاہئے'' بعدہٗ دونوں لشکر مقابل ہوئے تو وہ تھوڑا سا لشکر غالب آگیا اور اس امیر نے ساٹھ ہزار سپاہ کے ساتھ ہزیمت اٹھائی۔ اس کے بعد میں نے حاکم بخارا کو دیکھا کہ وہ خود کو پرانی سی پوستین میں لپیٹے ہوئے تھا، مجھے دیکھ کر بولا، ''ہم نے تیری بات نہ سنی'' پس ازاں حضرت خواجہ کے والد گرامی چند آدمیوں کے ساتھ سلامت رہے اور کہنے لگے، میں کابل چلتا ہوں کہ وہاں میں نے تین ہزار دینار عدلی رکھے ہوئے ہیں'' میں نے عرض کیا آپ ایسا نہ کہیں، آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے کہ اس امیر کی لشکر گاہ آنکھ جھپکتے ہی برباد ہو گئی ہے، حضرت خواجہ آپ کے منتظر ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی (اور) فساد واقع ہو جائے، حضرت خواجہ کے والد گرامی نے ان باتوں پر بھی کوئی توجہ نہ دی۔ اور یہی چاہا کہ کابل کی طرف عزیمت اختیار کریں۔ دوسرے روز اس موضع کا حاکم آگیا جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس نے حضرت خواجہ کے والد گرامی اور ان کے ساتھیوں کی تمام

سواریوں کو اور چیزوں کو پکڑ لیا، تو ان سب کو بہت تشویش لاحق ہوئی اور بہت حیران ہوئے۔ میں نے حضرت خواجہ کے والد گرامی اور ان کے ساتھیوں سے کہا کہ "حضرت خواجہ کی ولایت کی برکت سے یہ تمام چیزیں آپ کو حاصل ہو جائیں گی، آپ بے توقف بخارا کی طرف روانہ ہو جائیں"۔ وہ سب کہنے لگے "اب مخالفت نہیں کریں گے، اور بے توقف بخارا کی طرف چلیں گے" میں تیزی سے اس غالب آنے والے امیر کے پاس پہنچا اور کہا "فلاں موضع کے حاکم نے یہ ظلم کیا ہے" اس امیر نے حکم دیا ہے کہ انہوں نے جو کچھ بھی تم لوگوں سے چھینا ہے، (تمہیں) دے دیں گے، اور پھر ایک قاصد کو نامزد کیا، اس لئے کہ وہ قاصد ان لوگوں سے وہ اموال حاصل کرے۔

نیز حضرت خواجہ کے والد گرامی اور ان ساتھیوں کی سفارش کرے، اس امیر نے حضرت خواجہ کے والد گرامی سے کہا، "آپ دو تین روز توقف کریں" بعدہٗ اتفاقاً ایک قافلہ ہندوستان کی طرف سے آ گیا، اس امیر نے حضرت خواجہ کے والد گرامی اور ان ساتھیوں کی اہل قافلہ سے سفارش کی کہ ان کو بخارا کے نزدیک تک پہنچا دینا" جب ہم "در آہنین" پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا، میں ایک ندی کے کنارے حضرت خواجہ کے والد محترم کی سواری کو چارہ ڈال رہا تھا۔ ناگاہ میرے دل میں ایک خوف پیدا ہوا۔ میں نے جلدی سے کپڑے اور موزے پہن لئے۔ میں نے دیکھا کہ (کچھ) چور آ چکے تھے۔ میں نے اہل کارواں کو اس حال سے بھی واقف کیا۔ بعدہٗ جب حضرت خواجہ کے والد محترم قرشی پہنچ گئے (تو معلوم ہوا) حضرت خواجہ کی والدہ محترمہ بھی قرشی میں موجود تھیں، آپ کے والدِ گرامی نے وہاں ہی قیام فرما لیا، اب حضرت خواجہ کی لقائے مبارک کے اشتیاق سے میری طاقت، طاق ہو چکی تھی۔ میں نے جلد ہی ان سے اجازت طلب کی اور بخارا کی طرف چل پڑا۔ توت اور زرد آلو کا وقت تھا، ہوا بہت زیادہ گرم تھی۔ لیکن میں آپ کی مبارک ملاقات کے ذوق سے خوش حال جا رہا تھا، جب میں حضرت خواجہ کی نظر مبارک کی سعادت سے مشرف ہوا تو اس ذوق کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پھر آپ نے والد

محترم اور والدہ محترمہ کے احوال پوچھے اور فرمایا ''جو احوال جاتے ہوئے اور آتے ہوئے تجھ پر گزرے ہیں، تو بیان کرتا ہے یا میں کردوں'' میں نے کہا ''سب کچھ آپ پر روشن ہے'' آپ نے فرمایا ''پہلی شام کو جو تو ان دو گنبدوں کے قریب پہنچا اور ان اونٹوں کے سامنے بیٹھا تو کچھ دیر بعد ہی تیرے عقب سے وہ امیر آ گیا اور اسے تیرے ساتھ میل خاطر ہو گیا اور تو اس کے ساتھ اس گنبد میں آ گیا، پھر اس جماعت نے تجھے چور تصور کر لیا تو تو مسکرا دیا۔ انہوں نے تجھ سے احوال پوچھے اور اس مرد حاجی نے یہ بات کی، آخر کار انہوں نے تیری تعظیم کی۔ صبح ہوئی تو ان کا غلام فرار ہو گیا، تو نے اکیلے جوال عدلی (روپیوں کی بوری) اٹھائی اور انہوں نے تجھے کہا کہ ''شاید یہ خضر ہے'' اس وقت تو نہیں تھا، میں تھا'' پھر آپ نے فرمایا، جب تو ان دو پہاڑوں کے نزدیک پہنچا تو ان سواروں نے تجھے ان دو پہاڑوں سے گزار دیا اور بعد ازاں تجھے اپنی منزل پہ لے گئے۔ رات بھر تیری خدمت کی۔ صبح ہوئی تو تجھے گھوڑے پر بٹھایا اور کہا ''اپنی آنکھ بند کر لے'' اور دریائے وخش سے گزار دیا، اس وقت بھی ہم تیرے ساتھ تھے'' پھر آپ نے فرمایا ''جب تو دراز گوش پر سوار تھا اور چغان کی ندی پر آیا، اہل کاروان کے دراز گوش آب برد گئے اور تیرا دراز گوش پانی کے کنارے پہ جا کر پانی میں گر پڑا، اور تو نیچے اتر آیا، تیرا صرف لباس اور موزہ ہی تر ہوا۔ اور جس ''یار بخاری'' نے تیرا حال دیکھا، اس نے تصور کیا کہ تجھے بھی پانی بہا کر لے گیا ہے۔ وہ ہمارے پاس آیا اور وہ خبر سنائی، ہم نے اسے کہا ''اگرچہ وہ پانی میں گرے یا آگ میں پڑے، بالآخر ہمارے نزدیک سلامت پہنچ جائے گا'' جب تیرے بھائی نے یہ خبر سنی تو وہ (ہمارے پاس) آیا (اور بولا) کہ میرا بھائی آپ کے بھیجنے سے پانی میں بہہ گیا ہے، آپ اس کا خون ادا کریں۔ ہم نے اسے کہا ''اگر امیر حسین سلامت نہ آئے، جو کچھ تو طلب کرے گا ہم دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا جب تو ترمذ میں پہنچا، اور تین طرفوں والے (بازار) گیا تو تیرے دل میں یہ خیال گزرا کہ ''اس شہر میں میرا کوئی آشنا نہیں

ہے۔حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس درویش کو تیرے پاس پہنچادیا تاکہ تجھے اپنے گھر لے آئے۔اس نے کھانا پکایا اور تجھے نماز عشاء کی امامت کیلئے فرمایا، وہ لوگ بہت زیادہ روئے۔ پھر آپ نے فرمایا'' صبح ہوئی تو تو چوک کی طرف چلا گیا، اس پوستین پہنے ہوئے ترک جوان نے ایک بڑی سی روٹی تیری بغل میں رکھ دی اور گوشہ چشم سے تجھے دیکھا، تو ہرگز نہیں جانتا کہ وہ کون تھا'' میں نے عرض کیا'' میں نہیں جانتا'' حضرت خواجہ نے فرمایا'' وہ حضرت خضر تھے'' پھر تیرے دل میں آیا کہ وہ سوار حاکم بخارا کی طرف سے ہے، اور اسے میرے والد کی کچھ خبر ہے، تو نے اس سے پوچھا ۔پھر جب تو نے میرا اسلام میرے والد گرامی تک پہنچایا اور میرا کلام سنایا تو میرے والد گرامی نے کہا'' یہ کیسی باتیں ہیں جو میرا فرزند بیان کرتا ہے، مجھے تو یہ امیر بخارا (کسی کام کیلئے) بخارا بھیجے گا اور اتنی مقدار کی رقم مجھے حاصل ہوگی'' پھر آپ نے فرمایا'' جب حاکم بخارا کے ملازمین آئے اور تجھ سے ان دو لشکروں کے احوال پوچھے، تو تُو نے کہا'' تمہارا یہ امیر مغلوب ہوجائے گا'' جب میرے والد گرمی نے کابل جانے کی عزیمت اختیار کی اور تیری بات نہ سنی، دوسرے روز شہر صفا کے حاکم نے ان کی تمام چیزیں اور ان کے ساتھیوں کی چیزیں چھین لیں اور تو نے ان سے یہ قرار (وعدہ) کیا، پھر تو اس'' امیر غالب'' کے پاس گیا اور اسے حاکم شہر صفا کے ظلم کا قصہ سنایا، اور ان کی چیزیں ان کو مل گئیں، پھر آپ نے فرمایا'' پھر جس وقت تو نے'' درآمنین'' میں ایک ندی کے کنارے میرے والد گرامی کی سواری کو چار اڈالا، تو تیرے دل میں ایک خوف پیدا ہوگیا، تیرے دل میں وہ خوف میں نے پیدا کیا تھا۔آپ نے وہ تمام احوال جو اس راہ میں مجھ پر گزرے تھے، (کھول کر) بیان فرمادیئے۔تو مجھے تحقیق حاصل ہوگئی کہ (مجھے) روانہ کرتے وقت جو آپ نے فرمایا تھا'' تو نہیں جارہا، میں جارہا ہوں'' (یہ امر) حقیقت ہوگیا ہے۔ان احوال کا مشاہدہ حضرت خواجہ کے ساتھ میرے یقین کا سبب بن گیا۔

مانا کہ محبت کی رہ میں ہر گام پہ سو سو مشکل ہے
یہ راہ سفر آسان بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

راکب ہے قلندر: ایک درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے ساتھ میری محبت کا سبب یہ تھا کہ میں "تاتکن" میں رہتا تھا، وہاں حضرت خواجہ کے درویشوں کی ایک جماعت تھی، اور میں ان کا مصاحب ہوا کرتا تھا، میں ان درویشوں کی صحبت میں حضرت خواجہ کے فضائل وشمائل بھی بہت زیادہ سنتا رہتا تھا، مجھے حضرت خواجہ کی صحبت شریف کی دریافت کیلئے بہت لگن پیدا ہوئی (کیونکہ) آپ کی برکت سے ان درویشوں میں بہت سی پسندیدہ صفات (پائی جاتی) تھیں۔ ایک روز میں کسی مہم کی کفایت کیلئے ان درویشوں میں سے ایک (درویش) کے گھر گیا، تو میں حضرت خواجہ کی طرف ہی متوجہ ہوا ایک ہی لحظے کے بعد انہوں نے کھانا پیش کیا تو اسی وقت میری نظر میں حضرت خواجہ کی صورت (جلوہ گر) ہوئی اور میرے کان میں (یہ) آواز آئی کہ "تجھے خراسان آنا چاہئے" میرے اندر ایک صفت پیدا ہوگئی، میں نے وہ کھانا نہ کھایا (بلکہ) سمرقند کی طرف روانہ ہوگیا کہ وہاں سے "کش" کی طرف جاؤں اور حضرت مولانا جلال الدین خالدی کی خدمت میں حاضری دوں۔ وہ اس لئے کہ میں نے ان درویشوں سے سنا ہوا تھا کہ حضرت مولانا (خالدی) حضرت خواجہ کی بہت زیادہ صحبت رکھتے ہیں۔ اور ان کے درمیان بہت زیادہ "راز کی باتیں" ہو چکی ہیں۔ جب میں "کش" میں مولانا کے گھر پہنچا تو ملاقات سے پہلے ان کی طرف متوجہ ہوا تا کہ ان کی طرف سے ایک طلب پیدا ہو جائے۔ ایک ساعت گزری تھی کہ "ایمہ" کی ایک جماعت مولانا کے گھر سے باہر نکلی اور ان لوگوں کے بعد مولانا نے مجھے طلب فرمایا، جب ملاقات ہوئی تو مجھے بہت زیادہ معذرت کرتے ہوئے فرمانے لگے، "تیرے آنے کے وقت ہی ہم کو خبر ہوگئی تھی، مگر ہم نے چاہا کہ ہم تجھے تنہائی کے عالم

میں دیکھیں'' میں نے اپنا قصہ عرض کیا اور بہت زیادہ روتے ہوئے مولانا سے ایک
نظر (رحمت) اور ایک التفات کی التماس کی، مولانا نے فرمایا، اگر میں جانوں کہ تیرا
مقصود مجھ سے کفایت کرسکتا ہے اور پھر بھی میں تقصیر کروں تو سخت نامسلمان ٹھہروں تیرا
یہ مطلوب حضرت خواجہ بہا الدین قدس اللہ روحہ کی خدمت سے حاصل ہوگا، پھر انہوں
نے آپ کے بہت سے فضائل وکمالات بیان کئے اور فرمایا'' ہمہ خلق نگران
حال می باشند و حال نگران خدمت خواجہ است'' یعنی سب
لوگ تو حال کا انتظار کرتے ہیں مگر حال خدمت خواجہ کا منتظر ہے، اور مجھے فرمایا'' تجھے
بہت جلد آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے، پھر بعض احوال اور واقعات جو
(ابھی) خراسان کے راستے میں مجھے پیش آئے تھے، انہوں نے بیان فرمادیئے، میں
'' برفور'' مولانا کی خدمت سے نسف کی طرف روانہ ہوگیا، اور وہاں سے'' خواجہ
خیران'' کی طرف جانے کیلئے کشتی میں بیٹھا'' جب ہم (مسافر) تھوڑا سا سفر طے
کرچکے تو نماز ظہر کا (وقت) ہوگیا۔ میں نے'' بانگ نماز'' کہی۔ لیکن کشتی میں موجود
لوگ وضو کی استعداد کیلئے مشغول نہ ہوئے۔ میرا دل پریشان ہوا، تو میں نے ان لو
گوں کو نصیحت کی مگر انہوں نے قبول نہ کی، مجھے ان کی صحبت سے نفرت ہوگئی اور مجھ
پر حال تنگ ہوگیا، (جہاں تک کہ) میں نے چاہا کہ اپنے آپ کو پانی میں ڈال دوں،
میں نے قدم کشتی سے باہر رکھا اور حضرت خواجہ کی توجہ کی برکت سے'' روئے آب'' پر
چلنے لگا، کشتی میں موجود لوگوں نے جب وہ حالت مشاہدہ کی تو گریاں ہوکر کہنے
لگے۔ ہم نے برا کیا، اب ہم نے توبہ کی۔ ہر ایک حق جو تو نے (ہمیں) بتایا ہم اس پر
عمل کریں گے، بس اتنی درخواست ہے کہ کشتی میں آجا'' اس کے بعد میں کشتی میں
آگیا اور اس گروہ کے ساتھ باجماعت نماز ظہر ادا کی، اس طرح ہم'' قلعہ آمو'' پہنچ
گئے، وہاں ایک عجیب حال گزرا۔ بعدازاں میں۔'' مرو'' کے راستے پر اکیلا ہی حضرت
خواجہ کی جانب متوجہ ہوا، جب'' رباط شیر شتر'' کے'' ریگستان'' میں پہنچا تو مجھے ایک

کارواں ملا، ان لوگوں نے کہا "مرو کی ریگ (ریت) میں راہ بہت زیادہ غلط ہو جاتی ہے۔ وہاں یہ کوشش کرنا کہ تو دائیں ہاتھ کی طرف رہے، کیونکہ بائیں ہاتھ کی طرف "بیابانِ زردک" ہے، جس کی کوئی حد نہیں وہاں ہلاکت بھی (منتظر) ہے" جب میں ان لوگوں سے چل پڑا تو میں نے (خود سے) کہا "میں حضرت خواجہ کے پاس جا رہا ہوں اور راہ حق کا طالب ہوں، مجھے کیا خطرہ ہے، میں نے ارادہ کر لیا کہ "بیابان زردک" کی طرف روانہ ہو جاؤں، تھوڑا ہی راستہ طے کیا تو ہوش میں آ گیا، مجھے معلوم ہوا کہ میں بھوکا ہوں اور مجھے کھانے کی اشتہا ہے۔ میرے دل میں (خیال) گزرا کہ اگر اس جگہ اس طرح کا طعام (ملے) کہ ایک "سنگین دیگ" میں روٹی اور سبزی کا دستر خوان ہو تو کیا اچھا ہو، میں نے نظر کی تو دیکھا کہ اسی طرح کا کھانا اس دیگ میں روٹی کے دستر خوان سمیت ریت کے ایک تودے کے سایہ میں پڑا ہے۔ جب میں نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو میرا حال تبدیل ہو گیا، میں نے بہت زیادہ روتے ہوئے کہا "اے کریم مطلق! جو تجھے طلب کرے پھر جو بھی چاہئے اسے حاصل ہو جاتا ہے، میں نے تجھ سے تیرے غیر کو کیوں طلب کیا" میں نے یہ کہا تو میری کشش زیادہ ہو گئی، میں نے وہ کھانا اسی طرح وہاں چھوڑا اور اس ریگستان کی طرف چل دیا۔ پھر تھوڑا سا راستہ چلا تو ہرنوں کا گلہ سامنے آ گیا، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھ سے دور بھاگ گئے، میرے دل میں خیال گزرا کہ اگر میری یہ طلب برحق ہے، اور حضرت خواجہ کی خدمت کیلئے توجہ کرنا درست ہے تو ان جانوروں کو مجھ سے گریزاں نہیں ہونا چاہئے وہ جانور اسی وقت میری طرف (دوڑ) آئے اور اپنے آپ کو مجھ سے ملنے لگے، میرا حال دوبارہ تبدیل ہو گیا، میں بہت زیادہ رو دیا اور آپ کی توجہ میں ڈوب کر چلنے لگا، آخر کار جب میں "ماخان" پہنچا تو حضرت خواجہ کی برکت توجہ سے ایک عجیب حال ظاہر ہوا، پھر میں اس موضع سے سرخس کی طرف چل پڑا، جب (سرخس) کے نزدیک پہنچا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ کوئی منزل اور کوئی دیار حق تعالیٰ کے دوستوں میں سے

کسی دوست (کے وجود) سے خالی نہیں ہوتا۔ میں نے توجہ کی اور کہا "جب تک اس "صاحب دولت" کی اجازت نہ ہوگی ہم اس شہر میں نہیں آئیں گے"! اتفاقاً مرو سے آنیوالے دو درویش میرے ہمراہ ہو گئے۔

ایک ہی لمحہ گزرا کہ وہ دونوں درویش بولے یہ "دادوی" دیوانہ آگیا، یہ ملک اسی دیوانے کا ہے" جب وہ قریب پہنچا تو میں نے اس کا استقبال کیا، اور سلام کی۔ اس نے علیک کہا، اور اس کے بعد بولا "اے ترکستانی درویش، خوش آمدی" پھر اس نے مجھے بغل میں لیا، اور ایک روٹی باہر نکالی۔ اس کے دو حصے کئے، ایک مجھے عطا کیا اور کہا "اس ملک کا ایک حصہ ہم نے تجھے عطا کر دیا، اب اندر آجاؤ، جب میں شہر 'سرخس' میں داخل ہوا اور چوک میں پہنچا تو ایک آدمی کو دیکھا کہ بچے اسے پتھر مار رہے ہیں، میں نے "اس کے متعلق پوچھا تو بولے "اس دیوانے کو 'چہار وادار' کہتے ہیں، یہ بھی ایک دیوانہ ہے، میرے دل میں خیال گزرا کہ اس سے بھی اس شہر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کروں، اس حال میں کہ بچے اسے پتھر مار رہے ہیں، وہ بولا "اے ترکستانی درویش! بات وہی ہے جو تجھے "دادوی دیوانے" نے کہہ دی ہے" بعد ازاں میں نے معلوم کیا کہ مجھے کھانے کی طلب ہو چکی ہے، میں نے خود سے کہا "کہ اس شہر میں حضرت خواجہ کے درویشوں میں سے کوئی نہ کوئی درویش ضرور ہوگا، میں تو پہلا لقمہ اس درویش کے ہاتھ سے کھاؤں گا" یہ بات ہوئی تو ایک سقا آگیا، اس نے مجھے کہا "میں حضرت خواجہ کے خادموں میں سے ہوں" وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور تین قسم کے کھانے میرے سامنے رکھے، اور کہا "حضرت خواجہ 'ہرات' گئے ہیں، آپ جب تک نہ آئیں، تیرا گھر یہی ہے اور میں تیرا خادم ہوں، جب چند روز ہوئے تو خبر آئی کہ حضرت خواجہ تشریف لائے ہیں، میں اسی وقت اس درویش کے ہمراہ "دریافت خواجہ" کیلئے باہر نکلا۔ اتفاقاً حضرت خواجہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور بہت زیادہ لوگ آپ کی "رکابِ میمون" میں "چالیس بیٹیوں کے مزار" کی طرف چل رہے تھے۔

بہت زیادہ لوگوں کی وجہ سے میں آپ سے ملاقات نہ کرسکا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ ”خواجہ بہاالدین تو مخلوق کے ساتھ مشغول ہیں، اور میں نے ایک مدت جو مشقت اٹھائی اور (ان کے پاس) آیا، لیکن انہوں نے کوئی التفات نہ کی، تو مجھے خود کوئی تدبیر کار کرنی چاہئے، جونہی یہ باتیں میرے دل میں گزریں، حضرت خواجہ گھوڑے سے پیادہ ہو گئے اور بہت زیادہ لوگوں کے درمیان سے (ہوتے ہوئے) میرے نزدیک آئے اور فرمایا ”تاتکنی درویش! خوش آمدی، تو جس وقت یہاں پہنچا، ہمیں معلوم ہو گیا، پھر ہم نے چاہا کہ تجھے تنہائی میں دیکھیں اور (تنہائی میں) ملیں، لیکن قریب تھا کہ تو اس خیال کی وجہ سے اپنے اعمال اور ان صاحب دولتوں کی اشارت کو رائیگاں کر دیتا، لہٰذا اس مجمع میں ضرورتاً (ہمیں) تیرے ساتھ مشغول ہونا پڑا“ پھر جب حضرت خواجہ نے اس مزار کی طرف مراجعت فرمائی اور جو گھر تھا وہاں نزول فرمایا تو لوگوں کا ہجوم بھی کم ہو گیا، آپ نے خلوت فرمائی اور مجھے اپنے نزدیک طلب کر کے فرمایا ”تو کیا سمجھتا ہے، جو کچھ بھی تجھ پر بیت چکا ہے، اس روز کہ جب تو تاکن میں ایک کام کی کفایت کیلئے ہمارے درویش کے گھر (گیا) تھا، اور وہاں تجھے وہ جذبہ پیدا ہوا، سے لے کر اس وقت تک سب (حالات) کی ہمیں خبر ہو چکی ہے۔ اور وہ تمام احوال جو تجھے پیدا ہوئے وہ ہماری توجہ کی وجہ سے تھے۔ اور ہم سے تھے، جس روز تو مولانا جلال الدین خالدی کی صحبت میں تھا اور انہوں نے جو الطاف فرمایا تو میں اس وقت مجلس میں حاضر تھا۔ اور جو انہوں نے اشارہ کیا، اس سے بھی میں واقف ہوں، اور جس وقت تو نے پانی پہ قدم رکھا اور چلنے لگا، تو روئے آب پر میں ہی تیرا ملاح تھا، اور جو احوال تجھ سے ”قلعہ آموٗ“ میں ظاہر ہوئے وہ بھی ہماری توجہ سے تھے۔ اور وہ طعام جو تو نے ”رباط شیر شتر“ کے ریگستان میں دیکھا، وہ طعام بھی میں نے ہی حاضر کیا تھا، اور جو ہرنوں کا ریوڑ تیرے نزدیک آیا اُس کا چوپان (چرواہا) میں ہی تھا“۔ پھر آپ نے دادوی دیوانے، چہار وادار دیوانے اور سقا کا قصہ بھی بیان فرمایا۔ بعدہٗ

فرمایا ''یہ حال جو اس وقت تجھ میں (موجود) ہے یہ بھی ہماری توجہ کے سبب ہے، اور وہ ہم ہیں (جو اس کے مالک ہیں) اگر ہم چاہیں تو چھین لیں اور اگر چاہیں تو (تیرے پاس) رہنے دیں اور فرمایا خبردار! ''ابھی چھیننا چاہتا ہوں'' ایک ہی لحہ گزرا (ہوگا) میں نے دیکھا'' کہ اس حال میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا اور میں تمام خالی ہوگیا'' حضرت خواجہ نے فرمایا'' کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے دوبارہ عطا کردوں'' میں نے کہا، ''کیوں نہیں'' اسی لمحے میں نے دیکھا کہ آپ نے وہی حال مجھے ایثار فرمادیا، چند مرتبہ اس طرح واقع ہوا تو میں بہت حیران تھا کہ آپ کس طرح اس حال کیفیت کو چھین لیتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا' میں متصرف ہوں' اگر چاہتا ہوں تو عطا کردیتا ہوں اور اگر چاہتا ہوں تو چھین لیتا ہوں، تیرا یہ حال جذبے سے پیدا ہوا ہے، اس لئے یہ محل تصرف ہے، اور جو حال متابعت اور سلوک کی بدولت حاصل ہو ہر صاحب تصرف اس پر تصرف نہیں کرسکتا'' دریں اثنا میں نے ایک بہت بڑا حال مشاہدہ کیا تو مجھے رقت نصیب ہوئی اور میں بہت زیادہ رویا، حضرت خواجہ نے فرمایا'' تو کیوں روتا ہے'' میں نے کہا، میں اس وقت تک تاریکی میں (گرفتار) ہوں'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''ایسے نہ کہو، اس سے پہلے جو تو نے معلوم کیا وہ بھی برحق تھا، لیکن جس کا تو نے اب مشاہدہ کیا ہے، یہ اس سے بزرگ تر ہے، اس لئے تجھے گزشتہ احوال اس طرح دکھائی دیتے ہیں'' اس کے بعد مجھے فرمایا'' اب تو اس حال کو چاہتا ہے یا گزشتہ'' (حال کو چاہتا ہے) میں نے کہا'' اس (حال) کو چاہتا ہوں'' حضرت خواجہ نے فرمایا'' یہ معنیٰ متابعت کے بغیر میسر نہیں ہوتا'' میں نے کہا'' میں نے (متابعت کو) قبول کیا تاکہ آپ جو بھی اشارہ کریں، میں بجالاؤں، آپ نے فرمایا'' تجھے نئی مرگ (موت) مبارک ہو''۔

ایک فقاعی کی خدمت: اسی درویش نے نقل کیا کہ جب حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ'' ''سرخس'' سے ''ماخاں'' تشریف لائے تو جو درویش آپ کے ہمراہ

تھے، آپ ہر کسی کو کوئی ایک خدمت (تفویض) فرمایا کرتے۔ ایک روز (کی بات ہے) کہ ایک ''فقاعی'' آپ کے جوار میں (رہتا) تھا حضرتِ خواجہ نے اسے فرمایا کہ ''کیا تو بھی کوئی کام رکھتا ہے، تا کہ ہم تجھے ایسے (خدمت گار) دیں جو بے اجرت کام کریں گے، اس ''فقاعی'' نے کہا ''میرے ہاں یہ کام ہے کہ میں یخدان کو ''خاک وخاشاک'' سے پاک کرنا چاہتا ہوں'' حضرت خواجہ نے مجھے اور درویش اسماعیل غدیوتی کو حکم فرمایا ''کہ تم دونوں ''فقاعی'' کے یخدان (کوڑے والی جگہ) کو پاک کرو'' اور ''فقاعی'' سے فرمایا ''ان کو کام پر لگاؤ مگر ایک شرط ہے کہ ان کو کھانا بالکل نہ دینا'' ہم دونوں حضرت خواجہ کے اشارے پہ یخدان کے کام میں مشغول ہو گئے۔ اتفاقاً اس روز ہوا سخت (تیز) تھی۔ ہم نے بہت زیادہ مشقت دیکھی اور اس کام میں اتنی حرکت کی کہ ہماری طاقت ''طاق'' ہو گئی۔ ''فقاعی'' کو ہمارے حال پر رحم آیا تو وہ رونے لگا، اس نے کہا ''میں جانتا ہوں کہ تم بھوکے ہو لیکن حضرت خواجہ کی حکم عدولی سے بہت ڈر رہا ہوں'' آخر اس نے کہا ''مجھے امید ہے کہ حضرت خواجہ اپنے کرم سے یہ بے ادبی بخش دیں گے'' اس نے مجھے ایک چیز دی، اور مجھے بازار بھیجا کہ کچھ کھانا لے آؤ، میں جب بازار پہنچا اور نان فروش کی دوکان کے نزدیک گیا تو حضرت خواجہ کی طرف سے خوفزدہ تھا۔ اگرچہ اس جگہ سے حضرت خواجہ کی منزل تک کافی مسافت تھی، میں تیزی سے نان فروش کی دوکان پر آیا اور نان حاصل کیا اور ''بخوف تمام'' اس کی دوکان سے باہر نکلنے لگا تو اس وقت پیچھے کی طرف سے کسی نے میرا گریبان پکڑ لیا، میں نے دیکھا تو (سامنے) حضرت خواجہ تشریف فرما تھے، آپ نے مجھ سے نان پکڑتے ہوئے فرمایا 'میرے ساتھ ایسے (چالاکی والے) کام میسر نہیں ہو سکتے، پھر میری گردن پر ایک طمانچہ مارا اور فرمایا، ''میرے بغیر کوئی اور تمہیں کھانا نہیں دے سکتا، تمہیں بھوکے ہی کام کرنا چاہیے'' پھر میں بہت زیادہ خوف اور اندوہ کے ساتھ یخدان کی طرف روانہ ہو گیا اور سارا قصہ سنا دیا، ہم پھر کام میں مشغول ہو گئے، ہم نے

ہر طریقے سے نماز ظہر تک خوب کام کیا کہ نہایت کمزوری اور بے طاقتی لاحق ہوگئی، اس
فقامی نے دوبارہ کہا "بازار جا ہو سکتا ہے اب تو کھانا لے آئے" میں بہت زیادہ خوف
کے ساتھ بازار کی طرف روانہ ہوگیا، اور خود سے کہنے لگا، جس وقت حضرت خواجہ مسجد
میں آکر نماز ظہر پڑھنے لگیں گے، میں اس وقت روٹی خریدوں گا، کیونکہ آپ کا مکان
بازار کے مقابل تھا، جب حضرت خواجہ مسجد میں تشریف لائے، میں نے جلد از جلد نان
فروش سے روٹی خریدی اور چوک کے راستے یخدان کی طرف تیزی سے چلنے لگا۔
جب میں چوک میں پہنچا تو حضرت خواجہ نے سامنے سے مجھے پکڑ لیا، اور مجھ سے روٹی
چھینتے ہوئے فرمایا "بہاؤالدین کے ساتھ ان تدبیروں کی پیش نہیں چلتی" میں یخدان
کی طرف چلا گیا اور (اپنا) حال بیان کردیا۔ اس کے بعد ہم نے درویش اسماعیل کے
ساتھ (یہ تجویز) مقرر کی کہ یہاں سے بھاگ جانا چاہئے، ہم نے ہر چند کوشش کی لیکن
یہ بھی میسر نہ ہوسکا اور ان "اختیارات کو (استعمال کرنے) کی وجہ سے حضرت خواجہ کی
صحبت شریف کی راہ بھی حاصل نہ کرسکے۔ آخر الامر ہم نے حضرت خواجہ کے والد
گرامی کو اپنا شفیع بنایا تاکہ وہ ہماری شفاعت کریں، پھر کہیں جا کر ہمیں آپ کی صحبت
مبارک نصیب ہوگئی۔

شیخ کی سواری کا ادب: اسی درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ
ماقدس اللہ روحہٗ نے مجھے درویش اسماعیل کے ہمراہ "ماخان" میں بالن لانے کیلئے بھیجا،
اور آپ نے دو دراز گوش دیئے، ایک حضرت خواجہ کا دراز گوش تھا۔ جب ہم نے بالن
(ہر دو) دراز گوش پر لادا تو راستے میں حضرت خواجہ کے دراز گوش نے بالن گرادیا
اسماعیل غصے میں آگیا، اور جس طرح "عوام خلق" کی عادت ہے کہ وہ غصے کے حال
میں چارپائے کے مالک کو گالی دیتے ہیں، اس سے بھی ایسا سخن صادر ہوگیا، میں نے
اس سے کہا "اے مسکین یہ کونسی بات تھی، جو اس وقت تجھ سے صادر ہوگئی، وہ درویش
رونے لگا اور اس نے اپنے منہ اور سر پر طمانچے مارے۔ وہ بہت زیادہ بوجھ تلے دب گیا،

جب ہم ''ماخان'' کے نزدیک پہنچے تو حضرت خواجہ کچھ فاصلہ ہمارے سامنے تشریف لائے، اور ہیبت کے ساتھ فرمایا ''اس ناپاک بالن کو ہمارے دراز گوش سے اتار لے، یہ بالن جلانے کے قابل نہیں ہے، جو کوئی بھی ہمارے لئے بالن لائے اور غصہ کرے اور برا بھلا کہے، اس بالن کا جلانا روا نہیں ہے، طلب کے دوران میں بخارا تھا اور حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمہ والرضوان ''نسف'' میں تشریف فرما تھے، مجھے داعیہ پیدا ہوا کہ میں حضرت امیر کی خدمت میں جاؤں، میں بخارا سے جلد از جلد روانہ ہوا میں حضرت امیر کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے فرمایا ''فرزند بہاؤ الدین! خوش آمدی، بہت اچھا موقع ہے۔ ایک مدت سے خمدان (تنور) کیلئے بالن کی لکڑیاں کٹی ہوئی ہیں، کوئی ایسا (درویش) نہیں جو بالن کو خمدان کے نزدیک لے آئے۔ پھر حال یہ ہوا کہ وہ بالن کانٹے دار جھاڑیوں کا تھا، جسے میں ننگی پشت پر (لادکر) خمدان کے پاس لایا کرتا اور ہمیشہ شکر ادا کرتا، اس جگہ (یہ معاملہ ہے) کہ لوگ برا بھلا کہتے ہیں اور غضب ناک ہوتے ہیں'' چند روز وہ درویش غدیوتی قبض اور عظیم بار میں گرفتار رہا اور اس کا کام تنگ ہو گیا، اگر حضرت خواجہ کے والد گرامی عفو کی التماس نہ کرتے تو حضرت خواجہ اس درویش کو معاف نہ فرماتے، اور اس کو اپنی صحبت شریف میں راہ نہ دیتے۔

محبت، انعام محبوب ہے: حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہٗ نے نقل فرمایا کہ شروع میں (جب) میں حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ سے پیوست ہوا اور آپ کے (شرف) قبول سے مشرف ہوا تو آپ کی محبت کی صفت مجھ میں اس قدر اثر انداز ہو چکی تھی کہ میرا قرار و آرام جا چکا تھا۔ میں آپ کی صحبت شریف کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ نے مجھے توجہ سے نوازا اور فرمایا ''تو مجھے دوست رکھتا ہے یا میں تجھے''؟ میں نے کہا ''اے مخدوم! آپ کو اس فقیر کے ساتھ کیا التفات ہو گی، میں ہی آپ کو دوست رکھتا ہوں'' حضرت خواجہ نے فرمایا ''ایک گھڑی ٹھہر جا تا کہ تجھے حال معلوم ہو جائے'' جب تھوڑی دیر گزری تو میں نے دیکھا

کہ میرے وجود میں آپ کی محبت بالکل باقی نہ رہی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "اب تجھے معلوم ہوگیا (ہوگا) کہ محبت میری طرف سے ہے"۔

اگر از جانبِ معشوق نباشد میلی

طلب عاشق بیچارہ بہ جائی نرسد

اگر محبوب حقیقی یُحِبُّهُمْ کے چہرے سے "نقابِ قبول" نہ اٹھاتا تو کسی میں ہمت تھی کہ وہ "وَيُحِبُّونَهُ" کے پردہ سرا میں قدم رکھ سکتا۔

نوٹ: یُحِبُّهُمْ یعنی اللہ ان سے محبت کرتا ہے، وَيُحِبُّونَهُ تو وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ (مترجم)

حضرت خواجہ غائب ہوگئے: ایک درویش نے نقل کیا کہ (ایک دفعہ) حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ، چھت پر تشریف فرما تھے، درویشوں کی ایک جماعت آپ کے پاس حاضر تھی، مجلس بہت خوش تھی، حضرت خواجہ نے اصحاب کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا "تم نے مجھے پیدا (ظاہر) کیا ہے یا میں نے تمھیں"۔ تمام درویش بولے "ہم نے آپ کو پیدا (ظاہر) کیا ہے" حضرتِ خواجہ نے فرمایا پھر حال یہی ہے کہ تم نے مجھے پیدا کیا ہے، آپ نے یہ ارشاد فرمایا اور اصحاب کی نظر سے غائب ہوگئے، چھت پر موجود تمام اصحاب نے ہر چند آپ کو تلاش کیا لیکن نہ پاسکے۔ سب حیران ہوگئے، اس کے بعد انہوں نے سمجھا کہ (حقیقت) حال کیا ہے، انہوں نے اپنے اس سخن سے استغفار کیا اور بولے "حق یہ ہے کہ آپ کی خدمت نے ہمیں پیدا کیا ہے، اگر آپ کے لطف کا جذبہ نہ ہوتا تو کس میں طاقت تھی کہ آپ کی "صحبت قبول" کی راہ حاصل کرلیتا" اصحاب نے جب یہ معذرت کی تو اس کے بعد وہ حضرت خواجہ کو دیکھ سکے کہ آپ جہاں پہلے بیٹھے ہوئے تھے، اسی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں، تمام درویش حیران ہوگئے، اور یہ واقعہ حضرت خواجہ کے ساتھ ان کی محبت کے رسوخ کا سبب بن گیا۔

ایمان نصیب ہوگیا: اسی درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ،

کے ساتھ میری محبت کا سبب یہ تھا کہ میں بچپن میں ہی ''صفانیاں'' سے ''بلدہ فاخرہ''
بخارا کی طرف چلا آیا تھا۔اور علماء کرام کی ملازمت اختیار کی، دراں اثنا داعیہ پیدا ہوا
کہ میں بیت اللہ شریف کی زیارت کیلئے جاؤں، میں اس سعادت سے مشرف ہوا اور
پھر بخارا میں آ گیا، اب بھی حال یہ تھا کہ میرا نفس بہت زیادہ نافرمان اور خود بین بن
چکا تھا، نزدیک تھا کہ (میرا) حال تبدیل ہو جائے اور (میرا) سر بدبختی اٹھا لے۔اسی
وقت میرے اندر ایک جذبہ پیدا ہوا جس نے بے اختیار مجھے حضرت خواجہ کی صحبت
شریف میں پہنچا دیا، جب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بہت سے درویش آپ
کے پاس (موجود) تھے، حضرت خواجہ نے مجھے اپنے پاس کھینچا اور میری گردن پر
طمانچہ مارا تو مرا حال بدل گیا، میں اسی حالت میں رونے لگا، آپ نے مجھے ڈانٹ دیا
کہ ''خاموش رہو، یہ رونے کا کونسا مقام ہے، اگر تجھ سے یہ نالہ (رونا) ظاہر نہ ہوتا تو
تیرا کام اسی ایک مجلس سے مکمل ہو جاتا، اگر خاموش نہ ہو گا تو اپنا حال درست نہ کر سکے
گا، اب کہو کہ تو خود کو کیا دیکھتا ہے'' میں نے کہا'' کہ اس وقت میں اپنا وجود نجاست
سے آلودہ دیکھ رہا ہوں، کہ اس سے ہر طرف نجاست اور پلیدی (جاری) ہوتی ہے۔
حضرت خواجہ نے قسم یاد فرمائی کہ یہ درست کہتا ہے، (واقعی) اس کی صفت اور حال اسی
طرح ہے''، اس کے بعد آپ نے اصحاب کی طرف چہرہ کیا اور فرمایا'' اگر یہ ہماری
صحبت میں نہ پہنچتا تو دنیا سے ایمان کے بغیر ہی رخصت ہو جاتا''

فرزند کی بُو آ رہی ہے: حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہٗ کے درویشوں میں سے ایک
درویش نے بیان کیا کہ ایک روز مجھے حضرت خواجہ کی صحبت شریف دریافت کرنے کا
داعیہ ہوا تو میں ''تاتکن'' سے بخارا کی طرف متوجہ ہو گیا، اس وقت میری ضعیفہ (بیوی)
نے مجھے چند درم دیئے کہ ''یہ حضرت خواجہ کے حضور پہنچا دینا'' میں نے اسے ہر چند
پوچھا کہ ''یہ کس لئے بھیج رہی ہو'' اس نے کوئی بات نہ بتائی۔ جب میں بخارا پہنچا اور
آپ کی بارگاہ سے مشرف ہوا تو وہ درم آپ کے حضور ظاہر کر دیئے، آپ مسکرائے

اور فرمایا ''ان چند درموں سے فرزند کی بو آرہی ہے'' امید ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تجھے ایک بیٹا عطا فرمائے گا'' اس کے بعد آپ کی ''برکت دعا'' سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا فرمایا۔

جس وقت ناقل (راوی) یہ قصہ اس ضعیف (مصنف کتاب) کو سنا رہا تھا، تو اس کا وہ بیٹا اس مجلس میں حاضر تھا،

ایک بزرگ نعمت: انہوں نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہٗ اکثر فرمایا کرتے (تھے) ''اولیاء اللہ کی صحبت ایک بہت بزرگ نعمت ہے''۔

آنکس کہ بیافت دولتی یافت عظیم
آنکس کہ نیافت دردنا یافت بس است

اس نعمت سے دور رہنے کا سبب (کوئی) قصور ہے جو اس راہ پر چلنے والے سے سرزد ہو جاتا ہے، جس فرصت یہ بندۂ ضعیف سمرقند سے بخارا روانہ ہوا کہ حضرت خواجہ کی صحبت شریف دریافت کرے، آپ کے اصحاب کا یہ وظیفہ تھا کہ وہ حتیٰ الامکان حضرت خواجہ کے ہمراہ مسجد میں باجماعت نماز پڑھتے (تھے) خاص کر صبح کی نماز (ضرور پڑھتے تھے) ایک روز اس فقیر سے یہ وظیفہ فوت ہو گیا، اور میں اس سعادت سے مشرف نہ ہو سکا کہ صبح کی نماز آپ کی اس بابرکت جماعت کے ہمراہ گزار سکوں، میں زیر بار ہوا تو اسی وقت آپ کی طرف متوجہ ہو گیا، (دوسرے روز) میں نے چاہا کہ صبح کی نماز آپ کی مسجد میں ادا کروں، لیکن اب بھی پہلی رکعت باجماعت ادا نہ کر سکا تو بار اور زیادہ ہو گیا۔ اس کے بعد میں جلدی سے چلا کہ جب حضرت خواجہ مسجد سے باہر نکلیں تو آپ کو سلام عرض کروں، اب مجھ سے یہ دولت ضائع نہ ہو جائے، میں اسی معنیٰ کا منتظر رہا، پھر جب میں نے آپ کو سلام عرض کی تو آپ نے جواب دیا اور میرے کان میں آہستہ سے فرمایا ''جب کسی سے کوئی قصور واقع ہو جائے تو وہ دوستان حق کی صحبت سے دور ہو جاتا ہے،'' حضرت خواجہ نے یہ فرمایا تو میرا بار پہلے سے بھی

زیادہ ہو گیا۔ میں اسی حال میں رہا کہ نماز ظہر ہو گئی۔ حضرت خواجہ اصحاب کے ہمراہ ایک دوست کے گھر تشریف لے گئے (تو وہاں) آپ نے اس ضعیف کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا "حضرت عزیزان علیہ رحمۃ الرحمان سے پوچھا گیا "مسبوق، قضائے مسبوقانہ کے لئے کس وقت اٹھے" آپ نے فرمایا "وقت صبح سے پہلے اٹھے تا کہ اس سے نماز باجماعت فوت نہ ہو جائے"

ہماری خواب گاہ یہاں ہوگی

ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ (ایک بار) میں "نسف" سے حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ کی صحبت شریف کی دریافت کے لئے حاضر ہوا تو آپ باغ میں جلوہ فرماتے تھے جہاں اس وقت آپ کا مرقد منور ہے۔ آپ نے اولیا اللہ کی شان میں بہت سے کلمات ارشاد فرمائے، اور پھر فرمایا "ہماری خواب گاہ یہاں ہوگی" پھر آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا، آپ کا مرقد منور اب اسی جگہ ہے، یہ اشارہ آپ کے انتقال سے ایک مدت پہلے (ہوا) تھا۔

الموت راحۃ المومن

انہوں نے نقل کیا کہ جب کبھی کوئی عزیز فوت ہو جاتا تو حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ یہ حدیث مبارک پڑھا کرتے کہ اَلْمَوْتُ رَاحَةُ الْمُؤْمِنِ، یعنی موت مومن کی راحت ہے۔ اس حدیث کی صحیح تاویل یہ ہے کہ موت حق جل لقاۂ کی ملاقات کا وسیلہ راحت ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ لَا رَاحَةَ لِلْمُؤْمِنِ مِنْ دُوْنِ لِقَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی مومن کو حق تعالیٰ وتقدس کی ملاقات کے بغیر کوئی راحت نہیں ہوتی۔ وہ اس لئے کہ دنیا کے قید خانے میں بدن کے حجاب کی بقا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی دولت کا وصول ہونا ممکن نہیں۔ (اس کی) دلیل یہ ہے کہ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ لہٰذا اس راحت سے مشرف ہونے کے لئے موت کا ذائقہ چکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں وارد ہے وَالْمَوْتُ دُوْنَ اللِّقَاءِ ۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ موت کو بہت یاد فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً زندگی کے آخر میں فرمایا کرتے تھے

"دوست تو چلے گئے، وہ عالم بہت زیادہ خوش ہے" اس کے بعد خواجگان کرام کا ذکر کیا کرتے، پھر (اسکے بعد) جلد ہی آپ رحلت فرما گئے، یہاں حدیث صحیح میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت پیغمبر ﷺ کے طریق زندگی اور احوال (بندگی) کو روایت فرماتی ہیں، مذکور ہے (حضور ﷺ نے فرمایا) یَا عَائِشَۃُ اِخْوَانِیْ مِنْ اُوْلِی الْعَزْمِ وَالرُّسُلِ قَدْ صَبَرُوْا عَلٰی مَا ھُوَ اَشَدُّ مِنْ ھٰذَا فَمَضَوْا عَلٰی حَالِھِمْ فَقَدِمُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ فَاَکْرَمَ مَآبَھُمْ وَ اَجْزَلَ ثَوَابَھُمْ (اِلٰی قَوْلِہٖ) وَمَا مِنْ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ اللُّحُوْقِ بِاَخِلَّائِیْ وَاِخْوَانِیْ ، قَالَتْ عَائِشَۃُ وَاللّٰہِ مَا اسْتَکْمَلَ بَعْدَ ذٰلِکَ جُمُعَۃً حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہ کھایا تو میں نے درخواست کی، آپ نے فرمایا "اے عائشہ عزم والوں اور رسولوں میں سے میرے بھائیوں نے اس سے بھی سخت تر کاموں پر صبر اختیار کیا۔ اور اپنے اسی حال پر اس دنیا سے چلے گئے اور حضرت پروردگار کے حضور پہنچ گئے، پس اس نے ان کو "ثواب بزرگ" اور "نیک بازگشت" عطا فرمائی لہذا مجھے اپنے دوستوں اور بھائیوں کے ساتھ ملنے سے کوئی چیز زیادہ عزیز نہیں ہے۔ آپ فرماتی ہیں "اس کے بعد حضور پرنور ﷺ پورا ایک ہفتہ بھی اس دنیا میں نہ رہے، کہ اس عالم سے حق تعالیٰ وتقدس کے جوار لطف میں انتقال فرما گئے۔

قبر مبارک میں حوروں کو کیا جواب دیا: برکت زمان، قطب عزلتیان القدس حضرت عبدالوہاب سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ ماقدس اللہ روحہ کو لوگوں نے دفن فرمایا تو آپ کے روئے مبارک کی طرف سے اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ 'یعنی قبر جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ کے حکم کے مطابق آپ کی قبر منور میں ایک دریچۂ جنت کھل گیا۔ اور دو حوریں اندر داخل ہوئیں، انہوں نے سلام عرض کیا اور کہا "ہم آپ کی ملکیت ہیں، جس وقت سے حضرت کریم مطلق جلت

الطانہ نے ہمیں تخلیق فرمایا ہے ہم آپ کی خدمت کی منتظر ہیں" حضرت خواجہ نے فرمایا "میرا حضرت حق سبحانہ' وتعالیٰ سے وعدہ ہے کہ جب تک میں اسکے بے چون اور بے چگون دیدار سے مشرف نہ ہو جاؤں اور ان تمام لوگوں کہ جو مجھ سے پیوستہ رہے ہیں اور جنھوں نے مجھ سے کوئی کلمہ حق سنا ہے اور اس پر عمل کیا ہے، کی شفاعت نہ کرلوں، میں کسی چیز اور کسی شخص کی طرف ہرگز مشغول نہ ہوں گا"

اہل اللہ زندہ ہیں: ایک دانشمند نے نقل کیا کہ جس وقت حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ' نے دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی، میں "ولایت کش" میں تھا، جب مجھے یہ خبر موصول ہوئی تو بہت زیادہ شکستہ خاطر ہوا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ دوبارہ مدرسہ میں چلا جاؤں، میں نے اسی شام حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ یہ آیت پڑھ رہے ہیں" اَفَا ئِن مَّا تَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰیٓ اَعْقَا بِکُمْ" یعنی اگر محمد مصطفیٰ دنیا سے چلے جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم واپس پلٹ جاؤ گے، (آل عمران ۱۴۴) اور فرما رہے ہیں "زید بن حارثہ نے کہا ہے"

جب میں اس خواب سے بیدار ہوا تو حضرت خواجہ کے اشارے کو سمجھ گیا کہ آپ روحانیت کے سبب سے جن سب فقیروں پہ توجہ فرماتے تھے اسی طرح اب بھی عنایت فرمائیں گے، لیکن جو آپ نے فرمایا "زید بن حارثہ نے کہا ہے" میں نے اس (جملے کا مطلب) معلوم نہ کیا، اس (واقعے) کے نزدیک ہی میں نے پھر حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا" قَا لَ زَیْدُ بْنِ حَا رِثَۃَ الدِّیْنُ وَا حِد"، زید بن حارثہ نے کہا ہے کہ دین تو ایک ہی ہے، حضرت خواجہ کا یہ اشارہ ہمیشہ میرے دل میں رہتا تھا، یہ خواب آپ کی حقانیت کی دلیل ہے کہ حضرت حق جل جلالہ' کے بندے حیات و ممات میں راہ راست پر دلالت کرتے ہیں اور جو کچھ کہاتے ہیں وہ کتاب وسنت اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اور سلف صالح کی سیرتوں سے (ثابت) ہوتا ہے۔ قَدَّسَ اللّٰہُ رُوْحَہ' وَ اَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَ کَا تِہٖ

الحمد للہ کتاب مستطاب انیس الطالبین کا ترجمہ مبارکہ یکم مئی ۲۰۰۳ء کو نماز عصر کے بعد مکمل ہوا، مولا کریم اس کتاب کو عوام و خواص کیلئے سرچشمہ فیض بنادے۔ مترجم کو حضرت خواجہ خواجگان شیخ بہاء الحق والدین المعروف شاہ نقشبند قدس اللہ روحہ کی روحانی توجہات سے سرفراز فرمادے۔......آمین!

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد رحمۃ للعالمین وعلیٰ الہٖ واصحابہ اجمعین
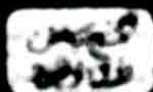
☆......☆......☆

شانِ رسول ﷺ

عقائد صحابہ کی روشنی میں

تحقیق

علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

مدیر مسئول مجلہ الحقیقہ پاکستان
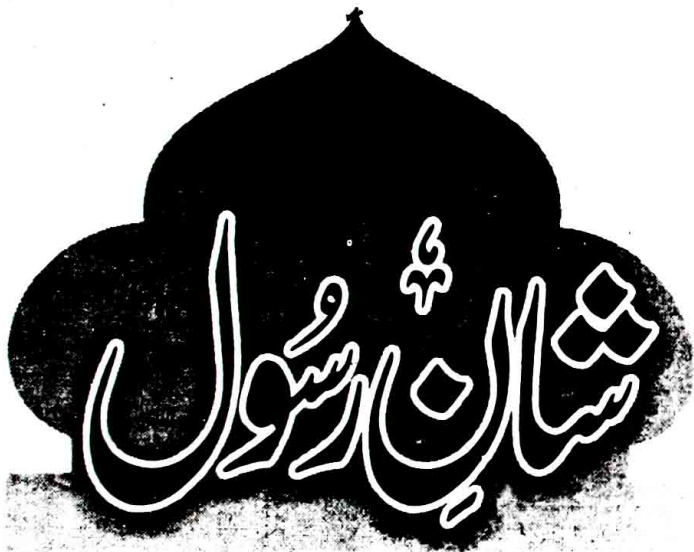
شانِ حبیبِ الباری

مِن

رِوایاتِ البُخارِی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان
بخاری شریف کی مستند احادیث مبارکہ کی روشنی میں

مُصنّف
علامہ غلام مصطفٰے مجددی ایم۔اے

اس کتاب میں اہل سنت وجماعت کے عقائد واعمال کو اُن کے مخالفین کی تصانیف ورسائل سے ثابت کیا ہے تاکہ ان پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والے غور کریں کہ اس کفر وشرک میں وہ خود کس قدر ملوث ہیں۔

تحقیق
علامہ غلام مصطفٰے مجددی ایم اے
مدیر مسئول مجلہ الحقیقہ پاکستان

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

علامہ غلام مصطفیٰ مجددی

رسائلِ مُجدّد الف ثانی

تصنیف لطیف

حضرت شیخ احمد مُجدّدِ الفِ ثانی سرہندی رضی اللہ عنہ

ترتیب

علامہ غلام مصطفٰی مُجدّدی ایم۔اے

قادری رِضوی کُتب خانہ

گنج بخش روڈ لاہور

انیس الطالبین و عدة السالکین

نوشته

صلاح بن مبارك بخارى

توفى سنة ۷۹۳ هـ. [۱۳۹۱ م.]

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالاوفست

وقف الاخلاص

يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول - تركيا

هجري قمري	هجري شمسي	ميلادي
١٤١٥	١٣٧٣	١٩٩٤

١ - نسخهٔ کتابخانهٔ پرتو پاشا به شمارهٔ ٢٦٢، که در سال ١٢٤٩ هـ. [١٨٣٣ م.] استنساخ شده است.

٢ - نسخهٔ دیگری در پرتو پاشا به شمارهٔ ٢٦٤، این نسخه تاریخ کتابت و نام کاتب ندارد.

٣ - نسخهٔ کتابخانهٔ دوگوملو بابا (مستقر در کتابخانه سلیمانیه استانبول) به شمارهٔ ٢٣٠.

٤ - نسخه کتابخانه طاهر آغا (مستقر در کتابخانه سلیمانیه) به شماره ٤٥٧ که به سالِ ١،١٦٨ هـ. [١٧٥٤ م.] (سال وفات مترجم) استنساخ شده است.

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد بی منتها حضرت خدایی را جلّ سلطانه و عمّ احسانه که محامد اولین و آخرین فاتحهٔ تحمید اوست، و تماجید مقربان ملأ اعلی ابجد تمجید او و دولت بار یافتگان بساط قبول از تلطّف اوست و معرفت کمل عارفان عجز از تعرّف او سبحان من لم یجعل للخلق الی معرفته سبیلا الا بالعجز عن معرفته.

سبحان خالقی که صفاتش ز کبریا ٭ بر خاک عجز می فکند عقل انبیا
گر صد هزار سال همه خلق کاینات ٭ فکرت کنند در صفت عزت خدا
آخر بعجز معترف آیند کان الله ٭ دانسته شد که هیچ ندانسته ایم ما

و صلوات طیبات بر حضرت محمّد رسول الله که عمدهٔ کاینات است و زبدهٔ موجودات.

خواجه لولاك و سلطان رسل ٭ مقتدا و رهنمای جزوْ و کل

و بر آل و اصحاب او که نجوم هدایت اند و رجوم اعدا.

آل و صحب او نجوم راه حق ٭ برده در صدق و صفا هر یك سبق

و بر تابعین و تبع تابعین الی یوم الدین.

اما بعد بر ارباب بصایر پوشیده نیست که بعد از سعادت مقام نبوّت مرتبهٔ شریفتر از ولایت خاصه نیست اگر چه به اشارت (**وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُونِ ه الذاریات: ۵۶**)

مطلق ولایت در غایت نفاست و کمال است زیرا حکمت در جلوه بر منصّهٔ تکلیف آن است که هر یك از خواص و عوام را جوهر معرفت حضرت عزت جلّت والاه به حاصل آید. حدیث (**کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف**) از شواهد این دعوی است و دلایل این معنی. فامّا قسمت این خلعت معرفت از کارخانهٔ صنع و تقدیر بر قامت هر کسی بحسب قابلیّت او به حکم (**وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ ه النحل: ۷۱**) و به موجب (**الناس معادن کمعادن الذهب و الفضة**) ظهور یافته است.

ازینجاست که به نسبت بعضی مبنی است بر مجرّد اعتقاد صحیح و به نسبت بعضی مع ذلك مؤید است به نور یقین (**نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ ه النور: ۳۵**) (**ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ه الجمعة: ٤**) و حضرت پیغامبر صلی اللّٰه علیه و علی آله وسلم طریق حصول این مراتب را نمود. چنانکه ابو جحیفه را رضی اللّٰه عنه فرمود: (**سائل العلماء و خالط الحکماء و جالس الکبراء**) و خواجه امام محمّد علی حکیم ترمذی قدّس اللّٰه روحهما در کتاب خود نوادر الاصول در شرح این حدیث چنین ذکر کرده است: (**رجال اللّٰه و خواصه فی الارض ثلث طبقات و کل طبقة انما تعرف بما عندها و هم رجال ما عندهم فرجال هم علماء بامور اللّٰه تعالی من الحلال و الحرام فعلیهم سمات العلم و بالعلم یعرفون و رجال هم علماء بتدبیر اللّٰه تعالی فعلیهم سمات الحکمة فبالحکمة یعرفون و رجال هم علماء باللّٰه تعالی فعلیهم سمات نوره و هیبته فباللّٰه یعرفون فهم اولیاء اللّٰه تعالی**) و هو قول رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و علی آله و اصحابه و سلم لابی جحیفة (**سائل العلماء**) الحدیث یعنی اگر بیان عقاید و شرایع خواهی سؤال از علماء شریعت کن و اگر وقوف بر تدبیر و حکمت می طلبی دوستی و آمیزش با حکما کن و اگر انکشاف اسرار و حقایق می طلبی مجالسه با کبرا کن که ایشانند به حقیقت اولیاء

الله دیدار ایشان دواست و مجالسهٔ ایشان شفا در نوادر هم درین موضع مذکور است. و قال عیسی صلوات اللّه و سلامه علی نبینا و علیه العلماء ثلاثة عالم بامر اللّه لیس بعالم باللّه و عالم باللّه لیس بعالم بامر اللّه و عالم باللّه عالم بامر اللّه فهذا الثالث من کبراء الدین لابی جحیفة جالسهم فان رؤیتهم دواء و مجالستهم شفاء و این حدیث اگر چه اشارت آنست که هر طایفه بعلمی موصوف اند و استفاده هر علمی بطریق خاص واجب است نقاب اجمال از جمال آن حدیث جوامع کلم که (**طلب العلم فریضة علی کلّ مسلم و مسلمة**) می گشاید. لان کلام الرسول یفسر بعضه بعضا نظم:

شرح نطق او ازو پرس ای سلیم • حکمت لقمان ز لقمان ای حکیم

چون به اجماع اهل تصوّف در ظهور احوال و آثار اولیاء را هیچ قصد و اختیار نیست، در اسباب وصول به صحبت مشایخ طریقت نیز که سرمایهٔ سعادت است، هیچ طالبی را قصد و اختیار نیست، قاید هدایت و سایق عنایت به حکم رویاء صالحه این بنده ضعیف (صلاح بن مبارك البخاری) را در سنهٔ خمس و ثمانین و سبعمائة به خدمت ملاذ الاصفیا مرشد الاولیا خلیفهٔ قطب العالمین خواجه علاء الحق و الدین المشتهر به عطار ادام اللّه برکات روحه المطهر علی الاخیار رسانید و به واسطه ایشان به نظر قبول قدوة العارفین قطب المکملین محیی سنن سید المرسلین موضح آثار الصّحابة اجمعین. العربیه:

الذی یفنی الکلام و لا یحیط بوصفه • أیحیط ما یفنی بما لا ینفذ

نظم:

گر بگویم شرح وصفش بر دوام • بگذرد عمر و نگردد این تمام

یعنی حضرت شیخ بهاء الحق و الدین المشتهر بنقش بند قدس اللّه روحه و افاض علی الخلایق روحه و فتوحه مشرّف گشتم. و چون طریقهٔ حضرت ایشان صحبت بود، به درویشان ایشان مصاحب شدم و به واسطهٔ آنکه هر یك از ایشان فیضات خود را به سبب مشاهدهٔ انوار ولایت و آثار کرامت به حسب ظاهر و باطن در مجالس بسیار ذکر می کردند و به حقیقت کرامت ولی، معجزهٔ نبیّ اوست که از برکهٔ متابعت حضرت او

از آن ولی به ظهور می آید، این ضعیف را داعیهٔ قوی و رغبتی عظیم پیدا شد به جمع آن آیات بیّنات ولایت. **نظم:**

گر مرا از حال مردان نیست بهر ٭ ذکر آن بهتر که اندر کام زهر

امّا صدیقی اشارت فرمود که خدمت مولانا حسام الدین خواجه یوسف نور اللّٰه مرقده که از فرزندان مولانا حافظ الدین کبیر بخاری بودند رحمة اللّٰه علیهم و استاد علماء بخاری و شرف مجالس صحبت حضرت خواجهٔ ما را بسیار دریافته بودند می خواستند که به جمع این مقامات مشغول گردند. حضرت خواجه، ایشان را فرمودند این زمان اجازت نیست بعد ازین اختیار شماراست. بنابر آن این ضعیف متوقف شد و چون در شب دوشنبه سیوم ماه ربیع الاول سنة احدی و تسعین و سبعمائة حضرت خواجهٔ ما داعی (**یَا اَیَّتُهَا النَّفسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلَی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ٭ الفجر: ۲۷-۲۸**) را اجابت فرمودند و سرّ امتثال (**اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ ٭ البقرة: ۱۵٦**) به ظهور پیوست. و فرصتی بر آن گذشت از خدمت ارشاد پناهی خواجه علاء الحق و الدین نور اللّٰه مرقده و طیب مشهده که خلیفهٔ حضرت خواجه بودند بحق و قایم مقام مطلق و در زمان خود حضرت خواجه بسیاری از طالبان را به مصاحبت ایشان امر می کردند، استجازه کرده آمد به جمع اشارت فرمودند و چون بعضی از آن آیات ولایت هم از نقل ایشان در قلم آورده شد، تصاریف زمان حایل آمد و دست اهتمام به ادراك ذیل اختتام آن نه رسید. بعده خدمت خلافت پناهی روح اللّٰه روحه به اتمام اشارت فرمودند. لا جرم مساعی جمیله در تکمیل این فضیله واجب نمود، چه امتثال انفاس شریفهٔ ارباب ولایت فرض عین است و وسیلهٔ سعادت دارین تا باشد که از نسیمات توجهات ایشان روحی به دلها طالبان واصل گردد و حجاب بشریّت از پیش دیدها زایل و این کتاب انیس الطالبین و عدة السالکین ذریعه به حصول مطلوب گردد و رابطه قبول قلوب، چه بی شك آن اشارت از صحیفهٔ بی ینطق است. و اگر فیّاض عنایت یری دهد و شمهٔ از کرامات و ظهورات و مقامات حضرت خواجه قدّس روحه شرح داده آید آنچه به این ضعیف رسیده

است از نقل ملازمان و نزدیکان و درویشان ایشان و اجازت اظهار آن شده، امید واثق است که آثاری و احوالی که از خدمت مطلع انوار خلافت خواجه علاء الحق و الدین العطار زاد الله انوار روحه المطیّب نیز به ظهور آمده است، از برکات نظری و لطفی که حضرت خواجه ما قدس سرّه به حکم **(ما صب الله فی صدری شیئا الاّ و قد صببته فی صدره)** به ایشان فرموده اند، در ذیل این مقامات حضرت خواجه ثبت کرده شود آن مقدار که به نقل صحیح به این ضعیف رسیده است، و به تخصیص خود مشاهده کرده تا سرّ آنکه حضرت خواجه می فرموده اند:

من چو پنهان گردم آنکه برزند انوار من

بر عالمیان روشن گردد و این روشنائی واسطهٔ آشنائی حقیقی ایشان شود و چون این کتاب مشحون است به ذکر انوار ولایت و آثار قربت و کرامت، و نتایج محبّت واجب نمود که کلمهٔ چند در مبدأ ذکر کرده شود در معنی آنکه ولایت و کرامت چیست و ولی کیست؟ و کرامت ولی معجزهٔ نبی اوست و بیان سوء حال گروهی که کرامت اولیا را منکرند، و احوال ایشان را نفی می کنند و ذکر نامبارکی اعتراض بر اهل الله و شرح فضایل اولیا و شرف قبول صاحب دولتانی که لباس سعادت ایشان طراز محبّت این طایفه یافته است، و خسارت جماعتی که به سلاسل و اغلال عداوت اهل الله گرفتار شده اند، تا هر که توفیق یابد این کتاب را از راه تیمّن و استرشاد مطالعه کند و شرایط تعظیم و نیاز به جای آرد و فضایل و شمایل اولیا را که محض عنایت الهی است از سر وقوف و ادب در نظر آرد. و مرتب بر چهار قسم کرده آمد:

قسم اوّل: در تعریف ولایت و ولی.

قسم دوم: در شرح ابتداء احوال خواجهٔ ما قدّس الله روحه و ذکر سلسله خواجگان نور الله مراقدهم.

قسم سیوم: در بیان صفت و احوال و اقوال و اخلاق حضرت خواجهٔ ما و شرح طریقه و روش و نسبت سلوك ایشان و نتایج صحبت و کیفیّت معاملهٔ ایشان با طالبان

در هر محلّی. و ذکر حقایقی و لطایفی که در مجالس صحبت بر لفظ مبارك ایشان می گذشته است.

قسم چهارم: در ذکر سایر کرامات و ظهورات و احوال و آثار که از حضرت خواجهٔ ما در مجال تلاطم امواج بحار ولایت به ظهور آمده است.

قسم اوّل:

در تعریف ولی و ولایت

بدانکه ولایت عبارت از نوری است که به حکم (**وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا ۝ الزمر: ٦٩**) از مشرق عنایت حق جلّ و علا بر دل بنده طلوع کند و انشراح صدر و انفساح قلب او را به حاصل آید. و اسلام حقیقی در لباس نور یقین جمال نماید. (**اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلاِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ ۝ الزمر: ٢٢**) وبه شرف قربت و محبت و کرامت حق عز سلطانه مخصوص گردد. و آنچه ازو در هر محلّی ظهور کند پرتو آن نور باشد، و اثر قربت و کرامت و محبّت اگر چه در لسان ظاهر آنرا کرامت گویند اولیا را علامت بسیارست. نقل صحیح است از ابن عباس رضی اللّٰه عنهما که گفت از حضرت پیغامبر صلی اللّٰه علیه و علی آله و اصحابه و سلم سؤال کرده شد: من اولیاء اللّٰه تعالی؟ چه کسانند دوستان حق تعالی؟ پیغامبر صلی اللّٰه علیه و سلم فرمود (**الذین اذا رؤا ذکر اللّٰه**) آنان اند دوستان حق که هر چگاه ایشان را بینی ترا از حق تعالی یاد آید. امام العارفین خواجه محمّد علی حکیم ترمذی قدّس اللّٰه روحهما در شرح این حدیث در کتاب خود نوادر الاصول فی احادیث الرّسول ذکر کرده است که دل ولی معدن انوار جلال الهی و هیبت کبریاء و بهاء قربت است. و تازگی و نور روی ولی از

دل اوست. پس چون دل بندهٔ مؤمن به حیوة طیبه آن نور زنده گردد، عکس آن بر سیمای او ظاهر گردد. و در صفحهٔ جبین او لایح تا هر که در روی آن ولیٔ محبوب نظر کند اورا از حق تعالی یاد آید. و از حضرت عزیزان علیه الرّحمة و الغفران منقول است که می فرموده اند:

با هر که نشستی و نشد جمع دلت ٭ و ز صحبت او رنجه شود آب و گلت
زنهار از آن قوم گریزان می باش ٭ ور نی نکنند جان عزیزان بحلت

به علامت ولایت اشارت فرموده اند که بنده از برکهٔ مجالسهٔ کبراء حقیقت از زحمت آب و گل بصحبت جان و دل می رسد، و از تفرقهٔ قالب به جمعیّت قلب و حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه بسیار فرمودند:

سه نشان بود ولی را ز نخست آن بمعنی ٭ که چو روی او به بینی دل تو بدو گراید
دوم آنکه در مجالس چو سخن کند زمعنی ٭ همه را ز هستی خود به حدیث می رباید
سیوم آن بود بمعنی ولی اخصّ عالم ٭ که ز هیچ عضو او را حرکات بد نیاید

و در آن حدیث قدسی که (**اذا وجدت قلب عبدی خالیا من الدنیا و الآخرة ملأه حبی حتی اذا ملأته قبضت علیه فکان فی قبضتی کنت سمعه و بصره و یده ورجله و لسانه و فؤاده فبی یسمع و بی یبصر و بی یبطش و بی یمشی و بی ینطق و بی یعقل**). اشارتی است غامضه به این علامات، زیرا چون بنده به حق گوید و به حق بیند و به حق شنود الی آخر الصّفات هرآینه جمیع حرکات او در غایت حسن و قبول بود و هر که اورا بیند یا سخن او بشنود شیفتهٔ جمال و ربودهٔ کمال او گردد. منقول است که یکی در روی مبارك خواجهٔ ما قدس الله روحه نظر می کرده است، فرموده اند:

در ما نظر مکن تا دل بیاد ندهی
دیوانه شود کسی که بیند رخ ما ٭ کم گرد بگرد ما چو دیوانه نئی

مذهب اهل حق آن است که هر چه کرامت ولی است، معجزهٔ رسول اوست و ثبوت ولایت به ظهور کرامت است که مقارن بود به استقامت و متابعت سنت رسول

در افعال و اعمال از انفاس شریفهٔ حضرت خواجهٔ ماست قدس روحه که بر ظهور خوارق عادات و کرامات اعتمادی نیست، کار استقامت دارد و متابعت سنت چنانکه در عقاید مسطورست: کل ما هو کرامة للولی یکون معجزة للرسول فان بظهورها یعلم انه ولی و لن یکون ولیا الا و ان یکون محقا فی دیانته یعنی علی نهج الشرع فی سیرته. و در کتاب تعرف فی علم التصوف مذکور است: و اجمعوا علی اثبات کرامات الاولیاء و ان کانت تدخل فی المعجزات کالمشی علی الماء و کلام البهائم و طی الارض و ظهور الشئ فی غیر موضعه و وقته. فقهاء امّت را از اهل سنّت و جماعت و اهل معرفت را اجماع است بر اثبات کرامات اولیا هر چند در باب معجزات داخل گردد، چون بر آب رفتن و سخن گفتن بهائم و طیّ زمین و پدید آمدن چیزی در زمان و مکان غیر معهود از جمله کرامات اولیاست و قصهٔ هر یکی در اخبار و آثار بنقل صحیح آمده است.

و لسان تنزیل به آن ناطق است و هم در آنجا ذکر کرده است که کرامت ولی در عصر حضرت رسالت صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم مصدّق او بود، بعد از عصر او نیز مصدّق اوست. پس هر که منکر کرامت اولیاست، به حقیقت منکر معجزات رسالت است، و کفی به ضلالا. عجب از حال منکران کرامت نیست، عجب از اهل سنت و جماعت است که به براهین قاطعه و حجج ساطعه، اثبات کرامات اولیا می کنند و با وجود آنکه خوارق عادات ازیشان مشاهده می کنند، سخنانی می گویند که در آن سب اولیاست اعاذنا الله تعالی و ایّاکم من تلك الکلمات العوراء. هرگز مبادا که هیچ مؤمن پاك اعتقاد را در حقّ اولیاء الله این چنین ظنّ بد باشد (**یَا اَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۰ الحجرات: ۱۲**)

ای اولیای حق را از حق جدا شمرده ۰ گر ظن نیك داری با اولیا چه باشد؟

و اگر چنانکه مثل این سخنان در حق این طایفه بطریق جزم گوید، لیکن پیش از وقوف بر احوال ایشان هم نشاید، از جهت آنکه حضرت صمدیّت جلّ جلاله حبیب خود محمد را صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم نهی فرمود (**وَ لاَ تَقْفُ مَا لَیْسَ**

لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۔ الاسراء: ۳۶) ای لا تقل ما لم تعلم یقینا و علما گفت چیزی را که بیقین ندانی مگوی و لنا فیه (**اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ الاحزاب: ۲۱)** خصوصا در نفی کرامت سخن گفتن که به حقیقت نفی معجزهٔ پیغامبران است و اگر بعد از وقوف و ظهور آیات ولایت گوید طریق حسد و کتمان حق را گرفته باشد. (**وَ لاَ تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۔ البقرة: ۴۲**) (**حَسَدًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۔ البقرة: ۱۰۹)** فهم ظاهر بینان مقصور برین است که ولی از گذشته و آینده خبر می دهد، ازین خبر ندارند که هر یك به صحبت اولیا راه یابد و به نظر قبول ایشان مشرّف گردد، صفات بشری او به صفات ملکی متبدّل شود و در کتاب نوادر الاصول مذکورست که تفرقه میان حق و باطل مخصوص علماء باطن است به واسطهٔ آنکه نور یقین همراه ایشان است. و حق سبحانه و تعالی در عقول ایشان زیاده کرده است تا بر احتمال احوالی قادر شدند که علماء ظاهر از آن عاجز و متحیر گشتند. ازینجاست که بعضی از اهل ظاهر منکر شدند که وسوسه در نماز از آدمی منقطع گردد و یا او بر آب تواند رفت یا طیّ ارض اورا بحاصل آید یا طعام مهیّا اورا در وقت یا در مکان غیر معهود حاضر گردد و اگر نه این بودی علماء ظاهر همان گفتندی که مطرّف بن عبد اللّٰه که از اولیاء امّت است رفیق خود را گفت: المکذب بنعم اللّٰه یکذب هذا.

منکر شوی به حالت زنده دلان ۔ یا هر چه ترا نیست کسی را نبود؟

اعتراض بر اهل اللّٰه مبارك نیست آنچه بر ایشان می گذرانند مبنی بر حکمت است آن را عرضهٔ قدح و طعن ساختن بغایت محلّ خطرست. حضرت خواجه ما قدّس اللّٰه روحه می فرمودند که هر سؤ ادبی که بنسبت این طایفه کرده شود آنرا تدبیری هست الاّ اعتراض بر ایشان که بی تدبیرست از برای آنکه ایشان عذر خواستن می دانند اگر عذر خواهند از ایشان در گذرانند، صاحب اعتراض از خیر وبرکه ایشان بی بهره ماند. و هم حضرت ایشان می فرمودند که در صحبت اولیاء اهل تمکین محافظت احوال خود نمودن بغایت دشوارست از آنکه سلطان ولایت ایشان بر حال ایشان مستولی است، کسی

صفت و حال ایشان را بی آنکه اورا به خود راه دهند نمی تواند شناخت اگر ازین کس به نسبت ایشان در خاطر یا در ظاهر چیزی گذرد، خطر عظیم دارد. مثل این همچون آتشی است که در خاکستر پنهان است، در حکمت صلح مکه در آیت: (وَ لَوْلاَ رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَ نِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ اِنْ تَطَؤُهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔ الفتح: ۲۵) اشارت به این معنی است و در کتاب قوت القلوب فی معاملة المحبوب مسطورست که هر که مقامی از مقامات اهل یقین را و یا طریقی از طریق عارفان را منکر شود، احسن حال او ضعف یقین است و بدترین احوال او کفر به صفت ایمان و کمینه عقوبت او حرمان وجد و فقدان شهود. و در فاتحة العلوم از بعضی عارفان منقول است که هر که ازین علم صدّیقان و مقرّبان اورا نصیبی نباشد، بر بدی حال او در نفس آخر می ترسم و اندك جزائی به نسبت منکر این علم آن است که به هیچ وجه ازین علم محظوظ نگردد. و علامت آنکه ازین علم شمّه به مشام جان او رسیده است، آنست که تصدیق کامل اورا به حقیقت فضایل اولیا بسیارست در نوادر الاصول به نقل صحیح از حضرت پیغامبر صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم ذکر کرده است که صدّیقان امّت مرا مرتبه خلافت انبیاست: یدعون الی ما یدعو الیه النبی و اجماع اهل تصوف است که صدیقیت باین علم حاصل باشد و به جملگی وجود اهل این علم را تسلیم باشد. نزدیکترین مرتبه است به نبوت. و سخن سلطان العارفین ابو یزید بسطامی است قدّس الله روحه که آخر نهایت صدّیقان اول احوال انبیاست. و از کلمات قدسیه ایشان است که نهایت مقام عامه مؤمنان بدایت مقام اولیاست. و نهایت مقام اولیا بدایت مقام شهیدانست. و نهایت مقام شهیدان بدایت مقام صدّیقانست. و نهایت مقام صدّیقان بدایت مقام انبیاست. و نهایت مقام انبیا بدایت مقام رسل است. و نهایت مقام رسل بدایت مقام اولوا العزم است. و نهایت مقام اولوا العزم بدایت مقام مصطفی است صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلّم. و مقام مصطفی را نهایت پیدا نیست، جز حق عزّ و جلّ کسی نهایت مقام وی نداند، و در ازل مقام ارواح ایشان و بروز میثاق هم برین مراتب بود که ذکر

کرده شد و در قیامت هم برین مراتب باشند و اسرار ایشان در محبّت حق برین مراتب باشد، و در کتاب ختم الولایة خواجه امام محمّد علی حکیم ترمذی قدس روحهما آورده است که در آیت: (مِنْ رَسُولٍ وَ لاَ نَبِیٍّ ۔ الحج: ۵۲) ابن عباس رضی الله عنهما و لا محدّث نیز می خواند. اشارت به آنست که بعضی از اولیاء حق تعالی چنانند که از طریق الهام بر دلها ایشان سخنان می گذرانند، و در نوادر الاصول در شأن این صنف از اولیا ذکر کرده است: و لما صفت عقول المحدثین و طهرت قلوبهم و تنزهت من الآفات و الشهوات و العلایق کلموا علی القلوب فاذا کان الکلام علی الارواح فی المنام کان جزءا من ستة و اربعین جزءا من النبوة فاذا کان القلوب فی الیقظة کان کثیرا فربما کان ثلث النبوة و ربما کان نصفها و ربما کان اکثر علی قدر قرب القلوب من ربها فی تلك المجالس و الخلوة یعنی حضرت حق عز و علا هر چگاه سخنان که بر ارواح این اولیا در خواب می گذراند جزو باشد از چهل و شش جزو نبوت، هر آینه سخنان که بر دلهای ایشان در بیداری گذراند زیاده باشد بر قدر قرب دلها در مجالس قبول حق و هم در نوادر الاصول مذکورست: ان لاهل الیقین حظا من النبوة الا یری الی قول رسول الله صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم (الاقتصاد و الهدی الصالح و السمت الحسن جزء من اربعة و عشرین جزءا من النبوة) یعنی میانه رفتن در دین و روش صالح یك جزوست از بیست و چهار جزو پیغامبری. ثمره محبت اولیاء الله سعادت بی پایانست و دشمنی ایشان سبب خسران. نظم:

گر تو ما را دوست داری بر دوام ۔ زود از دنیا بر آریمت تمام

ورتو ما را دشمنی نی دوست دار ۔ زود از دینت بر آریم اینت کار

و اگر مدد توفیق الهی جلّ انعامه بظهور آید شمّه از مناقب اولیا در فضایل الولایة ذکر کرده شود ان شاء الله تعالی.

قسم دوم: در شرح بدایت احوال حضرت خواجه ما قدس الله روحه و ذکر سلسله خواجگان روح الله ارواحهم.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین نوّر اللّه مرقده از لفظ مبارك حضرت خواجه ما قدّس اللّه روحه الشریف که می فرمودند: یکی از عنایات حضرت حق سبحانه و تعالی در حقّ من این بود که در ابتدای ایّام طفولیّت به نظر مبارك حضرت شیخ بزرگوار خواجه محمد بابای سماسی قدّس سرّه مشرف شدم. و مرا به فرزندی قبول کردند.

نقل کردند از جدّ حضرت خواجه ما که گفت: سه روز از ولادت فرزندم بهاء الدّین گذشته بود که خدمت خواجه محمّد بابا قدس روحه با جمعی از اصحاب به قصر هندوان نزول فرمودند، و مرا به حضرت ایشان ارادت و محبت تمام بود، و از محبان ایشان در آن موضع بسیار بودند. بر خاطر من گذشت که این فرزند را به خدمت این صاحب دولت برم. معامله بر سینه او گذاشتم. و به نیاز و تضرع تمام اورا به حضرت خواجه محمد بردم. ایشان فرمودند: او فرزند ماست. ما لورا قبول کردة ایم. پس از آن روی به اصحاب کردند و در آن جمع خدمت سید امیر کلال بودند. خواجه توجه به ایشان نمودند و فرمودند: چند کرّت که برین موضع گذر کردیم با شما گفته بودیم که ازین خاك بوی مردمی می آید. و درین کرّت که از منزل شما به این طرف متوجه شدیم چون نزدیك این موضع رسیدیم با شما گفتیم که آن بوی زیاده شد. مگر آن مرد متولّد شده است که بوی او بیشتر می آید؟ و اینك آن مرد این فرزند است، امیدست که مقتدای روزگار گردد.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدّین طیّب اللّه مشهده که در ایّام دولت حضرت خواجه ما قدّس اللّه روحه بعضی از اصحاب حضرت خواجه محمّد بابا نوّر اللّه مرقده در قصر هندوان بودند و می گفتند: پیش از ولادت خواجه بهاء الحق و الدّین حضرت خواجه محمّد به قصر هندوان بسیار می آمدند و در مجالس صحبت می فرمودند: زود باشد که این قصر هندوان قصر عارفان شود. الحمد للّه که این زمان اثر آن نفس مبارك خواجه محمد به ظهور آمد.

نقل کردند از والده حضرت خواجه ما قدس اللّه روحهما می فرمودند: فرزندم بهاء

الدین چهار ساله یا کما بیش بود، اتفاقا ما را فراخشاخ ماده بود و در شکم بار داشت. روزی فرزندم متوجه با من شد و گفت: این فراخشاخ ما گوساله مهچه پیشانی خواهد آورد. از قدرت حق تعالی بعد از چند ماه آن فراخشاخ همان طریقه گوساله آورد. هر که آن روز آن سخن را از فرزندم شنیده بود، تعجب بسیار نمود و اثر آن نفس مبارک حضرت خواجه محمد بابا قدّس اللّه روحه بر ما محقق گشت.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدّین روح اللّه روحه از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه که می فرمودند: من در سنّ هژده یا کما بیش بودم و جدّ من علیه الرّحمة سعی می نمود که من زودتر متأهل شوم. مرا به حضرت شیخ بزرگوار خواجه محمد بابا قدّس اللّه روحه به سماس فرستاد به استدعاء حضرت ایشان چون به آن بقعهٔ شریفه رسیدم و به لقاء حضرت خواجه مشرّف شدم و آن شام در صحبت شریف ایشان بودم و از برکهٔ صحبت ایشان در آن شب در من تضرّعی و مسکنتی قوی پدید آمد در آخر آن شب بر خاستم و وضو ساختم و در آن مسجد متبرّک که مسجد جماعت ایشان بود در آمدم و دو رکعت نماز گزاردم و سر به سجده نهادم و دعا و تضرع بسیار نمودم در آن میان بر زبان من گذشت که: الهی قوت کشیدن بار بلا و تحمّل محنت محبّت خود مرا کرامت کن. گفته اند محبّت در بکوفت محنت جواب داد، بامداد چون به حضرت خواجه حاضر شدم توجّه به من کردند و از مقام فراست و بصیرت آنچه دوش بر من گذشته بود فرمودند و گفتند: ای فرزند در دعا چنین می باید گفت که: الهی آنچه رضای حضرت تو در آن است این بنده ضعیف را بر آن دار، به فضل و کرم خود، و هر آینه رضای خداوند عزّ و جلّ در آنست که بنده را بلا نبود و اگر به حکمت خود به دوستی بلا فرستد، به عنایت خود آن دوست را قوّت کشش آن بار دهد و حکمت آنرا برو ظاهر گرداند. به اختیار، طلب بلا دشوارست استاخی نباید کرد. بعده سفره حاضر آوردند، چون طعام خورده شد، حضرت خواجه قرص از سفره به من دادند و من از قبول آن در باطن امتناع می کردم. فرمودند: قبول کن که به کار آید. من قرص را گرفتم و در رکاب

ایشان به طرف قصر عارفان روان شدم. در آن راه در عقب مرکب ایشان به نیاز تمام می رفتم. اما چند کرّت خاطر بر رفت شد به نسبت هواجس، هر بار که آن تفرقه واقع می شد، اندکی التفاتی به من می نمودند که در عقب بودم و می فرمودند: ای خاطر را نگاه می باید داشت و مرا از مشاهدهٔ آن احوال یقین و محبّت به حضرت ایشان زیاده می شد و در راه به موضعی رسیده شد که در آنجا یکی از محبّان حضرت خواجه بود. به منزل او رفتند. آن نیازمند به بشاشت و تضرّع و مسکنت تمام پیش آمد. چون خواجه نزول فرمودند، او در اضطراب شد. خواجه فرمودند: حقیقت حال چیست؟ براستی باز نمای. آن نیازمند گفت: سر شیر حاضرست و لکن نان نیست. خواجه توجّه به من کردند و فرمودند: آن قرص را بیار که عاقبت به کار آمد، و امثال این احوال که در رفتن و آمدن از حضرت ایشان مشاهده می افتاد، اول احوالی بود که از ایشان معلوم کردم.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین عطر الله تربته از لفظ حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که می فرمودند: چون خواجه محمّد بابا نور الله مرقده در پرده شدند، جدّ من علیه الرحمة مرا به سمرقند بردند. وهر کجا که درویشی واهل دلی بود، مرا به صحبت ایشان رسانیدند و نیاز و تضرّع بی اندازه کردند. و هر یکی از ایشان مرا نظری فرمودند و بعد از آن مرا به بخارا آوردند و نسبت تأهّل مرا تمام کردند و من در قصر عارفان می بودم. در آن اثنا از الطاف الهیه کلاه مبارك عزیزان به من رسید و حال من دیگر شد و قوی امیدوار شدم و هم درین فرصت خدمت سیّد امیر کلال قدّس سرّه تشریف حضور فرمودند و گفتند: حضرت خواجه محمد بابا مرا وصیّتی فرموده اند که در حق فرزندم بهاء الدین تربیت و شفقت دریغ نداری و ترا بحل نکنم اگر تقصیر کنی. خدمت امیر سیّد چنین فرمودند که مرد نباشم اگر در وصیّت حضرت خواجه تقصیر کنم.

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که فرمودند در همین ایّام به خواب دیدم که حضرت حکیم آتا قدّس الله روحه که از کبار مشایخ ترك بودند، مرا به درویشی سپارش می نمایند. چون بیدار شدم، صورت آن درویش در خاطر من بود و مرا

جدهٔ صالحه بود، آن خواب را به ایشان گفتم. فرمودند که فرزند ترا از مشایخ ترک نصیبهٔ خواهد بود و من دایم طالب ملاقات آن درویش می بودم. روزی در بازار بخارا مرا با او ملاقات شد. اورا شناختم نام او خلیل بود و در آن حال مرا با او صحبتی میسر نشد. بعده چون نگران خاطر به منزل رفتم و شام شد، قاصدی بیامد که آن درویش خلیل ترا می طلبد. زود معامله گرفتم و به نیاز و شوق تمام نزدیك او رفتم چون به صحبت او مشرف شدم، خواستم که آن خواب را با او گویم به ترکی با من گفت که آنچه در خاطر تست پیش ما عیانست حاجت بیان نیست. حال من دیگر شد و میل خاطر با او بسیار شد و احوالی شگرف در صحبت او مشاهده می افتاد و اتفاقا بعد از فرصتی اورا پادشاهی مملکت ماوراء النهر مسلم گشت و اورا سلطان خلیل می گفتند و به واسطهٔ مرا در آن زمان سلطنت با او ملاقات شد. ملازمت و خدمت او بایست نمود و در آن اوقات پادشاهی او نیز حالها بزرگ ازو مطالعه کرده می شد و میل خاطر با او بیشتر می شد و مرا شفقت بسیار می کرد گاهی به لطف و گاهی به عنف آداب خدمت مرا درمی آموخت و از آن معنی فواید بسیار به من رسید و به علم آن آداب در مقام سیر و سلوك درین راه مرا قوی بکار آمد و مدّت شش سال در سلطنت او برین طریق در خدمت او بودم که در ملأ رعایت آداب حرمت او می نمودم و در خلأ محرم صحبت خاص او بودم و بسیار وقت در حضور خواص بارگاه خود چنین می گفت که از جهت رضای حق سبحانه و تعالی مرا خدمت کند، در میان خلق او بزرگ شود. و مرا معلوم می شد که مقصود او کیست و چیست.

اشارت به آن معنی می کرد که اعزاز و اجلال سلاطین نه از جهت ابّهت و عظمت ظاهری ایشان می باید کرد بل که از جهت آن می باید کرد که حضرت مالك الملك علی الاطلاق جل ملکه ایشانرا مظهر جلال و بزرگی خود گردانیده است و چون بعد ازین مدت مملکت او از کمال به زوال انتقال یافت در لحظهٔ آن ملك و خدم و حشم او (هَبَاءً مَنثُورًا ۔ الفرقان: ٢٣) شد و تمام دنیا و کار دنیا بر خاطر من سرد شد، به

بخارا آمدم و در ریورتون که از دیهای بخاراست ساکن شدم، این قصّه را به روایات مختلفه از درویشان خواجهٔ ما قدس روحه شنیدم.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین عطر اللّه تربته از لفظ مبارك حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه که می فرمودند: مبدأ آگاهی و انتباه و توبه و انابت من آن بود که در خلوت با یکی که خاطر با او میلی داشت التفات می نمودم و سخن می گفتم. ناگاه آوازی به گوش من رسید: وقت نیامد که از همه باز آیی و روی به حضرت ما آری؟

عمریست که تا از آن خویشی • هین وقت آمد از آن ما باش

از آن آواز حال بر من دیگر شد. بی قرار از آن خانه بیرون آمده. فصل تیرماه بود و در آن جوار جوی آبی بود، به آب در آمدم و غسل کردم و جامه هارا شستم و در آن حالت شکستگی دو رکعت نماز گزاردم. از آن سالها گذشت. در آرزوی آنم که مثل آن نماز توانم گزارد.

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه که می فرمودند: در بدایت جذبه مرا گفتند: درین راه چون من در آیی؟ گفتم: به این طریق که هر چه من گویم و خواهم آن شود. خطاب رسید که هر چه ما گوییم آن می باید کردن. گفتم: من طاقت آن ندارم اگر هر چه من گویم آن می شود درین راه قدم می توانم زدن و اگر نمی شود، نمی توانم. دو کرت به این طریق سؤال و جواب شد. بعد از آن مرا به من گذاشتند تا مدت پانزده روز و احوال من خراب شد، و تمام خشك شدم.

گر کششیست ناگهان تا نبری به‌خودگمان • بیك قبول ماست آن کار سوی مات میکشد

بعد از نومیدی خطاب شد که هلا • هر چه می خواهی، همچنان باش گو

آنرا که در پذیرد معبود لا لعلة • اورا چه حاجت آید رغ چهار چلّه؟

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طاب ثراه از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه که می فرمودند: چون به توبه موفّق شدم، در ریورتون می بودم و ملازمت نماز به جماعت در مسجد می کردم. اتفاقا یك نماز به جماعت از من فوت شد. آن دانشمند

متقی که در آن مسجد ریورتون امام بود، مرا گفت که ما ترا درین میدان صفدر تصوّر کرده بودیم، توصف شکن بودهٔ. گفتم: حضرت شما چنان تصوّر فرمودیت که من صفدر میدان طاعتم، امّا، علی الحقیقة، مَن قلب روی اندودم بر زبان آن بزرگوار رحمه الله این بیت گذشت:

قلب روی اندود نستانند در بازار حشر • خالصی باید که از آتش برون آید سلیم

از آن سخن آن عزیز دردی در باطن من پیدا شد و آتش آن هر ساعت شعله می زد و آن بیقراری من زیاده می شد.

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که می فرمودند: در اوایل احوال و غلبات جذبات و بیقراری در نواحی بخارا، شبها می گشتم و به هر مزاری می رفتم. شبی به سه مزار از مزارات متبرکه رسیدم و به هر مزاری که می رسیدم، چراغی می دیدم افروخته، و در آن چراغدان روغن تمام و فتیله می بود. اما فتیله را اندك حرکتی می بایست داد تا از روغن بیرون آید و به تازگی بر افروزد و نمیرد. در اوّل شب به مزار متبّرك خواجه محمّد واسع رحمه الله رحمة واسعة رسیدم. اشارت شد که به مزار خواجه احمد اجثغرنوی می باید رفت. چون به آن مزار رسیدم دو کس آمدند و دو شمشیر بر میان من بستند و مرا بر مرکبی نشاندند و عنان مرکب را به طرف مزار مزداخن گردانیدند و روان کردند. در آخر آن شب چون به مزار مزداخن رسیدم فتیله و چراغدان به همان کیفیّت بود. متوجّه قبله نشستم و در آن توجّه غیبتی افتاد و در آن غیبت چنان مشاهده شد که دیوار از جانب قبله شق گشت و تختی بزرگ برو بزرگی نشسته و پردهٔ سبز در پیش او کشیده و گرد بر گرد آن تخت جماعتی حاضر و ظاهر و خواجه محمّد بابا را در آن جمع دیدم دانستم که ایشان گذشتگانند. امّا بر خاطر من گذشت که آن بزرگ و آن جماعت کیستند. از آن جماعت یکی مرا گفت که آن بزرگ حضرت خواجه عبد الخالق اند و آن جماعت خلفاء ایشان و اسامی خلفاء را تعداد کرد و به هر یك اشارت کرد خواجه احمد صدیق و خواجه اولیاء کلان و خواجه عارف ریوگروی و خواجه محمود

انجیر فغنوی و خواجه علی رامیتنی قدّس الله ارواحهم و چون به خواجه محمّد بابا سماسی رسید اشارت کرد و گفت: ایشانرا خود در حال حیوة ایشان در یافته ای و دیده ای ایشان شیخ تواند و ترا کلاهی داده اند ایشان را می شناسی؟ گفتم. ایشان را می شناسم از قصّه کلاه مدّتی گذشته است مرا از آن خبری نیست. فرمودند: آن کلاه در خانۀ تست و ترا این کرامت داده اند که بلای نازل شده از برکه تو دفع شود. آنگاه آن جماعت گفتند: گوش دار و نیك شنو که حضرت خواجۀ بزرگ قدّس الله روحه سخنان خواهند فرمود که ترا در سلوك راه حق از آن چاره نباشد. از آن جماعت در خواستم که بر حضرت خواجه سلام کنم. آن پرده را از پیش بر گرفتند. بر خواجه سلام کردم و حضرت ایشان سخنانی که به مبدأ سلوك و وسط و نهایت تعلّق دارد با من در بیان آوردند و از آن سخنان یکی آن بود که گفتند: آن چراغها که به آن کیفیت با تو نمودند، ترا بشارت و اشارت بدان بود که ترا استعداد و قابلیّت این راه هست. اما فتیلۀ استعداد را در حرکت می باید آورد تا روشن شود و اسرار ظهور کند. بر موجب قابلیّت عمل می باید کرد تا مقصود بحاصل آید و دیگر فرمودند و مبالغت نمودند که در همۀ احوال قدم بر جادۀ شریعت و استقامت امر و نهی می باید نهاد و عمل به عزیمت و سنّت می باید کرد و از رخصت و بدعت دور می باید بود و دایما احادیث مصطفی را صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم پیشوای خود داشتن و متفحص و متجسس اخبار و آثار رسول و صحابه کرام او بودن بعد از تمامی این سخنان، خلفاء خواجه فرمودند مرا که شاهد صدق این حالت تو آنست که نزدیك مولانا شمس الدین اسکتوئی روی و گویی فلان ترك، بر سقا نامی دعوی می کند و حق در طرف آن ترك است و شما جانب سقارا رعایت می نمایید و اگر سقا حقیّت جانب ترك را منکر شود، تو سقا را بگوی که ای سقاء تشنه. وی این سخن را می داند و شاهد دیگر آنکه سقا با یکی فساد کرده است و چون از آن نتیجه ظاهر شده است، آنرا اسقاط فرموده است، و در فلان موضع در زیر تاکی دفن کرده. باز فرمودند که چون این رسالت را به مولانا شمس الدین

رسانی، می باید که روز دیگر بامداد بر فور سه عدد مویز گیری و به راه زنگ مرده، به طرف نسف متوجّه گردی، به خدمت سیّد امیر کلال بر وی و چون به پشته فراجون رسی، ترا به پیری ملاقات خواهد شد و آن پیر ترا قرصی گرم خواهد داد. آن قرص را ازو گیری و با او هیچ سخن نگویی و ازو چون گذری به کاروانی خواهی رسید، و چون از کاروان گذری سواری ترا خواهد پیش آمد و تو آن سوار را نصیحت خواهی کرد و بر دست تو توبه خواهد کرد و کلاه عزیزان را که با تست، به خدمت سیّد امیر کلال با خود ببری. بعده آن جمع مرا حرکت دادند و به وجود آوردند. در آن صبحدم به تعجیل تمام به طرف ریورتون به منزل رفتم و از متعلّقان از قصّه کلاه پرسیدم. گفتند: آن کلاه مدّتیست که در فلان موضع است چون کلاه عزیزان را دیدم حال من دیگر شد. بسیار گریستم و در همان ساعت به اسکته رفتم و نماز بامداد در مسجد مولانا شمس الدّین گزاردم و بعد از نماز بر خاستم و گفتم: مامورم. به اداء رسالت و قصّه را با مولانا گفتم: مولانا متحیّر شدند. سقا حاضر بود. حقیّت جانب ترك مدّعی را منکر شد. سقا را گفتم که یك گواه من آن است که تو سقاء تشنه ای ترا از عالم معنی نصیبی نیست. خاموش شد و گواه دیر دگر من آنست که تو با یکی فساد کردهٔ و نتیجه که از آن ظاهر شده است آن را فرمودهٔ اسقاط کردن و در فلان موضع در زیر تاکی دفن کردهٔ سقا آن سخن را منکر شد. مولانا و خلق مسجد به آن موضع رفتند. و تفحّص کردند. بچهٔ افکنده را در آن موضع یافتند. سقا در مقام عذر شد مولانا و خلق مسجد در گریه شدند و احوالی شگرف ظاهر شد چون آن روز گذشت روز دیگر وقت آفتاب بر آمدن بر مقتضای آنکه در آن واقعه مأمور شده بودم سه عدد مویز گرفتم و به راه زنگ مرده به طرف نسف متوجّه شدم. از توجّه من مولانا را خبر کردند مرا طلبیدند و الطاف بسیار فرمودند و گفتند ترا درد طلب پدید آمده است شفاء آن درد تو نزد ماست، همین جا قرار گیر تا حقّ تربیت ترا به جای آریم. در جواب سخن ایشان بر زبان من گذشت که من فرزند دیگرانم اگر پستان تربیت در دهان من نهید نباید سر پستان را گزم. حضرت مولانا خاموش

شدند و مرا اجازت فرمودند در همان اول روز میان را محکم بستم و دو کس را فرمودم تا از هر طریقی به قوّت تمام میان بند مرا کشیدند و در راه در آمدم. چون به پشتهٔ فراجون رسیدم به پیری ملاقات شد قرص گرم به من داد ازو گرفتم و با او سخن نگفتم. چون ازو در گذشتم به کاروانی رسیدم اهل کاروان از من سؤال کردند که از کجا می آیی؟ گفتم: از اسکته گفتند: چه وقت از آنجا بیرون آمده گفتم وقت آفتاب بر آمدن و آن ساعت که من به ایشان رسیدم، وقت چاشت بود. ایشان تعجّب کردند و گفتند: از آن دیه تا این موضع چهار فرسنگست و ما اوّل شب بیرون آمده ایم و چون ازیشان در گذشتم آن سوار مرا پیش آمد. چون باو رسیدم، سلام گفتم. آن سوار گفت: تو کیستی که من از تو می ترسم؟ گفتم: من آن کسم که ترا بر دست من توبه می باید کرد. زود از مرکب پیاده شد و تضرّع بسیار کرد و توبه کرد و با او خروارهای خمر بود همه را ریخت و چون ازو گذشتم و به حدّ نسف رسیدم به موضعی رفتم که خدمت سیّد امیر کلال قدّس روحه در آنجا بودند. به خدمت ایشان مشرّف شدم و آن کلاه مبارك عزیزان را در پیش ایشان گذاشتم. امیر خاموش شدند و بعد از فرصت بسیار فرمودند که این کلاه عزیزان است؟ من گفتم: بلی. امیر فرمودند: اشارت چنین شد که این کلاه را در میان دو پرده نگاه داری. من قبول کردم و کلاه را گرفتم. پس از آن خدمت امیر مرا سبق تلقین ذکر گفتند و به نفی و اثبات به طریق خفیه مشغول کردند. مدّتی برین متابعت کردم و به موجب آنکه در آن واقعه مأمور بودم به عمل، به عزیمت کردن به ذکر علانیه عمل نکردم.

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه می فرمودند: بعد از آن فرصت هر یکی از آن سخنان که حضرت خواجهٔ بزرگ مرا فرموده بودند، در محل خویشتن اثر خود می نمود و در آن محل نتیجهٔ عمل بآن وصیّت معاینه می گشت و چون مامور بودم، بتفحّص اخبار رسول صلی اللّٰه علیه وعلی آله واصحابه وسلم وآثار صحابهٔ کرام رضوان اللّٰه علیهم اجمعین ملازمت علما می نمودم و احادیث می خواندم و آثار صحابه معلوم می

کردم و به هر یك عمل می کردم و نتیجه آن به عنایت الهی در خود مشاهده می کردم.

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه که فرمودند. در اوایل جذبه شبی نزدیك مزار مزداخن بودم و درویش محمّد زاهد با من بود و تکیه کرده بود. در آن حال روح من از قالب بیرون آمد و گردان گردان به طرف آسمان رفت و به همان صفت آسمان اوّل را سیر کرد و از آنجا به آسمان دوم و سوم و چهارم به آن طریق رفت و سیر کرد و همچنین گردان گردان به سوی زمین آمد و در قالب من در آمد و از آن احوال محمّد زاهد هیچ خبر نداشت: کس را وقوف نیست که ما را چه حالتست!

نقل کردند خدمت خواجه علاء الحق و الدین عطّر اللّه تربته از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه که فرمودند: در آن مبادی احوال شبی در مسجد ریورتون در پی ستونی متوجّه به قبله نشسته بودم، ناگاه ابر غیبت و فنا ظاهر شدن گرفت و اندك اندك استیلا آورد تا بکلّی از خویشتن محو شدم و در آن حالت محو و فناء کلّی مرا گفتند: آگاه باش که آنچه مقصود و مطلوب است یافتی و به آن رسیدی. بعد از فرصتی مرا باز از آن حالت به وجود آوردند.

نقل کردند: خدمت خواجه علاء الحق و الدین نوّر اللّه مشهده از لفظ حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه که فرمودند: هم در مبادی احوال بعد از قصّهٔ ریورتون که روزی در آن باغ بودم و اشارت به آن باغی فرمودند که حالیا مزار و مرقد مطهّر ایشان آنجاست و جماعت متعلقان با من در آن باغ بودند. ناگاه آثار جذبات الهی و لطف و عنیات بی علت ظاهر شدن گرفت و اضطرابی و بیقراری پدید آمد و نتوانستم که به استراحت مشغول باشم، بیقرار بر خاستم و متوجه قبله نشستم، ناگاه در آن توجه غیبتی واقع شد و آن غیبت به فناء حقیقی انجامید و به حقیقت الفناء فی اللّه عزّ و جلّ رسانید در آن فنا معاینه دیدم که روح مرا بر ملکوت آسمانها گذرانیدند و بدانجا رسید که روح من در صورت ستارهٔ در دریاء نور بی نهایت محو و ناپدید شد و اثری از حیوة ظاهره بر قالب نماند و اهل و متعلّقان در آن حالت می گریستند و اضطراب و بی خودی ظاهر می

کردند تا آنگاه که پاره پاره به وجود بشریت مرا باز گردانیدند و آن غیبت و فناء کلّی در آن وقت مدّت شش ساعت نجومی یا کمابیش داشته است.

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که در اواخر در حالتی که از ابتدای حال سلوك خود حکایت می کردند و توجّهات خود را بارواح طیّبهٔ مشایخ طریقت و کبراء حقیقت قدّس الله ارواحهم و ظهور اثر توّجه به روحانیت هر یك را ازیشان بیان می کردند، گفتند که: اثر توجه به روحانیت اویس قرنی رضی الله عنه انقطاع تام و تجرد کلی از علایق ظاهری و باطنی بود و هر گاه به روحانیت خواجه امام محمد علی حکیم ترمذی قدس الله روحهما توجه نموده شدی، اثر آن توجه مشاهدهٔ بی صفتی محض بود و در آن بی صفتی هیچ اثری و گردی دیده نمی شد در تاریخ سنه تسع و ثمانین و سبعمائة این بندهٔ ضعیف در حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه بود، می فرمودند: مدت بیست و دو سال است که ما متابعت طریقهٔ حضرت خواجه محمد علی حکیم ترمذی قدس الله روحهما می نمائیم و ایشان بی صفت بوده اند و اگر کسی شناسد من این زمان بی صفتم.

نقل کرد صالحی که در آن فرصت اوایل که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه ریاضت عظیم داشتند گاه گاه این معتقد به صحبت شریف ایشان می رسید. اتفاقا فصل زمستان بود و هوا بغایت سرد. سحر گاهی بود که حضرت خواجه به کلبهٔ این فقیر رسیدند و اثر ریاضت در ایشان ظاهر بود تجرد و انقطاع تمام داشتند در آن ساعت فرمودند که مدت هشت ماه بود که ما توجه به روحانیت اویس قرنی رضی الله عنه داشتیم و در صفت او سیر می کردیم. اینك این لحظه از صفت او بیرون آمدیم.

نقل کردند: حضرت خواجه علاء الحق و الدین عطّر الله روضته از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که بسیار می فرمودند: کارگزار روندگان این راه نیاز و مسکنت و علوّ همّت است و ما را ازین در در آورده اند، هر چه یافتیم ازینجا یافتیم. **نظم:**

اینجا رخ زرد و جامهٔ ژنده خرند ٭ بازارچهٔ قصب فروشان دگرست

شبی در ریورتون بودم، در راهی می رفتم به پلی رسیدم. حالی عجب در من تصرّف کرد. الهامی به دل من رسید که از حضرت ما هر چه خواهی طلب. از راه مسکنت و نیاز گفتم: الهی از دریاهاء رحمت و عنایت خود ذرّهٔ نثار من کن. الهامی رسید که از کرم حضرت ما ذرّهٔ می طلبی؟ حال بر من دیگر شد و علو همّت در حرکت آمد. به قوتی هر چه تمامتر طپانچهٔ بر روی خود زدم، چنانکه اثر الم آن تا چند روز باقی بود. پس از آن گفتم: پاکا کریما دریاهای رحمت و عنایت را نثار حال من گردان و مرا قوّت تحمّل آن بخشش کرامت فرمای. در حال اثر عنایت و موهبت به ظهور پیوست و از برکهٔ آن دیده شد، آنچه دیده شد نظم:

همّت ترا به کنگرهٔ کبریا کشد ◦ این سقفگاه را به ازین نردبان مخواه

و ما آن پل را پل همّت گفتیم

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طیّب اللّٰه تربته از حضرت خواجهٔ ما قدس اللّٰه روحه که در زمانی که از بدایات احوال خود حکایت می کردند فرمودند که ما دویست تن بودیم که قدم درین راه طلب نهاده بودیم و دایم همت من آن بود که از همه در گذرم. عنایت الهی در رسید و مرا از آن مجموع در گذرانید و به مقصود رسانید.

مردان رهش به همّت و دیده روند ◦ زان در ره او نام و نشان پیدا نیست

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدّین نوّر اللّٰه مرقده از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه که می فرمودند: درین راه نفی وجود و نیستی و کم دیدن، بزرگ کاریست. سر رشتهٔ دولت وصول به حول است و من درین طور نسبت هر طبقهٔ از طبقات موجودات سیر و سلوك کردم و خود را به هر ذرّهٔ از ذرّات موجود موازنه کردم، همه را از خود بحقیقت بهتر دیدم، تا به حدّی که در طبقهٔ فضلات نیز سیر کردم در آنها منفعتی یافتم و در خود هیچ منفعتی نیافتم. به فضلهٔ سگ رسیدم تصوّر کردم که درو منفعتی نباشد، مدتی نفس خود را برین قرار دادم آخر الامر معلوم کردم که درو نیز منفعتی بوده است. به تحقیق دانستم که در من هیچ نوع منفعتی نیست نظم:

از هیچ کسی خویشتن با خبرم • و ز هیچ سگی به نیم، الاّ بترم
هر چند به حال خویشتن مینگرم • یك حبهٔ نیرزد از قدم تا به سرم

نقل کردند علاء الحق و الدین عطّر اللّٰه روضته از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه که از کمال شفقت و عنایت تربیت که ایشان را در حقّ روندگان این راه بود، علّو همت را با ایشان چنین می نمودند و می فرمودند که هرگز من شما را بحل نکنم، اگر همت شما در طلب مقصود چنان نباشد که قدم خود را بر سر من گذارید و بگذرید و درین سخن حضرت خواجه اشارت است به آنکه شیخ، به حسب ظاهر و باطن در جمیع مقامات و منازل، معراج مریدست و ترفع از هر حالی و صفتی به تحقیق مرید را به واسطهٔ مرقاة مدد لطف ظاهری و باطنی شیخ است، چه توجه او چنانست که مرید بر براق همّت سوار گردد و از حضیض بشریّت به سرحدّ بقاع ملکیّت جولان نماید. آنکه حضرت پیغامبر صلی اللّٰه علیه و علی آله و سلم مر امیر المؤمنین علی را رضی اللّٰه عنه فرمودند، تا قدم بر کتف مبارك حضرت او نهاد و بتانرا از دیوار کعبه بینداخت، اشارت به همین صفت است.

نقل کرد دانشمندی که از محبّان حضرت خواجهٔ ما قدس اللّٰه روحه بود که در آن فرصت که در بخارا به طلب علم مشغول بودم، در فتحآباد ساکن می بودم. یکبار در آخر روز در شهر بخارا مرا با یکی از درویشان حضرت خواجهٔ ما ملاقات شد. گفت که چرا به صحبت شریف حضرت خواجه نمی شتابی؟ من اورا عذر گفتم که روز بیگاه است و در خاطر من این گذشت که دریافت حضرت خواجه را احرام علی حده می باید و دیگر آنکه مجلس شریف ایشان را به وجود خود چه ملوث سازم به منزل رفتم و بامداد پگاه از فتحآباد متوجه حضرت خواجه شدم و چون به لقای ایشان مشرف شدم، حضرت خواجه توجه به بعضی از اصحاب کردند و فرمودند دوستی داشتیم دانشمندی فقیه و بزرگ و به صحبت ما می رسید. روزی اورا گفتیم که چونست که به صحبت کم مشرف می شویم؟ آن دانشمند فرمود که نمی خواهم که مجلس شریف حضرت را به

وجود خود ملوث سازم. ما آن فقیه را گفتیم که حال این چنین نیست بیا تا مصاحب مارا بینی. اورا به طرف خانه بردیم. سگی گرگین بود که با او صحبت می داشتیم. آن دانشمند را گفتیم که مصاحب ما این جانور است. چه جای این حکایت است که شما میگویید. **نظم:**

سگ به ز کسی باشد کو پیش سگ کویت ٭ جان را محلی بیند دل را قدری داند.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین روح الله روحه از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه که می فرمودند: سخن کبراء حقیقت است که رونده راه اگر نفس خود را صد بار از نفس فرعون بدتر نمی بیند، او در این راه نیست.

نقل کرد آن دانشمند که در آن تاریخ که آنچنان لشکر عظیم از طرف دشت قپچاق به بخارا آمد و آن چندان خلق ولایت بخارا در حصار در آمدند و از غایت ازدحام مردم بسیاری از بامهارا مبرز ساخته بودند. روزی حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه با جمعی از درویشان که در آن حادثه در جوار حضرت ایشان بودند بر بامی که مسجد ساخته بودند و نماز به جماعت می گزاردند، نشسته بودند، اتفاقا دو کس از طلبهٔ علم که از جملهٔ محبّان حضرت خواجه بودند، آمدند. خواجه ایشان را فرمودند که این بامها که درین حوالی خلق مبرز ساخته اند، پاك سازید که من جمیع مبرزهاء مدارس شهر بخارا پاك کرده بودم و به زنبر کشیده و چون من این عمل را به درویشی گفتم، مرا گفت: سهل کاری کردهٔ که به زنبر کشیدهٔ من پاك کرده بودم و بر سر خود کشیده.

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه که می فرمودند: در اوایل جذبات و طلب، مرا با یکی از دوستان حق جلّ جلاله ملاقات شد. با من خطاب کرد که از آشنایان می نمایی. گفتم: امید می دارم که از برکهٔ نظر دوستان آشنا شوم. آن عزیز دوست حق از من پرسید که معامله با روزی چون می کنی؟ گفتم: اگر می یابم شکر می گویم و اگر نمی یابم صبر می کنم. آن عزیز تبسم کرد و گفت: این سهل کاری است که تو کردهٔ کار آنست که نفس خود را در بوته در آری که اگر هفتهٔ نان و آب نیابد،

سر کشی نکند من تضرع کردم و از آن عزیز استمداد نمودم. چنین فرمود مرا که در بیابانی در آی که امید نفس بالکلیه از خلق منقطع گردد، و برین قدم تا سه روز سلوك کن. چون روز چهارم شود به دامن کوهی خواهی رسید شاهسواری ترا پیش خواهد آمد بر مرکبی برهنه نشسته، بر او سلام گوی و بگذر چون ازو سه قدم گذری ترا خواهد گفت: ای جوان قرصی دارم بگیر. تو به آن التفات مکن. بعده من بر آن اشارت در بیابانی در آمدم و به همان طریق رفتم. چون سه روز گذشت روز چهارم به دامن کوهی رسیدم و آن شاهسوار بر آن کیفیت مرا پیش آمد. بر او سلام کردم و ازو در گذشتم بر من قرصی عرض کرد. به آن التفات نکردم. باز فرمود آن عزیز که به دریافت خاطرها و خدمت فروماندگان و ضعیفان و شکستگان و کسانی که خلق با ایشان نظری و التفاتی ندارند می باید که مشغول گردی و مسکنت و نیاز پیش آری. و من بر آن اشارت او به آن طریق مشغول شدم و مدتی بر آن صفت سلوك کردم. باز فرمود آن عزیز که می باید که به رعایت و تیمار حیوانات ایستادگی نمایی و بر قدم نیاز باشی که اینها نیز خلق خدای تعالی اند و نظر ربوبیت به نسبت ایشان نیز هست و اگر ریشی و جراحتی بر پشت و پهلوی ایشان باشد به تدبیر و علاج آن خود مشغول گردی. و من بر موجب آن امر، به آن قیام نمودم و فرصتی بر آن مواظبت کردم و اگر در راهی حیوانی مرا پیش آمدی توقف می کردم، تا اول او گذشتی بر او پیشی نمی کردم و شبها روی خود بر جایی که نشان سم ستوران بودی بر زمین می مالیدم. مدت هفت سال برین منوال در این راه رفتم. باز فرمود که به خدمت سگان این درگاه از سر نیاز مشغول باش و ازیشان طلب که درین میان بسگی خواهی رسید که از او ترا سعادتی خواهد رسید و من به آن اشارت این خدمت را غنیمت شمردم و ملازمت می نمودم تا شبی به سگی رسیدم و حال من دیگر بود نیاز و تضرع پیش آن سگ بردم و گریهٔ عظیم بر من مستولی شد. در آن حال آن جانور را دیدم که پشت خود را بر زمین نهاد و روی به طرف آسمان کرد و هر چهار دست و پای خود را برداشت و آوازی حزین و نالهٔ ازو شنوده می شد و من از راه شکستگی و نیاز

هردو دست بر داشته بودم و آمین می گفتم، تا چندانکه آن جانور خاموش شد و به حالت خود باز آمد و هم درین اوقات روزی در وقت گرمگاه، در فصل تموز از قصر عارفان به طرفی می رفتم. در آن حال آن جانور را که اورا آفتاب پرست می گویند دیدم، که در جمال آفتاب حیران و مستغرق شده است. از آن صفت او مرا ذوقی پیدا شد. در خاطر من آمد که ازو در خواهم تا مرا برین بارگاه شفاعت کند. به ادب و حرمت و نیاز تمام ایستادم و هردو دست برداشتم. آن جانور از حالت استغراق باز آمد و پشت خودرا بر زمین نهاد و روی به آسمان کرد، تا دیری، و من آمین می گفتم باز فرمود که به خدمت راهها می باید که مشغول گردی اگر در راهی چیزی ظاهر بود که سبب کراهت خلایق بود آنرا از نظر ایشان پوشیده گردانی تا زیان زده نشوند و من ، آن عمل مشغول می بودم و در آن هفت سال هرگز آستین و دامن من از خاك خالی نبود و هر عملی که آن دوست حق تعالی فرمود من آنرا از راه صدق به جای آوردم و نتیجهٔ هر یکی از آن عمل ها را در خود مشاهده می کردم و ترقی تمام در احوال خود معلوم کردم.

> نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدس اللّهٰ روحه که در اواخر از اوایل احوال خود حکایت می کردند، فرمودند که: فصل زمستانی بود و هوا بغایت سرد بود و جمیع آبها یخ بسته در ریورتون شبی با جمعی از درویشان در منزلی بودم و مرا در آن شب احتیاج به غسل شد. از آنجا بیرون آمدم به هر طرفی که رفتم چیزی نیافتم که به آن یخ را شکنم و آب گیرم و غسل آرم و نیز نخواستم که هیچ کس را به واسطهٔ من در چنان شب مشوش حال گردد. کسی را اعلام نکردم. کهنه پوستینی پوشیده بودم در آن سرما از ریورتون به قصر عارفان آمدم و چون به منزل رسیدم نخواستم نیز که هیچکس از متعلقان از حال من با خبر شود. در اطراف و حوالی منزل تفحّص کردم. آخر الامر بر کنار حوضی که نزدیك مسجد است، کدوئی یافتم که ستوران را به آن آب می دادند به زحمت و مشقت بسیار یخ را شکستم و دست من مجروح شد به آن کدو آب گرفتم و غسل کردم سرما بغایت در من اثر کرد. همان کهنه پوستین را پوشیدم و در آن شب در آن سرما از قصر

عارفان باز به طرف ریورتون متوجه شدم.

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه که فرمودند: در آن جذبات و بیخودی به هر طرفی رفتم و پای من از خار و خاشاك مجروح گشته بود. کهنه پوستینی در برداشتم. اتفاقا فصل زمستان بود و هوا بغایت سرد. شیخ مرا جاذبهٔ صحبت سید امیر کلال علیه الرحمة پیدا شد، چون به منزل ایشان رسیدم، امیر با درویشان در موضعی نشسته بودند، چون نظر مبارك ایشان بر من افتاد، سؤال کردند که این کیست؟ چون معلوم کردند، اشارت فرمودند که زود او را ازین منزل بیرون آرید. چون از آن منزل بیرون آمدم، نزدیك شد که نفس من سرکشی کند و عنان ارادت و تسلیم در رباید. عنایت الهی درین حال مرا یاری کرد، گفتم: این خواری از جهت رضای حضرت عزّت علت کلمته گزیدهٔ در همین است. ازین گذر نیست. سر نیاز بر آن آستان عزّت نهادم و گفتم: هر حالی که خواهد شد، سر ازین آستان نخواهم برداشت و اندك اندك برف می آمد و هوا قوی سرد بود.

چون صبح نزدیك شد، خدمت امیر سید قدّس الله روحه از منزل بیرون آمدند و قدم شریف بر سر من نهادند. سر مرا از آستان برداشتند و در منزل در آمدند و مرا با خود در آوردند و بشارت دادند و فرمودند: فرزند، این لباس سعادت بر قدّ تست و به دست مبارك خود آن خار و خاشاك را از پای می کشیدند و جراحتها را پاك کردند و نظر بسیار فرمودند.

نقل کردند خواجه علاء الحق والدین طیب الله مرقده از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که در زمانی که از ریاضات و مجاهدات خود حکایت می کردند، فتور طالبان را در طلب ذکر کردند ودر آخر آن فرمودند: هر صباحی که از منزل بیرون می آیم، می گویم شاید که طالبی سر بر آستان نهاده باشد. همه عالم است شیخ است مرید نیست. نظم:

گر نشاید بدوست ره بردن * شرط یاری است در طلب مردن

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه که می فرمودند: من در بخارا بودم

و خدمت سید امیر کلال رحمه الله در نسف بودند. مرا جاذبه دریافت صحبت شریف پیدا شد. به طرف نسف متوجه شدم. چون به خدمت ایشان رسیدم فرمودند: فرزند قوی در محل نیك آمدی. خمدان را باز کرده ایم وکسی نیست که هیزم جمع آرد. من آن اشارت را شکر کردم و آن هیزم خار مغیلان را بر پشت خود نزدیك خمدان آوردم. **نظم:**

جمال کعبه چنان می دواندم به نشاط • که خارهای مغیلان حریر می آید

و می فرمودند: بر خدمت مولانا بهاء الدین دیکرانی علیه الرحمة حدیث خوانده بودم. در اثناء طلب این راهگذر من بر نسف افتاد و همت ایشان را اتفاق آن شده بود که باغی عمارت فرمایند و در آن موضع در ختان گز بسیار بود و احتیاج به تبر شد بر زبان مولانا گذشت: تبر ما در بخاراست نزدیك مولانا حسام الدّین اصیلی چون من آن نگرانی خاطر مولانا را معلوم کردم، به طریقهٔ که مولانا و آن جمع حاضران معلوم نکنند، از نسف به طرف بخارا متوجّه شدم و آن تبر مولانا را روز دیگر از بخارا به نسف به خدمت مولانا بهاء الدّین رسانیدم.

نقل کردند که در آن فرصت که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در قصر عارفان به عمارت مسجد مشغول بودند، بر سر مبارك خود بر بام مسجد گل می کشیدند و این بیت می خواندند: **نظم:**

به جان بکنم کار تو چرا نکنم • به سر بکشم بار تو چرا نکشم؟

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین عطّر الله تربته که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در حال کبر سنّ بسیار ذکر می کردند که ما در اوقات جوانی از حضرت حق سبحانه و تعالی در خواسته بودیم که مدد توفیق بخشد و تحمّل بارهای این راه کرامت فرماید. تا هر ریاضتی و باری که درین راه باشد آن را بکشم، و حضرت احدیّت جلّت الطافه کرم فرمود و اجابت و عنایت کرد تا بارهای این راه را در جوانی کشیدیم و در پیری از کلفت عبادت آزاد گشتیم: **نظم:**

شرطیست که مالکان تحریر • آزاد کنند بندهٔ پیر

نقل کردند خواجه علاء الحق والدین طیّب الله مشهده از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که می فرمودند: در بدایت طلب به هر صاحب دولتی که می رسیدم، می پرسیدم که ضعیفی را با قویّی کار افتاده است چه کند؟ می فرمودند صبر کند، تا روزی به سر وقت یکی از دوستان حق تبارك و تعالی رسیدم. از من پرسید که حال چیست؟ گفتم: منتظر عنایتم. آن دوست فرمود: ای فرزند: ما جستیم و نیافتیم تو طلب که خواهی یافت. از برکات نفس آن صاحب دولت از آن روز باز جدّ و طلب من زیاده شد درین راه.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین نوّر اللّٰه مرقده از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه که می فرمودند که در اوایل طلب روزی گذر من بر قمارخانه افتاد. جمعی را دیدم که به قمار مشغول بودند. و در آن جمع دو کس در آن کار استغراق تمام داشتند. امّا یکی مغلوب شده بود و هر چه داشت از نقد و نسیه در باخته و با وجود آن هر لحظه سعی و جدّ او در آن کار زیاده بود و با آن حریف غالب می گفت: ای یار! شیرین روی اگر سر رود ازین روی نگردانم. چون من آن حالت اورا دیدم، در آن کار از آن ذوق و شوق او مرا غیرت آمد و از آن روز باز طلب و سعی من درین راه در ترقّی شد. **نظم:**

تا در نزنی به هر چه داری آتش • هرگز نشود حقیقت وقت تو خوش

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طیّب اللّٰه ثراه از حضرت خواجه ما قدّس اللّٰه روحه که می فرمودند: در بدایت طلب، حال چنان بود که هر جا دو کس با یکدیگر سخن می گفتند، من گوش می داشتم. اگر سخن او می گفتند، شاد می شدم و اگر سخن غیر می گفتند، بغایت ملول می شدم: **نظم:**

هر که نه گویا به تو خاموش به • هر چه نه یاد تو فراموش به

و می فرمودند گاهی که احوال بر من غلبه می کرد و بی طاقت می شدم، آشنایی می طلبیدم که از عالم مقصود با او گویم و ازو شنوم. **نظم:**

گر هیچ نیابم کسکی بنشانم • تا او زتو می گوید و من می شنوم

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که می فرمودند: در آن غلبات

طلب، روزی از بخارا به طرف نسف می رفتم، به دریافت صحبت شریف سید امیر کلال قدّس الله روحه چون برباط جغراتی رسیدم، سواری مرا پیش آمد. چوبی بزرگ به رسم گلّه بانان به دست گرفته و کلاهی از نمد پوشیده نزدیك من آمد وبه آن چوب مرا بزد وبه زبان ترکی گفت: اسبان را دیدی؟ من با او هیچ سخن نگفتم. چند بار پیش راه مرا گرفت و همچنان مرا تشویش کرد. اورا گفتم که من ترا می شناسم که تو کیستی تا رباط قراول او در عقب من آمد و مرا گفت: بیا تا زمانی با یکدیگر صحبت داریم و من با او هیچ التفات نکردم. چون به خدمت امیر سید رسیدم، فرمودند: در راه به خدمت خواجه خضر علیه السلام التفات نکردی؟ گفتم: بلی. چون متوجّه حضرت شما بودم، با او مشغول نشدم.

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله سره که ملازمت خدمت سید امیر کلال قدّس سرّه می کردم. روزی خدمت سیّد امیر با جماعت درویشان در راهی می رفتند. درین اثنا خدمت امیر بر راه خطی کشیدند و فرمودند: کسی ازین خط نگذرد. جماعت درویشان متحیر شدند و ایستادند. عنایت الهی مرا یاری کرد. قدم نهادم و از آن خط گذشتم و در عقب امیر سیّد روان شدم. چون نزدیك امیر رسیدم، در من نظر کردند و فرمودند: نیك کردی فرزند که به خطّی از ما باز نماندی. نظم:

هر کجا خط مشکلی بکشند • جهد کن تا درون خط باشی

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین نور اللهٔ مرقده از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه که در آن جذبات یکبار از بخارا به نسف می رفتم. و اتفاقا والدهٔ من آنجا بود. بامدادی به سر چاهی رسیدم. جوانی را دیدم که نماز بامداد گزارده بود و دست نیاز برداشته و دعا می کرد. من آمین گفتم. بر خاطر من گذشت که ازو پرسم که چه دعا می کردی، که من آمین گفتم؟ از آن جوان پرسیدم. گفت: پدر و مادری دارم، دعا کردم که الهی اگر ایشان مرا از حضرت تو باز می دارند، دیدار ایشان مرا روزی مکن. خواجه فرمودند که من نیز آمین گفتم.

هر که با ما زره طینت آدم خویش است • گر زعشاق رهش نیست که بیگانه ماست

ترك خویش و ترك خویشان کرده ایم ٭ هر که او نی یار ما، اغیار ماست

نقل کردند که بار اول که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه از حج آمدند از راه نسف به قصر عارفان نزول فرمودند. و والد حضرت ایشان در شهر بخارا بود. گفتند که داعیه ملاقات والد می باشد و مکرّر فرمودند که اگر آن نبودی این نبودی یعنی اگر امر حضرت حق تعالی به تعظیم ایشان نبودی، این داعیه نبودی، این گفتند و بر درازگوش بر نشستند و به طرف شهر بخارا روانه شدند. چون مسافتی راه رفتند، حالی واقع شد. در آن اثنا حضرت خواجه سه کرّت فرمودند: توبه. آنگاه گفتند: با من عتاب کردند که دعوی محبّت ما می کنی و توجه به ملاقات غیر می نمایی؟ **نظم:**

بر رخ هرکس که نیست داغ غلامی او ٭ گر پدر من بود دشمن و اغیارم اوست

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که می فرمودند: بعد از آن که حضرت کریم علی الاطلاق جلّ عطاؤه به لطف بی علت در توبه را بر من گشاده گردانید. شبی در راهی می رفتم. جماعتی از یاران ایام گذشته مرا پیش آمدند و به طریقت خود مرا دعوت و دلالت کردند و جدّ و سعی نمودند. به عنایت الهی این کلمه از من ظاهر شد که دری را حق تعالی بسته باشد می توانید که گشاده گردانید؟ (**مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلاَ مُمْسِكَ لَهَا وَ مَا يُمسِكْ فَلاَ مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ٭ فاطر: ۲**)

کس بسته در تو باز نتواند کرد ٭ ور باز بود فراز نتواند کرد

آن سخن در آن جماعت اثر کرد ٭ و همه از تایبان شدند

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طیّب الله تربته از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که در زمانی که از اوایل احوال خود حکایت می کردند فرمودند: فرصت شش ماه این در عالم باطن بر من بسته شد و هیچ فیضی به من نمی رسید. بی طاقت و آرام شدم. قصد کردم که باز به ملازمت مخلوقی مشغول گردم. در آن حال گذر من بر مسجدی افتاد. بر در آن مسجد این نوشته دیدم: **نظم:**

ای دوست بیا که ما تراییم ٭ بیگانه مشو که آشناییم

وقتم بغایت خوش شد و عنایت بی علّت در رسید و باز آن در بر من گشاده شد.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طابت تربته از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که می فرمودند: در اوان عبور منازل و مقامات دو کرّت صفت منصور حلاج در وجود من پیدا آمد و نزدیك شد آن صدا که از وی به ظهور آمده بود، از من نیز به ظهور آید، در بخارا داری بود. و هردو کرّت خود را بپای آن دار بردم. و گفتم: جای تو سر این دارست. به عنایت الهی از آن مقام عبور افتاد منقول است از حضرت عزیزان علیه رحمة الرحمن که در زمانی که از درویشی که در تربیت ایشان بوده است، خوارق عادات را نفی کرده اند و از کمال شفقت او را از عتبات هستی و وجود ظهور آن گذرانیده، چنین فرموده اند که اگر در روی زمین یکی از فرزندان خواجه عبد الخالق قدّس الله ارواحهم موجود بودی، هرگز منصور بر سردار نرفتی.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدّین طاب ثراه از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه الشریف که می فرمودند: از سلطان العارفین ابویزید بسطامی قدّس الله سره منقول است که می فرمودند: در مقام سیر در صفات انبیا علیهم السّلام سیر می کردم به بارگاه محمّدی صلی الله علیه وعلی آله وسلّم رسیدم. خواستم که در صفت او سیر کنم، دست ردّ را بر پیشانی من نهادند. خواجه فرمودند: چون من به عنایت الهی در سیر به این مقام رسیدم، استاخی نکردم. سر نیاز و تعظیم بر آستانهٔ عزّت و احترام آن حضرت نهادم.

نقل کرد درویشی که در نسف در رکاب میمون حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه الشریف می رفتم، و ایشان از نسبت سلوك خود سخنی می فرمودند. در آن اثنا بسیاری از مشایخ کبار را ذکر کردند. و فرمودند: در مقام سلطان ابویزید قدّس الله روحه سیر کردم تا به آنجا که او رسیده بود، رسیدم. و در مقام شیخ جنید و شیخ شبلی و شیخ منصور حلاج نیز سیر کردم، و به آنجا که ایشان رسیده بودند، من رسیدم. تا به جائی که به بارگاهی رسیدم که از آن معظم تر بارگاهی نبود. دانستم که بارگاه محمدی است. استاخی نکردم و آنچه شیخ ابویزید کرده بود نکردم.

نقل کردند که از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه سؤال کردند که بعضی از مشایخ طریقت فرموده اند که ولایت محمّدیه بر ما ختم شدٰه است، خواجه فرمودند که ایشان ختم ولایت زمان خود بوده اند. امثال این تأویل حضرت خواجه ما در تأویلات آیات و احادیث بسیار است.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین روح اللّه روحه از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه سره که می فرمودند: جماعتی، این شام از اقطاب زمان و اوتاد زمین حاضر شدند. و مرا در نمد سفیدی نشاندند. و اطراف آنرا گرفتند و مرا بر تختی بزرگ نشاندند. و هر آینه بعد ازین مرا هیچ غمی نخواهد بود.

ذکر سلسلهٔ خواجگان

نوّر اللّه مراقدهم

نقل کردند که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه در طریقت نظر قبول به فرزندی از حضرت شیخ طریقت خواجه محمّد بابا سماسی است قدّس اللّه روحه که ایشان از خلفاء حضرت عزیزان خواجه علی رامیتنی اند. و ایشان از خلفاء حضرت خواجه محمود انجیر فغنوی و ایشان از خلفاء خواجه عارف ریوگروی و ایشان از خلفاء حضرت خواجه عبد الخالق غجدوانی قدّس اللّه ارواحهم و نسبت ارادات و صحبت و تعلم آداب سلوك و تلقین ذکر خواجهٔ ما را بخدمت سیّد امیر کلال است رحمة اللّه علیه که از خلفاء خواجه محمّد بابا مذکورند. اما نسبت تربیت حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه در سلوك به حقیقت از روحانیت حضرت خواجه عبد الخالق غجدوانی است قدّس اللّه روحه چنانکه شمهٔ از آن در واقعهٔ مزار مزداخن مذکور شد. و حضرت خواجه عبد الخالق از خلفای امام ربانی شیخ ابویعقوب یوسف بن ایّوب همدانی اند. و خواجه یوسف

همدانی را در تصوّف انتساب به شیخ طریقت، ابوعلی فارمدی طوسی است که از کبار مشایخ خراسانند. و حجة الاسلام امام محمّد غزالی را تربیت در علم باطن از ایشانست و شیخ ابوعلی فارمدی را در تصوّف انتساب بدو طرفست: یکی به شیخ بزرگوار ابو القاسم گرگانی طوسی است که نسبت سلسلۂ مشایخ ایشان به سه واسطه به سید الطّایفة شیخ جنید می پیوندند. و دیگر نسبت شیخ ابوعلی فارمدی در تصوّف به شیخ بزرگوار ابو الحسن خرقانی است که پیشوای مشایخ و قطب زمان خویش بوده اند. و شیخ ابو الحسن خرقانی را انتساب در تصوّف به سلطان العارفین شیخ ابویزید بسطامی است قدّس اللّه رورحه و تربیت ایشان در سلوك از روحانیت شیخ ابویزیدست. و ولادت شیخ ابو الحسن بعد از شیخ ابویزید به مدتی است. و شیخ ابویزید را انتساب در تصوّف به امام جعفر صادق است رضی اللّه عنه و تربیت ایشان از روحانیت امام جعفر است و به نقل صحیحی ثابت شده است که ولادت شیخ ابویزید بعد از وفات امام جعفر است رضی اللّه عنه و امام جعفر را انتساب در علم باطن بدو طرف: یکی به پدر خود امام محمّد باقر است رضی اللّه عنه و امام محمّد باقر را به پدر خود امام زین العابدین علی ابن الحسین بن علی است رضی اللّه عنهم و سید الشهدا حسین بن علی را به پدر خود امیر المؤمنین علی بن ابی طالب است کرّم اللّه وجهه امیر المؤمنین علی را به حضرت رسالت سید المرسلین صلّی اللّه علیه و علی آله و اصحابه اجمعین و دیگر امام جعفر را انتساب در علم باطن به پدر مادر خود قاسم بن محمّد بن ابی بکر صدّیق است رضی اللّه عنه و قاسم بن محمّد از کبار تابعین است و از فقهاء سبعه که در میان تابعین مشهورند، و آراسته به علم ظاهر و باطن و قاسم را رضی اللّه عنه انتساب در علم باطن به سلمان فارسی است رضی اللّه عنه با وجود دریافتن شرف صحبت رسول صلی اللّه علیه و علی آله و اصحابه و سلم و تشریف: **(سلمان منا اهل البیت)**، انتساب در علم باطن به ابوبکر صدّیق رضی اللّه عنه نیز بود. بعد از انتساب به حضرت رسول صلّی اللّه علیه و علی آله و اصحابه و سلّم تمت.

قسم سیوم: در بیان صفت و روش و احوال و اقوال و اخلاق حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه و شرح طریقهٔ نسبت و نتایج صحبت و کیفیت معاملهٔ ایشان با طالبان و ذکر حقایق و لطایفی که در هر محلی بر لفظ مبارك ایشان می گذشته است.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدّین نوّر الله مرقده و طیّب مشهده که صفت حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه و افاض علی متابعیه روحه و فتوحه فقر بود و ترك دنیا و قطع تعلّقات و تجرّد کلّی و نفی ما سوی. و همیشه انفاس قدسیّه ایشان در اثبات فقر بود و محبّت فقرا. و می فرمودند: ما هر چه یافتیم ازین صفت یافتیم. در منزل ایشان زمستان خاشاك مسجد می بود، و در تابستان بوریای کهنه. و طریقه ایشان چنان بود که در رعایت حلال و اجتناب از شبهات مبالغت می نمودند، خصوصا در باب لقمه و دایما در مجالس صحبت آن حدیث نبوی را که در اسرار وحی مذکورست که (**انّ العبادة عشرة اجزاء تسعة منها طلب الحلال و جزؤ واحد منها سائر العبادات**) می فرمودند: و حضرت ایشان را با وجود کمال فخر، فدا و ایثار در اعلا درجه بود. و هر که نزدیك ایشان هدیه آوردی، بر متابعت سنّت حضرت رسالت علیه الصّلوة و السلام مثل آن هدیه با امثال آن با او احسان می فرمودند، و در جماعت متابعان از برکهٔ صحبت ایشان آن صفات نیز حال می شد، و به حمل می پیوستند. و نتایج آنرا در خود به تحقیق مشاهده می کردند. و به واسطه آن در هر محلّی نسبتهای خود را می گذاشتند و ایثار می کردند. اگر دوستی و مهمانی به منازل ایشان می آمد، چون شام شدی و طعامی که در آن اندك تکلفی می بود، حاضر آوردندی و پیش آن دوست گذاشتندی. و به طریقی چراغ را نشاندندی تا آن عزیز آن طعام را بخوردی، و اگر در خواب شدی و هوا سرد بودی، اگر چه صاحب منزل را یك جامه بیش نبودی، آنرا نیز بر آن عزیز می پوشانیدند. و طعام حضرت خواجه ما از زراعت می بود. هر سال پارهٔ جو و پارهٔ ماش زراعت می فرمودند. و در باب تخم و زمین و آب و کار فرمودن فراخشاخ احتیاط تمام می کردند. و اکابر و علما که به صحبت شریف ایشان می رسیدند، طعام

ایشانرا به طریق تبرك می خوردند. و حضرت خواجه می فرمودند به سبب آنکه در آثار آمده است که در حجرات ازواج طاهرات رضی الله عنهن آرد جو را به غربال می بیخته اند. چند روزی در منزل ما آرد جورا نابیخته طعام ساختند و خوردند. جمیع متعلقان و فرزندان رنجور شدند. مرا معلوم شد که این حال به واسطهٔ آنست که با اهل بیت، حضرت رسالت علیه و علی آله و اصحابه الصلوة و السلام بی ادبی کرده شد. و در آن تشبه صورت مساواتی نموده آمد. در متابعت می باید بجدّ کوشیدن. امّا خود را علی الحقیقة مقصّر می باید دید. انابت کردند. بعد ازین آرد جو را نابیخته طعام نسازند. همه صحت یافتند.

هر که پی بر پی رسول نهاد • از همه ره روان به پیش افتاد

و حضرت خواجه اکثر اوقات به خدمت سفره و پختن طعام خود اقدام می نمودند. و در وقت خوردن طعام به تخصیص به رعایت وقوف و حضور درویشان را وصیّت می کردند و مبالغت و تأکید می نمودند. و هر چند اجتماع قوی می بود، و در آن میان کسی خواستی که لقمهٔ را از راه غفلت بخورد حضرت خواجه از راه شفقت و تربیت به طریقه ای اورا آگاه کردندی و نگذاشتندی که آن لقمه را بخورد و اگر طعامی که به غضب و کراهت و دشوار آمد پخته شده بودی آنرا نمی خوردند و هیچ کس را از درویشان نمی گذاشتند که بخورد. منقول است که یکباری حضرت خواجهٔ ما به غدیوت رفته بودند درویشی طعامی به حضرت ایشان آورده است، فرموده اند: ما را نمی شاید این طعام خوردن به سبب آنکه به غضب پخته شده است از زمان آرد بیختن و خمیر کردن و پختن آن کسی به غضب بوده است و اگر یکی کفلیزی را به غضب یا کراهت در دیگ زدی آن طعام را نیز نمی خوردند، و می فرمودند: هر کاری که به غضب و غفلت یا کراهت و دشوار آمد کرده می شود در آن کار خیر و برکة نیست نفس و شیطان راه یافته است نتیجه از آن عمل کی به ظهور آید؟ بناء صدور اعمال صالحه و افعال حسنه بر طعام حلال است که از سر وقوف و آگاهی خورده شود و حضور در

جمیع اوقات خاصّه در نماز ازینجا حاصل می شود.

نقل کردند که در آن فرصت که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه به هرات رسیدند، ملك حسین را داعیه ای پیدا شد که جمیع علما و مشایخ را که در شهر همراه بودند، دعوتی بدهد. همه را طلب داشت. و در آن اجتماع قوی ملك حسین به نفس خود به خدمت سفره قیام نمود. گفت: بخورید که حلال است وجه این طعام از پدر مهین مرا میراث رسیده است، و اگر به قیامت چیزی باشد در عهدهٔ من. و حاضران به خوردن طعام مشغول شدند. و حضرت خواجه نمی خوردند. شیخ الاسلام مولانا قطب الدین که مقتدای ولایت هرات بودند، و بر خوان ملك حاضر، متوجّه به حضرت خواجه شدند و گفتند که طعام چرا نمی خورید؟ ایشان فرمودند که مرا حاکمی است این قضیه را برو عرض کردم. مرا دو راه پیش آورد. و گفت: ار نخوری گویی که خوان ملك بود نخوردم، و اگر خوری پرسند: چرا خوردی، چه گویی؟ چون حضرت خواجهٔ ما این نکتهٔ بزرگ در طریقت به مولانا قطب الدّین هروی در چنان مجمع گفتند حال مولانا دیگر شد. ملك را گفتند که درویشان چنین نکته ای فرمودند و اشارت به حضرت خواجه کردند. آنگاه از ملك در خواست کردند که امروز ما را به ایشان بخشید ملك نیز از آن نکته حضرت خواجه متحیر شده بود. در خواست مولانا را قبول کرد، و توجّه به مولانا کرد و گفت: پس این طعامها را با که صرف کنیم؟ مولانا گفتند: جواب این هم ازیشان پرسیم. از حضرت خواجه سؤال کردند. فرمودند: در شریعت وظیفه آنست که هر چیزی که درو شبهه است، مصرف آن فقراست. اگر چه این طعامها حلال است، شك نیست که در هرات چندین مردم باشند که به لقمهٔ از این طعامها محتاج باشند. به ایشان می باید داد. حضّار مجلس از آن انفاس قدسیّه حضرت خواجه در حیرت شدند.

نقل کردند که در آن وقت که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه در سرخس بودند، قاصدان ملك حسین از هرات رسیدند و مثال ملك ظاهر گردانیدند مضمون آنکه مارا اشتیاق صحبت درویشان است. اشارت چه می شود؟ اگر چه حضرت خواجهٔ مارا

ملاقات ملوك و سلاطین وظیفه نبود، فامّا به واسطهٔ آنکه اگر ملك حسین به طرف طوس یا سرخس توجّه نمودی، بر خلق آن دیار دشواری می شد. حضرت خواجه بنابرین معنی به طرف هرات متوجّه شدند. چون به مجلس ملك رسیدند، ازدحام عظیم بود، از خدم و حشم و اعیان و ارکان مملکت هرات، از علمای و مشایخ هرات جمعی کثیر در آن مجلس حاضر بودند. چون حضرت خواجه با ملك ملاقات کردند و ساعتی گذشت، خوان حاضر آوردند و به انواع تکلّف کرده بودند. حاضران به خوردن طعام مشغول شدند، و حضرت خواجه هیچ نمی خوردند. بعده گوشت صید حاضر آوردند. حضرت خواجه از آن هم نخوردند. علما گفتند که در گوشت صید شبهه نیست. چرا نمی خورید؟ خواجه فرمودند، مرا بر خوانملك نمی شاید خوردن. من معتقد جماعتی ام، و اینك درویشی از ایشان اینجا حاضر است. ایشان چه دانند که من چه طعام می خورم. ازین سخن حقّانی حضرت خواجه همه خاموش شدند. چون خوان برداشتند، ملك از حضرت خواجه سؤال کردند که صفت درویشی شما را موروث است؟ خواجه فرمودند: نی، به حکم: (**جذبة من جذبات الحق توازی عمل الثقلین**)، جذبهٔ رسید، و به آن سعادت مشرّف شدم ملك پرسید که در طریقهٔ شما ذکر جهر و سماع و خلوت می باشد؟ خواجه فرمودند: نمی باشد. ملك پرسید: پس طریقه شما چیست؟ خواجه فرمودن: سخن خانواده خواجه عبد الخالق غجدوانی است قدّس الله ارواحهم که: «خلوت در انجمن» ملك پرسید که خلوت در انجمن چه باشد؟ خواجه فرمودند: آنکه به ظاهر با خلق بود و به باطن با حق.

از درون شو آشنا و از برون بیگانه وش ٭ این چنین زیبا روش کم میبود اندر جهان

ملك گفت: این چنین میسر شود؟ خواجه فرمودند حق تبارك و تعالی در کتاب کریم می فرماید: (**رِجَالٌ لاَ تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَ لاَ بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّهِ ٭ النور: ٣٧**) بعد از زمانی ملك سؤال کرد که بعضی از مشایخ گفته اند. الولایة افضل من النبوة کدام ولایت است که از نبوّت فاضلتر است؟ خواجه فرمودند: ولایت همان نبی فاضلترست از نبوّت او. روایت

کرد درویشی که در آن سفر در خدمت خواجه ما بود، که حضرت ایشان در هرات در خانقاه شیخ عبد الله انصاری علیه غفران الباری نزول فرموده بودند. چون آن روز در آن مجلس ملك از حضرت خواجه آن سخنان به ظهور آمد، در همان شام ملك حسین با جمعی از خواص بارگاه خود انواع خدمتیها در طبقها به خدمت خواجه فرستاد، و التماس نمود که قبول فرمایند. خواجه آن هدیّها را قبول نفرمودند و گفتند: درین چندین سال که حق تعالی با من عنایت کرده است، درین میدان درویشی، هیچ احدی نتوانسته است که پشت مرا بر زمین آرد. ملك را گویید تا به امثال این معنی خاطر خودرا مشغول نگرداند. چون فرصتی گذشت، هم در آن شب خواجه سرایان ملك آمدند. و از طرف خاتون ملك نیازمندی بسیار اظهار کردند. و پیراهنی و شیو جامهٔ و رومال آوردند که اینهارا خاتون ملك به نیاز تمام به دست خود رشته است. در خواست می نماید که قبول فرمایند و الحاح بسیار کردند. حضرت خواجه آنهارا نیز قبول نفرمودند. و از زمانی که حضرت خواجه به شهر هرات در آمدند تا زمانی که بیرون آمدند درین مدّت حضرت ایشانرا پیراهنی نبود. نمدی و عمامهٔ و کفش کهنهٔ همراه ایشان بود. و الحق مشاهدهٔ این احوال سبب ازدیاد رسوخ محبّت ملت و اتباع او و خلق ولایت هرات شد به حضرت خواجهٔ ما. **نظم:**

دیوانه کند هردو جهانرا بخشد ٭ دیوانهٔ او هردو جهان را چه کند؟

نقل کردند که در آن باغ که این زمان مرقد و مزار منوّر حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در آنجاست حجرهٔ بود. اکثر اوقات که حضرت خواجه در قصر عارفان می بودند در آن حجره می باشیدند. و کیفیت احوال و معاملهٔ ایشان به قدر آنکه درویشان را بر آن اطلاع می دادند چنین می بود که در باب لقمه احتیاط و محافظت و مبالغت تمام می نمودند. و گاهی که بروزه می بودند در هر زمانی که مهمانی آمدی اگر ما حضری می بود البتّه با او موافقت می کردند و در غیبت آن عزیز با درویشان می گفتند در آثار آمده است: ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم کانوا لا

یتفرقون الا عن ذواق، گفت: چون صحابه به یکجا جمع شدندی، پراکنده نشدندی مگر چیزی خورده و آن که روزه دار بودی، موافقت کردی و روزه را گشادی و حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی قدّس اللّه روحه در کتاب خود اصول الطریقه و فصول الحقیقه ذکر کرده است که فصل موافقت برادران در کاری که معصیت نباشد، کمتر از روزهٔ نوافل است: و من الآداب فی الصوم قلة الملاحظة به گفت: یکی از آداب روزه آنست که روزه را در نظر روزه دار مقداری نباشد.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طیّب اللّه تربته که روزی نیازمندی در حضرت خواجهٔ ما قدس اللّه روحه ماهی پخته آورده بود، و درویشان حاضر بودند. و در آن جمع جوانی عابد و زاهد نیز بود. و اتفاقا صایم بود. خواجه او را گفتند: موافقت کن و بخور. نفس شریف ایشان را اجابت نکرد و حضرت خواجه کرم فرمودند و باز گفتند: من روزهٔ رمضان را به تو بخشم، بخور هم اجابت نکرد. خواجه فرمودند: در حضرت سلطان العارفین ابویزید قدّس اللّه روحه چنین واقع شده است. اورا گذارید که از دور ماندگانست. منقول است که آن جوان عابد از مرتبهٔ صیام و قیام به مذلّت طلب حطام دنیا گرفتار شد. و به واسطهٔ ترك ادب موافقت زمان درویشان و سبك داشت نفس اولیاء اللّه از شرف صحبت ایشان محروم شد.

نقل کرد درویشی که روزی در حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه هریسه آورده بودند و ایشان تناول می فرمودند. درویشی در آن صحبت حاضر بود و طعام نمی خورد. خواجه فرمودند: چرا نمی خوری؟ گفت: روزه می دارم. خواجه فرمودند: چه روزه می داری؟ آن درویش خاموش شد. خواجه فرمودند: بخور که مارا از در فضل درآورده اند. وظیفهٔ ما اداء فرایض است و واجبات و سنتهای مؤکده: من شغله الفرض عن الفضل فهو معذور و من شغله الفضل عن الفرض فهو مغرور و فرمودند: هر که از اصحاب ماست، اورا متابعت ما می باید نمود. بی متابعت، درویش دریابندهٔ نسبت ما نمی شود. و می فرمودند: آن ریاضتها و عملها که به عنایت الهی ما به جای آوردیم، شمارا طاقت آن

نیست. تدبیر شما آنست که بی اختیار باشید و در نسبت رضا طلبی، رعایت محلها نمایید. درویش می باید که نگران باشد که چه عمل کند که آن مرضیّ اهل اللّه باشد. از سخنان این طایفه است که خدمت مشایخ درویش را افضل است از نوافل عبادات. در اخبار آمده که حضرت رسالت: علیه الصلوة و السلام در سفری بودند، و ابوبکر و عمر رضی اللّه عنهما در خدمت رسول بودند، و روزه می داشتند. حضرت رسول علیه السلام ایشان را فرمودند: بخورید که سفر است و به واسطه روزه شما ضعیف می شوید و دیگری را به خدمت خود مشغول می سازید.

نقل کرد دانشمندی که روزی به صحبت شریف خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه رسیدم، و اتفاقا من صایم بودم و کسی از حال من واقف نبود. حضرت خواجه درویشی را فرمودند که طعام بیار و متوجّه با من شدند. و فرمودند. در حدیث صحیح وارد شده است: (**بئس العبد عبد هواه یضلّه**) و آن حدیث را شرح کردند و فرمودند: هوای مضلّ آنست که در کارها ترك حق کند، و در مقام سیر الی اللّه ترك حق کند. چون طعام حاضر شد فرمودند: طعام بخور که گفته اند: عمر از جهت آن می باید که کسی اول تجربه کند و آنگاه عمل کند. ما تجربه کرده ایم، می باید خوردن. اشارت به حال من کردند که تو سالك راه حمی این روزهٔ تو از سر هواست. ترك حق کرده ای. حق به نسبت تو خوردن طعام است.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الّدین طیّب اللّه تربته که از برکهٔ نظر حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه در اندك فرصتی، درویشان حضرت ایشان را احوال چنان می شد که از حظوظ بشری و اوصاف نفسانی بالکلّیه خلاص می یافتند تا به مثابهٔ که اگر طعام خوردندی، طعم آن طعام را معلوم نمی کردند، از ترشی و شیرینی و تلخی. می آرند که درویشی طعام غیر معهود می خورده است. اورا پرسیده اند که این چه طعام است؟ گفته است: طعم حال من دارد زیرا حالت قبض را طعم دیگر است و حالت بسط را طعم دیگر و خلق حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه در اعلا درجه بود. اگر دوستی به منزل

ایشان می رسید، به انواع اورا خدمت و رعایت می کردند و به حکم حدیث نبوی: (**هم المؤمن دابّته و همّ المنافق بطنه**) در تربیت مرکب او مبالغت می نمودند، تا خاطر آن دوست از طرف آن مرکب فارغ گشتی و صحبت بی شوایب مزاحمت اغیار، توانستی بود. و می فرمودند که از حضرت عزیزان علیه عظائم الغفران منقول است که اوّل به خدمت و تربیت مرکب آن دوست اشتغال می نمودند، و می فرمودند: این جانور سبب شده است که این دوست، تشریف قدوم فرموده است. از شیخ شادی غدیوتی رحمة الله علیه که از جملهٔ منظوران و مقبولان حضرت خواجهٔ ما بود منقول است که: هر چگاه دوستی و مهمانی نزدیك او می آمد، چون از خدمت آن عزیز فارغ می شد، آب و علف پیش مرکب او می گذاشت و به نیاز و مسکنت تمام دودست ادب بر هم نهاده تا صبح دم می ایستاد. و هم ازو منقول است که هر چگاه درویشان حضرت خواجه به منزل او نزول می فرمودند، کلوخ استنجا و استبراء ایشان بر روی خود می مالید و راست و مهیّا می کرد و از غایت ذوق می گفت:

منّت اینها همه بر جان ماست

و حضرت خواجهٔ ما اگر به منزل درویشی می رفتند، جمع فرزندان و متعلّقان و خادمان اورا پرستش می کردند، و خاطر هر یکی را به نوعی درمی یافتند، و احوال ستوران و مرغان اورا، جدا بجدا، تعهد و تفحّص می نمودند و به نسبت هر یکی شفقتی به جای می آوردند. و می فرمودند: از حضرت سلطان العارفین ابویزید قدّس الله روحه العزیز منقول است که هر چگاه از عالم استغراق باز می آمدند، این چنین معامله روایت می کنند. و از مکارم اخلاق حضرت خواجهٔ ما همسایه و دوست و آشناء آن درویش محفوظ می شد. و اورا دلیل به راه حق می شد. و درویشی می گفت که پیش از آنکه به سعادت صحبت حضرت خواجه مشرّف گردم، به فرصتی، به دهقانی مشغول بودم. در پالیزی کشته بودم. روزی حضرت خواجه بر آن موضع گذر کردند. ما حضری نبود. در پالیز تفحّص کردم. سفجهٔ مژنگی یافتم. زود به حضرت ایشان به مسکنت و نیاز برده

و عذر خواستم که ما حضری جز این نیست.، حضرت خواجه به لطف تمام، آنرا قبول فرمودند. و مدتی مدید با من به نسبت ظاهر شفقت کردند. تا آن خلق ایشان سبب شد، به محبّت ایشان و آن محبّت دلیل شد، به سلوك راه حق. و بعد آن به نسبت ظاهر و باطن با من و متعلقان چندین سال است که شفقت می کنند و حضرت خواجه بسیار در مجالس صحبت در نسبت عمل آن درویش می فرمودند که تا در آن روز که خلق با ما آشنا شده بودند، آن درویش به نسبت ما حقی اثبات کرد. **نظم:**

جان می فروختم به جوی کس نمی خرید ● آن لحظه یار بر سر بازار ما رسید

آنچه در پالیز او بود، نزدیك ما آورد، به طریق نیاز، هر آینه بر ما واجب است که به ظاهر و باطن رعایت احوال او نماییم که مسابقت در احسان، کاری بزرگ است. هر چگاه دو کس با یکدیگر ملاقات می کنند و یکی بر آن دیگر در سلام گفتن پیشی می کند، جواب بر آن دیگر واجب می شود. گفته اند: تا آن کس در حیوة است، حق سلام او نمی تواند گزارد. رعایت حقوق از آداب سلوك این راه است. هر که به جایی رسید، از اینجا رسید. چنانکه آن بزرگوار دین گفته است: من اتصل اتصل بالادب و من لم یتصل لم یتصل بترك الادب، و احوال درویشان حضرت خواجهٔ ما از برکه صحبت شریف ایشان چنان بود که همه را حضوری و جمعیتی حاصل بود. اگر جماعتی که در طریقهٔ حضرت خواجه مبتدی می بودند و از آن صحبت به واسطهٔ ضرورتی بیرون می آمدند و رعایت احوال باطن نمی توانستند نمودن و خاطرهای ایشان را به طرفی بر رفتن می شد، در بار می شدند، و از دولت آن حضور محروم می شدند. و چون به حضرت ایشان می رسیدند، بنابر ضعف احوال ایشان هر ذره ای و قطمیری را از آن بر رفت خواطر، از راه تربیت و شفقت به ایشان می نمودند، و به قدر قوّت و دریافت به نسبت این طریقه به ایشان معاملت می کردند، و عنایت می فرمودند، و ایشان را از آن بار بیرون می آوردند و طریق محافظت آن حضور را و کیفیّت دفع خواطر را به تکرار به ایشان می نمودند، و بعد اگر آن جماعت را هر چند مهم بودی، از صحبت حضرت خواجه نمی

خواستند که بیرون آیند، از خوف بر رفت خواطر و بار آن به حکم آن حدیث صحیح که (**لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین**)، خود را نگاه می داشتند. و اگر متوسط الحال می بودند، و از برکهٔ ملازمت صحبت شریف حضرت خواجه و موافقت درویشان ایشان آن جماعت را قوّت رعایت حضور حاصل شده می بود، و طریق محافظت آن را در نسبت جذبه و سلوك دانسته می بودند، و کیفیّت دفع خواطر را نیز شناخته و کرات هر یکی را به عمل پیوسته، و طریقهٔ عذر و انابت را درین نسبت حضرت ایشان تحقیق کرده که صاحب تصور می باید که اول آنچه برو گذشته است، پیدا کند و آنگاه، به عذر و انابت به صفت تضرع و در ماندگی مشغول گردد، تا مفقود موجود گردد و مقصود به حصول موصول، که اگر با وجود این مقدار شناخت خواطر ایشان را بیرون به صحبت به طرفی بر رفتی شدی، تا ایشان را خدمتی فرمودندی و اندك از کراهت و دشوار آمد، به نسبت باطن دز آن خدمت بر ایشان گذشتی و زود به تدبیر و عذر و انابت بر طریقهٔ معلومه مشغول نشدندی، حضرت خواجه ایشان را بر آن خواطر و آن مقدار کراهت مؤاخذهٔ می کردند، و بار حزن و قبض ایشان را، نهایت نمی بود و احوال باطنی ایشان تمام دیگر می شد، و حضرت خواجه التفات شریف خود را از ایشان باز می گرفتند: و به حکم: (**حَتَّى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۔ التوبة: ۱۱۸**) زمین فراخ بر ایشان تنگ می شد، و سر رشتهٔ نسبت خود را غایب می کردند. لا جرم ایشان را می بایست منع نمودن و آنچه بر ایشان گذشته است، پیدا کردن و بدان تدبیر، بر طریقهٔ مذکوره اشتغال نمودن. اگر به عنایت الهی توانستند آن بر رفت خواطر و آن مقدار کراهت را پیدا کردن، و طریقهٔ عذر و انابت را سلوك کردن از بار خلاص می یافتند. و سر رشتهٔ نسبت را به دست می آوردند. و اگر نمی توانستند پیدا کردن، در خلأ و ملأ تضرع می نمودند و بسیاری از درویشان را به حضرت خواجه شفیع می آوردند، تا آن بر رفت خواطر و کراهت را با ایشان از راه شفقت و تربیت می نمودند و سر رشتهٔ نسبت خود را می یافتند و به تدریج ایشان را در آن نسبتها زیادتی قوّتی به حاصل می آمد. و درین محال

حضرت خواجه بسیار می فرمودند که خلق می گویند که در طریقهٔ ما ریاضت نیست و اگر درویشی به اشارت حضرت ایشان به سفری رفتی، در مدّت رفتن و مراجعت نمودن، خوش حال بود و از برکهٔ اشارت ایشان احوال ظاهری و باطنی او محفوظ می نمود. و اگر آن درویش بعد سالی، مثلا از سفر آمدی، جمیع آنچه اورا در آن سفر واقع شده بودی، در هر منزلی به تفصیل ازو می پرسیدند و اگر او صاحب وقوف نبودی و از بیان آنچه برو گذشته است، عاجز بودی از راه شفقت همه را با او شرح فرمودندی، تا مزید یقین اورا درین طریق به حاصل آید. و حضرت خواجه قدّس روحه درویشان را در مباحثات بسیار مخالفت نفس می فرمودند. و هر که به آن عمل مشرّف می شد، نتایج بزرگ مشاهد او می شد، و یقین او درین راه زیاده می شد. و می فرمودند هر که توفیق یابد که مخالفت نفس کند، هر چند آن عمل اندك باشد، باید که آن را بزرگ دارد و شکر توفیق حق تعالی و تقدّس گوید و آنچه گفته اند: (**اذا اردت مقام الابدال فعلیك بتبدیل الاحوال**). مراد از تبدیل مخالفت نفس است. و می فرمودند حضرت ایشان درویشان را که نفسهاء خود را تهمت نهید و هر که به آن عمل موفق می شد حضرت ایشان نیز با او بنسبت آن عمل معاملت می کردند و به تحقیق اورا در بار آن عمل می داشتند و سعادت بسیار از آن عمل به او می رسید، چه به اشارت آیت: (**وَ مَا اُبَرِّئُ نَفْسِی اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ◦ یوسف: ٥٣**) هر گناهی و عصیانی که بنده بر نفس خود گوید به حقیقت زیاده از آن ازو متصوّر و ما ابرئ نفسی و ما ازکّیها که هر چه نقل کنند از بشر در امکان است و آن عزیز، از حقیقت حال گفته است. **نظم:**

ز هر بدی که تو دانی هزار چندانم ◦ مرا نداند ازین گونه کس که من دانم
به آشکار بدم در نهان ز بدبترم ◦ خدای داند و من ز آشکار و پنهانم

درین محل فرمودند که هر که به عنایت حق نفس خود را به بدی شناخته باشد و مکر و کید اورا دانسته، نزد او این عمل سهل باشد. از روندگان این راه بسیار بوده اند که گناه دیگری را به مدد لطف الهی به تحقیق بر خود نهاده اند، و بار آن را کشیده و به

ظاهر و باطن خود را فدای آن دوست کرده.

از خود چو گذشتی همه عیش است و خوشی

(اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ ۞ الاسراء: ۷) و اکثر سخنان که از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه به ظهور آمده است از اشارات و رموز آیات و احادیث نبوی و آثار صحابه و سیر سلف صالح است. می فرمودند که قوله تعالٰی: (یَا اَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ۞ النساء: ۱۳۶) اشارت به آنست که در هر طرفة العینی نفی این وجود طبیعی می باید کرد، و اثبات معبودی حقیقی می باید نمود.

وجودك ذنب لا یقاس به ذنب

از حضرت شیخ جنید قدّس الله روحه منقول است که می فرموده اند: شست سال است که در ایمان آوردنم. و خواجهٔ ما می فرموده اند: نماز و روزه و ریاضت و مجاهدت طریق وصول است به حضرت احدیّت تعالی و تقدس اما نفی وجود نزدیك ما اقرب طرق است. این نیز هم می باید و لیکن جز به ترك اختیار و دید قصور اعمال، حاصل نمی شود. روزی بر لفظ مبارك حضرت خواجهٔ ما می گذشت که تعلق بماسوی روندهٔ این راه را حجابی بغایت بزرگ است.

تعلق حجاب است و بیحاصلی ۞ ازین بندها بگسلی، واصلی

بر خاطر این ضعیف گذشت که تعلق به ایمان و اسلام نیز باید که زیان دارد. حضرت خواجه به این شکسته توجه نمودند و تبسم کردند. و فرمودند: بیت منصور حلاج را نشنودهٔ؟:

کفرت بدین الله و الکفر واجب ۞ علی و عند المسلمین حرام قبیح

گفتند: کار، ایمان و اسلام حقیقی دارد و اهل حقیقت ایمان را چنین تعریف کرده اند که **الایمان عقد القلب بنفی جمیع ما تولهت القلوب الیه من المضار و المنافع سوی الله عزّ و جلّ** منقول است که درویشی بود حنفی مذهب، از جمله منظوران حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه روزی با یکی هم از درویشان ایشان در تقریر و تحقیق ایمان

سخنی می گفت، و بر اقرار و تصدیق که تعریف ایمان است تسلیم را زیاده می کرد و آنرا تمثیل می کرد و در آن مبالغت می نمود. آن بحث ایشان به سمع مبارك حضرت خواجه رسید. آن درویش را فرمودند: ترا با این بحث تعلّق شده است. مصلحت آن است که ازین ایمان تقلیدی بگذری. آن درویش مضطر و متحیّر شد، و نتوانست از آن گذشتن. حضرت خواجه اورا فرمودند: بعد ازین ترا در صحبت درویشان راه نخواهد بود. طاقتش طاق شد از حضرت ایشان مددی طلبید و تضرّع بسیار کرد تا عنایت الهی در رسید، و از آن عتبهٔ تقلید در گذشت حالش قوی خوش شد. اضطراب بسیار کرد. چون از آن حال باز آمد، در حضور جمع درویشان گفت: کاشکی حضرت خواجه پیش ازین با من این لطف می کردند.

الحمد لله که حضرت اله تعالی و تقدّس مرا از عقبهٔ تقلید گذرانید و به سعادت ایمان حقیقی رسانید و هم در نفی آمده است که روزی خدمت خلافت پناهی خواجه علاء الحق و الدّین را عطّر الله تربته و كثّر قربته با درویشی از کبار درویشان بخارا که مشهور بود، به نسبت خلوتی ملاقات شد ودر میان ایشان قصهٔ گذشت از عالم غیرت بر آن درویش خلوی غلبه کردند. آن معنی به حضرت خواجه رسید. متوجّه به خواجه علاء الدین شدند و فرمودند: تو ولیّی، ایشان آن صفت را از خود نفی کردند. باز حضرت خواجه فرمودند: من می گویم تو ولیی. ایشان چنانند تضرّع و مسکنت به حسب ظاهر و باطن در خلأ و ملأ وظیفهٔ ایشان بود، خصوصا در حضور خواجه پیش آوردند. حضرت خواجه فرمودند: اگر تو ولی نیستی، از صفت ولایت گذر. ایشان متوقّف شدند. حضرت خواجه فرمودند: ترا چاره نیست، اگر صحبت مرا می طلبی، از صفت ولایت گذر. خدمت خواجه علاء الدین فرمودند: از برکهٔ توجّه به حضرت خواجه، عنایات حق سبحانه و تعالی در رسید، و مرا از آن عقبه و حجاب گذرانید و دیدم آنچه دیدم و معلوم کردم که هر کمالی و حالی که از آن شریفتر نیست، اگر روندهٔ راه را به آن اندك تعلّقی و دل بستگی است میان او و میان مقصود، آن سدّ عظیم و حجاب اکبر است.

گر بستهٔ به مویی ز آن موی در حجابی

نقل کردند که یکباری حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در کوفین بودند و جمعی از درویشان ایشان و خلقی از آن اطراف در رکاب خواجه می رفتند و حضرت ایشان در آن حال می گریستند و آن حاضران نیز می گریستند، و هیچ کس را بر آن حال اطّلاع نی. بعد از ساعتی حضرت خواجه از راه مسکنت و افتقار تمام فرمودند: با وجود این خرابی و عجز و افلاس و بیحاصلی که من دارم و شایستهٔ آن نیستم که سلام مرا جواب گویند، حق تعالی و تقدّس مرا در میان خلق رسوا کرده است، و ایشانرا با من مشغول گردانیده. دریغا کسی را از حال من خبر نیست.

ای دریغا کس نمی داند مرا ٭ گر بدانندم برانندم ز شهر

مرا با خلق چه کارست ازین کلمات حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه معلوم می شود که در هر محلّی که توهّم آن است که وجودی از سالك این راه سر بر زند به مدد عنایت حق می باید که آنرا نفی کند و حق این است که خواجه فرموده اند، زیرا تا بنده بکلّیت احوال و صفات و حرکات و سکنات و خطرات و تعلقّات قلبی و قالبی و سرّی و غیر آن به حق مشغول نباشد و تمام از خود منقطع نشود، اسم بندگی برو به طریق حقیقت مطلق نه گردد و به سعادت اخلاص مشرّف نشود. به جهت آنکه شعب تعلقّات بشریّت و هواهای نفس بدفرمای بسیارست، هر لحظه به حکم: (**رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر**) از هر یکی تبرّا و بیزاری و انقطاع می باید نمود، چنانکه حق تعالی می فرماید: (**فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى ٭ البقرة: ۲۵۶**) درین طریق ما سوای حق طاغوت است. کفر بوی و ایمان به حق در هر قدمی شوط لازم سالك است. و پیغامبر صلّی الله علیه وعلی آله و اصحابه و سلم فرموده است: (**الهوی عند الله ابغض من جمیع الالهة**)، بدترین خدایان که بر زمین می پرستند، هوای ایشان است. و حق تعالی می فرماید: (**اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوٰيهُ ٭ الجاثية: ۲۳**) نمی بینی ای محمّد آن را که هوای خود را به خدایی گرفته است؟ آن بیچاره می پندارد

که او بندهٔ خداست.

خواجه پندارد که دارد حاصلی • حاصل خواجه بجز پندار نیست

در حدیث صحیح وارد شده است: (**تعس عبد الدرهم تعس عبد الزوجة**) در هلاکی است بندهٔ زر و سیم و بندهٔ زن و فرزند. هر آینه هر که بنده چیزی باشد، آنرا پرستد. **بیت:**

هر چیز که اندر دو جهان بندهٔ آنی • آنست ترا در دو جهان مونس و معبود

بالضرّورة از همه می باید برید و بحق تعالی و تقدّس پیوست.

منقول است که از حضرت عزیزان علیه رحمة الرحمن پرسیده اند: درویش چیست؟ فرموده اند: برکندن و پیوستن. برکندن از غیر و پیوستن به حق تعالی. سخن یکی از بزرگان این طایفه است که هر که از ما سوای حق بسلامت رستگاری یافت، او مسلمان است و هر کرا از مرادات و مقاصد خود ایمن کردند، در دو جهان، مؤمن است. حق تعالی می فرماید: (**مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ • آل عمران: ۱۷۹**) مؤمن نباشد مرد، تا طیّب را از خبیث جدا نکند. هر چه مراد و هوای اوست، خبیث است. و هم سخن اوست که بعد آنکه همهٔ موجودات را از آسمانها و زمینها و عرش و فرش واپس گذاشتن و از بند رسیدن و نارسیدن خود بر خاستن و از توقع دیدن و نادیدن پاك شدی، و از همهٔ بلاها و آفتها رستی هیچ بلایی ترا درین راه سختر از وجود تو نیست، و هیچ زهری قاتلتر درین راه از تمنّای مریدان نیست. از سر همه برباید خاست. آخر سخنی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه به طریق وصیّت به این بندهٔ ضعیف فرمودند، درین معنی موجز و وافی این بیت بود:

تا در نزنی به هر چه داری آتش • هرگز نشود حقیقت وقت تو خوش

و در آثار صحابه رضوان الله علیهم اجمعین آمده است که بعضی مر بعضی را می گفته اند: تعال نؤمن ساعة، بیا تا ساعتی ایمان آریم و این اشارت به آن است که اگر جمعی از طالبان این راه با یکدیگر صحبت دارند، در آن خیر و برکه بسیارست.

امیدست که ملازمت و مداومت بر آن صحبت منتهی به ایمان و اسلام حقیقی شود. و خدمت خلافت پناهی خواجه علاء الحق و الدّین نوّر اللّه مرقده بتکرار در مجالس صحبت بتأکید و تحقیق این معنی اشارت می کردند، و درویشان را امر می کردند که با یکدیگر صحبت دارید که صحبت سنت مؤکّده است و می فرمودند: قوله تعالی: (وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ الضحی: ۱۱) امرست از حضرت منعم علی الاطلاق عمّت نعماؤه به پیغامبر صلّی اللّه علیه وعلی آله و اصحابه و سلم که نعمت هدایت و عنایت مارا با خود حدیث کن و الطاف ربوبیّت مارا بره گذران، و درینجا اشارت است به پرورش صفت محبّت حضرت حق جلّ جلاله که در جوهر وجود حضرت رسالت است. در حدیث قدسی آمده است که حضرت صمدیت عزّ سلطانه به داود پیغامبر صلوات اللّه علیه خطاب کرد که مارا دوست دار و دوستان مارا دوست دار، و بندگان مارا به ما دوست گردان. داود گفت: بار خدایا، توانم حضرت پاك ترا دوست دارم و دوستان ترا دوست دارم امّا نمی توانم که محبت حضرت ترا در دلهای بندگان تو پیدا گردانم. حی عزّ و علا با داود گفت: هر چگاه نعمتهای ما را با بندگان ما حدیث کنی و یاد دهی چنان باشد که محبّت مارا در دلهای بندگان ما پیدا کرده باشی.

و می فرمودند: قوله صلی اللّه علیه و سلم: (من استوی یوماه فی دینه فهو مغبون و من کان غده شرّ یومه فهو ملعون و من لم یکن فی الزیادة فهو فی النقصان و من کان فی النقصان فالموت خیر له) اشارت بحال روندهٔ راه حق است. می باید که دو روز او در طلب مزید یقین برابر نباشد.

و می فرمودند: در اخبار و آثار با سخنان مشایخ وارد شده است: اذا احبّ اللّه عبدا لم یضرّه ذنب، تأویل آن است که چون بندهٔ محبوب عذر گناه داند و بخواهد، گناه اورا ضرر نکند.

و می فرمودند: قوله صلی اللّه علیه و سلم (اکثروا السؤال من اللّه تعالی حی الملح لقدورکم و الشسع لنعالکم) الحدیث: معنی (اکثروا السؤال) یکی آن است که

یك نعمت را که از حضرت عزّت جلّ انعامه می طلبید چندان تضرع نمایید که بحصول پیوندد. آنگاه نعمت دیگر را به همین طریق طلبید. در اخبار آمده است که ان اللّه تعالی یحبّ الملحیّن فی الدّعاء.

و می فرمودند: قوله صلی اللّه علیه و سلم: **(ما کرهت ان یراه الناس منك فلا تفعله اذا خلوت)**، اشارت به آن است درویش می باید که خلاً اورا ملاً باشد و رعایت ادبی که در نظر خلق می نماید، در خلوت نیز نماید.

و می فرمودند: قوله صلی اللّه علیه و سلم: **(الصلوة معراج المؤمن)**، اشارت به درجات نماز حقیقی است. چنانکه در زمان تحریمه می باید که اکبریّت حضرت حق در وجود نماز گزارنده حال شود و خضوع و خشوع درو پیدا شود، تا به حال استغراق رسد. کمال این صفت مر حضرت رسالت را علیه الصّلوة و السلام بوده است. در اخبار وارد شده است که در نماز از سینهٔ مبارك حضرت پیغامبر، چنان آواز می آمد که در بیرون مدینه آنرا شنوده می شد: و له ازیز کازیز المرجل، اشارت به این معنی است. یکی از علماء بخارا از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه سؤال کرد که حضور در نماز به چه حاصل می شود؟ خواجه فرمودند: به خوردن طعام حلال که از سر وقوف و آگاهی خورده شود، و در اوقات بیرون نماز و زمان وضو و تحریمه رعایت وقوف نیز کرده اند.

و می فرمودند: **(الصوم لی و انا اجزی به)** اشارت به صوم حقیقی است که امساك است از ماسوا بکلّی.

و می فرمودند: قوله صلی علیه و سلم: **(نصیب امتی من نار جهنم کنصیب ابراهیم من نار نمرود)** و قوله: **(لا تجمع امتی علی الضلالة)** مراد ازین امت امّت متابعت است امّت سه است: امّت دعوت است و امّت اجابت و امّت متابعت.

و می فرمودند: قوله صلی اللّه علیه و علی اله و اصحابه و سلم: **(الفقراء الصبر هم جلساء اللّه یوم القیامة ای المقربون غایة القرب)**، اشارت به بیان حال اهل ظاهرست، و فقر بر دو نوع است: فقر اختیاری است و فقر اضطراری. و این بهترست که اختیار

حق است، به نسبت بنده.

و می فرمودند: آنچه در حدیث قدسی وارد شده است: (**انا جلیس من ذکرنی**). اشارت به بیان اهل باطن است.

و می فرمودند: قوله صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم: (**لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب و لا نبی مرسل**) ، معنی: لا یسعنی فیه ملك مقرب و لا نبی مرسل یکی آن است که مرا حالی می باشد که در آن حال ملك مقرب و نبی مرسل ملاحظ نمی بود، و این حال مبتدی را نیز در بعضی اوقات می باشد. و دیگر آنکه مرا حالی می باشد که آن حال اعلا و اشرف است از حال ملك مقرّب و نبیّ مرسل، و آن حال عبارت از ولایت نبوّت رسول ماست علیه الصلوة و السلام چنانکه بعضی از مشایخ گفته اند: الولایة افضل من النبوة و دیگر آنکه شاید که اشارت باشد به این معنی که هر چگاه حق تعالی به بندهٔ به صفت جمال تجلّی کند، وجود آن بنده چنان بزرگ شود که در عالم نگنجد.

و می فرمودند: قوله صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلّم: (**ان لله تعالی تسعة و تسعین اسما مائة غیر واحدة فمن احصاها دخل الجنة**)، معنی احصا یکی آن است که نامهای حق را شمار کند، دیگر آنکه این نامها را داند، دیگر آنکه عمل به موجبات این نامها تواند کرد. چون رازق گوید، مثلا، اصلا غم روزی بر خاطر او نگذرد، و چون متکبّر گوید عظمت و کبریا و پادشاهی از آن حق تعالی داند، پس از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه سؤال کردند: چون تسعة و تسعین مذکور شد، به ذکر مائة غیر واحدة چه احتیاج بود؟ خواجه فرمودند: به جهت آن محل تاکید شد که عرب را در باب حساب مهارتی نمی بود و به این التفات ندارند از آن جهت حضرت رسالت علیه الصلوة و السلام در بیان عدد روزهاء ماه فرمود: (**الشهر هکذا و هکذا و هکذا**)، به انگشتان اشارت کرد و در کرّت سیوم نه انگشت را برداشت، محسوس نمود که ماه بیست و نه روز می آید و به زبان نگفت.

و می فرمودند: قوله صلی اللّٰه علیه و علی آله و اصحابه و سلم: (**امط الاذی عن الطریق**)، مراد آزادی نفس است و از طریق راه حق، دع نفسك و تعال،

خود را بر در بمان و آنگه در رو • در راه تو خاشاك و خسی نیست، تویی

بیت:

زیر دیوار وجود تو تویی گنج گهر • گنج ظاهر شود ار تو ز میان برخیزی

و آنچه در حدیث قدسی وارد شده است: (**نفسك مطیتك فارفق بها**)، اشارت به نفس مطمئنه است که به خلعت: (**اِلاَّ مَا رَحِمَ رَبِّی • یوسف: ٥٣**) مشرّف شده است. بعضی از اولیاء اللّٰه را حال چنانست که نفس ایشان در مقام انقیاد به جائی می رسد که اگر اورا به صفتی امر کنند، خلاف امر ایشان نکند.

و می فرمودند: ولایت بزرگ نعمتی است ولی می باید که داند که او ولی است، تا به شکر این نعمت قیام نماید. ولی محفوظ عنایت الهی است. اورا با او نمی گذرانند و از آفات بشریت نگاه می دارند. بر ظهور خوارق عادات و احوال و کرامات هیچ اعتمادی نیست. کار، استقامت دارد در افعال و اقوال. شیخ عبد الرّحمن سلمی رحمة اللّٰه علیه در کتاب خود حقایق التفسیر در تفسیر این آیت که (**فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ • هود: ١١٢**) نقل کرده است از یکی از ارباب حقیقت که (**کن طالب الاستقامة لا طالب الکرامة فان ربك یطلب منك الاستقامة و نفسك تطلب منك الکرامة**) و از سخنان این طایفه است که اگر ولی در بستانی در آید و از هر برگ درخت آواز آید که یا ولی اللّٰه می باید که به ظاهر و باطن اورا به آن صدا هیچ التفاتی نباشد، بل که هر لحظه سعی او در صفت بندگی و تضرّع زیاده گردد. کمال این مقام حضرت مصطفی علیه الصلوة و السلام داشت که هر چند انعام و اکرام الهی به نسبت او بیشتر می شد، بنده گی و نیاز و مسکنت او بیشتر می شد. ازینجا می گفت: افلا اکون عبدا شکورا و آنچه بر ولی می گذرانند از قصورات حکمت در آن نفی وجود بشری اوست.

و می فرمودند: روندهٔ راه به تبعیّت اولیاء اللّٰه در ولایت خاصه در می آید.

و می فرمودند: این طایفه سه قسم اند: مقلّدند و کامل و کامل مکمّل. مقلّد به شنوده عمل می کند، و کامل از خود تجاوز نمی کند و تربیت جز کامل مکمّل نمی تواند کرد.

و می فرمودند: ارادت و تسلیم و بی اختیاری بزرگ کاری است. در ارادت سخنان گفته اند. مختار ما این است: الارادة ترك الارادة فی الارادة،مرید می باید که خواست خود را در خواست مقتدا بکلّی گذارد.

ما اختیار خویش هم از دست داده ایم ٭ کان اختیار شاه همان اختیار ماست

اختیار ما راست اگر خواهیم طالب را به طریق جذبه مشغول گردانیم، و اگر خواهیم به طریق سلوك. مرشد طبیب حاذق است. علاج به نوعی که موافق حال مسترشد است می کند. در حدیث صحیح وارد شده است که حضرت حق سبحانه و تعالی با هر بنده به حکمت بالغهٔ خود معامله می کند. یکی را در فقر و شدّت می دارد و یکی را در غنا و ثروت.

و می فرمودند: طالب می باید که اوّل مدتی به یاران ما صحبت دارد، تا اورا قابلیت صحبت ما پیدا شود.

نبینی وقت سفتن مرد حکّاك ٭ به شاگردان دهد درّ خطرناك؟

و می فرمودند: طریقه ما از نوادر است و عروهٔ وثقی است. چنگ در ذیل متابعت سنت مصطفی صلی اللّٰه علیه و علی آله و اصحابه و سلّم زدن است و اقتدا به آثار صحابهٔ کرام او نمودن. درین راه ما را از در فضل در آورده اند. از اوّل تا آخر همه فضل حق مشاهده کرده ایم، نه عمل خود. و درین طریقه به اندك عملی فتوح بسیار است. امّا رعایت متابعت سنّت کار بغایت بزرگ است.

و می فرمودند: هر که از طریقهٔ ما روی گرداند، خطر دین دارد. از حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه سؤال کردند که حضرت شما را بچه توان یافت؟ فرمودند: به متابعت رسول صلی اللّٰه علیه و سلّم.

ومی‌فرمودند: طریقهٔ ما صحبت است ودر خلوت شهرت است وشهرت آفت است.

و می فرمودند: خیریّت در جمعیّت است و جمعیّت در صحبت و صحبت در نفی بودن در یکدیگر.

و می فرمودند: جمعی که به صحبت ما می رسند، بعضی چنانند که تخم محبّت در دلهای ایشان می باشد، امّا به واسطهٔ خاشاك تعلّقات نشو و نما نمی تواند یافت، ما را آن تعلّقات را می باید پاك کردن. و بعضی چنانند که تخم محبّت در دلهاء ایشان نیست، مارا می باید آنرا پیدا کردن.

و می فرمودند: هر که با ما میل خاطری و محبّتی دارد خواه دور باشد از ما و خواه نزدیك، در هر شبانروزی مارا بر نسبت او گذری می باشد، و از سر چشمهٔ شفقت و تربیت ما به او فیض رسیده است، اگر او واقف حال خود بود، و راه گذر فیض را از خاشاك تعلّقات پاك دارد.

و می فرمودند: درین طریقهٔ ما سالك می باید که نداند که او در چه مقام است، تا حجاب راه او نشود.

و می فرمودند: مرشد می باید که از سه حال طالب ماضی و حال و آینده با خبر باشد، تا اورا تواند تربیت کردن. و از شرایط طالب آن است که در زمانی که با دوستی از دوستان حق تعالی و تقدّس مصاحب است، واقف حال خود بود و زمان صحبت را با زمان گذشته موازنه کند تا اگر تفاوتی از نقصان بکمال در خود مشاهده کند، به حکم (**اصبت فالزم**)، ملازمت صحبت آن عزیز را بر خود فرض عین داند.

و می فرمودند: به حکم (**الطریقة کلها آداب**) از شرایط طلب این راه ادب است. ادبی است به نسبت حق سبحانه و تعالی و ادبی است به نسبت پیغمبر علیه الصلوة و السلام و ادبی است به نسبت مشایخ طریقت. اما ادبی که به نسبت حضرت حق تعالی و تقدس آن است که به ظاهر و باطن به شرط کمال بنده گی فرمانهاء او را به جای آرد و از ما سوی بکلّی اعراض نماید. و ادبی که به نسبت پیغامبر است آن است که خود را تمام

در مقام (**فَاتَّبِعُونِی • آل عمران: ۳۱**) دارد و در جمیع احوال به واجبی، حرمت اورا نگاه دارد و واسطهٔ کل موجودات به حضرت حق سبحانه و تعالی اورا داند. هر که هست و هر چه هست همه را سر بر آستانهٔ عزت اوست. و ادبی که به نسبت مشایخ واجب و لازم است بر طالبان به جهتِ آن است که ایشان به واسطهٔ متابعت سنّت پیغامبر علیه الصلوة و السلام به مقام دعوت خلق به حق رسیده اند. پس درویش باید که در غیبت و حضور، ادب وقت ایشان را نگاه دارد.

و می فرمودند: اولیاء الله اهل کرم اند و آموختگان الطاف حضرت لا یزالی قصورات و خطورات که بر طالبان می گذرد، می بینند و درمی گذرانند احوال مختلف است. در زمان مشاهدهٔ الطاف ربوبیّت کوهی کاهی است. **نظم:**

پیش جوش لطف بی حدّ تو شاه • توبه کردن از گناه آمد گناه

در حدیث یا آثار صحابه یا سخنان مشایخ آمده است: **ترك الذنب ذنب.**

و می فرمودند: این طایفه امنایند. ذرّه و قطمیر که بر طالب می گذرد، می بینند و از راه تحقیق به او می نمایند. در مقام شفقت فرو گذاشت نیست. **نظم:**

اگر بینی که نابینا و چاهست • اگر خاموش بنشینی گناه است

گاهی در نظر ایشان کاهی کوهی است.

و می فرمودند: روش با اهل الله کسی می تواند نمود که از خود تمام گذشته بود.

یا مکن با پیل بانان دوستی • یا بر آور خانهٔ در خورد پیل

و می فرمودند: مثل اهل ارشاد مثل صیّاد استاد است که به دقایق صنعت، جانور متوحش را در قید می آرد و از آن صفت اورا به مقام استیناس می رساند. اینجا نیز این طایفه چون اهل حکمت اند، به حسن تدبیر، معامله با طالب صاحب طبیعت چنان می کنند که اورا منقاد و تسلیم می گردانند و در طریقت متابعت سنّت می در آرند و از آنجا به مقام وصول می رسانند.

و می فرمودند: معملهٔ این طایفه با هر کسی به قدر قابلیّت اوست. اگر طالب

مبتدی است، بار او می کشند و خدمت او می کنند. از حضرت عزّت جلّ سبحانه این خطاب شد: (**یا داود اذا رأیت لی طالبا فکن له خادما**)، بسیار می باید تا طالب را قابلیّت سلوك این طریق پیدا شود.

و می فرمودند: سلوك این راه موقوف بر حصول یقین است از اهل الله.

تا تو نه بینی جمال عشق نه گیرد کمال • می شنوی وصف یار راست نیاید شنید

همه اعمال سالك می باید که برین طریق گذرد، تا نتیجه به ظهور آید و معرفت تفضیلیّه که منتهای مقاصد طالبان است، به حصول پیوندد، زیرا از حسن عقیدت طالب به نسبت حقیقت اهل الله حاصل نیست، اعتقاد او به اندك چیزی متبدل می شود.

و می فرمودند: تلقین ذکر می باید که از پیر کامل مکمّل باشد، تا مؤثر بود و نتیجه ازو به ظهور آید. تیر از ترکش سلطان می باید تا حمایت را شاید و ما تلقین ذکر از خلیفهٔ حضرت شیخ بزرگوار خواجه محمد باباء سماسی داریم.

و می فرمودند: از حضرت عزیزان علیه الرحمة و الغفران دو طریقهٔ ذکر منقول است: جهر و خفیه. و ما خفیه را به جهت آنکه اقوی و اولی است، اختیار کرده ایم.

و می فرمودند: وقوف عددی، اول مرتبهٔ علم لدنّی است. نقل کرد دانشمند صالحی که پیش از آنکه حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه مرا وقوف عددی تلقین فرمایند، بیان سلسلهٔ خود کردند، و به حضرت شیخ یوسف همدانی رسانیدند و فرمودند: روزی، خواجه عبد الخالق غجدوانی قدس سرّه بر استاد خود امام صدر الدین تفسیر می خوانده اند به این آیت رسیده اند: (**اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْيَةً اِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ الاعراف: ۵۵**) از استاد خود پرسیده اند که این خفیه که حضرت حق سبحانه فرموده است چه طریقه است؟ اگر ذاکر بلند می خواند یا در مقام ذکر به اعضا حرکت می کند، غیر واقف می شود، خفیه نمی ماند و اگر بدل می گوید: الشیطان یجری فی عروق ابن آدم مجری الدم، او واقف می شود؟ استاد فرموده اند: این علم لدنّی است اگر حق تعالی خواسته باشد از اهل الله کسی به تو رسد که از برکهٔ صحبت وی ترا معلوم

شود. حضرت خواجه عبد الخالق منتظر می بوده اند تا چندانکه به حضرت شیخ رسیدند، وقوف عددی را به ایشان تلقین کردند.

و می فرمودند: **(لا اله)** نفی آلههٔ طبیعت است **(الاّ اللّه)** اثبات معبود بحق. و مقصود از ذکر آن است که ذاکر به حقیقت کلمه توحید برسد. بسیار گفتن شرط نیست و حقیقت کلمه آن است که از گفتن کلمه ما سوی بکلّی نفی شود.

و می فرمودند: وقوف زمانی که کارگزار روندهٔ راه است، آن است که واقف احوال خود باشد که درهر زمانی صفت وحال او چیست، موجب شکرست یا موجب عذر؟

و می فرمودند: بنای کار سالك را بر ساعت کرده اند، تا در یابندهٔ نفس شود که به حضور می گذرد یا بر رفت که اگر بر نفس بنا کنند در یابندهٔ این دو صفت نشود.

ومی‌فرمودند: سالکان در دفع خواطر شیطانی ونفسانی متفاوت اند. بعضی چنانند که پیش از آنکه چیزی از نفس و شیطان به خاطر در آید، اورا می بینند و هم از آنجا دفع می کنند، و بعضی چنان اند که چون در خاطر در آمد پیش از آنکه قرار گیرد اورا دفع می کنند و بعضی چنانند که بعد از در آمدن و قرار گرفتن دفع می کنند و این چندان فایده نمی کند. اما اگر منشأ آنرا و سبب انتقالات اورا پیدا سازند، خالی از فایده نیست.

ومیفرمودند: که شناختن کیفیت تحوّل وانتقال از صفتی بصفتی بغایت دشوار است.

و می فرمودند: راهی که عارفان به واسطهٔ آن می یابند و دیگران نمی یابند سه است: مراقبه و مشاهده و محاسبه. و المراقبة نسیان رؤیة المخلوق بدوام النظر الی الخالق یعنی روندهٔ راه باید که دایما ناظر جناب احدیت باشد و رقم نیستی و فنا و نسیان بر ناصیهٔ هستی جمیع مخلوقات کشد. و دوام مراقبه نادر است و ازین طایفه اندکی درین معنی کسب کرده اند و ما طریق حصول آنرا یافته ایم: مخالفت نفس است و مشاهده واردات غیبیه است که بر دل نزول می کند و به واسطهٔ آنکه زمان گذرنده است و سکون ندارد، آن وارد را نمی توانیم ادراك کرد به صفتی که در ما حال می شود از قبض و بسط آنرا درمی یابیم، در قبض مشاهدهٔ صفت جلال می کنیم و در بسط مشاهده

صفت جمال. و محاسبه آن است که هر ساعتی آنچه برما گذشته است، حساب کنیم که بر رفت و حضور چیست؟ می بینیم که همه نقصان است. باز گشت می کنیم و عمل از سر می گیریم. از حضرت عزیزان علیه رحمة الرحمن منقول است که می فرموده اند عمل می باید کردن و ناکرده انگاشتن و خود را مقصّر دیدن و عمل از سر گرفتن و چون راه درین سه است و دیگران در غیر این می طلبند، به جهت آن نمی یابند و خدمت خواجه علاء الحق و الدین نور الله مرقده و طیّب مشهده می فرمودند که: از برکهٔ نظر حضرت خواجهٔ ما قدس سرّه طالبان را حال چنان می بود که هم در قدم اول به سعادت مراقبه مشرّف می شدند و هرگاه آن نظر حضرت ایشان زیاده شدی، به درجهٔ عدم می رسیدند و از خود فانی و به حق باقی می شدند و درین حال حضرت خواجه چنین می فرمودند: ما واسطهٔ دولت و صولیم، از ما منقطع می باید شد و به مقصود حقیقی می باید پیوست و سنّت ارباب تکمیل و ایصال چنین است که اطفال این راه را در گاهوارهٔ طریقت می بندند و از پستان تربیت شیر می دهند تا آنگاه که بحدّ وصال رسند. بعد از آن ایشان را به نوعی از خود شیر باز می کنند و محرم بارگاه احدیّت می سازند، تا بی واسطه دلیل فیض از حضرت عزّت جلّ احسانه توانند گرفت. **نظم:**

ممکن نبود وصول مقصد ٭ بی بدرقهٔ عنایت یار

اگر واصل، عمر ابدی یابد شکر ٭ تربیت موصل را نتواند گزارد

گر بگویم شکر لطفت بر دوام ٭ بگذرد عمر و نگردد این تمام

و می فرمودند: محاوره با حق می باید نه با خلق حق.

و می فرمودند: در عبادت طلب وجود است و در عبودیت تلف وجود. تا وجود باقی است، هیچ عملی نتیجه نمی دهد.

و می فرمودند: اذا اردت مقام الابدال فعلیك بتبدیل الاحوال، اشارت به مخالفت نفس است و ترك هوا و طبیعت تبدّل و تغیّر اوصاف نفسانی، ازینجا بحاصل می آید. اما به عنایت مرشد علی الاطلاق جلّ انعامه. **نظم:**

کیست ابدال آنکه او مبدل شود ٭ خمرش از تخلیل یزدان خل شود

و می فرمودند: حقیقة الادب ترك الادب، اولیاء الله را اوقات است: زمانی است که در صحبت ایشان بی ادبی عین ادب است و زمانی است که ادب عین بی ادبی است، رعایت ادب و ترك نفس عین بی ادبی است و ترك ادب و قبول نفس، حقیقت ادب است.

و می فرمودند: من عرف الله لا یخفی علیه شیئ و خدمت خواجه علاء الحق و الدین روّح روحه چنین می گفتند که: مراد از این کلمهٔ قدسیّهٔ حضرت خواجه آن است که ظاهر شدن اشیا بر عارف، باز بسته بر توجّه اوست.

[و می فرمودند: آینه هر یك از مشایخ را دو جهت است و آینهٔ مارا شش جهت]

و می فرمودند: چهل سال است که ما آینه داری می کنیم، هرگز آینهٔ وجود ما غلط نکرده است. اشارت به آن کردند که اولیاء الله آنچه می بینند، از نور فراستی می بینند که حضرت لا یزالی ایشان را کرامت کرده است. هر آینه هر چه از حق تعالی باشد، بی شك صواب و راست باشد.

نقل کردند از عبد القدّوس که قطب اولیاء عزلت بود، که گفت: سیر حضرت خواجه در مجموع طبقات آسمان و زمین جاری بود.

و می فرمودند: از سخنان عزیزان است علیه رحمة الرّحمن که: زمین در نظر این طایفه چون سفره ای است و ما می گوییم: چون روی ناخن است و هیچ چیز از نظر ایشان غایب نیست. منقول است که حضرت عزیزان بر سر سفره بوده اند. به نسبت آن حال فرموده اند و آنچه حضرت خواجه گفته اند از نسبت سعت دایرهٔ ولایت فرموده اند و الاّ بزرگی دل عارف در شرح نمی آید.

ومی فرمودند: به سرّ توحید زود می توان رسیدن، امّا به سرّ معرفت رسیدن دشوارست.

ومی فرمودند: اگر در قدم درویش خاری خلد، می باید که شناسد که از کجاست.

نقل کردند که در حضرت خواجهٔ ما ذکر کردند که: فلان نگران خاطرست که بر

حضرت ایشان سلام گفتم، جواب نفرمودند. خواجه فرمودند: اورا عذر می باید خواست که در زمان سلام او، به همگی متوجّه استماع کلام حق تعالی و تقدّس بودیم: شغلنی کلام الحق عن سلام الخلق.

و می فرمودند: الکاسب حبیب الله، اشارت به کسب رضاست نه کسب دنیا.

و می فرمودند: هر که خود را به سلامتی به حضرت حق تعالی و تقدّس تفویض کند، التجا نمودن ازو به غیر حق جلّ و علا شرك است و این شرك از اهل عموم معفو است، و از اهل خصوص معفوّ نیست.

و می فرمودند: متوکّل می باید که خود را متوکّل نه بیند و توکّل خودرا در کسب، پنهان کند.

و می فرمودند: حق تبارك و تعالی مرا برای خرابی دنیا موجود کرده است و خلق از من عمارت دنیا می طلبد. **نظم:**

چرا به عالم اصلیّ خویش وا نروم ٭ من از کجا غم باران و ناودان ز کجا
در سنگ کسی خانه کند از گل و از خاك ٭ در دام کسی دانه خورد هیچ شنیدی؟

ومی‌فرمودند: اگر وجودی خراب تر ازین وجود بودی، این گنج فقر را آنجا نهادندی.
گنج در ویران شهان دارند مدام.

و می فرمودند: اهل الله بار خلق به جهت آن می کشند که خلق ایشان مهذب شود، تا دلی را دریابند از برای آنکه هیچ دلی نیست که حضرت حق را با او نظری نیست. خواه صاحب آن دل واقف باشد یا نباشد. هر که آن دل را در می یابد، از آن نظر الهی فیض به او رسیده است. **نظم:**

صد سفرهٔ دشمن بکشد طالب مقصود ٭ باشد که یکی دوست بیاید به ضیافت

و می فرمودند: اگر به عیب یار نظر می کنیم بی یار می مانیم. هیچ کس نیست که از صفت خستّی خالی باشد. **نظم:**

حاصل دریا نه همه در بود ٭ یك هنر از هر که بود پر بود

و می فرمودند: کشیدن بار این راه را یاران می باید. گفته اند: در دین یاران بسیار گیرید. از حضرت خواجه عبد الخالق قدّس الله سره سؤال کردند که: آب به چه می رود؟ فرمودند: بمدد بار می رود. در اخبار آمده است که تا عمر رضی الله عنه ایمان ناورد، بانگ نماز را آشکارا نگفتند: الرفیق ثم الطریق از لوازم این راه است.

و می فرمودند: هر که خود را خواهد خود را نخواهد و هر که دیگر را خواهد، خود را خواهد.

و می فرمودند: چون شمع باش و چون شمع مباش، چون شمع باش که روشنائی به دیگری رسانی، چون شمع مباش که خود را در تاریك گذاری. حق تعالی و تقدّس مر پیغامبر را صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم نهی می کند و می گوید: (وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا • الاسراء: ٢٩) با آنکه فدا و ایثار حضرت او در اعلا درجهٔ کمال بود.

ومی فرمودند: هر که روزی کفش پیش ما نهاده است، اورا شفاعت خواهیم کرد.

نقل کردند که روزی دیوانهٔ این بیت میخواند، بیت:

نیکوانرا دوست دارد هر که باشد در جهان • گر بدانرا دوست داری گوی بردی از میان

خواجه فرمودند که ما ازین سخن سبق گرفتیم. درویشانرا گفتند که این بیت را یاد گیرید.

نقل کردند از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله سرّه التماس کردند که فلان رنجورست، توجّه خاطر شکسته.

و می فرمودند: ما درین راه خواری گزیدیم، حق تعالی به فضل و کرم خود مارا عزت داد: (وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ • المنافقون: ٨).

و می فرمودند: کار صاحب پندار، درین راه بغایت مشکل است. نظم:

گر چه حجاب تو برون از حدست • هیچ حجابیت چو پندار نیست

حضرت خواجهٔ مارا قدّس سرّه یکی بصفت تکبّر نسبت کرد. فرمودند: کبر ما از

کبریای اوست. **نظم:**

باد تکبّر اگرم در سر ست ٭ هم زدم اوست که در من دمید

و می فرمودند: درویش می باید که از سر حال گوید. مشایخ طریقت گفته اند: هر که سخنی از حالی گوید که در وی نباشد، هرگز حق سبحانه و تعالی اورا به سعادت آن حال نرساند.

و می فرمودند: نه هر که دوید گور گرفت، گور کسی گرفت که دوید. اشارت به دوام سعی است درین راه.

ای عاشق سرسری اوباش طلب ٭ این وعده که کرده است که فرداش طلب؟

در غم اگرش نیابی در شادی جو ٭ سرگشته همی دو و بهر جاش طلب

و می فرمودند: عادت انس می شود و انس طبیعت ترك نوافل عبادات سالك را گاه گاهی رواست تا عادت اورا انس نشود.

و می فرمودند: از برکهٔ دعای حضرت پیغامبر علیه الصلوة و السلام مسخ صورت ازین امت مرتفع شد، اما به حسب معنی باقی است. **نظم:**

اندرین امّت نباشد مسخ تن ٭ لیك مسخ دل بود ای ذو الفطن

و می فرمودند: اولیا را بر اسرار اطلاع می دهند، امّا بی اجازت اظهار آن نمی کنند. گفته اند: هر که دارد می پوشد و هر که ندارد می خروشد. اخفاء الاسرار من صنیع الابرار. **مصراع:**

سر فاش مکن که خون بریزی به زمین

و می‌فرمودند: آنچه از ما به نسبت اظهار خواطر واعمال احوال خلق صادر می گردد، ما در میان نیستیم یا به الهام مارا اعلام می نمایند یا به واسطهٔ کسی به ما می رسانند

و می فرمودند: درویش چیست: برون بی رنگ و درون بی جنگ. **نظم:**

تا درین خرقه ایم از کس ما ٭ هم نرنجیم و هم نرنجانیم

و می فرمودند: که از یکی از اکابر دین سؤال کردم که درویشی چیست؟ فرمود:

زبونی. عزیزی مرا گفت: واقف باش که کارهارا خود میکند وتارهارا بر سر تو میدراند.

و می فرمودند: درویش در مقام تحمّل و بارکشی می باید که چون دهل باشد، هر چند تپانچه خورد صداء مخالف ازو ظاهر نشود.

و می فرمودند: درویشان اهل نقداند، حواله به آینده نمی کنند **نظم:**

امروز بین به دیدهٔ باطن جمال دوست • ای بی خبر حواله به فردا چه میکنی

«الصوفی ابن الوقت» اشارت به این صفت است. **نظم:**

خردمند از آن کس تبرّا کند • که او کار امروز فردا کند

و می فرمودند: سخن شیخ ابو الحسن خرقانی است قدس الله روحه راهی که از حق به بنده است، همه سعادت است و راهی که از بنده به حق است، ضلالت در ضلالت است.

و می فرمودند: تصحیح نیّت در امور بغایت مهم است به جهت آنکه نیت از عالم غیب است نه از عالم کسب. نه بینی که آن بزرگوار دین، بر جنازهٔ حسن بصری نماز نکرد و گفت: «لم یحضرنی النیة» گفت: هنوز نیّت حاضر نیامده است از شیخ عبد الله تستری منقول است که گفت النیّة نور لانّ حرف النون النور و الیاء ید الله علی عبده و الهاء هدایة الله تعالی فان النیة نسیم الروح و الروح، از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه سؤال کردند که کسی اگر علم منطق خواند به چه نیت خواند؟ فرمودند: به نیّت تمییز حق از باطل.

ومیفرمودند: هرکرا بیضهٔ قابلیت به واسطهٔ صحبتهای مختلف فاسد شد، کار او دشوار است. جز به صحبت اهل تدبیر که کبریت احمر است به صلاح نمی آید، **نظم:**

جز صحبت عاشقان مستان مپسند • دل در هوس قوم فرومایه مبند

هر طایفه ات به جانب خویش کشند • جغتت سوی ویرا نه و طوطی سوی قند

و می فرمودند: در اوایل ما خود را مطلوب می ساختیم و دیگری را طالب این زمان آن طریقهٔ خودرا گذاشته ایم. مرشد علی الاطلاق اوست در هر که داعیهٔ طلب این

راه پیدا کند و به سر وقت ما فرستد، آنچه نصیبۀ او باشد به او برسد.

و می فرمودند: در اثبات اختیار بنده سعادت بسیارست، تا اگر عملی بر خلاف رضای حق تعالی بروی بگذرد، اختیار خود بیند و از راه خجالت به عذر و انابت مشغول گردد و اگر محل رضا را دریابد، اختیار بیند و شکر توفیق آن گوید.

و می فرمودند: المجاز قنطرة الحقیقة، مراد آن است که جمیع عبادات ظاهری قولی و فعلی مجازست تا روندۀ ره ازینها نگذرد، به حقیقت نمی رسد. روزی کودکی از مکتب بیرون آمد مصحف با او بود. بر حضرت خواجۀ ما سلام گفت: چون مصحف او را گشادند این آیت بر آمد که (**وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۔ الكهف: ١٨**) خواجه فرمودند که امیدواریم که آن ما باشیم.

و می فرمودند: سخن شیخ ابوسعید ابو الخیرست قدس الله روحه که غیاب الزیارة مع حضور القلب خیر من دوامها بلا حضور. حضرت رسالت علیه الصلوة و السلام مر ابوهریره را رضی الله عنه فرمود: (زر غبا تزدد حبا) ابوهریره از پس ستون حنانه در گذشت و گفت: یا رسول الله بیش ازین طاقت ندارم اگر چه ابوهریره رضی الله عنه اظهار کمال محبت خود کرد فاما اگر متابعت امر او کردی، بهتر بودی.

و می فرمودند: اگر طالب را در کار مقتدا مشکلی پیدا شود، باید که به مقدار طاقت خود صبر کند و بی اعتقاد نشود، باشد که حکمت آن برو ظاهر شود. و اگر اورا طاقت صبر نباشد و مبتدی بود، از مقتدا سؤال کند که اورا سؤال رواست، و اگر متوسط الحال بود، گفته اند: سؤال نکند

نقل کردند: از حضرت خواجۀ ما قدس الله روحه که کرّت دوم که به زیارت بیت الله زاده الله سبحانه شرفا مشرف شدند در زمان مراجعت به بغداد رسیدند. و در آن ایام مجمع عظیم شد از علما و فقرا و غیرهم و حضرت خواجۀ ما قدس الله روحه با شیخ نور الدین عبد الرحمن کز نبیرۀ شیخ نور الدین عبد الرحمن رحمهما الله بودند در آن مجمع بر یك صفه بودند مقابل یکدیگر و اصحاب خواجۀ ما اعلی الله مراتبهم پهلوی

ایشان پیوسته نشسته و حضار آن مجلس به برکهٔ حضور حضرت خواجهٔ ما قدس اللّه روحه از جمله سکوت نظار شده و صفت کان علی رؤسهم الطیر، در ایشان پدید آمده، در آن زمان غیبتی از حضرت خوجه مطالعه کرده می شد. بعد زمانی را سر بر آوردند و با اصحاب خود به طریق مسارّه گفتند: این زمان غیبتی واقع شد و در آن غیبت چنان مطالعه افتاد که حضرت شیخ بزرگوار باباسماسی روّح اللّه روحه حاضر شدند و مرا گفتند: فرزند درین مجمع سؤالی بزرگ خواهد بود در طریقت. واقف حال باش و بی دهشت جواب گوی. بعد از زمانی یکی از درویشان که در آن جمع بود از پایان مجلس این سؤال کرد که در این چند سخن منقول است که (**ما رأیت شیئا الا و رأیت اللّه فیه. ما رأیت شیئا الا و رأیت اللّه معه. ما رأیت شیئا الا و رأیت اللّه بعده ما رأیت شیئا الا و رأیت اللّه قبله**). توفیق میان این سخنان بر چه وجه است؟ شیخ نور الدین رحمه اللّه از حضرت خواجهٔ ما قدس اللّه روحه التماس جواب نمودند. حضرت خواجه جواب را به ایشان حوالت کردند. باز شیخ از خواجه التماس جواب کردند و خواجه حوالت به ایشان کردند و همچنین چند کرّت، مراجعت کلام در میان ایشان واقع شد. آخر الامر حضرت خواجه قدس سره بسکونت و وقار تمام سخن موجز پر معنی فرمودند: اختلاف اقوال بنابر اختلاف احوال است. زین سخن موجز پر معنی ایشان، اهل آن مجلس همه در ذوق شدند و به یك کلمه اظهار تحسین کردند و هیبت حقانیت ایشان و حقیت کلام ایشان بر همه محیط شد، با آنکه در آن مجمع و بر آن صفه بسی از عرفا و علماء مناظر حاضر بودند و صفت ایشان در سرعت خوض در کلام خاصه در مجلسی که خاص و عام حاضرند بودی، معلوم بود. مشایخ طریقت قدس اللّه ارواحهم گفته اند: **علامة خاطر الحق سبحانه ان یطمئن القلب و النفس و الجوارح عنده و لا یعترض علیه احد کائنا من کان بل یستسلم له و یسترسل و ینطلق من قیود الشك و الریب**. از حضرت خواجهٔ ما قدس اللّه روحه یکی از کبار ایمهٔ ماوراء النهر سؤال کردند که مقصود از سیر و سلوك چیست؟ خواجه فرمودند: معرفت تفصیلی است. آن بزرگ باز پرسید که معرفت

تفصیلی چیست؟ خواجه فرمودند: آنست که آنچه از مخبر صادق اجمالا قبول کرده شده است، آنرا به طریق تفصیل شناخته شود و از مرتبهٔ دلیل و برهان به مرتبهٔ کشف و عیان رسیده شود. از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه دانشمندی سؤال کرد که لطف و قهر

هردو صفت حق است و در اعلی مرتبهٔ کمالست این تفرقه از کجاست که هر که مظهر صفت لطف می شود محل اثباتست و هر که مظهر صفت قهر می شود محل نفی است؟ خواجه فرمودند: مظهر قهر را دو معنی است: یکی آنکه قهر حقانی ازو صادر و ظاهر گردد. و علامته ان لا یدفع و لا یعارض بشئی من جهة العباد اصلا و شك نیست که این صفت کمالست. دیگر آنکه قهر حقانی بر وی واقع و ظاهر گردد و این صفت نقصان است از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه سؤال کردند که فرق میان بلا و بلوی چیست؟ خواجه فرمودند: بلا به نسبت محبوب هر چند عزیزتر ظاهر است و بلوی به نسبت باطن. از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه سؤال کردند که: هر چگاه حق تعالی حالی را از درویشی باز گیرد، چه کند؟ فرمودند اگر رمقی از آن حال باقی مانده است، دلیل آنست که ازو تضرع و نیاز خواسته آید. از حضرت حق تعالی آن حال را در خواهد و اگر باقی نمانده است، دلیل آنست که ازو صبر و رضا خواسته اند.

و می فرمودند: خدا طلبی بلا طلبی است. در احادیث قدسیه آمده است: (من احبنی ابتلیته). این معنی روشن است که محبّ، جویان محبوب باشد و محبوب هر چند عزیزتر در راه طلب او بلا و خطر بیشتر و در اخبار آمده است که یکی به حضرت رسول علیه الصلوة و السلام آمد و گفت: یا رسول الله: ترا دوست می دارم. رسول گفت: صلی الله علیه و سلم (فقر را آماده باش). دیگری گفت: یا رسول الله، خدای تعالی را دوست می دارم. رسول گفت صلی الله علیه و سلم (بلا را آماده باش).

و می فرمودند: کمال درین راه طلب حقیقی است، چنانکه طالب را بی قرار و آرام سازد: نظم:

این طلب مفتاح مطلوبات تست ٭ هم سپاه و نصرت و رایات تست

از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه سؤال کردند که درویشان تمام از خود گذشته اند و هیچ بهره نمی طلبند پس اللّهم اغفر لی، چرا می گویند فرمودند: به جهت پاکی وجود خود و به جهت پاکی دیگران. از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه سؤال کردند که درویشان در کرامات چه می گویند؟ فرمودند: هر چه هست همه در جنب حقیقت کلمه توحید نفی است، کرامات چه باشد؟ اصحاب الکرامات کلهم محجوبون و العارفون عن النظر الیها مبعودودن. از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه سؤال کردند که این بصیرت و شناخت اهل الله به نسبت خطورات و احوال و اعمال خلق از کجاست؟ فرمودند: از نور فراستی است که حق تعالی به ایشان کرامت کرده است، چنانکه در حدیث صحیح وارد شده است **(اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله)**: از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه کرامات طلبیدند فرمودند: کرامات ما ظاهرست با وجود چندین گناه بر روی زمین می توانیم رفت.

و فرمودند: ظهور احوال از شیخ کرامت مرید است. منقولست از شیخ ابوسعید ابو الخیر قدّس الله روحه العزیز که ازیشان کرامات طلب کردند. فرمودند: روزی در خدمت شیخ بزرگوار شیخ ابوالعباس قصّاب بودیم. ازیشان کرامات طلبیدند. فرمودند: من بزگر ام پس این چندین خلق چرا بر من جمع آمدند؟ هم از حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدّس الله روحه سؤال کردند که در پیش جنازه شما کدام آیت بخوانیم؟ فرمودند: این بیت بخوانید. **بیت:**

چیست ازین خوبتر در همه آفاق کار • دوست رسد نزد دوست یار بنزدیك یار

و حضرت خواجهٔ ما قدّس الله سرّه فرمودند: این بیت خواندن کار بزرگ است. در پیش جنازه ما این بیت بخوانید، **نظم:**

مفلسانیم آمده در کوی تو • شیئا لله از جمال روی تو

ـ خواجهٔ ما قدّس الله روحه از قلب سلیم سؤال کردند: فرمودند:

عاشق تو یقین دانکه مسلمان نبود • در مذهب عشق کفر و ایمان ـود

در عشق دل و عقل و تن و جان نبود • و آن کس که چنین نباشد او آن نبود

از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه سؤال کردند که: بعضی از مشایخ گفته اند که الصوفی غیر مخلوق، تأویل این چیست؟ خواجه فرمودند: صوفی را در بعضی اوقات صفتی و حالی می باشد که او نمی باشد. این سخن به نسبت آن وقت است و الاّ صوفی مخلوق است. از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه سؤال کردند که از حضرت شیخ جنید قدّس الله سره منقول است که فرمودند: اقطع القارئین و صل الصوفیین، قاری کیست و صوفی کیست؟ خواجه فرمودند که قاری آنست که به اسم مشغول باشد و صوفی آنکه به مسمی مشغول باشد.

از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه سؤال کردند که الفقیر لا یحتاج الی الله، از سخنان ایشان است، مراد چیست؟ خواجه فرمودند: مراد ازین نفی احتیاج به نسبت سؤال است، حسبی سؤالی علمه بحالی، اشارت به این مقام است.

از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه از معنی اذا تم الفقر فهو الله، سؤال کردند. فرمودند: این اشارت به فنا و نیستی بنده و محو صفات اوست. **نظم:**

چون تو نبودی که بود؟ جمله خدا بود وبس • چون تو نماندی که ماند؟ جمله خدا ای گدا

و فرمودند آنچه گفته اند: لا تصح معرفة العارف حین یتضرع الی الله. اشارت به هستی بنده و بقاء صفات اوست. **نظم:**

تا تو ز هستی خود زیروزبر نگردی • در نیستی مطلق مرغ به پر نگردی

این پردهٔ نهادت در هم شکن که هرگز • در پرده ره نیابی تا پرده در نگردی

قسم چهارم در ذکر سایر کرامات و ظهورات و احوال و آثار که از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در محلّ تلاطم امواج بحار ولایت به ظهور آمده است.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدّین عطّر الله تربته که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه العزیز در بخارا بودند و مولانا عارف که از دوستان عزیز ایشان بودند، به خوارزم رفته بودند و خواجه در صفت بصیری سخنی می فرمودند در آن اثنا گفتند که

این زمان مولانا عارف را اتفاق شد که از خوارزم به طرف سرای رود و از خوارزم بیرون آمد و تا فلان موضع از راه سرای رفت. بعد از آن لحظهٔ خواجه فرمودند که باز در خاطر مولانا عارف افتاد که به سرای نرود و اینك بر گشت و به طرف خوارزم آمد. جمعی از درویشان درین زمان در صحبت خواجه حاضر بودند. تاریخ این قصّه را نوشتند. بعد از فرصتی مولانا عارف از خوارزم آمدند. حاضران مجلس ازیشان پرسیدند که در فلان تاریخ در خوارزم شمارا اتفاق طرف سرای رفتن شده بود؟ مولانا عارف قصّه را تمام از اول تا آخر چنانکه حضرت خواجه فرموده بودند شرح کردند. حاضران متحیّر شدند که داعیهٔ رفتن و باز گشتن را نیز مشاهده کردند.

نقل کرد دانشمندان از اکابر بلاد ماوراء النهر بود که در اوایل شباب مرا به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه پیوستگی و محبّتی هر چه تمامتر شده بود و از برکهٔ نظر ایشان صفتی در من حال شده بود و مرا وصیّتی کرده بودند که ما را فراموش نکنی، و من زمانی از حضرت ایشان خالی نمی بودم. درین اثنا پدرم را اتفاق شد که به حج رود. مرا با خود برد. چون به هرات رسیدیم و مطالعهٔ اوضاع آن دیار اتفاق افتاد. آن صفت که از حضرت خواجه به من رسیده بود، غایب کردم. بعده چون به اصفهان رسیدیم، در آن اطراف عزیزی بود که خلق روزگار به او تقرّب می نمودند ولایت ازو بسیار مشاهده کرده بودند. پدر من از آن عزیز نظری به جهت من التماس کرد و حال آن بود که من از صفت غیوری حضرت خواجه قوی می ترسیدم. بعد آنکه به سالی و بیشتر از طرف حج مراجعت کرده آمد در زمان ملاقات به حضرت خواجه خوف تمام داشتم. از سبب قصور شهر هرات و قصّهٔ اصفهان. خواجه فرمودند که مترس که آن کار ماست. تو فرزند مایی کسی فرزندان ما را تصرف نمی تواند کرد و باز فرمودند: چون به هرات رسیدی ما را فراموش کردی. **مصراع:**

فراموشی نه شرط دوستان است.

نقل کرد دانشمندی که چون عزیمت سفر عراق مرا مصمّم شد، اتفاقا با بعضی از

درویشان حضرت خواجه بهاء الحق و الدّین قدّس اللّه روحه الشریف موافقت افتاد. چون به سمنان رسیدیم، شنوده آمد که درین دیار عزیزی است که امیر محمود قصر مغانی نام از جملۀ محبّان حضرت خواجه است. با آن درویشان ایشان به صحبت آن عزیز شتافتیم. چون با او ملاقات شد، از سبب پیوستگی به حضرت خواجه پرسیده شد گفت: از عنایت الهی شبی به خواب دیدم که در موضعی بغایت با صفا حضرت رسول علیه الصلوة و السلام حاضر بودند (و اللّه اعلم) یا بزرگی از بزرگان امّت و در آن مجلس عزیزی است بغایت نورانی نشسته و من از حضرت رسالت علیه الصلوة و السلام یا از آن بزرگ به تضرع ومسکنت التماس می نمایم و می گویم: شرف صحبت و برکۀ عهد و زمان خدمت شمارا در نیافتم واز آن سعادت دور ماندم. تدبیر کار من چیست؟ حضرت پیغامبر علیه الصلوة والسلام یاآن بزرگ مرا می گویند که اگر می خواهی که خیروبرکۀ ما را دریابی، متابعت این عزیز نمای ونام مبارك خواجه‌را با من گفتند وحال آنکه پیش ازین من حضرت خواجه را در هیچ حال ندیده بودم. چون بیدار شدم، صورت وصفت خواجه را بر پشت کتابی نوشتم وتاریخ آنرا ثبت کردم. بعد از آن چند سال روزی در بازار بر دکانی بزّازی نشسته بودم، ناگاه‌عزیزی نورانی آمد وبر دکان بنشست واثر هیبت وجلال در جبین مبارك او ظاهر بود. چون در روی‌او نظر کردم، مرا آن صورت که بر پشت کتاب نوشته بودم، در خاطر گذشت. حال بر من دیگر شد. بعد از آن زمانی در آن بودم. چون به حال خود آمدم، از حضرت خواجه التماس کردم که می باید که قدم شریف به منزل این ضعیف رسد. خواجه کرم فرمودند و در پیش آمدند و من در عقب ایشان راست به منزل من رفتند و این اول کرامتی بود که از حضرت ایشان مشاهده کردم، چه هرگز ایشان منزل مرا ندیده بودند و چون در آمدند، اتفاقا مرا حجره بود فی الحال قصد آن حجره کردند و چون در آمدند، بر دیوار آن حجره طاقی بود و در آنجا چند کتابی بود، حضرت خواجه دست مبارك دراز کردند و در میان آن کتابها طلب کردند و کتابی را بیرون آوردند، و به دست من دادند و گفتند: بر پشت این کتاب چه نوشته؟ چون نظر کردم چنان بود که آن واقعه را بر پشت آن

کتاب نوشته دیدم و از تاریخ آن کتابت تا زمان ملاقات به حضرت ایشان هفت سال شده بود احوال من از آن اشراف ایشان قوی دیگر شد. چون به حال خود باز آمدم، لطف فرمودند و در خواست مرا قبول کردند و مرا به سعادت بندگی خود مشرّف گردانیدند. بعده آن دانشمند ابیوردی به این ضعیف گفت که از کمال امیر محمود به نسبت خواجه و کمینه درویشان ایشان حالتی مشاهده کرده شد که از تقریر بیرون است.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدّین عطّر اللّه تربته و کثّر قربته که: شامی حضرت خواجه ما قدّس اللّه روحه در بخارا در محله گلاباد بودند در منزل درویشی و جمع آن درویشان نیز حاضر بودند. درین حال حضرت خواجه قدّس اللّه روحه توجّه به مولانا نجم الدّین دادرك کوفینی کردند. و فرمودند: آنچه ترا می فرمایم به جای می آری؟ گفت: می آرم. فرمودند: فلان عمل فلان کار اگر فرمایم، از عهده بیرون می آیی؟ گفت: می آیم. خواجه فرمودند: دزدی اگر فرمایم خواهی کرد؟ گفت: نی. خواجه فرمودند: چرا؟ گفت: به جهت آنکه آن کارهای حق اللّه است و کرم او را نهایت نیست و دزدی تعلّق به حق بندگان دارد خواجه، مولانا دادرك را گفتند: چون تو امر مارا پیش نمی بری ترك صحبت ما کن. در حال قبض و اندوهی عظیم برو مستولی شد و قوی در اضطراب آمد. حاضران از حضرت خواجه در خواست کردند و تضرّع بسیار نمودند، تا حضرت خواجه از مولانا دادرك عفو فرمودند. بعد از آن حضرت خواجه از آن منزل بیرون آمدند و در خدمت ایشان مولانا دادرك بود و بعضی از آن درویشان متوجّه به طرف محلّت دروازهٔ سمرقند شدند. چون به آن موضع رسیدند، حضرت خواجه متوجّه به خانهٔ شدند و درویشان را فرمودند که این خانه را سوراخ سازید. زود درویشان بآن عمل مشغول شدند و سوراخ کردند. خواجه فرمودند که در فلان موضع این خانه جوالی است پر از رخت می باید درین خانه در آمدن و آن جوال را بیرون آوردن. زود درویشان در آمدند و آن جوال پر از رخت را بیرون آوردند خواجه با درویشان در گوشهٔ بنشستند چون ساعتی بر آن گذشت آواز سگ آمد. خواجه، مولانا دادرك را با بعضی از درویشان

فرمودند که به طرف آن خانه بروید. چون رفتند، دیدند که دزدان از طرف دیگر آن خانه را سوراخ کردند و در آن خانه در آمدند و بیرون آمدند و گفتند: پیش از ما عیّاران آمده اند و آنچه درین خانه بوده است برده اند. چون آن حالت را مشاهده کردند، متحیّر شدند و اتفاقا خداوند آن خانه به باغ رفته بود. بامداد حضرت خواجه آن جوال رخت را به درویشی نزدیك خداوند خانه فرستادند و آن درویش را گفتند: چنین بگو که درویشان شب برین موضع می گذشتند برین حال واقف شدند و جوال را از دزدان گرفتند. بعده خواجه مولانا دادرك را گفتند: اگر تو ابتدا این قصّه را قبول می کردی، حکمت بسیار بر تو ظاهر می شد. مولانا دادرك قوی نادم شد و مطالعه آن واقعه سبب رسوخ محبّت جماعتی شد. بحضرت ایشان در کتاب صحیح بخاری، در قصّه موسی و خضر علیهما السلام این حدیث مذکور است که حضرت پیغامبر صلی الله علیه و سلم فرمودند: (**رحم الله اخی موسی لو صبر لفض الله علیه**).

نقل کرد درویشی که در آن فرصت که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در مرو بودند، در خدمت ایشان بودم و حضرت ایشان درویشان را به قدر حال هر یك مخالفت طبیعت بشریّت می فرمودند. درین اثنا مرا میل اهل و اولاد تشویش کرد و می ترسیدم که اجازت طلبم. به جهت رفتن بطرف بخارا شیخ امیر حسین آنجا در خدمت ایشان بود. ازو در خواست کردم که شما در محل مناسب مرا از حضرت خواجه اجازت حاصل سازید که از طرف بخارا کسی آمده است و خبر آورده که برادرم شمس الدّین فوت شده است خاطرم نگران است. و اتفاقا روز جمعه بود. در آن زمان که حضرت خواجه می خاستند که از مسجد جمعه بیرون آیند، شیخ امیر حسین خبر فوت برادرم، شمس الدین را تقریر می کرد. خواجه فرمودند: امیر حسین تو این سخن فوت اورا از کجا می گویی؟ او نه مرده است بوی او می آید و باز فرمودند: بوی او درین نزدیکی می آید. حضرت خواجه با شیخ امیر حسین درین سخن بودند که برادرم شمس الدین از طرف بخارا رسیدند و بر حضرت خواجه سلام کرد. خواجه فرمودند: امیر حسین اینك شمس الدین:

حاضران را حال دیگر شد و آن قصه در آن بقعه مشهور شد.

نقل کرد یکی از محبّان حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه و گفت در آن تاریخ که لشکری آمد از طرف دشت قپچاق به بخارا و آن چندان خلق را هلاك کردند و بسیار را نیز اسیر بردند. برادر مرا بردند و پدر من بجهت فرزند قوی خسته خاطر شده بود و دایم مرا می گفت اگر رضای من می طلبی، به طلب برادر به طرف دشت قپچاق رو. چون مرا به حضرت خواجه عقیده و محبت تمام بود و در مهمات رجوع به مشاورت ایشان می کردم. این قصه را نیز بر رای ایشان عرض کردم فرمودند: بزودی برو و رضای پدر به حاصل آر. درین کفایت سعادت بسیار است. درمی معامله به حضرت ایشان بردم. لطف نمودند، و بعد از قبول باز به من دادند و گفتند: نگاه دار که برکات خواهد بود و هر چگاه ترا در سفر مهمّی پیش آید. توجه به ما نمای چون به اشارت ایشان روان شدم، در آن سفر به اندك تجارتی فتوح بسیار رسید و بی تشویش به زودترین اوقات برادر را در خوارزم یافتم و با جماعت اسیران در کشتی نشستیم و به طرف بخارا متوجه شدیم و حال آن بود که در کشتی خلق بسیار بودند ناگاه باد مخالف بر خاست و خوف آن شد که کشتی غرق گردد. فغان از آن خلق بر آمد. در آن حال درماندگی آوازی به گوش من آمد که کسی خواجه را یاد می کند آن سخن حضرت ایشان مرا به یاد آمد که هر چگاه ترا مهمی پیش آید به ما توجه نمای توجه به حضرت خواجه نمودم. در حال دیدم که حضرت ایشان ظاهر شدند. بر ایشان سلام کردم. در لحظه از برکهٔ ایشان باد ساکن شد و موج دریا ایستاد. بعد از آن فرصتی که هردو برادر به سلامت به بخارا رسیدیم، به دریافت لقای حضرت خواجه شتافتیم. سلام کردیم. خواجه تبسم فرمودند و گفتند: آن زمان که در کشتی بر ما سلام گفتی، ما جواب سلام تو گفتیم، اما تو نشنیدی از مطالعه این واقعه محبت و عقیده من به حضرت ایشان زیاده شد.

نقل کردند: از شیخ عبد الله خجندی رحمه الله که او گفت سبب پیوستگی من به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه آن بود که پیش از آنکه به صحبت ایشان مشرف

گردم به چندین سال مرا جذبه پیدا شده بود. در خجند، و بی قرار و آرام گشته بودم و درد طلب این راه بر وجود من استیلا آورده بود. در آن حال از خجند بیرون آمدم و هر طرفی می رفتم. به ترمذ رسیدم. به مرقد منوّر خواجه محمد علی حکیم ترمذی قدس الله روحهما رفتم. اضطراب قوی داشتم از غایت آن حال به نسبت آن مقام بی ادبی از من صادر گشت. خادم مزار از آن واقف شد قصد آن کرد که مرا رنجاند. چون حالت مرا معلوم کرد، معذور داشت. بعده در آن مسجد که بر کنار جیحون است، در آمدم و به خواب رفتم. چنان دیدم که دو پیر بغایت نورانی در آمدند. یکی ازیشان مرا می گوید: مارا می شناسی؟ من محمّد علی حکیم ترمذی ام و آن دیگر خضرست علیه السّلام تو خود را این زمان تشویش مده و اضطراب مکن که آنچه تو می طلبی، وقت آن نیست. بعد از دوازده سال در بخارا خواهد بود. به ظهور آمد و به تو رسید. از خواجه بهاء الدین که قطب زمان خواهد بود. ازین واقعه مرا اندکی تسکین پیدا آمد. به طرف خجند رفتم. روزی در بازار می رفتم، در مسجدی دیدم دو ترك نشسته اند و با هم سخنی می گویند. استماع کردم. ازین باب حکایتی می گفتند. مرا با ایشان میل خاطری شد. زود طعامی پیش ایشان آوردم. با یکدیگر گفتند: این درویش طالب است لایق آنست که در خدمت سلطان زاده ما اسحاق خواجه باشد. چون از ایشان این سخن شنودم، تفحّص کردم. خبر کردند که اسحاق خواجه در نواحی اسبیجاب است از خجند به صحبت او رفتم. به من لطف بسیار نمود. فرزندی داشت شایسته و آثار قبول و نجابت او ظاهر بود. روزی به پدرش اسحاق خواجه گفت که این درویش مسکین است می باید که در صحبت شما باشد. اسحاق خواجه گریان شد. و گفت: ای فرزند این درویش فرزند خواجه بهاء الدین خواهد شد مارا بر او تصرّف نیست. باز من به طرف خجند رفتم و منتظر زمان ظهور آن دو اشارت می بودم. بعد از مدتی مرا کشش پیدا آمد، به طرف بخارا و نتوانستم توقف کردن. به حضرت خواجه متوجّه شدم. چون به بخارا رفتم، به حضرت ایشان رسیدم دوازده سال شامی بود. خواجه فرمودند: خوش آمدی عبد الله

خجندی سه روز مانده است تا آن دوازده سال تمام شود. ازین اشارت حضرت ایشان صفتی بزرگ در من تصرّف کرد وصبح سعادت محبّت ایشان در من پیدا آمد درویشانی که در صحبت ایشان بودند، در حیرت شدند، از آن اشارت قصّه را از من پرسیدند از اول تا آخر تمام با ایشان گفتم. حیرت ایشان زیاده گشت. بعده حضرت خواجه عنایت نمودند و مرا به بندگی قبول کردند.

نقل کردند: از بابا صاحب سمرقندی که گفت: چون کرامات و مقامات خواجه بهاء الدین قدّس الله روحه مشهور شده بود مرا داعیهٔ ملاقات ایشان پیدا آمد از سمرقند به دریافت صحبت شریف ایشان، به طرف بخارا متوجّه شدم و دایما از آن زمان که توجّه به خدمت ایشان کردم، در خاطر من این بود که در بخارا اول به خدمت ایشان مشرّف گردم. چون به بخارا رسیدم، در کاروان سرایی نزول کردم و پیش از آنکه مرا به هیچ کس ملاقات شود، زود از کاروان سرا به عزیمت دریافت خدمت خواجه بیرون آمدم و متوجّه به طرف ایشان شدم. دیدم که جمعی در راهی در پیش می روند در خاطر من گذشت که این طایفه آن درویشان می باید که باشند. صفتی در من تصرف کرد که به تعجیل در عقب ایشان روان شدم درین حال در خاطر من گذشت که می باید که چون به حضرت خواجه رسم اول مرا سرشیر دهند و کسی با من شریك نباشد. چون درین صفت دو سه قدم رفتم، آن جمع ایستادند و از میان ایشان عزیزی نورانی که آثار ولایت در بین جبین او لایح بود، مرا استقبال فرمود و در کنار گرفت و دو کرّت گفت خوش آمدی بابا صاحب سمرقندی و حال آن بود که پیش ازین هرگز مرا به آن عزیز ملاقات نشده بود متحیّر شدم که ایشان نام مرا چگونه دانستند در آن حال در خاطر من آمد که ایشان حضرت خواجه بهاء الدین اند به همان صورت روان شدند و از من احوال اکابر و علماء سمرقند می پرسیدند. چون در منزل در آمدند. زود حضرت خواجه از آن منزل بیرون آمدند و اصحاب چنانکه سنّت و طریقهٔ ایشان بود حاضر غایب نشسته بودند، صحبتی بود بغایت با روح و خوش و مجلسی قوی دلکش. لحظهٔ خواجه آمدند بعد از

فرصتی قرصی گرم و سرشیر پیش من نهادند و نزدیك من نشستند و فرمودند: بخور که نصیبه ایست کسی را با تو شرکت نیست و آهسته با من گفتند که خاطر عزیزان را باین مقدار نمی باید رنجانید.

نقل کرد درویشی که از ملازمان خواجهٔ ما قدّس الله روحه بود، که بامداد عید قربان بود و حضرت ایشان در شهر بخارا در منزل درویشی بودند و از مقام معرفت سخنی می فرمودند. در خاطر من آمد که می باید که مرا اجازت فرمایند، تا حضرت والدهٔ ایشان را مبارك باد عید گویم و دیگر مرا طعام خلوتی دهند و دیگر سه درم را بادام وسه درم رسته وسه درم مزانهٔ شور. چون حضرت خواجه از مصلّی بیامدند، مرا گفتند که نزدیك والدهٔ من به مبارك باد عید برو چون به نزدیك خانهٔ آن درویش رسیدند، اورا فرمودند که خانه را خلوت ساز و مرا اشارت کردند که در آن خانه در آی حضرت خواجه آن مقدار طعام آوردند که از من زیاده آمد. بعده مردی آمد و پارهٔ رسته به خدمت خواجه آورد ازو پرسیدند که این رسته را بچند درم خریدهٔ؟ گفت: سه درم. دیگری بیامد و در طبقی مزانهٔ شور آورد. ازو پرسیدند که بچند درم خریدهٔ؟ گفت: به سه درم. ساعتی گذشت. کسی بیامد و به خدمت ایشان سه درم هدیّه بیاورد. به طرف من اشارت کردند و فرمودند: تو این روز از ما سه چیز طلبیده بودی: اجازت مبارك باد عید و طعام خلوت و این سه چیز. آنگاه فرمودند: این چنین خواستها نیك نیست به این واسطه ما از آن عالم باین عالم آمدیم و از جهت کفایت کار تو گوشهٔ خاطر مشغول کردیم.

نقل کرد: درویشی که کرّت اوّل که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله سرّه از سفر مبارك مراجعت فرمودند، به ما خان آمدند. دانشمندی بود که اورا مولانا محمّد هروی می گفتند. در عقب ایشان از بغداد آمد و اظهار طلب کرد. خواجه فرمودند: موقوف به زمان التفات است. روزی جمعی از درویشان حاضر بودند. خواجه فرمودند: آن ساعتی و زمانی که همه طالبان و عاشقان و سوختگان این راه نگزانند، رسیده است. مولانا محمّد را نزدیك خود خواندند و فرمودند واقف باش تا بهرهٔ گیری. انگشت مسبّحه را بر

زانوی او رسانیدند. حالش دیگر شد. خواجه اورا باز به حال خود آوردند وفرمودند: با خبر باش که زمان می گذرد. باز به او التفات نمودند. همان حالت اول واقع شد. بازش بخود آوردند و فرمودند که نیك واقف باش که فرصت بغایت اندك مانده است. مولانا محمّد متوجّه حضرت خواجه شد و ایشان به او عنایت می فرمودند. چون ساعتی بر آن حال گذشت خواجه گفتند: ای مسلمان، درین زمان چه محل یاد باغ زاغانست؟ چون خواجه این سخن گفتند، مَولانا محمّد در گریه شد و جامه بر خود پاره کرد و اضطراب عظیم نمود. چون مولانا محمّد از آن اضطراب ساکن شد، اصحاب ازو پرسیدند که در آن زمان که حضرت خواجه فرمودند که چه جای یاد باغ زاغانست، سبب آن چه بود؟ و آن اضطراب شما در عقب آن سخن خواجه از چه بود؟ مولانا محمّد گفت: قصه باغ زاغان آن بود که روزی با دوستی دینی در باغ زاغان هرات بودیم. آن دوست مرا گفت: وقتی که به صحبت دوستی از دوستان حق تعالی برسی و ترا از برکهٔ آن صاحب دولت وقت خوشی باشد، در آن وقت مرا فراموش نکنی. درین زمان که حضرت خواجه با من التفات می کردند و عنایت می فرمودند، احوالی عجب بود. قصهٔ باغ زاغان بر خاطر من گذشت. حضرت خواجه از آن جهت فرمودند که چه جای یاد آن است واضطراب من از آن بود که خواجه بر آن خاطر من مطلع شدند و من سالها بود که در عالم می گشتم، به این کمال کسی ندیده بودم. و گمان من این بود که درین روزگار مثل این صاحب اشرافی نیست.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین عطّر اللّه روضته که روزی در حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه بودم و اتفاقا هوا ابر بود. خواجه از من پرسیدند که وقت نماز پیشین شده است؟ من گفتم: هنوز وقت نماز نشده است خواجه فرمودند: به طرف آسمان نظر کن. چون نظر کردم، هیچ حجاب نبود دیدم که جمیع فرشتگان آسمانها به ادای فرض نماز پیشین مشغول بودند. خواجه فرمودند: چه می گویی وقت نماز پیشین شده است؟ من از آن گفتهٔ خود پشیمان شدم و استغفار کردم و مدتّی در بار آن سخن بودم.

بودند و به طرف حضرت خواجه نظر می کردند. درین اثنا نظر خواجه بر ایشان افتاد. ایشان نیز افتادند. چون حضرت خواجه نزدیك شیخ امیر حسین رسیدند، قدم مبارك از کفش بیرون آوردند و بر سینهٔ او نهادند. در حال در حرکت آمد و بسیار گریست و عذر خواست. آنگاه خواجه اورا فرمودند: در آب در آی اشارت به حوض باغ مزار کردند و آن درویش گفت که خواجه مرا فرمودند که بنگر که آن دو کس کیستند. بدان جانب رفتم. محمد زاهد بود و محمود ریورتونی به حضرت خواجه عرضه داشتم. کرم فرمودند و نزدیك ایشان رفتند و سه کرّت گفتند: محمّد، محمد زاهد جواب داد و بر خاست ازو پرسیدند که شمارا چه حال شد؟ گفت: به طرف شما نظر می کردیم، از هیبت شما این حال واقع شد. چون حضرت خواجه به باغ مزار در آمدند، شیخ امیر حسین می خواست که در حوض در آید، چون در آمد، غوطهٔ خورد و بسیار توقف کرد. خواجه فرمودند، سر از آب بدر آر و اگر نی همان صفت باز خواهد پیداشد. زود از آب بیرون آمد. این ضعیف این قصّه را از ناقل شنوده بود. از شیخ امیر حسین پرسیدم که سبب توقف شما در آب چه بود؟ فرمودند: چون غوطه خوردم، چشم من باز بود، نه آب و نه زمین و نه آسمان و نه ماه و آفتاب و نه شب و نه روز در هر طرف که نظر می کردم نور بی نهایت بود.

نقل کرد درویشی عزیز که یك کرّت به صحبت شریف حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه رسیدم. ایشان از قصر عارفان به طرف شهر بخارا می رفتند و در رکاب ایشان یکی از نزدیکان بود. به او متوجّه شدند و اشارت به این فقیر کردند و فرمودند: این مردیست که بر آسمان خواهد پرید چند روز در صحبت شریف ایشان بودم و آن نفس ایشان در خاطر من بود. چون مرا به طرف ولایت خود روان ساختند از برکهٔ التفات خاطر مبارك خواجه صفتی بزرگ در من تصرّف کرده بود. روزی در منزلی نماز می گزاردم. در قعود بودم. حال عجبی ظاهر شد. چنان دیدم خودرا که بر آسمان می روم تا چندانکه رسیدم به جائی که تقریر از شرح آن عاجز بود. نه آسمان بود و نه زمین

و نه آفتاب و ماه و ستارگان.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در قصر عارفان بودند. شبی نماز خفتن گزارده بودند و بر در مسجد ایستاده و مردم دیه که نماز خفتن به جماعت گزارده بودند، نیز حاضر بودند. و اتفاقا فصل بهار بود. حضرت خواجه به من اشارت فرمودند که پارهٔ ترانگبین از شهر بخارا بیار. زود در نظر ایشان روانه شدم و اتفاقا در آن فرصت، گرگ غلبه کرده بود و خلق را تشویش می کرد و مشهور شده که بسیاری از مردم را هلاك کرده است. در راه چون به پل علی سلیمان رسیدیم، سه گرگ بیامدند و قصد من کردند و نزدیك به من رسیدند، چنانکه دهان ایشان به من می رسید. نتوانستند که دهان را گشایند چون به شهر بخارا رسیدم هنوز مردم نماز خفتن می گزاردند. به بازار در آمدم. هر کجا دوکانی بود، می گفتم بندهٔ از بندگان خاص حق را ترانگبین می باید، تا چندانکه ترانگبین خریدم و در حال متوجّه به قصر عارفان شدم. چون نزدیك رسیدم، اثر باران پیدا شد. زود در مسجد در آمدم و آن شب باران بسیار آمد. چون صبح دمید و خلق دیه به مسجد حاضر شدند و مرا دیدند با همدیگر گفتند که او خلاف امر خواجه کرد و ترانگبین نیاورد. چون حضرت خواجه نماز بامداد ادا کردند، من آن ترانگبین را در خدمت خواجه گذاشتم. خواجه فرمودند: در راه ترا گرگان پیش آمدند؟ گفتم: بلی، و لیکن المی به من نتوانستند رسانیدن. حضرت خواجه فرمودند: هر آینه نتوانند دهان ایشانرا بسته بودند. اهل مسجد با یکدیگر آهسته سخن می گفتند. خواجه فرمودند: چه سخن می گویید؟ گفتند مارا مشکلی است. خواجه فرمودند: ازو سؤال می باید کرد. گفتند: امشب باران بسیار آمد. پوستین او خشك است. من گفتم: چون نزدیك این دیه رسیدم، اثر باران پیدا شد. زود در مسجد در آمدم. خلق متحیر شدند گفتند: از زمان نماز خفتن گزاردن تا زمان باران آمدن، اندك فرصتی بود. این مسافت یك فرسنگ راه را چون رفته است و آمده؟ من گفتم: راه سعادت را بر من گشاده بودند. مرا با رفتن و آمدن چه کار؟

نقل کرد درویشی از جملهٔ متابعان حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه بود که سبب پیوستگی من به حضرت ایشان آن بود درویشانی که در بخارا بودند به عیادت خواجهٔ ما به طریق اجتماع آمده بودند و ایشان در باغِ مزار بودند. در آن حالت رنجوری درویشان را بغایت تلقی خوش کردند و بشاشت بسیار نمودند و با وجود مرضی که داشتند، زود به جمعی که در صحبت ایشان بودند، رفتند و گوسفندان آوردند. یکی گوسفند را بر دوش مبارك خود نهاده بودند. آنگاه به کار پختن طعام خود مشغول شدند و الحق مشاهدهٔ آن مکارم اخلاق سبب محبّت من شد، به حضرت ایشان. بعدهٔ مرا به شغلی بمنزل خود فرستادند و فرمودند: چون بدیه رسی منزل ما را پرس و کودکی را فرست و بگوتادیگ و کاسه و آنچه تعلّق به کار پختن دارد، طلبد و به تو دهد و اگر کودکی نیابی آهسته حلقه بر در زن و آنچه گفتم طلب کن و زود بیار. چون به دیه رفتم، ضعیفهٔ نشسته بود ازو پرسیدم که منزل شیخ بهاء الدین کدام است؟ آن ضعیفه به جفا مشغول شد و گفت: درین موضع شیخ نیست طرّاری است، جلاّدی است. منزل او فلان است. خاطر من از سخنان او بغایت خسته شد. به طریقی که مرا حضرت خواجه تعلیم فرموده بودند، حلقه بر در زدم و آن اسباب پختن طعام را به حضرت ایشان رسانیدم. در من نظر کردند و فرمودند: آنچنان که از پیش ما رفته بودی نه آمدهٔ سبب تغیّر تو چیست؟ بازنمای. آنچه از آن ضعیفه شنیده بودم، بضرورت گفتم. حضرت خواجه فرمودند: باز برو و سفره بیار. باز رفتم آن ضعیفه در جفا زیاده کرد و گفت: این شخص را چه شیخ می گویید؟ ذکری و سماعی و خلوتی ندارد. از آن سخن او از زمان گذشته خسته تر شدم. از منزل خواجه سفره طلبیدم. به طریقهٔ معلومه و به خدمت خواجه بردم. فرمودند این کرّت از گذشته متغیّرتر آمده سبب را گفتم. فرمودند: بیرون این باغ درویشی است از آن ما امیر حسین نام، به زراعت مشغول است اورا طلب نمای. چون امیر حسین حاضر شد. خواجه فرمودند: فلان ضعیفه را بگوی، جلادی تو می کنی و بر ما تهمت می نهی؟ اگر گوید من چه جلادی کردم؟ بگو که با فلان کس در فلان

کاه دان فساد کردی و چون اثر آن در تو ظاهر شد و مردمان خواستند که ترا فضیحت سازند، آنرا از خود دفع کردی و در فلان جای دفن کردی. بعده مرا فرمودند که: در عقب امیر حسین برو بنگر تا این سخن را همچنانکه از ما شنودی، می گوید؟ با شیخ امیر حسین نزدیك آن ضعیفه رفتیم. آن سخنان را چنان که از حضرت شنوده بودم، با آن ضعیفه گفت، او در گریه و ناله آمد و تضرع بسیار نمود و گفت: بندگان حق تعالی برین کارها واقف می شوند. بد کردم. توبه کردم. شیخ امیرْ حسین گفت: اگر حق تعالی ایشان را اطّلاع ندهد؟ کی توانند به ظهور آوردن؟ ناقل گفت مشاهدهٔ این احوال سبب مزید محبّت من شد به حضرت ایشان.

نقل کردند که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه در قصر عارفان بودند و در منزلی دیگدان می ساختند. به داس احتیاج شد. هر چند طَلب کردند، نیافتند. خواجه فرمودند انشاء اللّٰه تعالی این داس خواهد ظاهر شد. مکتوبی فرستادند، به غدیوت نزدیك درویش و اورا گفتند که این داس در خانهٔ قطب الدین غدیوتی است. آهن داس را در خرقهٔ پیچیده است و در سقف گنجینهٔ خود نهاده است از در گنجینهٔ او چون در آئی، بر زبر سر در سقف است. آن داس را زود فرست به آرندهٔ مکتوب. آن درویش که مکتوب به او نوشته بودند، داس را در همان موضع که خواجه اشارت فرمودند، در گنجینهٔ قطب الدین غدیوتی یافت و به حضرت خواجه فرستاد. کسانی که در زمان فرستادن مکتوب و آوردن داس حاضر بودند، همه متحیّر شدند.

نقل کرد درویش عزیزی که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه در شهر بخارا در راهی می رفتند. و هنوز از اکابر و علماء بخارا کس به حضرت ایشان نه پیوسته بودند و آشنا نشده. درین روز مولانا حسام الدین خواجه یوسف رحمة اللّٰه علیه که نبیرهٔ مولانا حافظ الدین کبیر بخاری بودند علیه رضوان الباری با جمعی از طلبهٔ علم از طرف مقابل حضرت خواجه در آن راه می آمدند. چون خواجه آن جمع را دیدند، به طرفی متوجّه شدند و بتعجیل می رفتند و مسافت در میان حضرت خواجه و آن جمع

بسیار بود. آن بزرگوار دین از میانهٔ طلبه یگانه بیرون آمد و مقداری راه به طرف خواجه آمد و به تواضع و نیاز تمام بر خدمت خواجه سلام کرد و حضرت خواجه به لطف تمام جواب سلام ایشان باز دادند بعده با من فرمودند که اول کسی که از علماء بخارا با ما آشنا خواهد شد این بزرگ خواهد بود. آن نفس خواجه دایما در خاطر من می بود. بعد هفت سال اثر آن نفس ظاهر شد و خدمت خواجه یوسف بحضرت خواجهٔ ما پیوستند.

نقل کرد درویشی که پیش از آنکه به شرف صحبت حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه مشرف گردم، در نسف می بودم و در آن موضع مردی از ترمذ آمده بود و اورا دختری بود و مرا با او میل خاطری شد. روزی آن دختر را در خانهٔ خالی یافتم و با او هر نوع سخنی گفتم و اورا در کنار گرفتم و بوسه دادم. بعد آن درویش آمد، از بخارا و مرا به صحبت او میل خاطر تمام شد. چند روزی با او مصاحب شدم. معلوم کردم که از جملهٔ درویشان خواجه است و چون او به طرف بخارا روان شد، جاذبهٔ صحبت او مرا نگذاشت با او موافقت کردم. چون به بخارا رسیدیم، از اتفاق حسن با حضرت خواجه ملاقات شد، به من التفاتی کردند و فرمودند: در چه کاری؟ گفتم: داعیهٔ صحبت درویشان دارم. فرمودند: این سخن کجا و آن احوال کجا؟ دختر مرد ترمذی را در آن خانهٔ خالی بوسه می دهی و کنار می گیری و باز می گویی محبّت درویشان دارم؟ من گفتم: ندانستم که آن کار بد بوده است. خواجه فرمودند: آن کار حرام است و نامشروع. من گفتم: شما آنجا نبودیت، چون معلوم کردید؟ خواجه فرمودند: آن کس که دانست مرا گفت من متحیّر شدم و محبّ حضرت ایشان شدم.

نقل کرد درویشی که از نزدیکان حضرت خواجهٔ ما را قدّس الله روحه مبلغ بیست و پنج دینار عدلی غایب شده بود. به حضرت خواجه گفتند. ایشان فرمودند: این عدلی را کنیزك این خانه گرفته است. کنیزك را فرمودند که: عدلی را بده. گفت: در فلان موضع در زیر خاك کرده ام. خواجه فرمودند آنچه در زیر خاك است سه دینار است. حاضران از آن سخن خواجه تعجّب کردند. چون تفحّص کرده شد، در زیر خاك

سه دینار بیش نبود.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه در بعضی از نواحی بخارا بودند و جمعی از درویشان در صحبت ایشان بودند و اتفاقا فصل زمستان بود. و در نزدیکی آن موضع مردم نبودند. و درویشان گرسنه شدند. خواجه یکی از آن حاضران را فرمودند که به فلان دیه برو و در آن دیه به این علامت باغی است، در آن باغ حوضی است درو اندکی آبی است و در آن آب ماهی بزرگی است بیار، تا اصحاب را طعام شود. آن درویش مسافتی راه قطع کرد و به آن دیه رفت و به آن علامت که حضرت خواجه فرموده بودند، آن باغ را طلب کرد. به همان صفت که خواجه یاد کرده بودند، در آن حوض اندکی آب بود و در آن آب ماهی بزرگ ماهی را به حضرت خواجه آورده حاضران را حالتی خوش پیدا شد.

نقل کرد درویش عزیزی که جمعی از درویشان در سفری در خدمت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه بودند و توشه تمام شده بود. اصحاب از حضرت خواجه طعامی طلبیدند. خواجه فرمودند: آرزوی شما چیست؟ اصحاب گفتند: بریانی. در آن نزدیکی تودهٔ بود بغایت بزرگ اشارت فرمودند خواجه که بر آن موضع بر آید. اصحاب چون بر آمدند، سواری آمد و خوان آراسته آورد بریانی و سبزی و سرکه و نان و نمك. اصحاب سیر طعام بخوردند.

نقل کرد درویشی که در آن فرصت که آن لشکر عظیم از طرف دشت قبچاق به بخارا آمد وخلق آن ولایت در حصار آمدند و احوال بر آن اهل اسلام به غایت دشوار شد وآن لشکر گرد آن حصار گرفته بودند. در آن حال غلام ترکی داشتم گریخت و از حصار بیرون آمد و به طرف لشکر رفت. من قوی نگران خاطر شدم از جهت گریختن غلام و از جهت خوف از حاکمان حصار که ناگاه مرا متهم نسازند که: تو چیزی از حال اهل حصار نزدیك این لشکر ظالمان فرستاده ای به حضرت خواجه رفتم و صورت حال را عرض کردم. فرمودند: تو خاطر جمع دار که اگر از طرف حاکمان حصار بر تو تهمتی

نهند، غرامت آن را من کشم و از طرف غلام نیز جمع باش که غلام تو خواهد آمد آن درویش گفت: آن چنانکه حضرت خواجه فرموده بودند به ظهور آمد. هیچ کس از طرف حاکمان حصار از جهت گریختن غلام مرا سخنی نگفت. روزی به جهت تقاضای غلام رفتم. فرمودند: این زمان وقت تقاضای غلام نیست که بار عالم بر ماست. **نظم:**

اگر خراب شود مملکت ز شاه مرنج ٭ که نزد اهل حقیقت گناه درویش است

اگر غلام تو نیاید، ملك سرای را بر هم زنیم.، ناقل گفت: از برکهٔ توجه خاطر مبارك ایشان، آن غلام از سرای آمد. چنین گفت: که مرا به سرای برده بودند، گریختم و به این طرف آمدم. این ضعیف نیز این قصه را از آن غلام پرسید. همچنین تقریر کرد.

نقل کردند: جمعی کثیر از درویشان از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه الشریف که می فرمودند که وقتی با محمد زاهد که درویشی صادق بود در صحرا بودیم. به کاری بیرون آمده بودیم. و تشها با ما بود. حالتی پدید آمد تشها گذاشتیم و روی در بیابان آوردیم و با همدیگر از هر نوع سخن می گفتیم تا بدانجا رسید که سخن در عبودیت و فدا می رفت. او گفت: فدا تا چه غایت باشد؟ گفتم: تا غایتی که اگر درویش را گویند می باید مردن، فی الحال میرد و درین زمان گفتن صفتی در من پدید آمد که روی به محمد زاهد کردم و گفتم: بمیر در حال محمد زاهد بیفتاد و روح از بدن وی بکلی مفارقت کرد، و مدتی برین صفت گذشت. تن او بعد از مفارقت روح بیفتاده بود و پشت بر زمین و روی در آسمان و پای سوی قبله از چاشت تا نیم روز. و آن روز هوا بغایت گرم بود و آفتاب در برج میزان بود. از آن صفت قوی مضطر شدم و نیك متحیر گشتم، در نزدیکی آنجا سایهٔ بود، زمانی در آن سایه در آن حیرت نشستم و باز از آنجا نزد وی آمدم و در روی وی نگاه کردم. رنگ روی او از تأثیر گرمی هوا به سیاهی می زد حیرت من زیادت شد. ناگاه الهامی به دل من رسید که بگو محمد زنده شو. سه بار این کلمه را بگفتم. اثر حیات درو ظاهر شدن گرفت و در اعضای او حرکتی پیدا آمد و در همان ساعت زنده شد و به حال اصلی باز آمد و به خدمت سید امیر کلال رفتم و این

قصّه را بر ایشان عرض کردم. چون در اثناء قصه گفتم، که روح از بدن او مفارقت کرد و من متحیر شدم. امیر فرمودند: ای فرزند چرا در آن حال حیرت نگفتی زنده شو؟ گفتم: الهامی رسید، تا چنین گفتم و او بحال خود آمد.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه درویشی را به طرفی روانه می کردند. چنانکه طریقه ایشان بود، اورا در کنار گرفتند و حالی و صفتی همراه آن درویش کردند. اتفاقا اخی محمد در آهنین که از کبار درویشان خواجه بود، چند قدمی بدرقهٔ آن درویش می رفت. بعد از ساعتی آن درویش افتاد و حال او دیگر شد و روح از قالب او بیرون آمد. اخی محمد در آهنین چون حالت اورا مشاهده کرد، زود به حضرت خواجه رفت و قصهٔ اورا عرض کرد. خواجه کرم فرمودند و نزدیك آن درویش رفتند و قدم مبارك را بر سینهٔ او نهادند. در حرکت آمد و روح در قالب او در آمد. بعده خواجه فرمودند: روح اورا در آسمان چهارم یافتم، باز گردانیدم.

نقل کرد یکی از سادات صحیح النسب که به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه محبت و عقیده راسخ داشت که در آن یك کرت که حضرت خواجه به زیارت بیت الله رفته بودند. در آن روز که حجاج قربان می کردند، فرمودند که ما هم قربان کنیم. یك پسر داریم می باید که اورا قربان کنیم. درویشان که در خدمت ایشان بودند، در آن سفر مبارك آن سخن را ثبت کردند. بعد از آن چون به بخارا آمدند، آن پسر خواجه فوت شده بود، سؤال کردند در همان روز که بر لفظ مبارك خواجه آن سخن گذشته بود در کعبه، آن پسر ایشان در همان روز در بخارا فوت شده بود.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدّین عطّر الله تربته، و نوّر روضته که در آن ابتدا که من بحضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه پیوستم، روزی با جمعی از درویشان شهر بخارا در دروازهٔ کلاباد بودند، در منزل درویشی و اتفاقا آن درویش خواجه کلاه نورزوی می دوخت و آن کلاهی بود که امرا و حکّام می پوشیدند و حضرت خواجه بسط عظیم داشتند، چنانکه همه را از آن صفت ایشان ذوقی پیدا شده بود. در آن حال

حضرت خواجه و آن درویشان که در صحبت ایشان بودند، هر یکی کلاهی پوشیدند. آنگاه خواجه فرمودند چون کلاه اهل ملك بر سر نهادم، می باید که در مملکت تصرفی کنیم. اکنون خود را بر کدام از اهل ملك زنیم؟ از درویشان حضرت پهلوان محمود بکیار علیه الرّحمة یکبار درویش بود، در آن صحبت ذکر حاکمی کرد که در آن عصر در ماوراء النهر حاکم بود. خواجه فرمودند: برو زدیم. حاضران تاریخ آن را ثبت کردند. و در آن مجلس کسی بود که به کابل می رفت، به نزدیك یکی از امرای بخارا که ازین حاکم ماوراء النهر گریخته بود. خواجه مکتوبی به دست آن روندهٔ کابل نزد آن امیر بخارا فرستاد که صورت حال چنین شده باید که پانصد دینار معامله به دست آرندهٔ مکتوب نزدیك درویشان فرستی. بعد از چند روز خبر آمد که آن حاکم ماوراء النهر کشته شد تفحّص کردند در همان تاریخ بود که درویشان حضرت خواجه نوشته بودند. همه از آن حال تعجّب کردند و گفتند: حق تعالی و تقدّس بندگان خاص خودرا چنین تصرّفها می داده است و آن واقعه سبب مزید یقین جماعتی شد، به حضرت ایشان بسیار بودی که حضرت خواجه می فرمودند: در اوقاتی که ازیشان ظهور می کردی که ای دوستان: ما در میان نیستیم. بر ما بی خواست می گذرانند. از فقیر مفلس عاجز به غیر از تقصیر چه در وجود آید؟

زهی سلطان بی همتا چو با چاکر کند سودا ٭ اگر خواهد دهد کالا اگر خواهد بر اندازد

باوجود آن کمال وقرب وقبول که حضرت محمدی را صلی الله علیه وعلی آله واصحابه و سلم بود، با او این خطاب آمد که (وَ مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ٭ الانفال: ۱۷) ازینجا معلوم کن که احوال بیچارگان امت او چه باشد. هر چه از درویشان ظاهر می شود، ایشان را در آن حظی و بهره نیست، به جهت راه نمودن طالبان است.

نقل کرد درویشی که روزی حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه بر کنار حوضی ایستاده بودند، که در جوار مسجد آذینه کهنه بود، که طرف قبله شهرستان شهر بخارا است. در آن حال درویش عزیزی که مشهور بود در میان خلق به ارشاد و تربیت، و

جمعی متابعت طریقه و ملازمت صحبت او می نمودند، با خواجه ملاقات کرد. ازو سؤال کردند که شنوده آمد که اتفاق رفتن به طرف خوارزم داری گفت: بلی. خواجه فرمودند: ما تورا نمی گذاریم که به خوارزم روی. آن درویش گفت که این سخن را گذارید که شمارا قوت این معنی نیست اتفاقا در این اثنا خدمت مولانا حمید الدین شاشی علیه الرحمة با جمعی بدان موضع رسیدند و با خواجه ملاقات کردند. خواجه آن قصّه را با مولانا تقریر کردند و فرمودند: من حضرت شما را گواه می گردانم که این درویش را نمی گذارم که به خوارزم رود. مولانا فرمودند: ما نیز گواه شدیم. بعده آن درویش استمداد کرد و بطرف خوارزم روان شد. چون به افشنه رسید که از نواحی بخاراست و جای جمع آمدن کاروان است، قاصدان سلطان آن روزگار آمدند و راه خوارزم را بستند، تا کسی به خوارزم نرود. آن درویش ممتنع شد. بعد از آن اهل کاروان تدبیر کردند و پارهٔ از راه بیرون شدند و باز به راه خوارزم در آمدند. قاصدان سلطان بر اثر ایشان رفتند و آن درویش را با کاروان تشویش بسیار کردند و به طرف بخارا باز گردانیدند. آن درویش، به خواجه داود نبیره شیخ سیف الدین باخرزی قدّس اللّٰه روحه التجا نمود، و مبلغی مال خرج کرد تا از چنگ آن قاصدان خلاص یافت. این خبر به مولانا حمید الدین شاشی علیه الرحمة رسید. تعجب بسیار کردند و فرمودند: خواص بندگان الهی را به این نوع تصرف می بوده است و مطالعه آن حال دلیل محبت خدمت مولانا حمید الدین شد، به حضرت خواجه.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه مرا فرمودند که شش خروار گندم است که می باید که به آسیا بری و آرد سازی. و آن روز بیست و یکم بود از برج قوس. و در آسیا خلق بسیار جمع آمده بود. نوبت آسیا به من نرسید و شش روز بر آن حال گذشت به حضرت خواجه رفتم و قصه را عرضه داشتم و روز نماز دیگر بود و هوای قوی سرد شده بود و در کنارهای رود بخارا علامت یخ پیدا شده بود. پس حضرت خواجه فرمودند که آسیابان را بگوی تا آسیا را به تو دهد. هوا اگر چه سرد شده

است، باك نیست اورا بگوی که این زمستان نخواهد آسیای تو ایستادن و این زمستان یخ نخواهد کرد. و فرمودند: در وقت شیخ عالم شیخ سیف الدین باخرزی قدّس الله روحه همین نوع قصه واقع شده است، ایشان فرموده اند: این زمستان یخ نخواهد کرد، ما نیز می گوییم یخ نخواهد کرد. بعد از آن، نفس حضرت خواجه را به آسیابان رسانیدم. آسیارا به من داد. چون شام شد، آن چنان هوای سرد که در وقت نماز دیگر بود، نماند و در آسمان ابر پیدا آمد و هوا خوش شد و آن زمستان یخ نکرد و آن حال سبب محبت آن آسیابان و جمعی شد.

نقل کردند که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه در غدبوت بودند. درویشی در حضرت ایشان پارهٔ انار آورده بود و درویش محمد زاهد در آن جمع بود. حضرت خواجه انار را قسمت کردند و فرمودند: بخورید. محمد زاهد گفت: خاطر من مشغول است به جهت آنکه غلام من گریخته است. خواجه فرمودند: به طرفی رفتن نمی تواند. تو دو روز و دو شب نزیدك ما باش، روز سیوم به طرف ریورتون به منزل خود رو، خبر غلام به تو رسد یا غلام. محمد زاهد آنچه خواجه فرموده بودند به جای آورد. روز سیوم محمد زاهد چون به منزل خود رفت، پیش از آنکه بشارت حضرت خواجه را به اهل خود گوید، غلام از در خانه در آمد. محمد زاهد و کسان او تعجب کردند. از کیفیت احوال از غلام پرسیدند. گفت: چون از بخارا بیرون آمدم قصد آن کردم که به طرف نسف روم چون پارهٔ راه رفتم، بر پای من بند پیدا شد که رفتن نمی توانستم و آواز درای می آمد چنانکه مرا وهم شد که این آواز به بخارا می رسد و چون به طرف ریورتون باز می گشتم، آن بند از پای من گشاده می شد و آن آواز درای نمی آمد. سه روز حال من چنین بود. بعد آن دانستم که این کیفیت از جای دیگرست بر گشتم و به خدمت شما آمدم. عفو طلبید و عذر بسیار خواست. و هر که آن قصه را شنود اورا به حضرت خواجه محبت بسیار شد.

نقل کردند که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه در قصر عارفان بودند و شیخ

شادی از غدیوت آمده بود و از قصوری که برو گذشته بود، عذر می خواست خواجه فرمودند: معاملت می باید. گفت: فراخشاخی معاملت آرم. خواجه فرمودند: این در وجه معامله قبول نیست چهل و هشت دینار عدلی دارد که در غدیوت در سوراخ دیوار پنهان کرده و دود آن موضع را سیاه کرده است و مدتی بر آن گذشته است از جهت معاملت آن مبلغ را می باید آورد. شیخ شادی را حال دیگر شد، به واسطه آنکه هیچ کس را از خلق در زمان پنهان کردن در سوراخ دیوار اطلاع نبود. بتعجیل به غدیوت رفت و آن مبلغ چهل و هشت دینار را به حضرت خواجه آورد. خواجه آن عدلی را گشادند و طلب کردند و یکدیناری از آن عدلیها بشیخ شادی دادند و فرمودند: این یکدینار حرام است از کجا به تو رسیده است؟ آنگاه اشارت بشیخ شادی کردند، باین مبلغ چهل و هفت دینار فراخشاخی بگیر و زراعت کن و به خدمت بندگان حق تعالی و تقدس صرف کن. بعده از شیخ شادی از حال آن یکدینار پرسیده شد، گفت: پیش از آنکه به حضرت خواجه پیوندم، به مدتی مقامری کرده بودم، این یکدینار از آن است.

نقل کردند که در آن فرصت که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه به کرمینه رسیدند. در منزل شیخ خسرو که از درویشان ایشان بود، نزول فرمودند، شامی بود و اشراف آن بقعه در خدمت ایشان حاضر بودند. چون از طعام خوردن فارغ شدند، حضرت خواجه اشارت به شیخ خسرو کردند که بنگر که بر در این خانه کیست؟ شیخ خسرو چون بیرون آمد، یوسف نام کسی بر در ایستاده بود. و طبق امرودی در دست او بود. گفت: آمده ام تا به لقای حضرت خواجه مشرف گردم. آنگاه یوسف در آمد و بر خواجه سلام کرد و آن طبق را در حضرت ایشان گذاشت. خواجه از وجه حل آن امرود پرسیدند و مبالغت نمودند یوسف گفت: از فلان کس خریده ام. خواجه به شیخ خسرو اشارت فرمودند که امرودهارا در جائی خالی ساز. خواجه به دست مبارك خود تفحص کردند و از میان امرودها یکی امرود را به آن یوسف دادند و باقی را فرمودند: بر حاضران قسمت می باید کرد. فاما کسی ازین امرود نخورد. پس روی به آن یوسف کردند و

گفتند: چه سرّست درین که بر خاطر ما گذشت تا در باب این امرود جست بسیار کردیم و باز گفتیم که کسی ازین امرود نخورد؟ راست بگوی. یوسف گفت: صورت این بود که گفتند درین کرمینه چنین صاحب کمالی آمده است. من خواستم که خدمت شما را بیازمایم. یکی امرود را نشان کردم و در طبق نهادم و باقی امرودها را بر بالای آن امرود گذاشتم. خواجه فرمودند: نیك تفحص کن که آن امرود این هست که با تو دادم؟ گفت: بلی همان است. حضرت خواجه یوسف را نصیحت کردند و گفتند که: بندگان خدای را نمی شاید آزمودن. اگر من این امرود را با تو نمی دادم، زیان زده می شدی و از ما دور می افتادی. کسی که درویش دین محمد باشد، اورا آزمودن چه حاجت؟ آن یوسف توبه و انابت کرد. و حاضران را محبّت و میل خاطر تمام به حضرت ایشان پیدا شد.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در غدیوت بودند. مرا فرمودند که پاره هیزم به منزل ما به قصر عارفان می باید رسانید و ایشان از غدیوت به طرفی رفتند. من بر موجب اشارت ایشان پاره هیزم سوس گرفتم و چون معلوم کردم که هیزم سوس بدشواری جمع می آید، با خود اندیشه کردم و پاره هیزم خار با سوس جمع کردم، و به منزل حضرت خواجه به قصر عارفان بردم. بعد سه روز حضرت خواجه آمدند و از من سؤال کردند که هیزم بردی؟ گفتم: بلی بردم فرمودند: قصه هیزم را تو می گوئی یا من؟ آنگاه فرمودند: اول هیزم سوس گرفتی و با خود اندیشه کردی و پاره هیزم خار با آن جمع کردی.

نقل کرد درویشی از درویشان قرشی که در آن یك فرصت که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه در قرشی بودند. روزی فرمودند که درویشی است از درویشان ما در بخارا در غدیوت، شادی نام. بعد از سه روز از بخارا به قرشی خواهد آمد، به واسطهٔ آنکه در قصر عارفان به منزل ما پاره هیزم آورده است و در آن زمان بر وی قصوری گذشته است. آن درویش قرشوی گفت: من آن سه روز را نگاه می داشتم روز سوم بود که شیخ شادی غدیوتی از بخارا به قرشی آمد به حضرت خواجه وایشان اورادر صحبت خود

راه نمی دادند. چند روز بر آن گذشت. چون من مبتدی بودم در طریقهٔ حضرت ایشان، التماس کردم که شیخ شادی را بخشید. خواجه لطف نمودند و اورا بخشیدند در خلوت از او پرسیدم که سبب آمدن شما درین محل از بخارا چه بود؟ گفت: درین نزدیکی در قصر عارفان به منزل حضرت خواجه پارهٔ هیزم آوردم و بر من قصوری گذشت، نتوانستم که توقف نمایم. در همان روز متوجه حضرت شدم. و روز سیوم به قرشی آمدم.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین روح اللّٰه روحه که یکباری حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه بقرشی رفتند و به جهت خدمت منزل ایشان که در قصر عارفان بود، درویشی را گذاشتند. روزی در قرشی در حضور جمعی فرمودند که آن درویش خادم از باغ به منزل ما این زمان هیزم می برد، در خاطر او گذشت که اگر خواجه اینجا حاضر بودندی نیك بودی و خدمت من در محل بودی و هیزمرا بکراهت به منزل ما برد. چون به منزل ما رسید، کسان که در منزل بودند، آن کراهت اورا دیدند آن هیزم را قبول نکردند. و هر چند تضرع و در خواست نمود، فایده نکرد. و آن درویش از جهت آن خاطر مقبوض شد و بعد سه روز از بخارا به قرشی خواهد آمدن آن جمع که در حضور ایشان خواجه این قصه را فرموده بودند، منتظر بودند. چون سه روز شد از بخارا به قرشی آمد. آن جمع آن قصه را ازو پرسیدند چنانکه حضرت خواجه فرمودند، بیان کرد. همه در حیرت شدند و عقیده همه به حضرت ایشان رسوخ تمام یافت.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین نوّر مشهده که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه با جماعت درویشان در حجرهٔ درویشی بودند، از متابعان این خانواده. بعضی از آن جماعت به جهت اسباب سفره از آن حجره به اشارت خواجه بیرون آمدند دو فریق شدند: یك فریق طرف بازار سر صرافان متوجّه شدند، حضرت خواجه را در آن موضع دیدند، تصوّر کردند که ایشان از آن حجره بیرون آمده اند، فریق دیگر طرف سر چهار سو رفتند، حضرت خواجه را آنجا یافتند آن جماعت را نیز همان تصوّر شد. بعده ایشان را با اخی محمد در آهنین در بازار ملاقات شد. قصّه خود را با او شرح کردند. او

گفت: من این ساعت خواجه را در فلان موضع دیدم به طرفی می رفتند. درویشان را تردّد شد که حضرت خواجه را کجا طلبیم؟ درین اندیشه بودند که درویشی آمد که خواجه می فرمایند که اصحاب چرا تاخیر کردند در آمدن؟ قصّه را با آن درویش بیان کردند. او گفت: از آن ساعت که شما از حضرت خواجه از آن حجره بیرون آمدید، صاحب حجره و من در حجره در خدمت ایشان بودیم. به طرفی بیرون نیامده اند، و این زمان بر سبیل تعجیل مرا بر اثر شما فرستادند. اصحاب در حیرت شدند. و به همان صفت به حضرت خواجه رفتند. از کیفیت حال از ایشان پرسیدند. اصحاب قصّه را شرح کردند خواجه تبسّم کردند. صاحب حجره از استماع آن بسیار گریست و سبب محبّت او شد آنگاه خواجه فرمودند: منقول است که حضرت عزیزان را قدّس الله سرّه شام رمضانی، سیزده جای طلبیده اند. همه را اجابت فرموده اند. ناقل گفت که من بر یك سر سفره در خدمت خواجه حاضر بودم و از آن مواضع دیگر پرسیدم. چنین شنیدم که ایشان در همه جای بوده اند.

نقل کرد درویشی که در آن فرصت که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه در مرو بودند و درویشان ایشان به صفت: (یَأْتِینَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیقٍ ۔ الحج: ۲۷) از هر طرفی به صحبت شریف ایشان مسارعت می نمودند و ریگ بیابان مرو را چون پر نیان طی می کردند و هر یك به زبان حال می خواندند:

راه وصلش گه به پهلو گه بسر باید دوید

درویشان غدیوت نیز از بخارا به آن سفر مبارك رفته بودند. در آن زمان که حضرت خواجه آن درویشان غدیوت را به طرف بخارا روان می کردند. امر کردند ایشان را که زینهار که چون به بخارا رسید اول به کار عمارت رز باغ خواجه علاء الدین مشغول گردید و در آن عمارت اهتمام و احتیاط تمام به جای آرید و در این مبالغت و تاکید بسیار فرمودند و اتفاقا آن درویشان به اشارت خواجه به عمارت آن رز مشغول گشتند. اما همچنان احتیاط که بایست در آن رز نکردند و در بعضی مواضع تقصیر کرده بودند.

چون حضرت خواجه از مرو به بخارا رسیدند و صدای عاد الی الکوفة نعمانها به آذان دوستان ایشان رسید همه به دریافت قدوم شریف خواجه مسارعت نمودند. چون نظر ایشان بر درویشان غدیوت افتاد، قصه تقصیر ایشان را که در عمارت رز باغ خواجه علاء الدین کرده بودند، بر ایشان خواندند و مواضع تقصیر را روشن بیان کردند، به مثابتی که فرمودند: در عمارت فلان تاك و فلان تاك تقصیر کردید. درویش می باید که هر کاری که مقتدا اورا فرماید، به تحقیق چنان داند که آن کار وسیله سعادت اوست. همهٔ درویشان در بار آن تقصیر شدند.

نقل کردند که روزی محمد ترك کوفینی که از جملهٔ درویشان حضرت خواجه ما قدس الله روحه بود، در بازار بر دکان یکی از درویشان ایشان نشسته بود، در شهر بخارا وصفت جذبه او بقوت بود. سخنان بلند می گفتند در اثنا گفت که چه درویش باشد که اگر پشهٔ در بغداد بر شاخ درخت باریك بنشیند از اینجا نه بیند! بعد این حضرت خواجه بیامدند و گفتند: ترا این سخن به چه کار آید؟ غم دین و مسلمانی خور و بر جادهٔ شریعت مصطفویه ثابت قدم باش. از این سخنان کار کفایت نمی شود. حاضران را از آن اشراف و شفقت ایشان وقت خوش شد.

نقل کردند از شیخ شادی غدیوتی که گفت: سبب محبّت من به حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه آن بود که من در غدیوت به کار دهقانی مشغول می بودم. روزی به غلّه کوفتن مشغول شده بودم. ناگاه دیدم که عزیزی نورانی بر فراخشاخی نشسته است و می گذرد. چون به طرف او نظر کردم. مرا به طرف خود اشارت کرد. اتفاقا نزدیك من چهار هندوانه بود. دو را گذاشتم و دو را گرفتم و به طرف او رفتم. چون آن دو هندوانه را دید گفت: آن دو هندوانه بزرگ را آنجا گذاشتی. چون این سخن از آن عزیز شنیدم، تعجّب کردم. زود آن دو هندوانه بزرگ را نزدیك آن بزرگوار دین آوردم. فرمودند: زود اینها را پاره ساز که خورندگان می رسند. چون ساعتی در صحبت شریف ایشان بودم، فرمودند این مقدار حقوق در میان ما ثابت شد، می باید که به خانه رویم که خاتون تو

در تنور هریسه پخته است و حال آنکه مرا از احوال خانه هیچ خبر نبود. چون در قدم مبارك خواجه به خانه رسیدم، واقع آن چنان بود که ایشان خبر کرده بودند. از ظهور آن واقعه سعادت محبت ایشان در باطن من و اهل اولاد من پیدا شد و دایما شیفته صحبت شریف ایشان می بودیم.

نقل کردند از شیخ شادی که چون روزی چند ازین قصه گذشت و محبت حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه بر ما غلبه کرده بود، شبی از غایت اشتیاق لقای مبارك ایشان من و اهل بیت من سر بر زمین نهادیم و تضرع و زاری کردیم و گفتیم خداوندا به بزرگیت شیخ بهاء الدین را به ما مسکینان رسان. فصل زمستان بود و هوا بغایت سرد. لحظهٔ بر آن گذشت حضرت خواجه در آمدند و فرمودند: اگر حصهٔ حقوق خدمت شما نبودی، کار مشکل بود. در چنین محل کسی درویشان را تشویش دهد؟ در چنین وقت از حضرت خدای تعالی در می خواهید که شیخ بهاء الدین را به ما رسان؟ درویشان را اوقات می باشد که غیر در نمی گنجد در تکیه بودم که مرا گفتند: آن فقیران مشتاق منتظرند. هر چند سعی کردم امکان توقف نشد در چنین هوا از قصر عارفان آمدم.

نقل کردند شبی درویش محمد زاهد ریورتونی در منزل شیخ شادی بود رحمة الله علیهما و تا دودانگ شب با همدیگر صحبت داشتند. شیخ محمد توجه به شیخ شادی کرد و گفت: من ضعیفهٔ خود فلانه را فدای تو کردم. اورا طلاق دهم تو بخواه و شیخ شادی نیز به نسبت شیخ محمد زاهد همین نوع سخن گفت. چون هردو این سخن گفتند، از خود رفتند و افتادند و فانی گشتند. و زمانی بسیار برین حال گذشت. هر که در آن خانه بود، چنان تصور کرد که روح از بدن ایشان مفارقت کرده است. همه در حیرت شدند. در آن حال حضرت خواجه از قصر عارفان آمدند و شیخ شادی و شیخ محمد زاهد را از آن صفت بر آوردند و فرمودند: در قصر عارفان بودم، در آن زمان که شما هردو در صفت فدا در آمدید و شمارا این حال واقع شد، مرا گفتند که بندگان مارا دریاب به آن سبب درین شب آمدم.

نقل کردند خدمت خواجه علاء الحق و الدین عطّر الله تربته که روزی قدم مبارک حضرت خواجهٔ ما را می مالیدم و اتفاقا شریف زادهٔ در آن صحبت حاضر بود و خواجه سخن در مقام فنا می گفتند. در آن اثنا فرمودند که اولیارا در فنا تصرّف می دهند. آن شریف زاده از حضرت خواجه سؤال کرد که اولیا در فنا چگونه تصرّف می کنند؟ خواجه قدم مبارک خود را به سینه من رسانیدند. در من کیفیتی پیدا شد و از خود رفتم. آن عنایت پیش از وقت نماز دیگر بود، تا وقت نماز بامداد داشت. چون به جای اصلی باز آمدم و به حضرت خواجه مشرف گشتم، فرمودند ما این معاملت با تو بجهت آن کردیم که آن شریف زاده را یقینی بحال درویشان بحاصل آید.

نقل کردند بعضی از درویشان که بار اول که در سفر بیت الله در خدمت خواجهٔ ما قدّس الله روحه رفته بود که چون به خراسان رسیدند، در میهنه در منزل خواجه مؤید که از نوافل شیخ ابوسعید ابو الخیرست نزول فرموده بودند. روزی گفتند ذوق سیری داریم به طرف کاروان سرای میهنه رفتند. درویشی در آنجا می در آمد، فرمودند: این درویش از دوستان است، لیکن مارا نشناخت. بعده چون به منزل آمدند سفره حاضر آوردند. حضرت خواجه توجه به خواجه مؤید نمودند و فرمودند که امروز در شهر شما دوستی از دوستان حق آمده است گر اجازت باشد، اینجا حاضر شود، خواجه مؤید فرمودند: نیك باشد خواجه به من اشارت کردند به جهت استدعاء آن درویش. چون از طعام خوردن فارغ شدند، خواجه مؤید با آن درویش در بحث شدند. و از مسایل طریقت در میان ایشان مذکور می شد، هر چند آن درویش از حضرت خواجه فایده التماس نمود سخنی نفرمودند. چون بحث میان ایشان به فوت شد، آن درویش از آن خانه بیرون آمد و چون مرغ پرید و بر جای بلندی بنشست. خواجه از آن عمل او تبسّم کردند و فرمودند: سهل باشد. چون وقت نماز دیگر شد؛ آن درویش به حضرت خواجه آمد. اورا گفتند: آن چه کار بود که تو کردی؟ نزدیك بندگان حق تبارك و تعالی امثال این عمل را اعتباری نیست. بندگانی باشند حق را که آنی بر ایشان می گذرانند، اگر چیزی

از آن بر خلق عالم اظهار کنند، احوال ایشان دیگر شود. آن درویش گفت: مدّت چهل و پنج سال است که در برّ و بحر طلب می کنم، هرگز من کسی ندیده ام که درو شمّهٔ ازین معنی بوده باشد. ده کرّت به حج و بروضه رسول رفته ام این معنی نیافتم. خواجهٔ ما فرمودند اورا که اگر یك لحظه تو تسلیم باشی یقین شود ترا که این طایفه در عالم هستند یا نی؟ آنگاه اورا گفتند: نزدیك بنشین وانگشت مسبّحهٔ خودرا بر زانوی‌او رسانیدند حالش دیگر شد وبیفتاد ورنگ او تمام متغیّر گشت و نفس از او بر نمی آمد و فرصتی دراز برین معنی گذشت. حضرت خواجه انگشت مسبّحه را بر پیشانی او رسانیدند چشم باز کرد و در حرکت آمد و بسیار تضرّع نمود و گفت: بد کردم و بد گفتم از بی معرفتی به نسبت کمال شما این سخنان از من صادر شد. بندگانِ حق تعالی زیاده از آنی خدمت شما فرمودید، بوده اند آنگاه دامن مبارك حضرت خواجه را محکم گرفت و التماس کرد مقصود مرا از راه کرم بدهید که عمری است که در جست و جوی اینم اکنون یافتم. خواجه فرمودند: گفتی که ده کرّت رفته ام. گفت. خواجه آن در حساب نیست.

عمر که بی دوست رفت هیچ حسابش مگیر.

خواجه فرمودند: ترا به طرف هرات می باید رفت چنان کرد. بعده خبری رسید که در هر موضعی خواجه را اثبات بسیار می کرده است. خواجه فرمودند که اینجا مصلحت باشیدن نیست. زود عزیمت راه حج کردند.

نقل کرد درویشی که روز عید قربان بود و حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه از مصلّی بیرون آمده بودند و خلق بسیار در قدم مُبارك ایشان می رفتند و امیر برهان فرزند سید امیر کلال رحمة الله علیهما که از برکهٔ نظر شریف خواجه از عالم معنی بهره تمام داشت در عقب ایشان بود. چون آن اقبال خلق را به حضرت ایشان مشاهده کرد، آهسته با خود می گفت: خوشا ایّام اوایل ظهور خواجه به احوال و ظهورات و کار و بار بود این زمان این خلق ایشان را تشویش می کنند. من نزدیك امیر برهان بودم. خواجه در پیش می رفتند چون او آن سخن گفت، ایشان توقف نمودند تا امیر برهان رسید. گریبان

اورا گرفتند و اندکی اورا حرکت دادند، صفت بزرگی در وی تصرف کرد. طاقت ایستادن نداشت. خواجه اورا نگاه داشتند. زمانی بر آن صفت گذشت. چون به حال خود آمد، اورا گفتند: چه می گویی آن احوال و کار و بار این زمان هست یا نی؟ امیر برهان عذر بسیار گفت و از آنچه گفته بود استغفار کرد و گفت: کار و بار و احوال از گذشته زیاده است.

نقل کرد درویشی که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه به دریافت درویش عزیزی که از قرشی به بخارا آمده بود، متوجّه شدند. آن درویش در فتحآباد نزول فرموده بود و در زمان متوجّه شدن خواجه درویشی از متابعان پهلوان محمود بکیار علیه الرّحمة نیز به خدمت ایشان موافقت کرد. چون حضرت خواجه به فتحآباد رسیدند، و به آن درویش عزیز ملاقات کردند، لحظهٔ بر آن گذشت، مرا معلوم شد که خواجه به نسبت عالم باطن با من التفاتی و عنایتی دارند. در آن حال آن درویش پهلوان محمود درمی از درون کفش خود بیرون آورد و از راه نیاز در نظر آن درویش عزیز گذشت. آن عزیز از طریق رعایت ادب و مقتضای معرفت آن درویش پهلوان محمود را بر آن عمل مؤاخذه کرد و گفت: یك نکته را که دنیاوی است و محلّ اهانت دیدی و نکتهٔ دیگر را که نام رسول را صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم بر درمها نقش می کنند، ندیدی. بعده آن درویش عزیز بطرف من نظر کرد، به قصد آنکه مرا نیز تشویش دهد. از برکهٔ نظر خواجه به باطن با او مشغول شدم. در حال مقبوض گشت وسخن بر او بسته شد. فرصتی برین صفت گذشت. به حضرت خواجه متوجّه شد وگفت: این درویش شما را چه نام است؟ خواجه فرمودند که: امیر حسین که با من مصاحب می بود، اوست! آن درویش عزیز بر خاست و مرا در کنار گرفت و تلطّف بسیار نمود واعتذار بی اندازه به جای آورد و صفت قبض او بکلّی زایل گشت و سخن آغاز کرد. مردی در آمد و سلام گفت و یکدینار پیش او گذاشت و گفت: درازگوشی غایب کرده ام، به شما اشارت کردند. آن عزیز گفت این معامله را نزدیك خواجه ببر. بعده حضرت خواجه لحظهٔ

خاموش شدند و مر خداوند درازگوش را گفتند که در طرف قبلهٔ فتحآباد در فلان موضع درازگوش تو در آمده است. آن مرد به آن علامت که فرموده بودند، رفت و درازگوش خودرا یافت و در حال آمد به سرور تمام. حاضران از آن اشراف تعجّب بسیار کردند.

نقل کرد درویشی که بعد ازین قصّه آن درویش عزیز از آن منزل به بعضی از آن درویشان و متابعان خود بیرون آمد و حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در همان منزل نشسته بودند و باقی درویشان آن عزیز در صحبت خواجه بودند. یکی ازیشان خواست که به نسبت باطن به یکی از درویشان خواجه مشغول گردد. آن درویش بحضرت خواجه توجّه کرد. آثار صفت جلال در خواجه پیدا آمد. به طرف آن درویش که با درویشان ایشان استاخی کرده بود نظر کردند. حالش دیگر شد و در لحظهٔ چون مشك بر باد شد و صورت و لون او دیگر شد. از آن واقعه آن عزیز را خبر کردند. به صفت تعجیل آمد. چون آن حال را مشاهده کرد، از درویشان خواجه سؤال کرد. ایشان گفتند: هم از صاحب حادثه تفحّص فرمایید. ازو پرسیدند، گفت: چنین بی ادبی کرده ام. آن عزیز توجه به حضرت خواجه کرد و گفت: بد کرده است و از بی معرفتی این عمل کرده است عفو فرمایید. المی که به شاخ می رسد، به تنهٔ درخت نیز می رسد. خواجه آن درویش را به واسطهٔ التماس آن عزیز بخشیدند. از آن حالت به حالت اصلیهٔ خود باز آمد و حاضران که در آن منزل بودند، قوی تعجب کردند و خوش حال گشتند.

نقل کرد همین درویش که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه با آن عزیز نشسته بودند، بر کنار آن جوی که در مقابله مزار شیخ سیف الدین باخرزیست علیه الرّضوان و از احوال این طایفه با یکدیگر سخن می گفتند. در آن اثنا آن قصهٔ ماهی را که در میان شیخ سیف الدین وشیخ حسن بلغاری علیهما الرحمة الباری گذشته است، می گفتند. آن عزیز گفت: اولیارا این چنین تصرفها می بوده است. درین زمانه کسی بود که مثل این احوال ازو بظهور آید؟ خواجه فرمودند: بلی کسان باشند که آب این جوی را اشارت کنند، بالا رو، در حال روان شود. خواجه درین سخن بودند که آب جوی به طرف بالا روان

گشت. خواجه فرمودند: من این نمی خواهم آنگاه آب جوی به همان طرف که می رفت روان گشت. خلق بسیار آن را مشاهده کردند واعتراف نمودند به کمال ولایت خواجهٔ ما.

نقل کردند که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در قصر عارفان بز در مسجد نشسته بودند و درویشان ایشان از هر طرفی آمده بودند. ازدحام عظیم بود. درویشی از طرف تاتکن به دریافت قدم مبارك خواجه آمد. با او هیچ التفات نکردند و فرمودند: خلق ما خان به واسطهٔ تو زیان زده شده اند و تو بی اجازت ما از آنجا به بخارا آمدی و به هیبت به طرف او نظر کردند. حال او متغیر گشت و بیخود شد و ازو نفس بر نمی آمد. مدّتی برین حال گذشت و از خوف خواجه از آن حاضران کسی نمی توانست که در باب او کلمهٔ گوید و شفاعت کند. در چنین وقت درویشی خواست که در خواستی کند. خواجه فرمودند اورا که تو از من مشفق تر نیستی، خاموش باش. چندان فرصت گذشت که تتماج پختند و درویشان خوردند. آن درویش تاتکنی بر همان حال افتاده بود. آخرُ الامر درویشان به خدمت پدر خواجه رفتند که غیر شما کسی شفاعت این درویش نمی تواند کرد. ایشان نیز فرمودند: من می ترسم. به خوف بسیار نزدیك خواجه رفتند و گفتند: درویشان را خاطرها به طرف آن گناه کار نگران است. خواجه گفتند: تا مادام که او به ما خان نخواهد رفت و به نسبت خلق آن موضع تضرع نخواهد کرد، تا آن خلق از زیان بیرون آیند اورا به ما راه نیست. حضرت خواجه قدم مبارك را به او رسانیدند و گفتند: برخیز. در حال به خود آمد. آن درویشان که آن حال را پیش ازین مشاهده نکرده بودند، فوق متحیّر شدند.

نقل کرد درویشی که روزی حضرت خواجه ما قدّس الله روحه در اطراف قصر عارفان سیر می کردند و من در قدم ایشان بودم. قصابی بود در آن نزدیکی. اتفاقا چوبی بر گردن نهاده بود و به طرف خانهٔ خود می برد، به جهت عمارتی. از حضرت خواجه مدد طلبید و از آن موضع تا به خانهٔ او مسافتی راه بود. زود خواجه یك طرف آن چوب را خواستند که بر دوش مبارك خود گیرند. من در خواست کردم. با من گذاشتند. اما

چون آن طرف گران بود، لطف نمودند و مرا مدد کردند و آهسته با من گفتند: قصاب مسکین به چوبی که ما بر گیریم خوش عمارت خواهی کرد. نه خانه خواهدت ماند و نه روزگار. روز دیگر آن قصّاب را دیدم که دیوانه شده بود و جامها بر خود پاره کرده و در صحرا می گشت و آرام و قرار نداشت. فرصتی چنین بود از پس آن از میان خلق بیرون آمد و غایب شد.

نقل کرد همان درویش که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در باغی بودند که این زمان مزار منوّر ایشان در آنجاست وشیخ شادی در خدمت بود که آن قصاب دیوانه آمد وبر خواجه سلام کرد وبا سکونت ووقار تمام در مقام نیاز ایستاد وبه شکر لطف خواجه مشغول شد و گفت: از برکهٔ حضرت شما از جمیع تعلقات خلاص یافتم. خواجه به طرف منزل رفتند و فرمودند: بعد از ادای نماز دیگر حاضر گردید. میان آن قصاب و شیخ شادی سخنی گذشت وهردو جانب گرم شدند. آن قصاب مسافتی راه چون مرغ پرید وبر سر دیوار نشست. من آن نفس خواجه را که فرموده بودند که بعد از اذان نماز دیگر نزدیك ما حاضر گردید، با آن قصاب رسانیدم. گفت که اشارت ایشان فرض است. از دیوار فرود آمد ونماز دیگر ادا کرده شد. چون به طرف منزل خواجه متوجه شدیم، چند قدم مارا پیش آمدند وفرمودند: امیر حسین چه بوده است؟ زود بگو. من از ابتدای بحث تا آخر در حضرت خواجه تقریر کردم. خواجه به نظر هیبت در شیخ شادی نگاه کردند. حالت او عجب شد، افتاد و تغیر تمام درو پیدا شد. آن قصاب از آن احوال قوی متحیر شد. توجه به حضرت خواجه کرد و به تضرع گفت: این چه واقعه است؟ خواجه فرمودند: این از سبب تو شده است. بر تست که اورا به صلاح آری. قصاب گفت: من چه کردم؟ خواجه فرمودند که به سبب آنکه با تو بحث کرد و خاطر تو از وی خسته شد، اورا این حال واقع شد. تا تو ازو راضی نخواهی شد، او به حال خود نخواهد آمد. قصاب گفت: من ازو راضی شدم. خواجه فرمودند: سر اورا از زمین بردار. آن قصاب چنان کرد. شیخ شادی چشم باز کرد و در حرکت آمد. آن درویش قصاب تضرع و زاری بسیار کرد تا

حضرت خواجه از شیخ شادی عفو فرمودند و آن قصاب را از نظر عالی ایشان احوالی بزرگ پیدا شد و از دوستان حقیقی گشت.

نقل کرد دانشمندی که از درویشان حضرت خواجهٔ ما بود قدّس اللّه روحه که پیش از آنکه مرا به حضرت ایشان پیوستگی شود و چنگ در دامن دولت ایشان زنم، محبّت و عقیدهٔ من به حضرت ایشان تمام بود و حالٓ آنکه بعد از آنکه از اکابر و علماء فاخره بلده بخارا اجازت فتوی گرفتم و عزیمت کردم که به وطن اصلی خود مراجعت نمایم، روزی مرا با خدمت خواجه ملاقات شد. تضرع و نیازمندی بسیار کردم. فرمودند: این زمان که عزیمت کردهٔ نزدیك ما آمدی. گفتم: دوستدار خدمتم. گفتند: از جهت چه؟ گفتم: از آنکه شما بزرگید و مقبول خلق. خواجه فرمودند: دلیل بهتر ازین می باید، شاید که این قبول شیطانی باشد. گفتم: حدیث صحیح است که هر چگاه حق سبحانه و تعالی بندهٔ را به دوستی برگیرد دوستی اورا در دلهای بندگان اندازد. خواجه تبسّم کردند و فرمودند: ما مریدان عزیزانیم. حال من ازین سخن ایشان دیگر شد، از جهت آنکه پیش ازین ملاقات به یك ماه بخواب دیده بودم که مرا می گویند: تو مرید عزیزان شو و این خواب مرا فراموش شده بود. خواجه چون این سخن گفتند، مرا آن خواب یاد آمد. بعده از حضرت خواجه التماس کردم که خاطری با من دارید. خواجه فرمودند: از حضرت عزیزان نیازمندی خاطری طلبیده است، فرموده اند در خاطر غیر نمی گنجد. چیزی پیش ما گذار که آنرا ببینیم، تو یاد آیی. حضرت خواجه فرمودند که ترا چیزی نیست که نزدیك ما گذاری. کلاه مبارك خوٓد را با من دادند و فرمودند: این را نگاه دار، هر چگاه این کلاه را بینی مارا یاد کنی و چون یاد کنی، یابی و فرمودند زینهار که مولانا تاج الدین دشت کولکی را دریابی که از اولیاء اللّه است. به خاطر من آمد که مرا اتّفاق بلخ است ازین راه به طرف وطن خود می روم. بلخ کجا و دشت کولك کجا از بخارا بیرون آمدم و به طرف بلخ رفتم. اتفاقا مرا ضرورتی پیش آمد که از بلخ به دشت کولك رفتم. بعد ده ماه مرا آن اشارت حضرت خواجه به خاطر آمد. تعجّب بسیار کردم و به

دریافت صحبت مولانا تاج الدین شتافتم و محبّت من به حضرت خواجه قوی شد. بعد آن سببی واقع شد که به بخارا به حضرت خواجه رفتم و ارادت گفتم و مدّتی ملازمت صحبت شریف ایشان نمودم و در آن زمان که داعیهٔ ارادت در من پیدا شد، خواستم تا به کلام الله فال گیرم در حقّیت این ارادت و طریقهٔ استقامت ایشان، چون مصحف را گشادم، این آیت بر آمد که (**أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ . الانعام: ٩٠**). بعد از آن داعیه ارادت زیاده شد. چون عزیمت کردم که به خدمت ایشان روم، مجذوبی بود که مرا با وی اعتقاد بود بر سر راه نشسته دیدم. با وی گفتم: بروم؟ گفت: برو. این مجذوب در پیش خود خطوط کثیره کشیده بود. گفتم: این خطوط را شمار کنم، اگر فرد باشد دلالت بر حقّیت این داعیه باشد که «**الله فرد یحبّ الفرد**» چون شمار کردم، فرد بود. بعد از آن که به صحبت شریف خواجه مشرّف گشتم، ابتدا در آن صحبت این فرمودند العلم علمان علم ظاهر علی لسان ابن آدم و هو حجة علیه و علم باطن و هو النافع و ذلك علم الانبیاء و المرسلین. گفتند: علم دوست: یکی علم است که ظاهر است بر زبان فرزند آدم و آن علم حجّت است بر وی و یکی علم است که پوشیده است ازو و آن علم است که نافع است در دین و آن علم پیغامبران و رسولان است. بعده فرمودند که چون باین طایفه نشسته شود، باید که از سر صدق و علوّ همّت باشد. زیرا که گفته اند: اذا جالستم اخوان الصدق فاجلسوهم بالصدق فانهم جواسیس القلوب یدخلون فی قلوبکم و یخرجون من هممکم. بعده فرمودند که امشب منتظریم تا از ارواح عزیزان اشارت به ردّ می شود یا به قبول، به آن عمل کنیم. ما مأموریم و المأمور معذور. چون آن شب گذشت، بعد از اداء فرض بامداد در خلوت فرمودند: مبارکت باد که ترا قبول کردند و فرمودند ما کسی را قبول نمی کنیم و اگر قبول کنیم، زود قبول نمی کنیم، فاما تا هر کس چون آید و وقت چون باشد؟ بعده بیان سلسلهٔ مشایخ خود کردند و به حضرت شیخ یوسف همدانی رسانیدند و فرمودند: روزی حضرت خواجه عبد الخالق غجدوانی قدّس الله روحه بر استاد خود مولانا صدر الدین رحمه الله تفسیر می خوانده اند، به این آیت

رسیده اند که (**اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً اِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۔ الاعراف: ۵۵**) از استاد خود پرسیده اند که این خفیه که حضرت حق سبحانه فرموده است چه طریقه است؟ اگر ذاکر بلند می خواند، یا در مقام ذکر به اعضا حرکت مخصوص می کند، غیر واقف می شود. خفیه نمی ماند، و اگر بدل می گوید: الشیطان یجری فی عروق ابن آدم مجری الدم. او واقف می شود؟ استاد فرمودند: این علم لدنّی است اگر حق تعالی خواسته باشد از اهل الله کس به تو رسد و ترا تعلیم کند. حضرت خواجه عبد الخالق قدّس الله روحه متوجّه می بوده اند تا چندانکه مردی از اهل الله به ایشان رسید و وقوف عددی را به ایشان تلقین کرد. و حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه فرمودند که تا توانی عدد فرد را رعایت کن. اشارت به آن خطوط فرد کردند که من دلیل بر حقیت داعیه ساخته بودم. از آن اشارت ایشان محبّت و عقیدهٔ من از آن چه بود، زیاده گشت.

نقل کرد همین دانشمند که چون حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه العزیز مرا به وقوف عددی مشغول کردند، در واقعه چنان دیدم که در آب صافی بزرگ افتاده ام. بعد از آن به حضرت خواجه رفتم. فرمودند: واقعه همین دلیل قبول طاعت است و پس دلیل این است که دل به واسطهٔ ذکر زنده شده است. سخن این خانواده است که **نظم:**

دل چو ماهی و ذکر چون آبست ۔ زندگی دل به ذکر وهّاب است

در کتاب مرصاد العباد شیخ نجم الدین رازی، علیه الرّحمة آورده است که روزی درویشی به حضرت شیخ یوسف همدانی قدّس روحه آمد و گفت: این زمان نزدیك شیخ احمد غزالی علیه الرحمة و الرضوان بودم. بر سر سفره با درویشان طعام می خورد. زمانی او را غیبتی واقع شد. بعده چنین فرمود که: این ساعت حضرت پیغامبر را علیه الصلوة و السلام دیدم که آمدند و لقمه در دهان من نهادند. حضرت شیخ یوسف همدانی قدّس الله سرّه چنین فرمودند که تلك خیالات تربّی بها اطفال الطریقة.

نقل کرد همین دانشمند که شبی مشوش حال بودم و ذوق خود را هیچ نیافتم. چون بامداد شد، به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله سرّه رفتم. فرمودند روزی به صحبت

درویشی رسیده بودیم، ساعتی گذشت. در آن صحبت یکی از متابعان پهلوان محمود قدس روحه در آمد. آن متابع پهلوان درمی از درون کفش بیرون آورد و در نظر آن درویش نهاد. آن درویش اورا گفت: یك نکتهٔ دنیاوی را که او را خوار می باید داشت دیدهٔ و نکتهٔ دیگری را که نام حق را و نام رسول را در درمها نقش می کنند، ندیدهٔ. آن دانشمند گفت: از آن قصّه که حضرت خواجه فرمودند: خاطر من نگران شد. چون به منزل رسیدم، تفحّص کردم. در پایان قدم چند ورقی بوده است. دانستم که پریشانی حال من شب از آن اوراق بوده است.

نقل کرد که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه رومال بر دوش مبارك خود انداخته بودند. بر خاطر من گذشت که این طریق ظرفاست. در حال خواجه به دیگری متوجّه شدند و فرمودند فلان کس با یکی خصومتی کرده است و حق در طرف آن فلان است. می خواهم که ایشان را با همدیگر صفا دهم و این رومال را به او دهم. این به جهت خود نکرده ام.

نقل کرد روزی مرا با اهل خود بحثی شد و در اندك فرصتی باز با او صفا کردم. چون به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه رسیدم فرمودند: با جماعت زنان حسن معیشت می باید کرد. من در باطن خود گفتم که با فلان کس می گویند. در حال حضرت خواجه فرمودند که حضرت محمّد بابا رحمة الله علیه می فرمودند که آتنك کش می باید که به طرف خود کشد. باز در خاطر من گذشت. اندك خصومتی بود و زود صفا کردیم. حضرت خواجه فرمودند: تا امکان است رعایت می باید کرد قصّه حضرت رسالت را علیه الصلوة و السلام نشنوده که موی کنیزك را به دست مبارك خود گرفتند تا او بر سر خود آب ریخت و ایستاده غسل آورد و این همه از برای رعایت خواطر خواتین است.

نقل کرد که روزی از بعضی درویشان حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه شنیدم که حضرت خواجه چون به نسف می روند، وعظ می گویند. به طریق وعظ معهود به

خاطر من گذشت که چه خوش بودی اگر در نسف بودمی، تا وعظ، ایشان را شنودمی. بعد ازین خاطر به چند روز به حضرت خواجه رفتم. به قصر عارفان چون رسیدم، به آن باغ که حضرت خواجه بودند، بر در باغ اندکی توقف کردم. حضرت خواجه بیرون آمدند و به این فقیر التفات نمودند. بعد از آن خطبه، وعظ خواندند و این حدیث را روایت کردند که (**الفقراء الصّبر هم جلساء اللّه تعالی یوم القیامة ای المقربّون غایة القرب**) و فرمودند که شیخ احمد جامی رحمه اللّه فرموده اند که فقر بر دو نوع است: فقر اختیاری و فقر اضطراری. فقر اضطراری بهتر از فقر اختیاری است که اختیار حق است به نسبت بنده و در آن وعظ این فقیر را وعده فرمودند به نسبت فقر و صبر

نقل کرد که روزی به صحبت شریف حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه رسیدم. و لحظهٔ گذشت چنان دانستم که آن نسبتی و صفتی که از برکهٔ نظر حضرت خواجهٔ ما به من رسیده بود، هیچ نماند. در خاطر من آمد که مگر آن معنی را حضرت خواجه از من باز گرفتند. درین حال خواجه متوجّه به درویشی شدند و فرمودند: ما هر چه دادیم از آن شماست، اما صید کلب غیر معلم حرام است. نمی شاید خوردن.

نقل کرد که یکباری حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه از من رنجیده بودند ومقدار دو هفته به حضرت خواجه نمی توانستم رفتن و دزین مدّت در قبض و اندوه بودم. به حکم (**حَتّٰی اِذَاضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ. التوبة:۱۱۸**) زمین فراخ بر من تنگ شده بود. آخر عنایتی رسید از حق تعالی، انابت و بازگشت کردم و ارواح بسیاری از مشایخ را و روح درویشی را که در آن نزدیك فوت شده بود، شفیع آوردم چون بامداد شد، مرا داعیهٔ آن پیدا شد که به حضرت خواجه روم. رفتم. چون سلام گفتم، حضرت خواجه تلقّی بغایت خوش کردند ویکی از درویشان را مخاطب ساختند وگفتند: ما از تو رنجیده بودیم و ترا از خاطر بیرون کرده امّا چون این شب ارواح طیّبه بزرگان دین را و روح آن مبتدع را که درین نزدیك فوت شده است، شفیع آوردی ترا بخشیدیم و قبول کردیم. بعده آن دانشمند گفت که چون طریقهٔ حضرت ایشان در متابعت سنّت بر کمال بود، مرا از آن

نیز آگاه کردند که آن فلان مبتدع بوده است و ذرّه از تربیت و شفقت فرو نگذاشتند.

نقل کرد که در آن فرصت که آن لشکر عظیم از طرف دشت قپچاق به بخارا آمد و آن چندان خلق در حصار هلاك شدند و خرابی چهار پایان و سقط شدن را خود اندازه نبود. درویشی بود از جملهٔ دوستداران حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه فراخشاخی بود اورا که از لاغری و بیقوتی بر جای مانده بود. روزی حضرت خواجه بر آن موضع گذر کردند. آن درویش را گفتند که این فراخشاخ را تربیت کن. آن درویش گفت: تا کی تربیت کنم. نمی دانم که این بلا دفع کی خواهد شد؟ خواجه فرمودند: ده روز دیگر این فراخشاخ را تربیت کن. آن دانشمند گفت، من حساب کردم، از برکهٔ نفس مبارك ایشان روز دهم آن بلا از اهل بخارا دفع شد و اهل اسلام از آن درماندگی خلاص یافتند.

نقل کرد که در همین ایّام فتنه و اضطرار اهل حصار بخارا حاکمی که ضبط احوال حصار و تدبیر حرب و دفع کید و مکر آن ظالمان، او می کرد جمعی از خواص خود را به حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه فرستاد که ما بکلّی از حرب و کارزار و تدبیر حصار عاجز شده ایم. دیگر از ما کاری و کفایتی نمی آید. هر گشادی و نجاتی که هست از حضرت شماست. خلاصی اهل اسلام از شرّ این ظالمان اگر خواهد بود، از برکهٔ دعا و در خواست حضرت شما خواهد بود. وقت دستگیری است حضرت خواجه فرمودند: ما نیز امشب پالهنگ در گردن اندازیم و از حضرت عزت جلّت قدرته در خواهیم، باشد که گشایش پدید آید. چون بامداد شد، خواجه فرمودند: بشارت شد که شش روز را این بلا دفع خواهد شد. این بشارت را نزدیك آن حاکم حصار فرستادند. اهل بخارا شادمان شدند و الحق چنان شد. شش روز را آن ظالمان از گرد حصار بخارا بتعجیل رفتند و آن مسلمانان بخارا از آن بلیّه نجات یافتند.

نقل کرد درویشی که هم درین حال درماندگی خلق بخارا را روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه فرمودند که راه گذر مرا خلاف مدارید که قدمهای من بی نماز می شود، تا به جهت شما دعا کنم، تا حضرت حق تبارك و تعالی شمارا ازین بلا نجات

دهد. شبنگاه همان روز بود که فرمودند: امشب آن شب است که وارغ در گردن اندازیم و در خواست کنیم. چون بامداد شد، آن ظالمان از گرد حصار بخارا بزودی رفتند و اهل بخارا خلاص یافتند.

نقل کرد درویشی که پیش از آنکه به شرف صحبت حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه برسم ملازمت خدمت سیّد امیر کلال نوّر الله مرقده می نمودم و چنانکه وظیفهٔ ایشان ذکر جهر بود در بعضی اوقات متابعت آن می نمودم و در آن فرصت مرا بر خاتونی تعلّق شده بود و خود را بر صفت پری خوانان می کردم و چشم می پوشیدم و می گفتم ارواح چنین می گویند و سخنان بی فایده می گفتم. روزی حضرت خواجهٔ ما به منزل خدمت سیّد امیر کلال آمدند و اتفاقا آن شام وظیفه ذکر جهر خدمت امیر سیّد کلال بود. چون به ذکر جهر مشغول شدند، خواجه زود از آن منزل بیرون آمدند و به منزل امیر برهان که فرزند امیر بود، رفتند و من نیز در عقب خواجه رفتم. به قصد آنکه ایشانرا گویم که چرا موافقت ذکر نکردید؟ چون به منزل امیر برهان رسیدند خواجه روی به من کردند و گفتند: اگر ازین درویش عزیز شرم نمی داری از حضرت حق تعالی و تقدّس نیز شرم نمی داری که می گویی ارواح چنین می گویند چرا نمی گویی که بر فلان خاتون عاشق شده ام و تعلّق دارم؟ ازین سخنان ایشان حال من دیگر شد زود دامن مبارك خواجه را گرفتم و گفتم: یافتم، آنچه می جستم. خواجه دست مبارك خود را به من رسانیدند. بیخود شدم و چون به حال خود باز آمدم، به خدمت خواجه متعلّق شدم و در ملازمت ایشان می بودم. بعده این قصّه به سمع مبارك امیر سیّد رسید. از خدمت خواجه شکایت کردند که فرزند من امیر برهان را و درویش نیك روز را به خود متعلّق گردانیده اند و چون این شکایت امیر به سمع شریف خواجه رسید، مرا و امیر برهان را از صحبت خود راندند. نعوذ بالله از من همه عملی در وجود می آمد که خلاف رضای حق می بود و مدّتی برین گذشت. روزی مرا به خدمت خواجه ملاقات شد. گفتند: ای بی سعادت این چه حالت است؟ ترا اندك آشنا کرده بودیم. به حق تعالی، باز در گمراهی افتادی. گفتم:

سبب خرابی نزدیك شما معلوم است. فرمودند: احوال اوایل و اواسط و اواخر خود را به خدمت امیر سیّد بگو و بازنما که مارا آشنا کرده بودند، مارا منع کردید. بر آن اشارت خواجه به خدمت امیر سید رفتم و حال خود را عرض کردم. در آن زمان خلق بسیار حاضر بودند. امیر فرمودند: هر کجا مقصود تو کفایت شود، برو. برفور به حضرت خواجه آمدم و باز به سعادت هدایت رسیدم.

نقل کردند از همین درویش که گفت: امیر برهان را خواجه تربیت می فرمودند و او بر من سابق بود. هر کرّتی که مرا با او ملاقات می شد، احوال باطنی مرا غارت می کرد و مرا عریان می ساخت. با خود تأمل کردم. واجب آن نمود که احوال خود را بر حضرت خواجه عرض دهم. روزی به این عزیمت به خدمت خواجه رسیدم فرمودند: به شکایت آمدهٔ؟ گفتم: بلی. فرمودند: در آن زمان که امیر برهان به تو توجّه می نماید، بگو: من نیستم، ایشانند. بعده چون به او رسیدم وخواست که به همان طریق به من مشغول گردد، گفتم: من نیستم، ایشانند. اشارت به حضرت خواجه کردم. حالش دیگر شد و هوش ازو زایل گشت و من بعد هرگز نتوانست که به طریق گذشته در من تصرّف کند.

نقل کردند که بر زبان مبارك حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه به نسبت بیان آن حال که میان ایشان و خدمت سیّد امیر کلال بود نوّر الله روضته این سخن بسیار می گذشت در حضور و در غیبت ایشان. چون مرغ روحانیّت طالب از بیضه بشریت به واسطهٔ تربیت صاحب دولتی بیرون آمد بعد از آن پروازگاه آن مرغ را جز حضرت اله کس دیگر نمی داند. (قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ • البقرة: ٦٠)

نقل کردند که در مرض اخیر خدمت سیّد امیر کلال نوّر الله مشهده اصحاب را بمتابعت حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه اشارت فرمودند بنابر صحّت حال ایشان در آنچه بر ایشان می گذشت، اصحاب از خدمت سیّد امیر کلال سؤال کردند که ایشان در ذکر جهر متابعت شما نکردند؟ امیر فرمودند: عمل ایشان به از عمل دیگران است. آنچه بر ایشان می گذرانند، هر آینه بنابر حکمتی است. سخن خلفاء خاندان خواجگان است

قدّس اللّه ارواحهم اگر ترا بیرون آورده اند، مترس و اگر خود بیرون آمدهٔ بترس. **نظم:**

یکیست عشق لیکن هر صورتی نماید • وین احولان حس را دو چار می نماید

صدّیق با محمّد بر هفتم آسمان است • هر چند او بظاهر در غار می نماید

وصاحب مرصاد رحمه اللّه در تفسیر او که مسمّی به بحر الحقایق است در معنی این آیت که (**قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ اَهْدَى مِنْهُمَا اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ • القصص: ۴۹**) به صحّت مثل این حال به نسبت صادقان اهل طلب اشارت فرموده است: (**وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِى السَّبِيلَ • الاحزاب: ۴**)

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه مرا به شغلی به طرفی فرستادند و اتفاقا هوا گرم بود. در وقت مراجعت در سایهٔ درختی بنشستم و بر آن درخت تکیه کردم و به خواب رفتم. حضرت خواجه را دیدم عصائی بزرگ در دست مبارك ایشان، قصد من کردند و فرمودند: این چه جای خواب رفتن است برخیز. من از آن هیبت از خواب در آمدم. دیدم: دو گرگ بر بالای سر من ایستاده اند. زود بر خاستم و متوجّه به قصر عارفان شدم. چون نزدیك رسیدم، خواجه بر سر راه ایستاده بودند. فرمودند: کسی در چنان موضع تکیه کند؟

نقل کردند از مولانا عارف که از خلفای سیّد امیر کلال بودند علیهما الرّحمة و الرّضوان که فرمودند: در آن فرصت که از عیادت حضرت خواجه بهاء الحق و الدین قدّس اللّه روحه به طرف شهر بخارا می رفتیم، جمعی از درویشان بخارا در آن راه نیز بودند. در آن میان یکی حضرت ایشان را نفی می کرد. اورا منع کردیم که تو ایشانرا نمی شناسی. در حق اولیاء اللّه گمان بد نمی باید برد و بی ادبی نمی باید کرد و آنکس همچنان نفی می کرد. درین حال زنبوری از هوا بدهان او در آمد و دهان اورا افگار کرد. چنانچه به درد عظیم مبتلا گشت و بی آرام شد. همهٔ درویشان اورا گفتند که: بواسطهٔ بی ادبی به تو رسید. آن کس بسیار گریست و توبه و انابت کرد. جماعت حاضران از آن حال در شگفت شدند.

نقل کردند درویشی که روزی جمعی از درویشان در حضور خواجهٔ ما قدّس الله روحه کباب می کردند. من بی ادبی کردم و دزدیده پارهٔ کباب خوردم. چون کباب را در پیش خواجه حاضر آوردند، چنانکه طریقهٔ حضرت ایشان بود که بر متابعت سنّت پیغامبر علیه الصلوة و السلام کسانی را که بخدمت پختن طعام و سفره مشغول بودندی، لقمه دادندی. هر کس را از ایشان لقمهٔ دادند و مرا ندادند. در خاطر من گذشت که چرا مرا لقمهٔ ندادند؟ حضرت خواجه توجّه به من نمودند و فرمودند: کباب دزدیده خوردن و طمع لقمهٔ ما نیز کردن بیرون راه است.

نقل کرد درویشی غدیوتی که حالِ من این بود که مقدار ده فرزند من فوت شده بود. از حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه التماس کردم که فرزندی ندارم. امیدوارم که از برکهٔ دعاء شما حضرت حق سبحانه و تعالی مرا فرزندی بدهد و اورا حیات بسیار باشد. حضرت خواجه فرمودند: در خواهیم از لطف الهی نومید نیستم. بعده از برکهٔ دعای ایشان مرا دختری شد. چند روزی گذشت. بیمار شد. به حضرت خواجه رفتم. فرمودند: جان را جان می باید. برّهٔ به حضرت ایشان بردم. آن فرزند صحّت یافت و عمر دراز. آن زمان که این ضعیف این قصّه را از آن درویش شنود، بعد از ولادت آن فرزند او به چندین سال بود و هنوز آن فرزند در حیات بود.

نقل کرد همین درویش که باز به حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه رفتم و التماس دعا کردم به جهت پسر. قبول فرمودند و مرا پسری شد از برکهٔ دعای ایشان. به جهت پیراهن او نزدیك ایشان رفتم. فرمودند: تو برو و پیراهن نفرستادند و آن پسر فوت شد. چون به حضرت ایشان ملاقات کردم فرمودند از ما دعای پسر در خواست کردی، پسر شد. امّا امیدست که حق تعالی ترا به دعای درویشان دو پسر دهد و به این دو پسر بسنده کن، باشد که ایشان را حیات بسیار باشد. بعده از برکهٔ دعای حضرت خواجه مرا پسری شد. فرصتی گذشت. بیمار شد. به حضرت خواجه رفتم، فرمودند: او فرزند ماست، ترا با رنجوری او چه کار؟ بسیار بیمار شود، باز صحّت خواهد یافت. بعده باز

مرا پسری دیگر شد. در آن فرصت که این ضعیف در غدیوت این آثار الطاف الهی را در قلم می آورد، آن درویش با آن دو پسر خود در آن مجلس حاضر بودند.

نقل کرد درویشی که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در قصر عارفان در نماز شام و خفتن مرا امامت فرمودند و در زمان استقبال قبله فرمودند که به طرف چپ محراب متوجّه می باید بود و درین معنی مبالغت نمودند. بعد از نماز بر خاطر من گذشت که من همه روز به کار زراعت مشغول بوده ام و مانده شده، مرا این سخنان به چه کار آید؟ چون شب به خواب رفتم، حضرت خواجه، کعبه را معاینه بمن نمودند و فرمودند: به ناودان کعبه نظر کن که هر چگاه به طرف چپ محراب این مسجد متوجّه می باشی، قبلهٔ تو راست ناودان کعبه خواهد بود. بامداد چون به مسجد حاضر شدم و در عقب حضرت خواجه نماز بامداد گزاردم، روی با من کردند و گفتند: این درویش مدّتی است که در صحبت ماست. اورا می گوییم: در وقت استقبال قبله متوجّه به طرف چپ محراب باش. می گوید: من مانده شده ام، مرا این سخنان بچه کار آید؟ این شب مرا مشغول بایست شد تا او کعبه را معاینه دید و اورا یقین حاصل شد که به طرف چپ محراب مسجد، در وقت تحریمه متوجه می باید شد.

نقل کردند از خدمت خواجه محمّد حافظی بخاری که اورع الزمان و تذکره خانواده خواجگانند که گفتند: روزی عم من، مولانا حسام الدین خواجه یوسف رحمة الله علیه که از خواص بار یافتگان صحبت شریف حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه بودند در باغ خود در سفیدمون بودند و اتفاقا تابستان بود و هوا در غایت حرارت که حضرت خواجه در نیمروزی از شهر بخارا به سفیدمون آمدند و عم من خواجه یوسف به مقدم شریف ایشان قوی شاد شدند در آن مجلس حضرت خواجه متوجّه به حضرت خواجه یوسف شدند و فرمودند: درین وقت به جهت آن آمده ام که مارا خبر کردند که درین نزدیك شمارا ازین عالم نقل می باید کرد و فرمودند: بعد از شما او خواهد بود و اشارت به این ضعیف کردند و فرمودند: این باغ و این منازل شما به فرزندان برادر شما،

خواجه یحیی، انتقال خواهد یافت و حال آنکه خواجه یحیی در حیات بودند. خواجه یوسف از آن اعلام حضرت خواجه نگران شدند و آثار حزن در ایشان ظاهر شد. حضرت خواجه فرمودند: اندوه فایده نمی کند. خوشحال می باید بود. صفت بسط در حضرت خواجه پیدا آمد به طریق مسارّه، به خواجه یوسف سخنان بسیار گفتند. در لحظه آن چنان صفت حزن خواجه یوسف به صفت بشاشت متبدل گشت و تبسم بسیار کردند و به حکم: (**المؤمن حیّ فی الدارین**) نگران حیات آن عالم شدند. بعده خواجه فرمودند که من درین هوای گرم به جهت این سخن آمده بودم و در همان ساعت به طرف شهر بخارا رفتند. بعده به اندك فرصتی آن قضیّه واقع شد که جماعتی که صورت تغلّب داشتند، به سلطان روزگار بیرون آمدند و عوام خلق شهر بخارا با ایشان موافقت نمودند و آن فتنه عظیم شد و خرابی بسیار پیدا آمد و بیشتر شهر بخارا را سوختند و در آن اثنا خواجه یوسف به سعادت شهادت رسیدند. مرا آن اعلام حضرت خواجه محقّق گشت و بعد از مدّتی نیز عمّ من، خواجه یحیی، فوت شدند و آن باغ سفیدمون و آن منازل خواجه یوسف تمام به فرزندان خواجه یحیی انتقال یافت و جمیع آن سخنان حضرت خواجه به ظهور آمد و سبب مزید یقین من شد.

نقل کردند که بعد ازین قضیۀ باغ سفیدمون بعضی از حکّام و رؤسا و اهل شهر بخارا اتفاق کردند که به سلطان روزگار بیرون آیند. خدمت خواجه یوسف را با جمعی از اهل بخارا اتفاق به حضرت خواجۀ ما قدّس الله روحه فرستادند که عزیمت ما درین کار دفع شرّ ظلم ظلمه است از اهل اسلام. توقع از حضرت شما آن است که درین کار با ما موافقت نمایید. خواجه فرمودند: از فقیری چه آید؟ و آن جمع همچنان در خواست می کردند. خواجه به نوعی آن جمع را عذر خواستند و بعده فرمودند که این جمع را درین کار اخلاصی نیست و این فتنه عظیم است. این شهر را خواهند به سبب این جماعت سوختن. از ما موافقت می طلبند. اگر چه به ظاهر موافقت نماییم، اما سرّ ما معلوم است. درویشانی که در آن زمان در صحبت خواجه حاضر بودند، نقل تقریر

کردند که حضرت خواجه را از آمدن خواجه یوسف با آن جمع دشوار آمد و در آخر آن چنانکه بر لفظ مبارك ایشان گذشته بود که به ظهور آمد. شهر بخارا را سوختند و آن چندان خرابی به احوال خلق شهر بخارا راه یافت.

نقل کرد درویشی که من در قرشی بودم. در خلوتی با جماعتی رقص کردم وفوطهٔ نیکی داشتم به قوّال دادم. بعده به مهمّی از خانهٔ خود بیرون آمدم. در آن حال حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه از طرف کش رسیدند واتفاقا هیچ کس از درویشان قرشی پیش از من به خدمت ایشان ملاقات نکرده بود. بر حضرت ایشان سلام کردم. جواب باز نفرمودند. چون به منزل ما رسیدند، به هیچ کس نیز التفات نکردند و در خلوت با من چنین گفتند که هر شفقتی که کرده می شود، می باید که با خویش فقیر کرده شود. اشارت به قصه فوطه کردند و فرمودند: در طریقه ما ذکر جهر و رقص نیست. از اطلاع ایشان حال بر من دیگر شد. بعده مدّتی مرا در صحبت شریف خود راه ندادند. آخر الامر تا جمعی از درویشان مرا در حضرت ایشان شفاعت نکردند، مرا به خود راه ندادند وسر رشتهٔ نسبت خود را نیافتم.

نقل کرد درویشی که من در موضعی ساکن بودم که نزدیك بود بقصر عارفان و گاه گاه به قصابی مشغول می بودم و در آن موضع عزیزی رمه گوسفندی داشت روزی خواجهٔ ما قدّس الله روحه مرا گوسفندی دادند که در رمهٔ آن عزیز گذار. بعد از فرصتی مرا فرمودند که آن گوسفند مارا قصابی بکن و من در آن کار تأخیر کردم. روز دیگر مرا و آن عزیز را طلبیدند و متوجّه به او شدند و فرمودند: احوال شب را بگوی. آن عزیز گفت: شب در رمهٔ چهار صد گوسفند من دزد در آمده است و آن یك گوسفند خواجه را برده است. درویش قصاب گفت: من از آن واقعه در خجالت شدم، به جهت آنکه در اشارت حضرت خواجه تقصیر کرده بودم. زود قیمت آن گوسفند را به طریق تضرّع به حضرت ایشان بردم و گفتم: غرامت این بر من است گناه من کرده ام. خواجه فرمودند: این وجه را من قبول نمی کنم، به سبب آنکه دوش به حضرت حق تعالی عرضه داشته ام که آن گوسفند من فدای راه تو باد و عوض آن گوسفند ده حواسته ام. بعده من و آن عزیز

منتظر آن نفس خواجه می بودیم که در همان روز وقت نماز دیگر درویشان خواجه از طرف نسف آمدند و ده گوسفند آوردند. محبت من به حضرت ایشان زیاده شد و آن عزیز نیز از جمله محبان ایشان شد.

نقل کرد همین درویش که فصل زمستان بود و هوا بغایت سرد بود. شبی بر من غسل واجب شد و به سبب مانع قوی که واقع شد، نتوانستم که آب گرم سازم و غسل آرم و نماز بامداد گزارم. از حد بیرون در بار شدم. درین حال حضرت خواجه به خانه من رسیدند. بر حضرت ایشان سلام کردم. فرمودند مرا که فلان سخت مکدر شدهٔ از غایت دهشت و بیخودی بر زبان من سخنی گذشت. حضرت خواجه فرمودند که با من منکر می شوی بر تو غسل واجب شده است و عظیم تقصیر کردهٔ و نماز بامداد بر تو فوت شده است و این زمانی می گویی که مکدر نیستم. خجالت من از آن حال قوی بسیارتر شد و حس و حرکت در من هیچ نماند و الحق مشاهده این واقعه موجب مزید یقین و محبت من شد به حضرت ایشان.

نقل کرد درویشی که در آن فرصت که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در خراسان بودند. روزی از طوس به طرف مشهد می رفتند. در راه سواری پیش آمد و از مرکب پیاده شد و خدمت کرد و چند دیناری به حضرت خواجه آورد و نیازمندی بسیار کرد. خواجه فرمودند که ازین عدلی بوی یار می آید، صورت حال را بازنمای. آن سوار گفت که سه ماه است که هفت شتر من غایب شده است. خواجه فرمودند: عدلی را برگیر وقتی که شتران بتو رسند، ما آن عدلی را بگیریم آنگاه فرمودند: زود خواهی یافت بعد از اندك فرصتی آن سوار آمد و گفت: شترانرا یافتم از برکهٔ نفس شما و از جمله محبان شد.

نقل کردند که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه روزی در غدیوت بودند که شیخ شادی به حضرت خواجه رسید، قوی در بسط و سرور. خواجه فرمودند: شادی خوش حالی داری؟ خدمت کرد و گفت: از برکات دریافت قدوم شریف حضرت است.

خواجه فرمودند: این بسط تو از عالم دیگرست، از ما نیست. خواجه این فرمودند و شیخ شادی را به کاری فرستادند. چون او از پیش حضرت خواجه بیرون آمد، خواجه فرمودند: این بسط شادی از حق است. در راه چند تنکه زر یافته است. و بدان التفات نکرده است. بعد از آن شیخ شادی آمد. خواجه ازو پرسیدند که چه عمل از تو در وجود آمده است؟ شیخ شادی گفت: به خدمت شما می آمدم، در راه چند تنکهٔ زر دیدم. در خاطر من آمد که آنهارا از نظر خلق پوشیده گردانم. باز استغفار کردم و گفتم: مرا با این چه کارست؟ مصلحت آن است که به هیچ وجه به این چیز التفات نکنم. چون سه قدم گذشتم، این صفت بسط در من پیدا شد. خواجه فرمودند که هر که حق را بر غیر حق گزیند، کمینه سعادت او این باشد.

نقل کرد درویشی که سبب محبت من به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه آن بود که من در سمرقند می بودم و صفت بزرگی احوال و کرامات و مقامات خواجه را از صادر و وارد بسیار شنودم. داعیه در من پیدا شد که به بخارا روم و چنگ در ذیل سعادت ایشان زنم. چون عزیمت کردم، والده من مرا چهار دینار عدلی داد و گفت: شاید که ترا بکار آید. چون به بخارا رسیدم، به صحبت شریف حضرت خواجه رفتم. بعده از درویشان ایشان در خواست کردم که از حضرت خواجه در خواهید تا مرا بیندگی قبول فرمایند و از راه صدق طلب نیازمندی بسیار پیش آوردم. آن درویشان حال مرا در حضرت خواجه عرضه داشتند. خواجه از احوال گذشتهٔ من پرسیدند. آنگاه فرمودند: معاملت می باید تا ترا قبول کنیم. من گفتم: چیزی از دنیاوی ندارم. حضرت خواجه فرمود: بی این ترا قبول نمی کنیم. و من همان افلاس خود را اظهار می کردم و در آن زمان جمعی از درویشان حاضر بودند. خواجه متوجه به ایشان شدند و فرمودند: چهار دینار عدلی دارد که در فلان موضع از شیو جامه خود نهاده است. او چون می گوید که چیزی ندارم؟ من چون آن اشراف حضرت خواجه را مشاهده کردم. حالم دیگر شد. زود آن چهار دینار را در حضور ایشان گذاشتم. خواجه آن را قبول نکردند. در آن جمع کودکی

بود، ایستاده. اشارت فرمودند که این عدلی را به او بده. بنابر اشارت ایشان چون عدلی
را به او داده شد در حال آن عدلی را چون کلوخی به طرفی انداخت. من قوی خجل و
شرمسار شدم. بعده حضرت خواجه از آن دیه به طرف غدیوت رفتند و در آنجا صحبتی
عظیم شد. آنجا نیز اصحاب به جهت من از خواجه در خواست کردند اتفاقا در آن
صحبت کودکی دیگر حاضر بود. حضرت خواجه باز فرمودند که آن عدلی را به این
کودك بده. او نیز به همان صفت آن عدلی را انداخت و باز خجالت من زیاده گشت و
بغایت نومید شدم. اصحاب از جهت من عذر بسیار خواستند. خواجه فرمودند: صفت
بخل بغایت مذموم است خاصه در راه حق. کمترین چیزی درین ره سر بود. درم و دینار
را چه قدر؟ آنگاه لطف نمودند و مرا به بندگی قبول فرمودند.

نقل کرد درویشی که یکباری مرا با یکی نزاعی شده بود و خاطر او بغایت از من
خسته گشته بود و اتفاقا من در ولایت نسف می بودم. بعد از چند روز مرا عزیمت شد
که به طرف بخارا رفتم. چون به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه ملاقات کردم با من
هیچ التفات نکردند. هر چند تدبیر کردم و کبار اصحاب را شفیع آوردم مرا قبول
نکردند. اما این مقدار سخن فرمودند که تا من از بخارا قاصد به نسف نخواهم رفت و
آن کسی را که تو با او نزاع کردهٔ و خاطر او از تو خسته شده است عذر نخواهم
خواست، سلام ترا علیك نخواهم گرفت و با تو سخن نخواهم گفت. چند روز در
بخارا باشیدم و بضرورت به طرف نسف با اندوه و بار و قبض عظیم متوجه شدم و دایم
منتظر قدوم حضرت خواجه می بودم. بعد از آن حضرت خواجه لطف نمودند و از بخارا
به نسف آمدند و چون به آن موضع که من در آن جا ساکن می بودم رسیدند به هیچ چیز
و به هیچ کس مشغول نشدند. در حال به منزل آن کس که من با او نزاع کرده بودم رفتند
و روی مبارك خود را بر آستانه منزل آن کس مالیدند و عذر بسیار خواستند و ذکر من
کردند و فرمودند: این گناه را او نکرده است من کرده ام. آن کس از حال خود رفت.
اضطراب و گریه بسیار کرد. بعد از آن از من عفو کرد و از تاییان و محبان حضرت

خواجه شد و آن خلق و سعی ایشان و آمدن از بخارا به نسف به جهت رفع آزار خاطر مؤمنی در آن ولایت مشهور شد و سبب محبت جمعی شد به حضرت ایشان.

نقل کرد همین درویش که در یك فرصت که در ولایت نسف بی آبی شد همهٔ زراعات خراب شد واصحاب حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در نسف بسیار بودند. به واسطه آن بی آبی مرا به حضرت خواجه به بخارا فرستادند. چون به حضرت خواجه ملاقات کردم، فرمودند: اصحاب نسف خوشند ترا به جهت آب فرستادند و بر لفظ مبارك ایشان گذشت: این بار شمارا ازینجا آب فرستیم و مرا فرمودند: توقف کن. زمانی گذشت. باران باریدن گرفت و هر ساعت بقوت تر می شد. آن روز بارید. روز دیگر مرا اجازت فرمودند. همچنان باران می بارید تا به نسف رسیدم. در آن سه شبانروز متصل باران می بارید و از برکه حضرت خواجه همه ولایت نسف سیر آب شد.

نقل کرد درویشی که روزی حضرتِ خواجهٔ ما قدس الله روحه با جمعی از درویشان در حمام بودند و بعضی قدم مبارك ایشان را می مالیدند و من در مقابله ایشان نشسته بودم. درین اثنا یکی را از مردم حمام داعیه پیدا شد که بر قدم مبارك خواجه آب ریزد و پیش از آنکه به سعادت آب ریختن بر قدمِ ایشان مشرف گشتی، بر قدم من بوسه داد. آنگاه بر قدم مبارك ایشان آب ریخت. من از عمل آن کس خجل شدم. حضرت خواجه آن حالت مرا به نور فراست معلوم کردند و به لطف مرا از بار خجالت بیرون آوردند و چنین گفتند که آن کس نیازمند از در نیاز در آمد. چون تو از ما خردتر بودی اول از در تو در آمد.

نقل کرد همین درویش که من در غدیوت می بودم و از برکه شیخ شادی به صحبت حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه مشرف گشتم و شیخ شادی این نصیحت بسیار می فرمودند که در هر طرفی که حضرت خواجه باشند، می باید که همه ما قدم آن طرف دراز نه کنیم. روزی در تابستان مرا اتفاق افتاد که از غدیوت به قصر عارفان به حضرت خواجه روم. در راه در گرمگاه در سایه درختی تکیه کردم. دو بار پای مرا

جانوری گزید و بغایت متألم گشتم. باز تکیه کردم. کرت سیوم نیز آن حال واقع شد. در تأمل شدم که این چه حالت است آن نصیحت شیخ شادی مرا یاد آمد. نظر کردم، پای من طرف قصر عارفان بود و چون تفحص کردم، حضرت خواجه آنجا بوده اند. دانستم که این تأدیب مرا ازین جهت بوده است.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین عطّر اللّٰه تربته که روزی در فصل زمستان حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه درویش امیر حسین را فرمودند که هیزم بسیار می باید جمع کرد چون آن مقدار هیزم که اشارت ایشان بود، جمع شد روز دیگر برف عظیم آمد. چهل روز برف متعاقب بیامد. در چنان حال حضرت خواجه به طرف خوارزم متوجه شدند. و شیخ شادی در قدم ایشان بود. چون به کنار آب حرام کام رسیدند، شیخ شادی را فرمودند که قدم بر آب می باید نهاد و گذشت شیخ شادی خوف کرد. مکرر گفتند: بگذر. نگذشت. به هیبت درو نظر کردند. بیخود شد. چون به حال خود باز آمد، قدم بر آب نهاد و روان شد و حضرت خواجه در عقب او می رفتند. چون از آب گذشتند، خواجه به شیخ شادی خطاب فرمودند که بنگر که هیچ موضع از موزهٔ تو تر شده است یا نی؟ شیخ شادی نظر کرد. به قدرت الهی هیچ جای تر نشده بود. بعده حضرت خواجه شیخ شادیٔ را فرمودند: ترا به طرف شهر بخارا می باید بر گشت. هر چند او تضرع و زاری کرد که در خدمت شما باشم، اجابت نفرمودند و گفتند: اشارت چنین شد که شادی را بر گردان که او ترا حجاب است. چون او باز گشت، فرمودند: عنایت الهی در رسید وهژده در از ولایت بر من گشاده شد. گفتند: بعد آن یگانه به طرف خوارزم روان شدم. آخر روز به هیجان که از دیهای بخاراست، رسیدم وشب در مسجد آن دیه بودم. الهام می رسید که والده تو از ما ترا در خواست اجازت به طرف خوارزم رفتن نیست، به طرف والده بقرشی توجه نمای. اتفاقا اهل آن دیه به مسجد حاضر نشده بودند. صبر کردم، تا حاضر گشتند. ایشان را نصیحت کردم. توبه و انابت کردند.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه که فرمودند که بنابر آن

اشـارت به خوارزم نرفتم و چهار مویز گرفتم و به قدم توکل به طرف والده به قرشی توجه کردم و برف بغایت عظیم می آمد. چون به نوندق که سرحدّ بخاراست و از طرف نسف رسیدم، نماز خفتن شده بود. در آن حال کاروانی به بخارا بشتاب می آمدند و می گفتند: چه حالت است؟ وقت فرود آمدن کاروان نماز دیگر می بود تا وقت نماز خفتن مارا دوانیدند. چون مرا دیدند، همه بیکبار گفتند: زهی بزرگ خدایی جلّ جلاله که مارا دوانید و به اینجا رسانید. حکمت این بوده است. من چون آن سخن از اهل کاروان شنودم، گفتم: من از آن جماعت نیستم که طعام اهل این کاروان را بخورم. زود در راه در آمدم و به طرف نسف متوجه شدم ناقل گفت: من خرد سال بودم، در حضرت ایشان گستاخی کردم و سؤال کردم که در آن راه طعام خوردید؟ فرمودند: بلی خوردیم. باز سؤال کردم که به واسطه غیر یا بی واسطه؟ حضرت خواجه تبسم کردند و گفتند: اسرار مردان را فاش می کنی. من دهشت خوردم و خاموش شدم.

نقل کرد درویشی که اول چیزی که از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه مشاهده کردم وسبب محبت من شد به حضرت ایشان این بود که روزی در بازار بخارا بر دکانی نشسته بودم. حضرت خواجه بدان دکان آمدند و از شمایل سلطان العارفین ابویزید قدّس الله روحه العزیز ذکر می کردند، تا چندانکه سخن ایشان به جایی رسید که فرمودند: در مقامات سلطان العارفین چنین مذکورست که اگر گوشه فوطه خودرا به کسی رسانم، آن کس شیفته من شود و در عقب من روان گردد. خواجه فرمودند: من می کویم اگر آستین خود را جنبانم، جمیع اهل بخارا از خرد و بزرگ واله و حیران من گردند و خانه و دکان گذارند ودر عقب من روان شوند. این گفتند ودست مبارك را در آستین کردند. درین حال چشم من بر کناره آستین ایشان افتاد، حالتی عجب واقع شد. بیخود شدم ودر دکان افتادم وزمانی بسیار بر آن حال گذشت. چون به حال خود آمدم سلطنت محبت حضرت ایشان تمام بر وجود من مستولی شده بود. خانه و دکان را بدرود کردم.

نقل کرد درویشی که در آن فرصت که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه از

طوس بواسطه استدعا ملك بهرات رفتند و به بوستان سرای ملك در آمدند بر هر که می گذشتند و نظر می کردند، از دربان و خدم و حشم و اعیان و ارکان و ندما و وزرا همه از حال خود می رفتند.

نقل کرد درویشی که روزی حضرت خواجه ما قدس الله روحه به منزل من رسیدند. قوی خوشحال شدم. در خانهٔ من آرد نبود. در همان روز خروار آرد آوردم. خواجه فرمودند: این آرد را خرج می ساز و از حال کمی و بسیاری این آرد با هیچ کس، اعلام مکن. حضرت خواجه مدت دوماه در منزل این ضعیف بودند و دایما درویشان و دوستان به واسطهٔ قدم شریف ایشان می آمدند و از آن آرد طعام پخته می شد و آن آرد بر حال خود بود و بعد از آن که خواجه رفتند، مدّت بسیار نیز از آن آرد خرج کرده می شد و آرد بر حال خود بود. بعده چون نفس مبارك حضرت خواجه را خلاف کردم و با اهل و اولاد قصّه را گفتم. دیگر آن برکه نماند و مشاهدهٔ آن معنی سبب مزید یقین من شد در کمال ولایت حضرت خواجه.

نقل کرد درویشی که کرّت اولی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه از طرف بیت الله به ولایت مازندران رسیدند، خدمت مولانا سیف الدین ابهری که از اکابر علماء روزگار خود بودند ودر آن سفر همراه خواجه بودند وایشان را به حضرت خواجه محبّت وصحبت بسیار شده بود. این ضعیف را در خدمت مولانا به خوارزم فرستادند. از خوارزم از مولانا استجازه کردم وبه طرف بخارا متوجّه گشتم. چون به بخارا رسیدم ومعلوم کردم که حضرت خواجه هنوز در مرواند از بخارا بر احرام دریافت جناب شریف حضرت ایشان عزیمت کردم: درویش عزیزی از درویشان خواجه از تاتکن رسید. به همین عزیمت وبا من موافقت کرد. اتفاقا در راه میان من و آن درویش سخنی گذشت و ازو کلمهٔ ظاهر شد که به نسبت حضرت ایشان آن استاخی بود. چون به آن موضع رسیدیم که حضرت خواجه در آنجا بودند. شب بیگاه شده بود و مارا معلوم نبود که منزل حضرت خواجه کدام است؟ و کسی هم نبود که ازو پرسیده شود تا از منزل ایشان مارا اعلام نماید. درین

حال به در خانهٔ رسیدیم. در خاطر کششی پیدا شد که حلقه بر آن خانه زنم. همین که دست بر در آن خانه رسانیدم، حضرت خواجه از درون خانه نام مرا گفتند. چون در آمدیم، در وقت مصافحه آن درویش تاتکنی را مصافحه نکردند و تا مدت ده روز در بار قبض عظیم بود آن کلمه بود که در راه ازو ظاهر شده بود تا آنگاه که والد حضرت خواجه او را شفاعت نکردند، ازو عفو نفرمودند، او از آن بار عظیم خلاص نیافت.

نقل کرد درویش محمد زاهد که در اوایل طلب روزی در صحبت شریف حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه بودم در صحرایی واتفاقا فصل بهار بود. ساعتی گذشت.مرا آرزوی خربزه شد. از جضرت ایشان طلب کردم و در آن نزدیك جوی آبی بود. اشارت فرمودند که به کنار جوی برو. چون به کنار جوی رفتم، خربزهٔ بابا شیخی بغایت تزه دیدم که در آب می آمد، چنانکه گویی این ساعت از پالیز بیرون آمده است. آن را گرفتم و به واسطهٔ آن حال من دیگر شد و یقین من در کمال ولایت حضرت ایشان زیاده گشت.

نقل کرد درویشی که روزی خضرت.خواجهٔ ما قدس الله روحه در غدیوت در منزل درویشی بودند. من چون به آن منزل در آمدم. معلوم کردم که مجلس با خوف و هیبت است و شیخ شادی در بار است. زمانی گذشت شیخ شادی در تن شوی افتاد و حال او متغیّر گشت. بعده حاضران مجلس و حضرت خواجه به جهت شیخ شادی در خواست کردند و عفو طلبیدند. خواجه فرمودند: ازو سؤال می باید کرد که این واقعه اورا به چه سبب پیش آمده است؟ درویشان هر چند از شیخ شادی سؤال کردند که بر شما چه گذشته است که حال چنین شد؟ هیچ سخن نگفت. خواجه فرمودند: او سخن گفتن نمی تواند، به سبب آنکه آن فراحشاخی که شادی اورا کاه، به کراهت داده است در اندرون شادی در آمده است واورا شاخ می زند. ما چه کنیم؟ شادی خود کرده است. خواجه فرمودند: صورت حال آن بود که مولانا عبد العزیز را به نزدیك او فرستادیم تا ازو یك خروار کاه طلبد. در آن زمان که کاه در جوال می کرده است، به کراهت بوده است. چون عبد العزیز آن کاه را آورد فراحشاخان ما آن کاه را نخوردند.

درویشان غدیوت باز از حضرت خواجه به جهت شیخ در خواست کردند. خواجه اورا حرکت دادند و به خود آوردند. بعده حضرت خواجه از شیخ شادی پرسیدند که در زمان کاه دادن چه می گفتی؟ شیخ شادی گفت که می گفتم: ای خواجهٔ مخدوم! من فقیرم و مرا اندك کاهی است و شما پادشاهید. از هر که کاه می طلبید، منّت می دارد از من چه کاه می طلبید؟ پس شیخ شادی تضرع بسیار کرد. خواجه ازو عفو فرمودند. حاضران قصّه شاخ زدن فراخشاخ را ازو پرسیدند. گفت: آنچنان بود که حضرت خواجه تقریر کردند.

نقل کرد درویشی که چون من به سعادت قول حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه مشرف گشتم و محفوف الطاف ایشان شدم به همان کسبی که پیش از دریافت صحبت مبارك ایشان مشغول می بودم، به اشارت ایشان به آن مشغول گشتم. روزی در بازار بودم و اتفاقا مبلغی سودا کرده بودم. حضرت خواجه قدّس الله سره به دوکان من آمدند و پرسیدند: چه مقدار سودا کرده؟ گفتم: مقدار آن بر من روشن نیست. فوطه گذاشتند و آنچه سودا شده بود در آن فوطه ریختند و بردند. چون شام شد و به خانه رفتم، جماعتی که در منزل بودند هر نوع چیزی طلبیدند. من عذر گفتم و قصه را شرح کردم. ناگاه از کید نفس وتسویل شیطان سخنی که دلیل کراهت ودشوار آمد باشد، از من صادر گشت. پیگاه شب شده بود. در همان ساعت حضرت خواجه به یکی از درویشان مخصوص خود آن فوطه را به آن وجه فرستادند. باری عظیم بر من مستولی گشت. در خلا و ملا به تحقیق دایم توبه و انابت و استغفار می کردم از آنچه بر من گذشت. چون حضرت خواجه آن بار مرا به حقیقت دیدند لطف نمودند و مرا از بار آن بی ادبی بیرون آوردند.

نقل کردند شیخ شادی که سحرگاهی بود و حضرت خواجه قدّس الله روحه از غدیوت به طرف شهر بخارا می رفتند و من و درویش محمد زاهد در رکاب همایون ایشان بودیم. چون روز شد، به شهر بخارا رسیدند. به منزل اخی محمد در آهنین رفتند و اورا فرمودند که از بازار به جهت ما طعام بیار و لیکن از فلان و فلان دوکان نه

گیری. اخی محمد چون طعام آورد، به مجرد آنکه قدم در منزل نهاد حضرت خواجه او را فرمودند: ترا گفتم که از آن دوکان طعام نگیری کاهلی کردی و از آن یك دوکان گرفتی. حاضران چون تفحص کردند، عدلی آن دوکان از تمغا بوده است از آن اشراف ایشان، حالشان دیگر شد و سبب مزید یقین جماعتی شد.

نقل کردند که خواجه علاء الحق و الدین عطّر اللّه تربته که روزی عجوزی درمی چند از خانه تمغاچی آورد که این معاملت حضرت خواجه است. من آن را قبول نکردم که ایشان چیز این چنین طایفه را قبول نمی کنند. لحظه گذشت. به حضرت خواجه رفتم. بر دروازه کلاباد در منزل درویشی بودند که از درویشان ایشان بود و مادر آن درویش صالحه بود و خلق با او تقرّب می کردند. چون به در خانه آن درویش رسیدم، اتفاقا همان عجوزه از خانه او بیرون آمد و حال آن بود که حضرت خواجه در حجره آن درویش تکیه کرده بودند. ساعتی گذشت، با این ضعیف فرمودند: این زمان در خواب چنین دیدم که در گوشه چغرات آوردند و کفچه در آنجا. چون کفچه را در چغرات زدم، ماری بیرون آمد. حضرت خواجه با من این خواب را می گزاردند که خادمۀ ما در آن درویش دو گوشۀ چغرات و کفچه آورد و در حضرت خواجه گذاشت. خواجه تبسم کردند و گفتند: عجب خوابی است که در حال آنچه دیده شد به ظهور آمد! تفحص می باید نمود تا حقیقت این جغرات معلوم شود و من قصه آن عجوزرا تمام شرح کردم. خواجه از حقیقت آن جغرات پرسیدند. ظاهر شد که از درمهای آن عجوز خریده بودند. آن درویش و والده و خانواده او متحیّر شدند از مشاهدۀ آن حال. بعده حضرت خواجه آن درویش را گفتند که والده را نصیحت بکن و فرمودند: بگو هر که نیاز پیش آرد و از راه حسن عقیده نزدیك شما چیزی آرد. بی تحقیق آنرا قبول کردن نمی شاید. کار گرفتن چیزی از کسی بغایت دشوار است هر کسی را نمی شاید گرفتن والدۀ آن درویش توبه کرد که من بعد از کسی چیزی نگیرد.

نقل کرد درویشی که روزی حضرت خواجۀ ما قدس الله روحه با من خطاب کردند که ما به فلان طرف می رویم. بعد از مدت پانزده روز ان شاء الله خواهیم آمد. چون آن مدت گذشت، حضرت خواجه آمدند چون بر ایشان سلام گفتم فرمودند: آن صباح بر تو چه گذشت؟ من متحیّر شدم و گریستن بر من غلبه کرد. بسیار گریستم. بعد از آن حضرت خواجه آن خاطر را که بر من گذشته بود بیان فرمودند و گفتند: این چنین قصورات واقع می شود اما حکمت در گذرانیدن قصور شکست نفس است چنانکه این زمان تراست پس از آن لطف فرمودند و از من عفو کردند.

نقل کردند از مولانا نجم الدین دادرك کوفّینی رحمة الله علیه که گفت: در یك فرصت که حضرت خواجۀ ما قدّس الله روحه در قرشی بودند و من در بخارا بودم، ناگاه آواز حضرت خواجه به گوش من آمد که مرا می طلبیدند. بی قرار شدم و توقف نتوانستم کرد. در زمان از بخارا به طرف نسف متوجه شدم. روز دیگر وقت نماز پیشین بود که به قرشی رسیدم و به صحبت شریف حضرت خواجه شتافتم. جمعی از درویشان قرشی حاضر بودند. بعده ازیشان چنین شنیدم که گفتند: دی روز حضرت خواجه گفتند که مارا درویشی است در بخارا، مولانا نجم الدین دادرك نام، اورا طلب نماییم، تا فردا نماز پیشین را بیاید.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین علیه الرحمة از امیر برهان الدین که فرزند بزرگ امیر سیّد کلال قدّس الله روحهما بود که گفت: حضرت خدمت خواجه بهاء الحق و الدین روح الله روحه در منزل ما بودند، در سوخاری. من از خدمت خواجه التماس کردم که مرا اشتیاق مولانا عارف است علیه الرحمة و ایشان در نسف اند. خاطر شریف متوجه گردانید تا مولانا زودتر بیاید. خواجه فرمودند: مولانا را طلبیم تا زود بیاید. پس از آن خواجه بر بام خانقاه امیر بر آمدند و سه کرّت گفتند: مولانا عارف!، آنگاه فرمودند: مولانا آواز مارا شنید. این طرف متوجه شد. امیر برهان الدین گفت: چون مولانا عارف از نسف به بخارا به سوخاری آمدند، از خدمت مولانا سؤال کرده شد از

قصّه طلب داشتن خواجه بهاء الحق و الدین قدس سره فرمودند: در فلان روز در فلان ساعت در نسف به اصحاب نشسته بودیم که آواز خواجه به گوش من رسید که مرا می طلبیدند. زود از نسف متوجه بخارا شدم.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین روح سرّه که حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه در دیهی بودند از دیهای بخارا و درویشان در صحبت شریف ایشان حاضر بودند. حضرت خواجه از میان آن جمع برخاستند و فرمودند: مولانا عارف در نسف در قشلاق خواجه مبارك اند، در خدمت مولانا بهاء الدین نشسته اند و مارا طلبیدند. فی الحال حضرت خواجه از بخارا متوجه نسف شدند. درویشی گفت که در آن زمان که حضرت خواجه به خدمت مولانا بهاء الدین به قشلاق رسیدند، مولانا فرمودند به خواجه که تا ما شمارا سه کرّت طلب نکردیم. به نزدیك ما نیامدید و مولانا عارف در آن زمان در خدمت مولانا بهاء الدین حاضر بودند.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین نوّر الله مرقده که شامی حضرت خواجه ما قدّس الله روحه با جمعی از درویشان بر بام خانه درویش عطا بودند و در آن نزدیك قصری عالی بود. امیری که در شهر بخارا بود، آن شام در بام آن قصر بود و جماعتی از قوالان در صحبت آن امیر بودند و جمعی دیگر رقص می کردند و غلبهٔ نعره و شغب آن گروه به قوت بود. حضرت خواجه فرمودند: این که می گذرد، از قبیل ملاهی است و استماع این مشروع نیست، نمی باید شنودن. تدبیر آنست که پنبه در گوش کنیم، تا دیگر این آوازها را نشنویم. به مجرد آنکه حضرت خواجه این چنین فرمودند دیگر هیچ یکی از ما از آن آوازها نشنودیم و احوال همه متغیر گشت. چون بامداد شد، گروهی که در جوار منزل آن درویش عطا بودند و طریقه درویشان خواجه را معلوم کرده بودند که ایشان از برکه صحبت شریف خواجه خلق را از حضور امثال آن ملاهی و استماع آن به قدر امکان منع می کنند. درویشان را گفتند که شما شب را چون گذرانیدید با تشویق آوازهای قوّالان و غلبه آن جمع که رقص می کردند؟ درویشان خواجه آن گروه را جواب

دادند که ما آن آوازها را به واسطهٔ عنایت حضرت خواجه هیچ نشنودیم و قصّه را تمام شرح کردند. آن گروه تعجب بسیار کردند و ظهور آن اثر ولایت سبب رشد و محبت جمعی شد به حضرت خواجه.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طیّب الله تربته که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله سره در آن فرصت که در طوس بودند، روزی فرمودند که می باید که بزیارت معشوق طوسی رویم. جمعی از درویشان نیز در قدم ایشان بودند. چون خواجه به مزار معشوق رسیدند. گفتند: سلام علیك معشوق طوسی خوش هستی؟ از مرقد معشوق آواز آمد که و علیك السلام خوشم. در آن جمع یکی بود که اورا به حضرت خواجه انکاری بود. حال او بغایت متغیر گشت و اضطراب بسیار کرد و از آن صفت انکار به اقرار آمد.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طابت تربته که یکی از درویشان حضرت خواجه ما قدّس الله روحه پارهٔ سیب آورد. خواجه فرمودند اصحاب را که ساعتی صبر فرمایید و این سیب را مخورید که این سیب تسبیح می گوید. نظم:

همه ذرات در نطق اند و لیکن • تو بی سمعی نمی دانی شنودن

و الحق چنان بود که حضرت خواجه فرمودند. بعضی از حاضران تسبیح آن سیب را می شنودند.

نقل کرد دانشمندی فقیه صالح که از جملهٔ مقبولان خدمت خلافت پناهی خواجه علاء الحق و الدین لا زالت تربته معطرة بود که گفت: در آن فرصت که من در خدمت مولانا سعد الدین قرشوی که مقتدای خلق نسف بودند می بودم. روزی مولانا شرح بزرگی ولایت خواجه بهاء الحق و الدین قدّس الله سره می کردند و از شمایل ایشان بسیار ذکر کردند. از جملهٔ آن فرمودند که روزی حضرت خواجه فرمودند این ضعیف را می باید که به باغ شما رویم و اتفاقا فصل زمستان بود. چون به باغ رسیدیم، در نظر من بغایت بی طراوت نمود، گوییا خارستانی و شورستانی است. خواجه فرمودند: باغ شما این است؟ حال عجبی در من تصرف کرده بود. گفتم: آری. آنگاه خواجه فرمودند: باغ

شمارا سبز و باطراوت سازیم تا یقین شما زیاده شود. آنگاه فرمودند: نظر کنید. نظر کردم. چون گلستان پر از ریاحین مشاهده کردم. با خود گفتم: این باغ ما نیست. خواجه فرمودند: همان باغ شماست. چون زمانی گذشت، آن باغ را بر حال اول دیدم. در یك ساعت از برکه عنایت خواجه آن باغ را به دو حال مشاهده کردم و این سبب مزید یقین من شد به کمال ولایت حضرت ایشان.

نقل کردند از شیخ خسرو کرمینئی که گفت: یك کرّت مرا دریافت صحبت شریف خواجهٔ ما قدّس الله روحه پیدا شد. در وقتی بود که خربزهٔ زامیجی پخته بود و اتفاقا ماه رمضان بود. نماز بامداد گزاردم و از کرمینه متوجّه شهر بخارا شدم، به حضرت خواجه و یك درویش با من موافقت کرد و از برکهٔ توجّه به حضرت خواجه وقت نماز دیگر بود که به قصر عارفان رسیده شد. حضرت خواجه در باغی بودند که این زمان مزار منوّر ایشان در آنجاست و خدمت مولانا حسام الدین خواجه یوسف با جمعی از علما که محبّان خواجه بودند، نیز حاضر بودند. نماز دیگر را در آن جماعت گزارده شد. حاضران از آن آمدن تعجّب بسیار کردند.

نقل کردند هم از شیخ خسرو کرمینئی که یك کرّت حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه مرا از بخارا به طرف کرمینه روان ساختند. حالی از برکهٔ نظر مبارك ایشان همراه من بود که از بخارا متوجّه کرمینه شدم. اتفاقا فصل تیرماه بود. در همان شب به کرمینه رسیدم. به خانه رفتم و زمانی گذشت. آرام و قرار نداشتم. به حمّام رفتم و حمامی را بیدار کردم و در حمّام درآمدم و لحظهٔ توقّف کردم. پس از آن بیرون آمدم و به مسجد رفتم. بوریا نبود. به خانه رفتم و خادم را گفتم تا درازگوش بگیرد با او به کنار آب حرام کام رفتم و یك خروار خاشاك مسجد آوردیم و در مسجد انداختیم و زمانی دراز در مسجد نشستم. آنگاه سپیده دمید. این هم از برکات التفات حضرت خواجه بود. ناقل گفت: مسافت میان شهر بخارا و کرمینه دوازده فرسنگ است.

نقل کرد درویشی که من در غدیوت بودم و حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه به

نام من و به نام درویش دیگر، مکتوب فرستادند که فراخشاخ ما نزدیك آن فلان درویش ماست، شما هردو بی توقف نزدیك او روید و آن فراخشاخ را بسمل کنید و درین کار هیچ تقصیر و تأخیر می باید که نرود. پس من و آن درویش دیگر هردو زود رفتیم و خلقی را جمع کردیم تا توانستند آن فراخشاخ خواجه را گرفتن و در حال در نظر آن جمع آن گاورا بسمل کردیم. چون شکم اورا شکافتند همه آن مردم تعجّب کردند و به واسطهٔ آنکه در اندرون فراخشاخ چند جای علامت زخمی پیدا شده بود. اگر ساعتی می گذشته است از بسمل آن فراخشاخ هلاك می شده است و حال آن بود که حضرت خواجه مدّت دوسال بود که آن فراخشاخ را ندیده بودند و از کسی هم از حال او نشنیده و بواسطهٔ مشاهدهٔ آن حال بسیار کس صاحب عقیده شدند.

نقل کرد درویشی که پیش از آنکه به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه مشرّف گردم با یکی از اهل بخارا شریك شدم و به جهت تجارت به طرف کش رفتیم. بعده او توقّف کرد و من از آنجا به قرشی آمدم و در کاروان سرای می بودم که روزی چند گذشت بیمار شدم و در چنین حال نیز درازگوش من غایب شد. قوی پریشان خاطر گشتم و برین حال دوازده روز گذشت. ناگاه حضرت خواجه به نزدیك من آمدند و گفتند: ما این روز درین ولایت در آمدیم. احوال تو چیست؟ من از طرف بیماری و شریك نالیدم. فرمودند در باطنت تشویش دیگرست. من گفتم: دوازده روزست که درازگوش من غایب شده است. خواجه فرمودند: زود خواهی یافت. خاطر خوش دار. چون آخر روز شد، همسایه من آمد که درازگوش تو بر در ایستاده است. من از کمال بصیرت ایشان در شگفت شدم.

نقل کردند شیخ شادی که چون به نظر قبول حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه مشرّف گشتم، عالم فدا و ایثار بر من سهل شده بود. اتفاقا مرا صد دینار عدلی بود. روزی اهل خانهٔ من گفت که این را مخفی داریم. به واسطهٔ ضعیف یقین با او در آن سخن موافقت کردم و به شهر بخارا رفتیم و از آن صد دینار موزهٔ کیمخت و هر نوع

چیزی خریدیم و اتفاق چنان کردیم که از راه قصر عارفان به غدیوت رویم. چون به حضرت خواجه رسیدیم، فرمودند: شادی به شهر بخارا بچه سبب رفته بودی؟ من گفتم: اندك مشغولی بود. حضرت خواجه فرمودند: آن موزهٔ کیمخت و هر چیزی را که گرفته حاضر کن. زود آنرا پیش خواجه بردم. گفتند: باقی آن صد دینار عدلی را بیار. به حضرت خواجه بردم. روی با من کردند و فرمودند اگر دنیا می خواهی کوه را به عنایت الهی زر سازیم. امّا ما در عالم فقریم. التفات به امثال این چیزها نیست. کارخانهٔ این طایفه ورای این عالم است هیچ چیز ترا کم نخواهد آمد. چرا ذخیره می کنی؟ بعد ازین چنین نکنی. **نظم:** هیچ مانی و هیچ مان کم نی • و ز پی هیچ هیچ مان غم نی

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طیّب اللّٰه روضته که چون من به سعادت محبّت حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه مشرّف گشتم، برادری داشتم از من بزرگتر. قوی منکر بود حضرت خواجه را و مرا ملامت می کرد در هر محلّی که چرا به صحبت این درویش می روی؟ در یك فرصت اورا اتفاق شد که مبلغی مال خود را به برادری که خردتر بود، به طرفی به تجارت فرستاد. در همان نزدیك شهر بخارا دزدان اموال را بردند. چون آن خبر به برادر بزرگتر من رسید، در اندوه و اضطراب شد و آرام و قرار ازو زایل گشت و هر لحظه می گفت: تدبیر این کار چیست؟ من چون آن حالت بیقراری اورا مشاهده کردم، گفتم: این را تدبیری هست. اگر این قضیّه را به سمع مبارك حضرت خواجه رسانیده شود، امید هست که به توجّه خاطر شریف ایشان این اموال بحاصل آید. بعده من چون آن قضیّه را بر حضرت خواجه عرض کردم و تضرع و نیازمندی برادر را باز نمودم، خواجه فرمودند: ان شاء اللّٰه زود کفایت شود. خاطر جمع می باید داشت. بعد آن حضرت خواجه به جهت کفایت این مهم بیرون آمدند. در حال سواری پیش آمد و زود از مرکب پیاده شد و شرایط تعظیم به جای آورد. خواجه فرمودند: ما از منزل به کفایت کاری بیرون آمدیم و اول مارا تو پیش آمدی. در خاطر گذشت که این سرّرا با تو گوییم. چون با او گفتند: گفت این قضیّه از برکهٔ توجّه خاطر مبارك شما کفایت شود و

آن اموال بحصول خواهد پیوست. در ساعتی لطیف رفت و خبر کیفیت حصول را به حضرت خواجه آورد و حضرت خواجه مرا گفت: مصلحت این است که با برادر خردتر شما هردو به طرف فلان باغ بروید که آن جماعت دزدان در آن باغ اند. حضرت خواجه، ما هردو برادر را به طرف آن باغ که آن سوار اعلام کرده بود فرستادند. چون به آن باغ رسیدیم، آن جماعت دزدان را دیدیم که آن اموال را در میان خود نهاده اند و می خواهند که قسمت کنند. چون از آمدن ما واقف شدند، بر مرکبان سوار گشتند و دست به سلاح بردند. برادر خردتر من چون آن حال را مشاهده کرد قوی در خوف شد. من اورا گفتم: از برکهٔ نظر حضرت خواجه هیچ المی به ما نخواهد رسید. به مدد خاطر شریف ایشان در حال آن جماعت هر کسی به هر طرف متفرّق شدند و آن اموال بتمام و کمال حاصل آمد در زودترین اوقات آن خبر چون به آن کیفیت به برادر بزرگتر من رسید، دانست که این فتح و کفایت از واسطهٔ توجّه خاطر شریف حضرت خواجه است و آن معنی سبب کمال محبّت برادر من شد، به حضرت ایشان و آن چندان انکار و عناد او با قرار و اعتقاد مبدّل گشت و صاحب یقین شده بود به نسبت ظهورات ایشان.

نقل کرد درویشی که دوستی داشتم و اورا کنیزك ترکیّه بود ازو غایب شده بود و او یك کس دیگر را در خواست کرد که کار خود را گذارید و به کار من مشغول گردید و درازگوشی به أجره گیرید و به طرفی به تفحّص او روید. درین اثنا مرا به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در بازار ملاقات شد. قصّه را بر ایشان عرض کردم، آن کس را فرمودند که تو به مهمّ خود برو، و مرا گفتند: تو نیز به کار خود مشغول باش. آنگاه فرمودند: خاطر جمع دارید که آن کنیزك به هیچ طرفی نرفته است. معامله می باید. آن نفس حضرت خواجه را به خداوند کنیزك رسانیدیم. شاد شد و معاملت قبول کرد. چون نماز پیشین شد، خواجه پرسیدند که از کنیزك خبری شد؟ خداوند کنیزك گفت به منزل نرفته ام تا از حال کنیزك پرسم. بعده به منزل رفت و پیش از آنکه با اهل خانه سخنی گوید اهل او به مصلحتی در گنجینه در آمد. سبد بزرگی بود بر سر آن چیزی پوشیده

دید آن چیز را برداشت کنیزك را در آن سبد نشسته دید. زود از گنجینه بیرون آمد و از حال کنیزك با شوهر می گفت. نظر کرد شوهر را متغیّر دید. از سبب تغیّر پرسید. شوهر قصّه را از اول تا آخر با اهل گفت او نیز از آن واقعه متحیّر شد و هردو محبّ و معتقد حضرت خواجه شدند و هر که آن قصّه را شنید او نیز معتقد گشت.

نقل کرد آن درویش که بعد ازین قصّه روزی عزیزی مرا گفت که کنیزکی داشتم ترکیّه دو سال است که از من غایب شده است ومعاملت قبول کرده ام. من آن قصّه را به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه عرضه داشتم. فرمودند: کنیزك آن عزیز پیدا می شود اندك مدتی بر من گذشت آن عزیز تقاضا کرد. خواجه فرمودند دوسه روز صبر می باید کرد که محل چنین است و اتفاقا دوکان آن عزیز به دوکان من نزدیك بود. روزی یکی به دوکان آن عزیز آمد و ازو سؤال کرد که کنیزك ترکیه غایب کردهٔ؟ آن عزیز گفت: بلی، دو سال است و صفت اورا گفت. آن کس گفت: که این چنین کنیزك که تو می گویی در فلان دیه است. آن عزیز شادمان شد و آن کنیزك به آن عزیز رسید و خلق از آن نیز تعجّب بسیار کردند.

نقل کرد خواجه علاء الحق و الدین طابت تربته که در آن فرصت که عبد الله قزغن در مملکت ماوراء النهر حاکم بود و به طرف بخارا آمده بود. عزیمت آن کرد که در نواحی بخارا به صید بیرون آید. خلق ولایت را حکم کرد که به جهت صید بیرون آیند. اتفاقا حضرت خواجهٔ ما قدّس الله سرّ در بعضی از نواحی بخارا بودند. چون خلق آن موضع به صید بیرون آمدند، ایشان نیز به آن خلق موافقت کردند. چون هر کسی به صید رفتند، تلّی بود در آن نزدیکی حضرت خواجه بر آن تلّ بر آمدند و در گوشهٔ نشستند و کهنه خرقهٔ خودرا می دوختند. در آن اثنا بر خاطر مبارك ایشان گذشت که عزّت اولیا به حق است ازینجا بوده است که سلاطین عالم سر بر آستان ایشان نهاده اند. در همین حال سواری آمد با لباس ملوکانه و از اسب پیاده شد و به تعظیم و احترام تمام بر حضرت خواجه سلام گفت و به ادب بیامد و در طرف آفتاب بایستاد. چون ساعتی گذشت،

حضرت خواجه سر بر آوردند و گفتند: در چه کاری؟ او گفت: در صید بودم، ناگاه جاذبهٔ در باطن من پیدا شد و بی اختیار مرا بدین طرف آورد. چون به این موضع رسیدم، حضرت شما رادیدم، مرا میلی تمام به خدمت شما بحاصل آمد این سخن را به ادب و حرمت گفت و آنگه اظهار طلب کرد و تضرع و نیازمندی بسیار نمود و التماس التفات کرد. خواجه فرمود: مرا بگذار، فقیری ام درین ده بودم. عبد اللّٰه قزغن خلایق را به صید بیرون آورد. من با ایشان موافقت کردم و چون مرا صلاحیت این کار نبود، بدین جانب آمدم. چون خواجه این سخن بگفتند آن سوار گفت: باری شما مرا صید کردید. بعد از آن خواجه بر خاستند و آن خرقه را بر دوش مبارك خود نهادند و به طرف صحرا روانه شدند. حضرت خواجه مسافتی راه قطع کردند و هنوز آن سوار پیاده در عقب ایشان به نیاز تمام می رفت. حضرت خواجه به هیبت سوی او نظر کردند. دیگر هیچ نتوانست که در عقب ایشان رود. متحیر بر جای بماند.

نقل کردند که در کرمینه از درویشان و محبان و متابعان حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه بسیار بودند. درویشی ازین جمع با امیرزاده که در کرمینه بود اختلاطی داشت. یك روز آن امیرزادهٔ آن درویش را جفا و ناسزای بسیار گفت و به نسبت حضرت خواجه نیز بی ادبی کرد. آن درویش خسته خاطر به نزدیك شیخ خسرو آمد. درویشان جمع بودند. اورا گفتند: درین راه امثال این بارها بسیار می باشد. انبیا و اولیا را چندین جفا و ناسزا گفتند. تحمّل می باید کرد، باشد که حق سبحانه و تعالی از برکت حضرت خواجه اورا روشنایی کرامت فرماید. روز دیگر امیرزاده به صحبت درویشان خواجه آمد و گفت: توبه کردم بعد ازین هیچ درویشی راهسخنی نگویم. دوش در خواب دیدم که در دریایی در گردابی افتادم. حضرت خواجه مرا از آن گرداب خلاص دادند و من در نظر ایشان توبه کردم و عذر بسیار خواست. درویشان اورا گفتند: مبارکت باد سعادت و دولت. چون به منزل خود رفت بعد از نماز پیشین یکی آمد که آن امیرزاده دیوانه شده است و جامها پاره کرده و در صحرا می دود پای و سر برهنه و جمعی از

متعلقان او در عقب او رفتند. بعضی از درویشان چون به منزل او رسیدند متعلقان اورا بر مرکب نشانده به منزل آورده بودند. پای او قوی مجروح شده بود و اضطراب می کرد. چون زمانی درویشان به نزدیك او نشستند. اضطراب او کمتر شد و به خود آمد. ازو پرسیدند که بسبب این احوال چه بود؟ گفت: چون متعلقان من معلوم کردند که من توبه کرده ام، مرا ملامت کردند و سخنان باطل بسیار گفتند و مرا به شرب خمر دلالت کردند و الحاح نمودند که یك قدح بخور. همین که به تسویل شیطان قدح به دست گرفتم، حضرت خواجه را دیدم که از در خانه در آمدند، به صفتی و هیبتی که آنرا شرح نمی توان کرد و قصد من کردند و خواستند که چیزی بر من زنند. چون من آن حالت را مشاهده کردم مرا از خود خبر نماند و حالت آن امیرزاده چنان بود که از الم قدم قوی می نالید. به واسطهٔ آنکه سیخی در قدم او محکم شده بود و نتوانستند کشید. در خواست کرد درویشان را که مرا زودتر به بخارا به حضرت خواجه رسانید که شفای ظاهر و باطن من از برکهٔ نظر قبول حضرت ایشان است. در حال درویشان اورا در محفّه نشاندند و به طرف بخارا روان ساختند. چون به بخارا به حضرت ایشان رسیدند اورا قبول کردند و صحت ظاهری و باطنی اورا به حاصل آمد و صفت امارت و حکومت را گذاشت و تا آخر حیات در محبت درویشان راسخ بود.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه مرا به مصلحتی به طرف خوارزم روانه ساختند. جمعی از بخارا نیز با من همراه بودند چون در خوارزم در کاروان سرا نزول کردیم و هر کس از ما به کار خود مشغول گشتیم. روزی آن جمع مرا ناسزای بسیار گفتند و به حضرت خواجه نیز بی ادبی بسیار کردند و بعضی از ایشان در آن جفا مبالغت نمودند. من از آن حال قوی خسته شدم و به حضرت خواجه توجّه کردم و ده کس را از مردم کاروان سرا حاضر کردم و گفتم: من شیخی دارم و این جمع نیز شیخی دارند. اگر شیخ ایشان بر صواب بود، بر مال من یا جان من زند و اگر شیخ من بر صواب باشد، بر جان ایشان یا مال ایشان زند و گفتم اثر این سخن امروز یا فردا ظاهر

خواهد شد. آن روز گذشت. روز دیگر بامداد یکی آمد که در خانهٔ فلان کس که از منکران بود، آنچه بوده است دزد برده است و این خبر به اهل کاروان سرا رسید. همه از آن تعجّب کردند و مرا با آن صاحب واقعه ملاقات شد. گفت واقع آن چه نفس بود که دیروز در کاروان سرای بر تو گذشت. گفتم: بی ادبی به نسبت اولیاء الله خطر دین و دنیا دارد. بعد از این قصّه به ساعتی در کاروان سرای در حجره به جمعی نشسته بودیم و آش کدو می پختند. چنین گفتند که از هرات مردی آمده است و می گوید: با فلان بخاری دعویی دارم آن کس که اورا آن بخاری خدمت می فرماید و گوید: غلام من است. آن فرزند من است که در آمدن قزغن به هرات اورا اسیر برده بودند و حال آنکه آن بخاری از آن منکران بود و در جواب دعوی آن مرد هروی می گفت که من این غلام را در بخارا به چهار صد دینار خریده ام. لحظهٔ گذشت. آن غلام را مرضی حادث شد و در اندك زمانی فوت شد. شوری و فغانی در کاروان سرا افتاد و از مطالعهٔ این احوال آن ده کس و اهل کاروان سرا قوی در حیرت شدند و می گفتند: آنچه سخن بود که تو گفتی دیروز که اگر شیخ من بر صواب باشد بر جان شما زند یا بر مال و اهل انکار خجل و شرمسار گشتند و از آن داوری و انکاری به مقام استغفار و اعتذار آمدند.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در غدیوت در منزل شیخ شادی بودند. اتفاقا فصل زمستان بود و هوا بغایت سرد بود و شب بیگاه شده بود. به خواجه فرمودند: شادی، آتش بکن، تا گرم شویم. شیخ شادی به طلب آتش بیرون آمد. به منزل پدر من رفت. چراغ نبود و ایشان تکیه کرده بودند. پرسید که آتش هست؟ مادر من جواب داد که هست. و حال آنکه شیخ شادی چیزی نداشت که به آن آتش گیرد. چیزی طلب کرد. مادر من گفت در فلان جای کاسهاست. آنکه بهتر باشد بگیرید. شیخ شادی در کاسهٔ آتش گرفت و چون آتش کرد و حضرت خواجه گرم شدند، فرمودند: شادی: در چه جای آتش آوردی از منزل آن فقیر؟ شیخ شادی قصّه را شرح کرد. خواجه فرمودند: این زمان به آن منزل رو و هر چه شنوی، بازگوی، شیخ شادی

چون به منزل پدر من رفت، اورا در ذکر یافت. به حضرت خواجه عرض کرد. بامداد پگاه مادر من به حضرت خواجه رفت و از غدیوت و کوفین درویشان بسیار در صحبت خواجه جمع بودند. خواجه از مادر من پرسیدند که چه آرزو داری؟ این روز طلب کن حال این بود که پدر و مادر من و خواهر من در ذلّ بنده گی حاکمان غدیوت بودیم. مادر من از جهت خود و خواهر من تضرع بسیار کرد و گفت: مّا این دو ضعیفه طاقت ذلّ بنده گی آن جماعت نداریم. خواجه فرمودند: تو و دختر تو زود خلاص خواهید یافت اما سخت بخیلی کردی. اگر اهل بخارا را درمی خواستی، بتو می بخشیدم در اندك فرصتی از برکهٔ نفس حضرت خواجه مادر و خواهر مرا آزاد کردند و بعد آن پدر من و من خلاص یافتیم و دین و دنیای ما معمور شد.

نقل کردند که در آن فرصت که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه از قرشی به سر پل رفتند شیخ خسرو با جمعی از درویشان کرمینه متوجّه دریافت صحبت شریف ایشان شدند. چون به تاتکن رسیدند شنیدند که خواجه در سر پل اند شیخ خسرو گفت که در خاطر چنین می آید که حضرت ایشان در کشانی اند. چون به آن طرف توجّه نموده آمد از تاتکن درویشی با ایشان موافقت کرد و کجکول حلوائی پیش آورد. گفتند: این را به حضرت خواجه می باید برد. وقت صبح بود که به کشانی رسیدند و به لقای حضرت خواجه مشرّف گشتند. از اطراف جمع بودند چون آن کجکول حلوارا در نظر خواجه گذاشتند فرمودند: آن کودك دیوانه را طلبید که دی آخر روز از ما حلوا می طلبید. ساعتی گذشت کودك برهنه را آوردند. آن حلوا را پیش او نهادند و گفتند حلوا می طلبیدی، بخور. آن جمع که دی آخر روز در حضرت خواجه بودند متغیّر شدند. از سبب تحیّر پرسیده شد، چنین گفتند که دی آخر روز این کودك دیوانه از خواجه حلوا می طلبید. فرمودند: صبر کن. بامداد دوستان حق تعالی خواهند آمد و حلوا آورد.

نقل کردند: حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در نواحی کرمینه در کنار آب حرام کام نزول فرموده بودند و طعام می خوردند و شیخ خسرو بسط تمام داشت و در

خدمت خواجه ایستاده بود. خواجه به طرف شیخ خسرو نظر کردند و فرمودند: نتوانی.
حاضران در تعجّب شدند که هیچ کس سخن نمی گوید. خواجه این سخن به چه معنی
می گویند: بعده از شیخ خسرو پرسیده شد که آنچه خواجه فرمودند به شما، اشارت به
چه بود؟ شیخ خسرو گفت چون مقدم میمون حضرت خواجه به کرمینه رسید و فقیران
این موضع به لقای ایشان مشرّف شدند و من از ذوق محبّت ایشان در عالم نمی گنجیدم.
در آن حال در خاطر من آمد که وقتی که حضرت رسول علیه الصلوة و السلام به میان
صحابه رضوان الله علیهم اجمعین می رسیدند، چندین فداها و قربانها می کردند. مرا
چیزی نیست یکی فرزند دارم آنرا فدای ایشان کنم. این سخن در خاطر من بود و
درویشان طعام می خوردند خواجه روی به من کردند و فرمودند: نتوانی صورت حال
این بود. هر که این قصّه را شنود به حضرت ایشان متعلّق شد.

نقل کردند که چون حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه به کرمینه رسیدند اتفاقا
در آن فرصت گرگ غلبه کرده بود و خلق از آن قوی به تنگ آمده بودند. خصوصا در
شب به تقریب در محلّی آن قصّهٔ غلبهٔ گرگ را عرضه داشتم و اسباب خرابی کرمینه را
که هر چند وقتی آب حرام کام سر جوی کرمینه را ویران میکند و این زمان نزدیك آمده
است که باز ویران کند و دیگر کرمینه بر سر راه افتاده است کار گزاران و قاصدان
سلاطین روزگار بسیار بر کرمینه می گذرند و خلق این موضع مشوش حال می گردند.
تقریر کردم حضرت خواجه فرمودند که دیگر گرگ زحمت نرساند و آب حرام کام.
جوی کرمینه را ویران نکند و قاصدان سلاطین دیگر نگذرند. بعده از برکهٔ نفس خواجه
دیگر گرگ تشویش نکرد و در همان نزدیك از پادشاه روزگار حکم رسید که دیگر
قاصدان به کرمینه نگذرند و سی سال است که سر جوی کرمینه را آب حرام کام ویران
نکرده است و آن قصّه در میان خلق مشهور شد.

نقل کردند شیخ امیر حسین که در قصر عارفان به کار زراعت خواجهٔ ما قدّس الله
روحه مشغول می بودم و به واسطهٔ آنکه حضرت خواجه می فرمودند امیر حسین هر

کاری که ترا می فرمایم، به حقیقت کنندهٔ آن کار تو نیستی، منم! از برکهٔ آن عنایت ایشان آثار بزرگ مشاهده می کردم و هم بنابر آن که از ایشان دانه بودم آنرا از خود نفی می کردم تا یك کرّت خاطر بدی بر من گذشت که مقصود تویی، نه خواجه بیقرار شدم و زود از قصر عارفان به شهر بخارا رفتم. حضرت خواجه بر دروازهٔ کلاباد بودند، در منزل درویشی چون بر ایشان سلام گفتم. تبسّم کردند و خاموش شدند. مرا حالتی عجب پیدا شد و قبضی عظیم و باری قوی چنانکه طاقت از من رفت. از آن منزل بیرون آمدم، از خود رفتم و کار بر من دشوار شد. درویشان کیفیت حال مرا بر خواجه عرض کردند. فرمودند: تا آنچه در سر اوست نمی گوید خلاص نخواهد یافت. ناقل گفت: با وجود آن بار و شکنجه که من داشتم نفس بد فرمای من نمی خواست که آن سر را گشایم چون کارم به تنگ آمد، آنچه گذشته بود تقریر کردم و عذر و استغفار پیش آوردم و درویشان را شفیع گردانیدم تا خواجه بر من بخشودند و از من عفو کردند و باز در لطف و تربیت را بر من گشادند.

نقل کردند شیخ امیر حسین که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه روزی در قصر عارفان فرمودند که بزیارت دوستی می رویم، بعد پانزده روز خواهیم آمد ان شاء الله به طرف غدیوت روان شدند. درویش دیگری با من بود چون شام شد مشوق حضرت خواجه بر من غالب گشت بی طاقت شدم. با آن درویش گفتم که در اندوه آنم که حضرت خواجه از غدیوت خواهند آمد. آن شام گذشت و روز شد بعد از ساعتی حضرت خواجه از طرف غدیوت آمدند و به هیبت در من نظر کردند و فرمودند ترا گفته بودم بعد پانزده روز خواهیم آمدن کوهی در پیش ما ایستاده کردی به آن طرف چون رویم؟ بعده روی به آن درویش کردند و گفتند: امیر حسین شام با تو چه گفت؟ آن درویش گفت، شام با من چنین گفت که در اندوه آنم که حضرت خواجه از غدیوت خواهند آمد من تضرع و زاری بسیار کردم. خواجه عفو فرمودند و گفتند چون مقصود تو آن است که من با تو باشم، یك لحظه من از تو غایب نیستم. **بیت:**

با تو ام هرجا که هستم با تو ام ٭ تا نه پنداری که تنها می روم

این طریقه را می باید گذاشت. آنگاه فرمودند: بزرگ صفتی است محبّت کارگزار راه حق همین است فقراء صحابه را رضوان الله علیهم اجمعین همین صفت بود نمی خواستند که از صحبت و خدمت پیغامبر صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلّم خالی باشند، لا جرم درد دل ایشان پیغامبر را بگذاشت که با رؤساء قریش صحبت خاصّ دارد اگر چه صحّت نیّت پیغامبر صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم در باب دین به حضرت حق تعالی و تقدّس معلوم بود، فرمان آمد که با آنها باش که بامداد و شبانگاه به یاد پروردگار خود جلّ ذکره مشغول اند و هردو چشم خود را از ایشان برمدار پس حضرت خواجه این لطفها نمودند و به طرف آن دوست رفتند و بعد از پانزده روز تشریف قدوم فرمودند.

نقل کردند که حضرت خواجهٔ ما را قدّس الله روحه در غدیوت محبّان بسیار بودند و هر که ایشان را به منزل خود می طلبید بر متابعت سنّت رسول صلی الله علیه و سلم و به جهت بر آمد کار آن نیازمند می رفتند و اهل بیت شیخ شادی را خاطر این می خواست که برکهٔ وجود شریف حضرت خواجه دایما در منزل ایشان باشد و اتفاقا حضرت خواجه قدس سرّه شامی در منزل درویشی بودند و اهل بیت شیخ شادی آن شام تضرع بسیار کرد به حضرت حق تعالی و تقدّس که می باید که خواجه درین دیه در همین منزل باشند و بسیار گریست. بامداد حضرت خواجه به منزل شیخ شادی آمدند و گفتند: حق تعالی ما را از برای ارشاد خلایق آفریده است. شب از حضرت حق در می خواهی که می باید که شیخ بهاء الدین درین دیه در منزل ما باشد و جای دیگر نرود. این سخن کی راست آید؟ شفقت می باید کرد، همه خود را نمی باید بود.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین روّح الله روحه که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در قرشی بودند ایشانرا مرضی پیدا شد و آن مرض امتداد یافت. شبی بیگاه بود که جماعتی از عزلتیان به عیادت حضرت ایشان آمدند، از هر صنف مردم بودند. بعد از

ساعتی هر یك از ایشان احوال و مقامات خود را بر ایشان عرض می کردند و از نسبت خود از خواجه سؤال می کردند. بعضی به لغت عربی و بعضی به ترکی و بعضی به فارسی و خواجه جواب سؤال ایشان را به زبان ایشان باز می دادند. آن شب تا آخر خواجه با آن طایفه مشغول بودند و خواجه در منزل درویش ایمن شاه می بودند و اهل بیت او از برکهٔ صدق خدمتی که داشت، به نسبت ایشان و درویشان ایشان آثار قبول ازو بسیار شنوده می شد. حضرت خواجه گفتند: چون بامداد شد، از آمدن آن جمع عزلتیان آن ولیه پیش ما حکایت کرد.

نقل کرد شیخ خسرو کرمینی که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در قصر عارفان بودند. در آن باغی که این زمان مرقد مطهر ایشان در آنجاست و بر کنار حوض ایستاده بودند وبا پیری سخنی میگفتند. من رسیدم وسلام گفتم. آن پیر به طرف باغ روان شد. خواجه فرمودند که این خواجه خضر است علیه الصلوة و السلام دو کرت خواجه چنین گفتند. من هیچ نگفتم خاموش شدم و به عنایت حق جلّ و علا در ظاهر و باطن مرا میلی به او نشد چون دو سه روز گذشت، در باغ خانقاه باز، همان پیر را دیدم که حضرت خواجه با او سخن می گفتند چون مقدار دو ماه برین حال گذشت، روزی در بازار شهر بخارا مرا با آن پیر ملاقات شد. تبسّم کرد سلام کردم مرا در کنار گرفت و به صفت بسط پیش آمد و از احوال پرسید چون به قصر عارفان به حضرت خواجه رسیدم فرمودند در بازار شهر بخارا با خضر علیه الصلوة و السلام ملاقات کردی.

نقل کرد شیخ امیر حسین که یکباری حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه مرا از قصر عارفان از راه فتحآباد به شهر بخارا روانه کردند به کفایت مهمّی و فرمودند شب در شهر باش و بامداد بیا می گریستم و با نفس خود جنگ می کردم و ناسزا می گفتم که ای نفس کافر هرگز باشد که مسلمان شوی تا از شرّ تو خلاص یابم. مردی نورانی قوی با صفا مرا پیش آمد و گفت: چند اضطراب می کنی؟ معلوم باشد که چه مقدار مشقّت و ریاضت کشیده باشی بسیاری از مشایخ را یاد کرد و ریاضتهای ایشان را گفت و طریقهٔ

رفتن ایشان را درین راه بیان کرد من تضرع کردم. دست در گریبان کرد و پارهٔ خمیر با من داد و گفت: نان پز و بخور. چون از من گذشت غایب شد. بعده به شهر بخارا رفتم و مهمّی که حضرت خواجه اشارت فرموده بودند کفایت شد آن خمیر را نزدیك نانبائی بردم، عطا نام او چون آن خمیر را دید، تعجّب بسیار کرد و گفت من هرگز مثل این خمیر ندیده ام و از حال من پرسید. گفتم: از خادمان حضرت خواجه ام آن نانبا خمیر را به نیاز تمام نان پخت قرصی از آن به او دادم چون بطرف قصر عارفان متوجّه شدم و به دروازهٔ کلاباد رسیدم، نماز شام شده بود. در مسجد آن موضع در آمدم. بعد از ادای نماز شام و نماز خفتن بوی سیب به مشام من رسید، در خاطر من گذشت ساعتی نبود که مقدار چهارده سیب از طاق مسجد از طرف قبله افتاد و پارهٔ نان و سیب خوردم و پارهٔ از شب توقّف کردم و در همان شب به قصر عارفان رفتم و در مسجد در آمدم و نماز بامداد را به حضرت خواجه ادا کردم و بر ایشان سلام گفتم. فرمودند که آن کس که ترا پارهٔ خمیر داد که بود دانستی؟ گفتم: ندانستم. فرمودند: چه سخنها گفت؟ من گفتم: چنین و چنین گفت: فرمودند: آن کس خضر بود صلوات الله علیه و سلامه خضر را چه می کنی او نیز غیر است حق را طلب. بعد آن قصّهٔ سیب را فرمودند. آنگاه گفتند و زهی سعادت که هم راه آن نانبا شد عاقبت الامر چنان شد که حضرت خواجه فرمودند آن نانبا به قبول حضرت خواجه مشرّف گشت و تا آخر عمر بر محبّت ایشان بود.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در غدبوت بودند و من و خال من و درویش نیکبیشاه باغ ارسلان در قبض و بار بودیم اما حال قبض ایشان به غایت عظیم بود چنانکه در خاك می غلطید و سرروی ایشان در خاك پوشیده شده بود. درین اثنا خواجه فرمودند که معاملت می باید تا خلاص شوید هزار دینار می باید که درویش باغ ارسلانی دهد و صد دینار خال مرا فرمودند و ده دینار مرا در خاطر من گذشت که درویش باغ ارسلانی یکدینار از دنیاوی ندارد و خال من نیز صد دینار ندارد و اگر من آنچه دارم جمع کنم شاید که هزار دینار نقد شود، از من ده دینار معامله می

طلبند حضرت خواجه فرمودند: من معاملت به نسبت دنیاوی نمی طلبم به مقدار آشنایی و در آمد درین راه می طلبم آن باغ ارسلانی هزار دینارست و آن خال تو صد دینار و آن تو ده دینار، یقین من به نسبت کمال اشراف ایشان زیادت شد.

نقل کرد درویشی که یکی از اسباب محبّت من به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه این بود که عزیزی مرا به قصر عارفان به حضرت ایشان به مهمّی فرستاده بود و شیخ امیر حسین و شیخ محمد جبّرکوش با درویشان دیگر نزدیك باغی که این زمان مرقد منوّر خواجه در آنجاست، ایستاده بودند و تشها و زنبر پیش ایشان بود چون من به نزدیك ایشان رسیدم، خوفی در من پیدا شد و لرزه بر اعضای من افتاد. بعد از فرصتی حضرت خواجه از طرف منزل آمدند، از من سؤال کردند که چرا چنین متغیر حالی؟ گفتم: به این موضع رسیدم. ترسی در من پیدا شد، سبب این را نمی دانم. خواجه فرمودند: از امیر حسین پرس که احوال چه بود. از شیخ امیر حسین پرسیدم. گفت: از بامداد درویشان در حضرت خواجه به زنبر خاك می کشیدند بعد از فرصتی خواجه به طرف منزل متوجّه شدند، به جهت طعام درویشان لحظهٔ گذشت جوانی دیدیم که از طرف منزل خواجه به این طریق می آمد که از جایی به جایی چون مرغ می پرید. چون به نزدیك ما رسید، به همین صفت از پیش ما گذشت ما هم نگران او شدیم، قصد کردیم که این کار را گذاریم و در عقب او رویم که درین حال حضرت خواجه از منزل بیرون آمدند و اشارت به ما کردند که: ساعتی صبر کنید تا من بیایم از آن سخن خواجه ترسی و تغیّری در ما پیدا شد درین زمان تو اینجا رسیدی. چون شیخ امیر حسین این سخن گفت، خواجه به من متوجّه شدند و فرمودند، چون درین حال تو نزدیك ایشان رسیدی صفت ایشان در تو عکس کرده است. بعده خواجه فرمودند که قصّهٔ آن جوان چنین بود که من از نسف به بخارا می آمدم، یکی را دیدم که چون مرغ می پرید چون به او رسیدم، گفتم: صحبت عزلتیان را چون گذاشتی و به چه سبب اینجا افتادی؟ به درد و حسرت گفت: من از فلان شهرم آن قوم مرا به خود آشنا کردند و در صحبت شریف

خود راه دادند و مدتی با ایشان بودم. روزی بر کوهی نشسته بودیم، آرزوی زن و فرزند در خاطر من گذشت. آن طایفه بر رفت خاطر مرا دیدند قصد کردند که بروند و مرا گذارند زود دامن یکی از ایشان را گرفتم و در خواست کردم که مرا در جایی گذارید که آنجا خلق باشند. نظر کردم خود را اینجا دیدم. پس من آن جوان را از نسف به بخارا آوردم و شش روز در منزل ما بود و درین زمان که به منزل رفتم تا به جهت این درویشان طعام بیارم آن جوان اجازت طلبید اورا اجازت کردم و خواستم که سفره بر گیرم. تفرقهٔ احوال و بر رفت خواطر این درویشان را دیدم از منزل بیرون آمدم و ایشان را گفتم: ساعتی صبر کنید، تا من بیایم درویش می باید که به هر چیزی از جای نرود و اعتقاد او در حق پیر خود به هیچ وجه متبدل نشود تا که اگر خضر را علیه الصلوة و السلام بیند باید که با او التفات نکند. درین زمانکه حضرت خواجه این سخنان با آن درویشان می گفتند، آثار هیبت در جبین مبارك ایشان ظاهر شده بود. فرمودند: سهل مرتبه ای است در هوا پریدن مگس نیز در هوا می پرد، متوجّه به شیخ امیر حسین و آن درویشان شدند و فرمودند زنبر را خاك پر سازید و گذارید آنگاه خواجه به زنبر اشارت کردند زنبر خود رفت و خاك را خالی کرد و باز به نزدیك درویشان آمد، چند کرّت این چنین مشاهده افتاد و همه را احوال دیگر شد، خاصّه مرا و سبب محبّت من شد. پس از آن خواجه فرمودند: امثال این چیزها پیش بندگان خاص حق تعالی و تقدس اعتباری ندارد. بعده من چون به شهر بخارا رفتم و این قصّه را در حضور آن عزیزان شرح کردم، همه متحیّر شدند.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین عطّر اللّه تربته که درویشی بود امیر تاج نام از جملهٔ درویشان حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه و صفت او چنین بود که هر چگاه درویشان اورا به خدمتی از قصر عارفان به شهر بخارا فرستادندی به اندك فرصتی آنجا می رسید و از شهر بخارا به قصر عارفان فرستادندی به سهل وقتی می رسید به این طریق که چون از نظر درویشان غایب می شد اکثر وقت چون مرغ می پرید چنین گفت

که روزی درویشان مرا به شغلی به شهر بخارا فرستاده بودند و من به همان صفت می رفتم. اتفاقا حضرت خواجه به طرف شهر بخارا می رفتند. بر آن صفت من مطّلع شدند، آن صفت را از من خلع کردند دیگر نتوانستم به آن طریق رفتن. شنیدم از درویشی که می گفت: حضرت خواجهٔ ما در خراسان بودند و با درویشان دادن و گرفتن احوال و صفات را به تحقیق می نمودند. فرمودند: من بر احوال و صفات متصرّفم، اگر خواهم به کسی بدهم و اگر خواهم بگیرم.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طیّب الله مشهده که روزی اصحاب در حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه حاضر بودند، لالا نام ترکی از کوفین آمد و بر خواجه سلام کرد. خواجه فرمودند: چرا آمدهٔ و چه می طلبی؟ گفت: روح شما را می طلبم حضرت خواجه توجّه به اصحاب کردند و گفتند در دهمش اصحاب گفتند: کرم حضرت بسیارست. پس از آن خواجه اورا نظری فرمودند، در حال چنان صفتی و حالی درو پیدا شد که از بیان بیرون بود و هر که اورا می دید، شیفتهٔ او می شد و از برکات نظر ایشان از مقبولان شد.

نقل کردند که روزی درویشان حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در قصر عارفان به اشارت ایشان زنبر می کشیدند در آن اثنا محمّد جبّرکوش که از درویشان خواجهٔ ما بود، از ریورتون آمد، صفتی و حالی درو تصرف کرده بود قرار و آرام نداشت. از درویشان که زنبر می کشیدند، از حضرت خواجه سؤال کرد. گفتند: خواجه به طرف منزل رفتند. درویش محمّد بتعجیل تمام به طرف منزل خواجه روان شد و از غایت اضطراب که داشت چون مرغ می پرید از آنجا که درویشان زنبر می کشیدند تا منزل خواجه مسافتی بود. کرّت دوم که پرید نزدیك به منزل خواجه رسید. درویشان چون آن حال را مشاهده کردند، در عقب او روان شدند چون به او رسیدند، خواجه از منزل بیرون آمدند و بانگ بر آن درویشان زدند و گفتند: ازین فقیر بی سروپا چه می خواهید؟ ازین صفت حاصلی نیست و برین احوال اعتمادی نیست، بسیار بیگانه باشد که چون

مرغ در هوا پرّد. حق طلبی بیرون ازین است آن درویشان قوی در خوف شدند. در آن حال حضرت خواجه ایشان را گفتند که زنبر را خاك پر سازید. خواجه اشارت به زنبر کردند، با خاك پر می رفت و خاك را می ریخت و باز می آمد. حاضران از مطالعهٔ آن حال از کردهٔ خود نادم شدند.

نقل کردند که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه دو کس را به اجره گرفته بودند در عمارت خیری و ایشان زنبر می کشیدند. زمانی گذشت به کراهت زنبر می کشیدند. حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه سرّه توجّه به آن دو کس نمودند و فرمودند: مرا چه منّت می نهید اگر به این زنبر اشارت کنم، روان می شود. خواجه چون این سخن گفتند، در حال زنبر روان شد پربار می رفت و خالی می شد و باز می آمد، این چنین به تکرار واقع شد و مطالعهٔ آن سبب حصول عقیدهٔ جماعتی شد به حضرت خواجه.

نقل کرد درویشی که روزی با حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه در قصر عارفان زنبر می کشیدیم لحظهٔ یك طرف زنبر را حضرت خواجه می گرفتند و طرف دیگر را من می گرفتم. زمانی بر چنین بود بعده حضرت خواجه ایستادند و فرمودند: تو طرف خود را بگیر مرا گرفتن حاجت نیست بر موجب اشارت ایشان یك طرف را من گرفته بودم و هیچ المی به من نمی رسید بل که مرا حالی می شد که از غایت شوق در عقب زنبر به تعجیل می رفتم، در آن روز چند کرّت این چنین لطف فرمودند.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طاب مرقده که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه بر در دروازهٔ گلاباد با جمعی از درویشان نشسته بودند و خلق بسیار به فتحآباد می رفتند. خواجه فرمودند درویشی را که در میان آن خلق انبوه آن کهنه پوش را نزدیك ما بیار. چون حاضر شد، ازو پرسیدند که به چه سبب از میان عزلتیان جدا شدهٔ؟ گفت: روزی بر کوه ابو قبیس بودیم، قطب مارا خالص نام بود و حال چنان بود که هر چگاه مارا احتیاج به طعام شدی، حاضر می شد. روزی در دست هر یکی از ما کاسهٔ تماجی پیدا شد در خاطر من گذشت چه بودی اگر سیخی بودی. به مجرد این خاطر از

صحبت ایشان دور افتادم. چندین فرصت است که به درد فرقت ایشان مبتلا گشته ام و هر چند تضرع می کنم، به شرف صحبت ایشان نمی توانم رسید.

نقل کرد یکی از معتقدان حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه که روزی حضرت خواجه در حمّام بودند و اوایل حال من بود و از جهت آن تا مرا یقین حاصل شود، داعیهٔ مشاهدهٔ خوارق عادات و کرامات از حضرت خواجه در من می بود در حمّام عطش بر من غلبه کرد. در آن زمان خواجه فرمودند مرا که پارهٔ آب سرد بیار. زود از حمام بیرون آمدم و قدح پر آب سرد کردم به قصد آنکه به حضرت خواجه برم در خاطر من گذشت که اول من خورم آنگاه قدحی دیگر ازین آب به حضرت خواجه برم آن آب سرد را خوردم و قدحی دیگر به حضرت خواجه بردم. فرمودند: چرا آن خاطر را به خود راه دادی و آن آب را خوردی؟ این از کرامات است یقین حاصل شد.

نقل کردند که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه در نسف بودند و فصل زمستان بود. خواجه را اتفاق طرف بخارا شد و در آن سفر خواجه محمد نبیره که از فرزندان مولانا حافظ الدین کبیر بخاری بود رحمة اللّه علیه در صحبت خواجه بود وآن روز هوا ابر بود و درویشان نسف در خواست می کردند که خواجه توقف فرمایند که هوا ابر است، خواجه توقف نکردند. جمعی عظیم از درویشان در رکاب خواجه بودند. باران باریدن گرفت و هر لحظه زیادت می شد. حضرت خواجه اشارت به خواجه محمد کردند که بگو تا باران ایستد و خواجه محمد در حضور خواجه آن چنان سخن نمی گفت. خواجه فرمودند: من ترا می گویم که بگو ای باران ایست. چرا نمی گویی؟ پس خواجه محمد به اشارت خواجه گفت که ای باران ایست در لحظهٔ باران ایستاد و هوا گشاده شد و آفتاب پیدا گشت، حالی در حاضران ظاهر شد و درویشان نسف که به جهت بدرقه رفته بودند، بسیار گریستند و رکاب حضرت خواجه را بوسیدند و باز گشتند.

نقل کردند شیخ امیر حسین که حضرت خواجهٔ ما قدس اللّه روحه در آن باغ بودند که این زمان مرقد منوّر ایشان در آنجاست و امیر برهان الدین فرزند امیر سیّد کلال

علیهما الرّحمة به حضرت خواجه پارهٔ ماهی آورده بود، خواجه به پختن آن ماهی مشغول بودند. چون ماهی را در تنور گذاشتند، اتفاقا فصل بهار بود، ابری عظیم پیدا شد. خواجه اشارت به امیر برهان الدین کردند که بگو: تا باران برین موضع که مایم نه آید. او تضرع کرد و گفت: مرا چه محلّ آنکه این سخن گویم؟ سخن من در حدّ قبول نیست. خواجه فرمودند: من ترا می گویم: نو بگو. نفس نگاه دار امیر برهان الدین به ضرورت اشارت خواجه آنچنان گفت. به قدرت الهی در آن موضع که حضرت خواجه بودند چند قطره بیش نه بارید، اما بیرون آن موضع چندان باران بارید که در هر جایی آب جمع آمده شده بود، از مطالعهٔ آن حال یقین حاضران در حق حضرت خواجه زیاده گشت.

نقل کرد دانشمندی که حضرت خواجهٔ ما خواجه بهاء الحق و الدین قدّس الله روحه بکش آمدند اتفاقا فصل بهار بود باران بسیار می بارید چنانکه در فصل بهار در کش می باشد و حال آنکه در موضعی که ایشان نزول فرمودند خانهٔ بود که از سقف او آب باران می چکید ایشان فرمودند که ما درین خانه می باشیم و آن روز باران به قوّت می بارید و آب از سقف خانه می چکید. چون قدم شریف ایشان به آن خانه رسید، در حال از سقف آن خانه آب از چکیدن ایستاد و در آن فرصت پنج شبانروز پیوسته باران بارید و در کش بسیاری از عمارتها و بناها افتاد و از برکات قدم خواجه آب از سقف آن خانه نچکید. هر که مشاهدهٔ آن حال کرد به کمال ولایت ایشان اعتراف نمود.

چنین نماید انظار اولیا آثار.

نقل کردند که روزی حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه به منزل دوستی رفتند. فصل بهار بود و آن روز باران به قوّت می بارید و از سقف خانهٔ او آب می چکید. اتفاقا خواجه در آن خانه نزول کردند. آن عزیز صاحب منزل از آن حال نگران خاطر شد، خواجه فرمودند که خاطر جمع دار باشد که به واسطهٔ قدم درویشان دیگر آب نچکد چون بر لفظ مبارك خواجه آن سخن گذشت دیگر از سقف خانهٔ او آب نچکید و در آن چند روز که خواجه در آن خانه بودند، متصل باران می بارید و بسیار خانها و عمارتها

ویران شد روز آخر که خواجه عزیمت سفر کردند و آن عزیز صاحب منزل طعامی ساخته بود، در زمانی که در سفرهٔ اهل بیت او نان می نهادند آن عزیز گفت در سفره نان بیشتر نهید و آن جماعت بکراهت بودند در آن عمل و می گفتند مارا نان کم می ماند آن عزیز از عمل جماعت در بار شد. چون سفره را در حضور خواجه باز کرد، ازو پرسیدند که این نان را خورده می شود؟ بار آن عزیز زیاده شد چون دانست که خواجه عمل به کراهت اهل بیت را دیدند خواجه لطف نمودند و فرمودند اگر چه آن جماعت این نان را در سفره بکراهت نهاده اند و لیکن ما به جهت خاطر تو این نان را می خوریم پس خواجه از آن نان بخوردند و چون آن عزیز آن سفره را برداشت و نزدیك آن جماعت برد، در حیرت شدند از بسیاری نان که در سفره بود. بعده چون خواجه قدم از آن خانه بیرون نهادند، آب از سقف آن خانه چکیدن گرفت. به مثابهٔ که از ناودان آب فرود آید آن عزیز به حضرت خواجه باز نمود که بر لفظ مبارك گذشته بود که دیگر آب نچکد.

خواجه فرمودند: چنین بود، اما بجهت کراهت آن جماعت این حال واقع شد. به ایشان بگو اینك سفرهٔ پر از نان و اینك آب چون ناودان!

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه از نسف به بخارا می رفتند و آفتاب در برج جوزا بود و هوا بغایت گرم بود و جمعی از درویشان در قدم ایشان بودند و روز چاشتگاه شده بود. خواجه فرمودند: درازگوشان را بار سازید درویشان گفتند: هوا قوی گرم است. خواجه فرمودند: روان می باید شد بی توقف. درویشان روان شدند. خواجه روی مبارك به طرف این ضعیف کردند و فرمودند: هوا گرم هست؟ من گفتم: بلی، گردن من سوخت. اتفاقا خواجه کلاهی از نمد بر سر مبارك داشتند و طرف آفتاب را سایه کرده بودند در حال طرف آفتاب را گشادند چنانکه آفتاب بر گردن مبارك ایشان می تافت و فرمودند گردن من نیز گوسوز چون حضرت خواجه آن چنان کردند ساعتی نگذشت که پارهٔ ابر پیدا شد و اندك اندك جمیع آسمان ابر گرفت و آن چنان هوای گرم خوش و خرم شد. خواجه فرمودند:بینم این زمان چون خواهد

سوخت؟ آن درویشان را حال دیگر شد.

نقل کرد شیخ خسرو از مولانا عارف روح الله روحه که گفت: روزی با حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در راهی می رفتیم، فصل زمستان بود و مارا در پای موزه و کفش نبود و برفی عظیم آمدن گرفت بغایت در تشویش شدیم. توجّه به خدمت خواجه کردم و گفتم: این چه حالت است؟ خواجه را صفت عجبی بود به طرف آسمان بهیبت نظر کردند. در لحظهٔ آن برف ایستاد و هوا قوی خوش شد.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در غدیوت در منزل درویش اسحاق بودند و درویشان بترتیب طعام مشغول بودند و در تنور آتش می کردند و زبانهٔ آتش بلند شده بود. در آن حالت حضرت خواجه دست مبارك خود را در تنور در آوردند و فرصتی داشتند و بعد از آن بیرون آوردند، به عنایت الهی یك تار موی از دست مبارك ایشان متغیّر نگشته بود.

خلیل الله با آتش همی گفت • اگر مویی ز من باقیست می سوز

همه را از مشاهدهٔ آن صفت وقت گرمي پیدا شد.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه که در آن روز که پسر ایشان فوت شده بود فرمودند: ما به عنایت حق سبحانه و تعالی بحضرت پیغامبر صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم موافقت کردیم پسران ما نیز فوت شدند و فرمودند: هر چه بر حضرت پیغامبر صلی الله علیه وآله واصحابه وسلم گذشت، به حسب آنچه ارادة الله بود، بر ما نیز گذرانیدند و هر سنّتی که از پیغامبر صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم به ما رسید ما به آن عمل کردیم و نتیجه و اثر آن در خود مطالعه کردیم تا به حدی که به ما رسید که حضرت پیغامبر صلی الله علیه وعلی آله واصحابه وسلم با صحابه در منزلی بودند، می خواستند که در تنوری نان پزند، حضرت پیغامبر صلی الله علیه وعلی آله واصحابه وسلم صحابه را رضوان الله علیهم اجمعین فرمودند: هر کسی درین تنور نانی بندند. صحابه چنان کردند وحضرت پیغامبر صلی الله علیه و علی آله و

اصحابه و سلم نیز نانی در آن تنور بستند و سر تنور را استوار کردند. بعد از زمانی نظر کردند همه نانها پخته بود مگر نان حضرت پیغامبر صلی اللّه علیه وعلی آله و اصحابه و سلم که همچنان خمیر بود. ما نیز بر متابعت حضرت پیغامبر صلی اللّه علیه و علی آله و اصحابه و سلم همچنین عمل کردیم نان همه درویشان پخته شد و نانی که ما بسته بودیم خمیر بود.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه به طرفی می رفتند و شیخ امیر حسین رحمه اللّه در قدم ایشان بود به آبی رسیدند خواجه بر زبر پل ایستادند و فرمودند؛ امیر حسین وقت فداست خودرا درین آب انداز. شیخ امیر حسین خودرا در آن آب انداخت. به اشارت حضرت خواجه و غوطه خورد و حضرت خواجه از پل گذشتند و در آن طرف آب فرود آمدند و زمانی دراز بنشستند از اصحاب نیز چند کس در خدمت ایشان بودند. آنگاه خواجه فرمودند؛ امیر حسین از آب بیرون آی. شیخ امیر حسین بیرون آمد، همه جامهای او خشك بود. خواجه ازو پرسیدند: آن ساعت که خود را در آب انداختی چه حال بود؟ شیخ امیر حسین گفت: حالم قوی خوش بود. من در خانهٔ بودم بغایت با صفا. چون زمانی گذشت آن خانه را دری پیدا شد، حضرت شما مرا اشارت فرمودید از آن خانه بیرون آمدم و به حضرت شما رسیدم.

نقل کرد درویشی که پدر من در غدیوت می بود وملازمت حاکمان آن دیه می کرد. حق تبارك و تعالی به عنایت بی علّت مرا به سعادت محبّت حضرت خواجه ما قدّس اللّه روحه مشرّف گردانید و به واسطهٔ آنکه پدر و مادر من درویشی از درویشان ایشان را جفا و ناسزا بسیار گفتند و او از پدر و مادر من بغایت آزرده شد خواجه نیز از ایشان آزرده شدند بلا و حادثهٔ متوجّه حال ایشان شد و احوال ایشان ابتر گشت و پدر من بزحمت سکره مبتلا گشت و به تطویل انجامید تا فرصت چهار ماه، تا کار به جایی رسید که اکثر اوقات اورا ملازمت حمّام می بایست نمود و مدتی مرا با ایشان ملاقات نشد. روزی به خدمت خواجه رسیدم، فرمودند: به فلان حمام رفته بودم پدر ترا دیدم آن

زمان مرا برو رحم آمد، ترا می خواهد اورا پرسش بکن. من از حضرت خواجه التماس کردم که از لطف حضرت شما توقع آن دارم که از بندگی شما چنان روم که از پرسش من آن زحمت او کمتر شود و به جهت این تضرع بسیار کردم. لطف نمودند و فرمودند: چون نزدیك او رسی اورا بگوی تا این کلمه را بگوید **یا غیاث المستغیثین اغثنی**، که خوش خواهد شد بعده باشارت ایشان نزدیك پدر رفتم و سلام حضرت خواجه را رسانیدم و گفتم: فرمودند که این کلمه را بگوید که **یا غیاث المستغیثین اغثنی**، که خوش خواهد شد پدر من چون این کلمه را سه بار یا چهار بار بر زبان راند حق تعالی و تقدّس اورا از آن زحمت خلاصی داد و زحمت سکره ازو منقطع شد. روز دیگر به طرف غدیوت اتفاق رفتن کرد و بر مرکب سوار شد. چون به چهار سو رسید، حضرت خواجه بر در مسجدی نشسته بودند، پدر من از مرکب پیاده شد و شکر لطف توجه خاطر شریف ایشان گفت و ذکر صحّت خود کرد خواجه مرا فرمودند: پدر را بر مرکب سوار گردان پای پدر را گرفتم تا اورا بر مرکب سوار گردانم مرا نگذاشت و گفت اگر چه تو فرزند منی، امّا ازین جهت که از خادمان و محبّان خضرت خواجهٔ روا نباشد که پای من عاصی جافی را بگیری. خواجه فرمودند بگذار تا پای ترا بگیرد پدر من به نیاز تمام گفت: فرزند من در حضرت شما قربی دارد مرا در حضرت شما چرا قرب نیست. خواجه فرمودند: به واسطهٔ قرب فرزند ترا این مقدار قرب باشد که به ایمان ازین عالم روی و لیکن در غربت و شدّت و تنگی خواهی مرد. الحق آنچنان که حضرت خواجه فرموده بودند، واقع شد و از برکهٔ نفس ایشان به سعادت ایمان رفت. حق سبحانه و تعالی به لطف و عنایت خود همه را به سعادت ایمان ازین عالم فانی به آن عالم باقی برد و محبّت اولیاء خود را وسیلهٔ غفران ایشان گرداناد، بمنّه و کرمه.

نقل کردند که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه از غدیوت به طرف باغ ارسلان می رفتند چون نزدیك به آن دیه رسیدند، ایشان را به مجذوبی ملاقات شد. در موضعی با او بنشستند، در آن میان آن مجذوب در حضرت ایشان بی ادبی کرد و سخنی بغایت

بدگفت که من ترا و خدای ترا افسوس می دارم. خواجه چنان متغیّر شدند که حدّ نداشت. بعده دو کرّت فرمودند: عفو بعد از قدرت و باز به طرف غدیوت متوجّه شدند.

آن مجذوب در عقب ایشان می رفت پارهٔ که رفت، گفت: مرا اجازت فرمایید. خواجه فرمودند ترا اجازت است. چند کرّت آنچنان واقع شد و او نمی توانست که از قدم ایشان باز گشتنی، آخر گفت که: یکی از درویشان خودرا فرمایید تا مرا در کنار گیرد. خواجه فرمودند اختیار تراست. آن مجذوب گفت: شیخ امیر حسین را فرمایید تا مرا کنار گیرد. خواجه اشارت به شیخ امیر حسین کردند و به تعجیل روان شدند. چون شیخ امیر حسین اورا کنار گرفت، حالش دیگر گشت و بیفتاد و روح از قالب او بیرون آمد. مجذوب متحیر شد و چون حضرت خواجه مسافتی رفته بودند، بر اثر ایشان می دوید چون رسید، صورت حال را عرضه کرد. خواجه فرمودند: نیك کرد که مرد ما شاء اللّه کان گور و کفن ساز و دفن کن. مجذوب بزاری در آمد و در خواست می کرد که تدبیری فرمایید. چون در ماندگی مجذوب بسیار شد و خواجه به او هیچ التفات نمی کردند و درویشان را فردا فرد التماس کرد که از حضرت خواجه التماس فرمایید تا این حادثه را دفع کنند. خواجه روی به آن مجذوب کردند و گفتند: کسی که خدای مرا جلّ جلاله و مرا افسوس دارد می باید که از عهدهٔ مثل این واقع بیرون آمدن پیش او سهل باشد و او همچنان تضرع و زاری می کرد. اصحاب بیك کلمه از حضرت خواجه در خواست کردند که او بغایت بد کرد و این بی ادبی او از حدّبیرون است و این زمان عجز و بیچارگی خودرا دانسته است. خواجه کرم فرمودند و باز گشتند و پای مبارك را از کفش بیرون کردند و بر سینهٔ شیخ امیر حسین نهادند و روح در قالب او در آمد و حرکتی ازو پیدا شد و به حالت اصلیّه خود باز گشت. خواجه فرمودند: چون نزدیك او رسیدم، سیر کردم روح اورا در آسمان چهارم یافتم. باز گردانیدم و به حقیقت حیات آن درویش سبب حیات حقیقهٔ آن جماعت حاضران شد و یقین ایشان به نسبت ولایت خواجه کمال بگرفت.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه شیخ شادی را فرموده بودند که فراخشاخان خودرا بفروش. شیخ شادی امتثال امر خواجه کرد، امّا یك فراخشاخ سرخ داشت آنرا نفروخته بود. چون حضرت خواجه به غدیوت آمدند، به شیخ شادی هیچ التفات نکردند در آن صحبت درویشان غدیوت بسیار بودند. بعد از ساعتی حال شیخ شادی دیگر شد و از درون او آواز عظیم می آمد، چنانکه گویی کسی جواز می کوبد. حضرت خواجه روی به شیخ شادی کردند و فرمودند: ما به تو هیچ الم نمی رسانیم، همان فراخشاخ سرخ است که ترا شاخ می زند و آن آواز را حاضران می شنودند و حضرت خواجه همچنان می گفتند که ما چه کنیم همان فراخ شاخ سرخ است که ترا شاخ می زند بعده آن درویشان از حضرت خواجه در خواست بسیار کردند تا شیخ شادی را بخشیدند و ازو عفو فرمودند و ظهور آن سبب رسوخ عقیدهٔ حاضران شد به حضرت خواجه.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در غدیوت بودند و به باطن به نسبت یکی شفقت می کردند تا درین طریق در آید. آن کس، سر نباتی به من داد که این را به حضرت خواجه رسان چون به حضرت ایشان رسانیدم آنرا قبول نکردند. من آن سر نبات را باز به همان کس رسانیدم و قصّه را گفتم. آن کس ذکر ولایت ایشان کرد و گفت: هر آینه چنین است در آن ساعت که آن سر نبات را من به دست تو به حضرت ایشان فرستادم، گفته بودم که اگر ایشان را ولایت باشد، این نبات را قبول نه کنند، اما این زمان ببر که خواهند گرفت مٔن باز آن سر نبات را به حضرت ایشان بردم، قبول کردند و مرا فرمودند: نگاه دار. بعده از آن موضع به طرفی رفتند چون پارهٔ راه رفتند نیازمندی سبدی پر از انار به حضرت ایشان آورد یك انار به من دادند که به نزدیك آن کس رسان و فرمودند درین سرّیست سر به مهر و این بیت خواندند، **نظم:**

سخن سر بمهر دوست به دوست * حیف باشد به ترجمان گفتن

من چون آن انار را نزدیك آن کس بردم، حالش دیگر شد. گفت که در آن زمان

دوّم باره که نبات را به تو دادم، در خاطر من این بود که نبات را قبول کنند و اناری نزدیك من فرستند، مرا تحقیق شد که حضرت خواجه قوی بزرگ و صاحب کمالند از برکهٔ توجّه خاطر شریف ایشان درین راه حق در آمد.

نقل کرد درویشی که روزی یکی از اعوانهٔ بخارا براتی بر قصر عارفان آورد و اتفاقا اورا به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه ملاقات شد، بر ایشان عرض کرد. ایشان فرمودند: نزدیك مردم دیه بر آن عوان بی ادبی کرد و کهنه پوستینی بود در بر خواجه از ایشان کشید و با وجود آن لگدی بر ایشان زد و از آنجا به غدیوت رفت و شب قصد کرد که به حرم کسی دست درازی کند سرش را بریدند و از شرّش خلاص یافتند و هلاك آن ظالم واسطه زندگی جمعی شد که از آن بی ادبی بی خبر.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در غدیوت بر کنار جوی بودند درویشی را گفتند که پارهٔ چوب بید بیار تا کفچهٔ تراشیم. درخت بیدی بود آن درویش از آن پارهٔ چوب برید و به حضرت خواجه آورد عوانی بود در غدیوت، بیامد و آن درویش را که چوب بید آورده بود، می زد خواجه فرمودند: اورا گناه نیست، این گناه را من کرده ام مرا بزن. آن عوان همچنان آن درویش را می زد و خواجه می گفتند: مرا بزن در آن میان به پای چپ لگدی به طرف خواجه انداخت و در آن غضب سوار شد در کنار آن جوی مرغزاری بود به جهت مرغی اسب را دوانید از اسب افتاد و همان پای که به طرف خواجه بی ادبی کرده بود، در رکاب ماند و آن اسب در آن مرغزار می دوید چندانکه پای آن عوان بی ادب خرد بشکست و در آن ادب آن ظالم بی ادب هلاك شد و از آن واقعه بسیار کس به سعادت محبّت خواجه رسیدند.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه بر دروازهٔ کلاباد در حجرهٔ درویشی بودند. ساعتی گذشت آواز سمّ مرکبی آمد از طرف فتحآباد می آمد و بر در آن حجره ایستاد. خواجه از درون حجره فرمودند: نیکبی شاه در آی که نسبتی که تو می طلبی اینجاست. و مقصود اینجا حاصل می شود چون نیکبیشاه در آمد، خواجه

فرمودند: استر ترا از پشتهٔ فراجون ما باز گردانیدیم، دانستیم که تو به طلب حقیقی به طرف ترمذ می رفتی گفتیم: بی همتی باشد که طالب ازینجا به ترمذ رود نیکبی شاه گفت: چنین بود که می فرماید چون به پشته فراجون رسیدم، استر ایستاد و هر چند سعی کردم، قدمی آن طرف ننهاد. گفتم: مصلحت آن است که عنان اورا گذارم تا هر کدام طرف که خواهد رود. چون گذاشتم، فی الحال این طرف روان شد و به طرف منزل هم نرفت و به تعجیل تمام راست تا به در این حجره آمد و ایستاد هر که در آن حجره بود از آن اشراف ایشان متحیّر شد. بعده آن کس از مقبولان شد.

نقل کرد درویشی که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه با شیخ امیر حسین شفقتی می کردند و عتابی می فرمودند و می گفتند: ترا گفته بودیم که فلان زمین را هموار می باید کرد تا آب خورد و تو تقصیر کردی و اتفاقا در آن مجلس خدمت مولانا حسام الدین خواجه یوسف و جماعتی از علما که معتقد و محبّ حضرت خواجهٔ ما بودند، حاضر بودند و بعضی از مردم قصر عارفان نیز بودند. درین زمان حسن نامی از قصر عارفان در خواست کرد از خواجه که امیر حسین را بخشید. خواجه اورا فرمودند: خاموش باش که من با امیر حسین شفقت می کنم و تو نمی دانی. این معنی مکرر شد و آن حسن هر لحظه در خواست می کرد آخر الامر حضرت خواجه به هیبت متوجّه شدند و فرمودند: امیر حسین را با تو گذاشتم، هر چه شود تو دانی در حال در شیخ امیر حسین تغیّری پیدا شد وسر خودرا مقداری می بر داشت وبر زمین می زد چون جواز گرنج کوبی فرصتی گذشت حال چنان بود که خوفی و هیبتی در اهل مجلس پیدا شد و هیچ کس را از حاضران طاقت آن نبود که از خواجه التماس نماید. به جهت شیخ امیر حسین. خدمت خلافت پناهی خواجه علاء الحق و الدین به طرف مولانا حسام الدین خواجه یوسف اشارت فرمودند، ایشان با جمیع علما که بودند بر خاستند و در خواست کردند. خواجه متوجّه به خواجه یوسف و آن اکابر شدند و فرمودند: به جهت خاطر شما امیر حسین را بخشیدم و در لحظهٔ آن تغیر او نماند و از آن حال به حالت اصلی خود باز گشت.

نقل کرد عزیزی که روزی به دریافت لقای حضرت خواجه ما قدس الله روحه شتافتم و نزدیك ایشان نشستم. فرمودند از من دور نشین که این زمان نزدیکی نیست و به این مقدار که با ما نزدیك شدی به تو بلایی خواهید رسید. آن عزیز گفت: چون از آن منزل از حضرت ایشان بیرون آمدم، ظالمان مرا گرفتند و مبلغ هزار دینار از من طلب داشتند و تشویش بسیار کردند، چندین سعی بایست نمود تا به دشواری تمام از ایشان خلاص یافتم و به یاد من آمد این معنی که بسیار شنیده بودم از درویشان که از حضرت خواجه نقل می کردند که می فرمودند: از عنایات الهی در حق من این بود که به مجال دریافت صحبت این طایفه موفق می شدم و از مجال که می بایست از ایشان دور بودن، هم دور می بودم و از این طایفه بهره کسی می تواند گرفت که شناسندهٔ احوال و اقوال ایشان باشد، بهرهٔ صحبت شریف ایشان گاهی عطاست و گاهی بلا.

نقل کرد درویشی که یکباری حضرت خواجه ما قدّس الله روحه در قصر عارفان مرا فرمودند که در خانه شست من گندم است، می باید به شهر بخارا بردن. از آن گندم دو من گرفتم و در موضعی گذاشتم، بعد از ساعتی حضرت خواجه آمدند و شیخ امیر حسین را فرمودند این گندم را در جوال کن شیخ امیر حسین به آن مشغول شد و از حضرت خواجه پرسید که این گندم چند من است؟ گفتم: شست من. خواجه فرمودند: شست من نیست. این گفتند و به طرف منزل رفتند و شیخ امیر حسین نیز به کاری مشغول شد من متحیّر شدم تأمل کردم و با خود گفتم چون دانستند که این گندم شست من نیست، این را نیز خواهند دانست که من گرفته ام. آن دو من گندم را آوردم و در جوال ریختم بعد از زمانی حضرت خواجه آمدند و شیخ امیر حسین را فرمودند که این گندم را بر درازگوش بار ساز و به طرف شهر بخارا روان شو. درین حال بر لفظ شیخ امیر حسین گذشت که این گندم چند من است؟ خواجه فرمودند: شست من. شیخ امیر حسین تعجّب کرد و متوجّه به حضرت خواجه شد و گفت: آن ساعت فرمودید شست من نیست و این زمان می فرمایید که شست من است. خواجه فرمودند، آن ساعت

شست من نبود و این ساعت شست من هست.

نقل کردند: خواجه علاء الحق و الدین عطّر الله تربته که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در بازار می رفتند یکی را دیدند که کوزهٔ شیرینی دارد و می فروشد حضرت خواجه آن کوزه را شکستند حاضران را از آن عمل انکاری در خاطرها گذشت. چون تفحّص کردند، در آن شیرینی موش مرده یافتند. از آن فراست تعجب کردند و انکار به اقرار مبدل گشت.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه بر کنار جویی گذر می کردند. کودکی سبویی بر کنار جو نهاده بود. خواجه آن کوزه را شکستند، کودك در گریه شد. خواجه یکی درویش را فرستادند از بازار بجهت این کودك سبویی بیار تفحّص کردند کوزهٔ کودك ناپاك بوده است.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در آن باغ بودند که این زمان مرقد مطهّر ایشان در آنجاست و من با درویش دیگری در حضرت ایشان بودیم و خواجه تکیه فرموده بودند. ساعتی گذشت، حالت با هیبتی در خواجه پیدا شد، آن درویش بیهوش افتاد. خواجه بر خاستند و گرد آن حوض می گشتند. بعد از زمانی درخت سیبی را در کنار گرفتند، لحظهٔ برین گذشت وجود مبارك ایشان بزرگ شد چندانکه همهٔ باغ از وجود ایشان پر شد و در هر چیزی که نظر می کردم همین وجود ایشان را می دیدم. بعده باز دیدم که وجود مبارك ایشان خورد می شد تا آن زمان که از وجود ایشان اثری نماند باز دیدم که از وجود ایشان اثری پیدا شد تا چندانکه به همان حالت اصلی رسیدند و همان درخت سیب را در کنار گرفته اند و ایستاده به غایت در حیرت شدم که این چه احوال است؟ آنگاه خواجه فرمودند که از حضرت عزیزان علیه عظائم الغفران همچنین احوال در نقل آمده است.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در قصر عارفان بودند و روز وقت نماز دیگر بود. مؤذّن بانگ نماز گفت. درین حال از غدیوت قاصدی آمد که

حال فلان درویش تو بیمارست و حضرت خواجه را با حال من التفاتی بود به سخن او مشغول بودند که مؤذّن به اقامت مشغول گشت. خواجه نماز دیگر ادا کردند و اوراد بخواندند و بر خاستند و هنوز بر جای نماز بودند که (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ۰ البقرة: ۱۵٦) گفتند. نماز خفتن شده بود که از غدیوت کسی آمد که حال تو فوت شد. از آن قاصد پرسیده شد که چه وقت فوت شد؟ گفت: وقت نماز دیگر بود.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجۂ ما قدّس اللّٰه روحه در قصر عارفان بودند. ابراهیم نام درویشی از غدیوت آمد به صحبت خواجه ازو پرسیدند که: پیاده آمدی یا بر درازگوش؟ آن درویش گفت: بعضی راه پیاده آمده ام و بعضی بر درازگوش. خواجه فرمودند اگر ترا محبت ماست چرا پیاده به نزدیك ما نیامدی؟ آن درویش در گریه شد. در حال حضرت خواجه به دیه باغ ارسلان روان شدند و چون به آن موضع رسیدند، اجتماع عظیم شد و درویشان و نیازمندان جمع شدند و صحبتی خوش بود و آن ابراهیم غدیوتی در عقب خواجه به باغ ارسلان آمد. بر همان صفت می گریست و زاری می کرد و درویشان باغ ارسلان را بر حال او ترحّم آمد و به حضرت خواجه آمدند و در خواست کردند که ازین درویش ابراهیم عفو فرمایید. خواجه اورا نزدیك خود طلب فرمودند و به او التفات نمودند بیهوش افتاد و اصلا و قطعا ازو نفس بر نمی آمد. آن خلق متحیّر شدند و اعتقاد ایشان چنان شد که او مرده است، آن مقدار زمانی که آشی پخته شود آن درویش ابراهیم بر همان صفت بود در حضرت خواجه. بعده خواجه دست مبارك خود را برو نهادند، از آن صفت بر آمد، امّا طاقت نشستن و ایستادن نداشت خواجه فرمودند که اورا به غدیوت می باید برد و در خانۂ که او باشد، کسی از درویشان پیش او نه در آید. چون اورا به غدیوت بردند، ضعیفۂ صالحۂ بود که از محارم آن دریش ابراهیم بود چون آن وقاعۂ اورا شنود، نزدیك او در آمد و ساعتی بنشست صفت او در آن ضعیفه عکس کرد، بیهوش افتاد و زمانی دراز بر آن صفت بماند و چون به خود آمد آن صفت تمام ازو زایل نشد و تا مدت یك سال اثر آن صفت در آن ضعیفه

باقی بود و حال و کار آن ضعیفه قوی شد و آثار بزرگ ازو مشاهده کرده می شد.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه در شهر بخارا بودند و سخن در مقام عشق می گفتند و حالتی شگرف در حاضران پیدا شده بود، آن صفت فی الحال در من عکس کرد و به همان صفت به قصر عارفان رفتم. اتفاقا مرا با یکی و اورا با من تعلّق خاطر شد و چون نزدیك همدیگر رسیدیم، در میان من و او دستی پیدا شد، نظر کردم دست و آستین حضرت خواجه بود. من زود چشم خود را پوشیدم و به تعجیل تمام به طرف منزل رفتم. شیخ شادی را دیدم. گفتند: در عقب تو مرا خواجه روان کردند و من همین ساعت رسیدم و خواجه چنین فرمودند که متعلقان ترا نیکو محافظت کنند و درین معنی مبالغت نمایند تا ما به نزدیك تو نخواهیم رسید، این صفت از تو زایل نخواهد شد. بعد از این به هفتهٔ چون به حضرت خواجه مرا ملاقات شد. فرمودند: تا دست ما را ندیدی، چشم خود را نه پوشیدی، آنگاه حضرت خواجه به اندك التفاتی آن صفت را از من زایل کردند. روزی این ضعیف که جمع کنندهٔ این آثار و انوار ولایت است، در بخارا بود در صحبت درویشان خواجه و ذکر شفقت شیخ به نسبت مرید می گذشت که تا چه غایت است. عزیزی از جمله درویشان خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه فرمود که در آن موضع که من بودم تا بخارا دوازده فرسنگ راه بود، روزی مرا اتفاق شد که به منزل یکی از دوستان زوم. چون رسیدم، آن دوست در خانهٔ خود نبود. اهل اورا گفتم: جامهای مرا می باید شستن و درین حال مرا با او میل خاطر شد و به هیچ نوع مرا طاقت آن نشد که خود را از آن میل بازدارم اورا گفتم که در خانه را بر بند همین که او قصد کرد که در خانه را بندد، درین حال آواز سم مرکب به گوش من رسید که به تعجیل می آمد و نام مرا می گفت که فلان درویش درین خانه هست؟ من قوی در خوف شدم و آن ضعیفه نتوانست که خاموش باشد. فی الحال جواب داد که درین خانه است به ضرورت به خوف تمام من از آن خانه بیرون آمدم. آن سوار گفت که خدمت خواجه ترا می طلبند، این زمان از بخارا رسیدند و این مرکب ایشان است چون رسیدند، فی الحال مرا گفتند:

اورا طلب و هیچ توقّف مکن و برین مرکب سوار شو. آن عزیز گفت: من از آن حال در تحیّر شدم که میان من و ایشان چندین مسافت است، اگر درین زمان لطف و شفقت ایشان مرا در نمی یافت، بر من آن چنان عمل می گذشت خوفی و هیبتی هر چه تمامتر در من پیدا شد. به حضرت خواجه رفتم و سلام گفتم. در نظر خلق اظهار نه کردند من زود به ترتیب طعام مشغول شدم. چون طعام حاضر شد، لقمهٔ از آن طعام نخوردند و هر لحظه به هیبت در من نظر می کردند. چون خلوت شد، مرا گفتند: اگر من نمی آمدم بر تو چه حال می گذشت؟ من قوی خجل شدم.

نقل کرد درویشی که من روزی در باغی بودم، در موضعی و اتفاقا چنان افتاد که مرا با یکی ملاقات شد و با او میل خاطری شد و خود را از آن معنی نتوانستم نگاه داشتن، قصد او کردم. چون نزدیك او رسیدم، حضرت خواجه را دیدم که ظاهر شدند عصایی در دست مبارك ایشان بود، خواستند که آن عصا را بر من زنند چون آن حال را مشاهده کردم، چشم خودرا پوشیدم و دست بر روی خود نهادم از آن موضع زود به طرف منزل رفتم. مدتی نمی توانستم که در چیزی نیك نگاه کنم و از آنجا که من بودم، تا به بخارا ده روزه راه بود.

نقل کرد درویشی که در قصر عارفان درویشان حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه پالیز کشته بودند و قوی محلّ آب دادن بود و اتفاقا وقت بی آبی بود، چنانکه در بخارا در اکثر اوقات در بهار می باشد. روزی حضرت خواجه نزدیك پالیز آمدند و فرمودند: این پالیز را وقت آب دادن است. من گفتم: آب نیست. خواجه فرمودند: حق تبارك و تعالی قادر است که آب دهد، تو دهانهٔ آب را راست ساز. پس من زود دهانهٔ پالیز را راست کردم و همهٔ شب منتظر می بودم. چون صبح شد، آب آمد، پالیز را آب دادم و در نزدیکی پالیز پاره سیر و پیاز بود آنرا هم آب دادم. چون تمام شد، آب ایستاد. تصوّر کردم که از طرف بالا آب افتاده است. تفحّص کردم، بندی که بر کنار جوی کرده بودم، دیدم که استوار است. چون بیشتر رفتم، در جوی هیچ آب نبود، هر چند مبالغه

کردم علامت آنکه درین فرصت نزدیك در جوی آب بوده باشد، نبود. متحیّر شدم. چون به حضرت خواجه رسیدم، فرمودند: پالیز را آب دادی؟ گفتم: بلی. گفتند: چون در جوی آب نماند، چه کردی؟ گفتم: به طرف بالای جوی رفتم و تفحّص بسیار کردم، در جوی آب نبود و اثر هم نبود. خواجه فرمودند: چون دانستی خاموش باش.

نقل کرد درویشی که جمعی از درویشان حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در قصر عارفان جوی فالیز می کشیدیم، در آن اثنا من چنین گفتم که شنیده ام یکی از درویشان خاندان خواجگان قدست ارواحهم بوده اند همین طریق مریدان ایشان فالیز را جوی می کشیده اند. چون طعام حاضر آورده اند، مریدان ایشان گفته اند: خوش بودی اگر چند خربزهٔ زامیجی بودی. آن عزیز در آن زمین فالیز در آمده است و خربزهٔ زامیجی بیرون آورده است و پیش آن درویشان گذاشته است. من با درویشان خواجه درین سخن بودم که حضرت خواجه رسیدند و گفتند: در چه سخن بودی؟ من خاموش شدم. از درویشان یکی گفت که قصّه این بود. خواجه تبسّم فرمودند و مارا بسخن مشغول کردند و دست مبارك را دراز کردند و از زمین فالیز یك خربزه زامیجی گرفتند و در آستین کردند و به طرف منزل روان شدند و حال آن بود که وقت طعام خوردن درویشان شده بود، ما نیز در عقب خواجه روان گشتیم. آن درویشان با من گفتند که مارا بوی خربزهٔ زامیجی می آید. راوی که محرم حَرَم خواجه بود گفت که چون حضرت خواجه به خانه در آمدند، آن قصّه را پوشیدند و گفتند: این خربزه را کسی از شهر بخارا آورده است و چون من در عقب حضرت خواجه به خانهٔ ایشان در آمدم، اهل بیت خواجه رحمهما الله گفتند: شما این زمان فالیز را جوی می کشید و اینك خربزهٔ زامیجی از شهر بخارا آورده اند من حقیقت حال را در خانهٔ ایشان تقریر کردم، حضرت خواجه باز آنرا به نوعی از خود نفی کردند. در خانهٔ خواجه چون از حقیقت حال معلوم کردند و امثال این ظهورات را در صحبت شریف بسیار مشاهده کرده بودند، گفتند پیش دوستان حق تعالی و تقدس این چنین چیزها سهل است.

نقل کرد درویشی که روزی خواجهٔ ما قدّس الله روحه بدیه باغ ارسلان می رفتند در راه دهقانی زمین فالیز را شد کار می کرد، آن شغل را گذاشت و چند قدمی پیش آمد و بر حضرت خواجه سلام گفت خواجه فرمودند در چه کاری؟ گفت زمین فالیز می رانم. خواجه پادشاه می باشد که خربزهٔ نیك شود خواجه فرمودند نیك شود برکات باشد. خواجه از آن دهقان در گذشتند و فرمودند وقتی دهقانی زمین را ارزن می کشته است سید آتا علیه الرحمة برو گذشته است و ازو پرسیده که چه می کاری؟ آن دهقان گفته است: ارزن، و لیکن این زمین ارزن نیکو نمی دهد. سید آتا گفته است: آن زمین را که ارزن بده. می گویند: چند سال در آن زمین ارزن شده است بی آنکه ارزن کشته شدی. ناقل گفت: بعد از آن فرصتی آن دهقان غدیوتی را دیدم، سوگند یاد کرد که آن سال در آن زمین خربزه نیك شد. آن زمین را تیرماه جو کشتم و بعد از جو ارزن کشتم، چند سال در آن زمین در وقت جو شدن جو می شد و در وقت ارزن شدن ارزن می شد، به واسطهٔ نفس مبارك خواجه که گفته بودند برکات باشد و آن قصّه در آن نواحی مشهور شد و سبب عقیدهٔ جماعتی گشت.

نقل کرد درویشی که روزی نیك روز که از درویشان خواجهٔ ما قدّس الله روحه بود از سوخاری به حضرت ایشان آمد قوی خسته خاطر. خواجه ازو پرسیدند که سبب تغیّر تو چیست؟ گفت: حسین نامی در سوخاری مرا ناسزای بسیار گفت، از آن مشوّش نشدم و لیکن چون به حضرت شما بی ادبی کرد، از آن خسته خاطر شدم. خواجه فرمودند: تو مشوّش مباش، زود باشد که فضیحت دنیا و آخرت شود. درویش نیك روز گفت: آن ساعت که حضرت خواجه این سخن گفتند، روز نماز دیگر بود از خدمت ایشان به طرف سوخاری رفتم، نماز شام شده بود آن حسین را دیدم که در دست طعام داشت که نزدیك خادم خود به سر زراعت می برد. چون خادم به طعام خوردن مشغول شد، او به کار خادم مشغول شد در آن حال گرگی بیامد و بر روی او جست و بینی و لب اورا بر کند و صورت او بغایت کراشیده شد و در میان خلق رسوا شد و آن قصّهٔ او

مشهور شد و حسین گرگ گرفته اورا لقب شد.

نقل کرد درویشی از مولانا نجم الدین دادرك كوفيني روّح الله روحه که گفت روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در نواحی بخارا می رفتند دشتی بود در آنجا هفت آهو را دیدیم که به طرفی می رفتند. حضرت خواجه مرا گفتند که بندگان حق تعالی را این چنین بوده است که امثال این جانوران نزدیك ایشان می آمده اند. تو نیز طلب کن. من گفتم: در حضور شما مرا چه حدّ اینست؟ خواجه فرمودند: طلب تو حاجت نیست، باین مقدار توجّه ایشان خواهند آمد. چند قدم رفتیم، آن هفت آهو آمدند و نزدیك ما ایستادند. خواجه مرا گفتند: هر کدام را که خواهی بگیر و من هر چگاه قصد می کردم که یکی ازیشان را بگیرم، دیگری می آمد که مرا بگیر. چند کرّت این چنین واقع شد، من متحیّر شدم. حضرت خواجه دست مبارك خود بر پشت آن هفت آهو رسانیدند و گفتند: ما یافتیم، حاجت نیست، چون از آن هفت آهو گذشتیم و مبلغی راه رفتیم، هنوز ایستاده بودند و در ما نظر می کردند.

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در شهر بخارا در منزل مولانا حسام الدین خواجه یوسف بودند و جمعی از علما و درویشان حاضر بودند و شیخ شادی نیز در آن جمع بود مردی بیامد گفت: بر شیخ شادی دعوی دارم. خواجه فرمودند: نیك باشد، علما حاضرند دعوی بگوی. آن مرد گفت: اورا پیش حاکم ولایت می برم. خواجه فرمودند: ما قضیّه ترا بهتر از حاکم برسیم و تفحّص کنیم. آن مدعی نفس خواجه را قبول نکرد. خواجه فرمودند: شادی با او برو، همین ساعت معلوم خواهد شد که ترا چون می برد به نزدیك حاکم. بعضی از درویشان با شیخ شادی موافقت کردند و با آن مدّعی فرزندان او بودند، پیش از آنکه به حاکم رسند، راه گذر ایشان بر حمّام در آهنین بود. حاضران گفتند: ناگاه آن مدعی در بالا بش آن حمّام سر نگون افتاد و در حلق و بینی او از آن آب در آمد. فرزندان را گفت: مرا بگیرید. زود فرزندان اورا از آن آب بیرون آوردند، چشم باز کرد و گفت: هیچ کس را با شیخ شادی کاری نیست،

این زخم مرا از تیغ مشایخ رسید. این دو سه کلمه گفت و در ساعتی فوت شد. فرزندان به کار او مشغول گشتند و درویشان به حضرت خواجه آمدند و آن قصّه را تقریر کردند. آن جمع علما حاضر بودند، خواجه توجّه به شیخ شادی کردند متبسّم و فرمودند: چه کارهاست در عالم؟ خواجه یوسف و حاضران از آن نفس حضرت خواجه که فرمودند، همین ساعت معلوم خواهد شد که ترا چون می برد تعجّب بسیار کردند و سبب مزید یقین ایشان شد، به حضرت خواجه.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین نوّر اللّه مرقده که چون طریقهٔ حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه استقامت و پی روی سنّت بود اکثر صحبت ایشان با علما بود و در وقت ایشان مقدم علما مولانا حسام الدین اصیلی و مولانا حمید الدین شاشی بودند رحمة اللّه علیهما و حضرت ایشان را با خواجه صحبت بسیار می برند. روزی حضرت خواجه به این فقیر اشارت کردند که پارهٔ بادام بگیر که به دریافت صحبت مولانا حمید الدین شاشی می رویم و اتفاقا مولانا به اصحابی که در خدمت ایشان بودند، در شرع آباد بودند. چون خواجه را با مولانا ملاقات شد خواجه فرمودند که ما در جست و جوی شما و شما در گفت و گوی ما، حال دانشمندان که در صحبت مولانا بودند دیگر شد. مولانا تواضع بسیار کردند حال آن بوده است که پیش از ملاقات خواجه مولانا باصحاب بذکر خواجه مشغول بوده اند. چون مولانا و اصحاب بادام خوردند، خواجه پوست بادام را جمع کردند و در موضعی پاکیزه دفن کردند. بعضی از اصحاب مولانا آن را انکار کردند، مولانا ایشان را منع کردند و فرمودند: انکار منمایید و صبر کنید خواجه فرمودند: مغز در حمایت پوست است اگر در پوست خللی می باشد در مغز سرایت می کند. اگر در شریعت خللی واقع می شود در طریقت سرایت می کند. مولانا حمید الدین تحسین بسیار کردند و شکر گفتند و جمع منکرانرا گفتند: صبر نکردید ایشان اثبات شما می کرده اند، با دوستان حق تعالی استاخی نمی باید کرد. خواجه فرمودند: سخن خواجگان است که ما خوشه چین علماییم، پس ما اثبات می کنیم که روزی بزرگی از

ما سؤال کرد که مدتی است که مارا با شما ملاقات می شود و ما در یابنده طریقه شما نیستیم دز جواب آن بزرگ گفتیم که طریقهٔ ما متابعت سنّت است، به نسبت حضرت رسول صلی اللّه علیه و علی اله و اصحابه و سلم تصدیق ثابت کرده ایم و به نسبت عمل متابعت علما می نماییم هر چه ایشان نقل می کنند، از حضرت رسول صلی اللّه علیه و علی آله و اصحابه و سلم ما به نسبت عمل پی روی آن می کنیم، از ابتدا تا این زمان وظیفه ما این است.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طابت تربته که اول ظهوری که خدمت مولانا حمید الدین رحمة اللّه علیه از خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه مشاهده کردند و سبب محبّت ایشان شد آن بود که چون طریقهٔ پسندیدهٔ ایشان بر همه لایح شده بود، بسیاری از دانشمندان را به صحبت ایشان میل شد، خاصه خدمت مولانا حسام الدین خواجه یوسف را که به خواجه پیوستند و محبّ ایشان شد و به واسطهٔ مطالعهٔ احوالی که ایشان از خواجه کردند، ترك مدرسه و ترك تدریس در مدرسه کردند و اموال اوقاف را که در مدّت ملازمت مدرسه گرفته بودند حساب کردند مقدار دوازده هزار دینار شد، در صدد آن شدند که آنها را بدهند و بسیاری از دانشمندان موافقت ایشان نمودند و ملازمت صحبت شریف خواجه می کردند و بعضی اکابر و علماء بخارا این معنی را انکار می کردند و می گفتند: نزدیك آمده است که مدارس مهجور گردد و رونق و ابهت علم نماند و بعضی می گفتند: خدمت مولانا حسام الدین خواجه یوسف، دانشمند صاحب کمالند، هر آینه متابعت ایشان بی سرّی نباشد. آخر روزی در حضرت خواجه بودم که مولانا خرد ظهیری که از کبار تلامذهٔ مولانا حمید الدین بود، به خدمت خواجه آمد و گفت که مولانا فرمودند که بامداد می خواهیم که صحبت درویشانه داریم. خواجه قبول کردند و گفتند: درین طلب سرّی هست، بامداد پگاه بخدمت مولانا متوجّه شدند. چون ملاقات شد، مولانا از سبب تشریف حضور سؤال کردند، خواجه قصّهٔ طلب را باز نمودند. مولانا فرمودند: امثال این سخنان وظیفهٔ من نیست، من نفرموده ام طریقه شما همه را

معلوم شده است که بر نهج استقامت است. کسی را بر شما اعتراضی نیست. خواجه فرمودند: ما طالب حقیم مهم و مقصود ما آن است که سلوك ما بر جادهٔ مصطفویه و متابعت سنّت باشد و حق از باطل متمیّز گردد و خدمت شما مقتدای عصرید حکم کتاب از شما می باید گرفت و اخبار رسول صلی اللّه علیه و علی اله و اصحابه و سلم و آثار صحابه رضوان اللّه علیهم اجمعین از شما معلوم می باید کرد، البته ما طریقهٔ خود را بر شما عرض می کنیم، اگر موافق سنّت باشد، مواظبت نمایم و اگر مخالف باشد، از آن رجوع کنیم. چون مولانا کمال جدّ حضرت خواجه را در باب تمییز حق از باطل معلوم کردند، به استدعاء حضرت خواجه مولانا عقد مجلس کردند و از علما و فقراء بخارا جمع کثیر حاضر شدند و مولانا خرد و جمعی از طلبه علم جرأت می نمودند که این چه طریقهٔ درویشی باشد که بعضی مدارس بی رونق شده است و ابهت و عظمت علم نمانده است و اگر چند وقت برین بگذرد، طلبهٔ علم از افاده و استفاده خواهند باز ماند و درین مجموع که آن جمع گفتند، حضرت خواجه خاموش بودند و چون به نسبت روش خواجه و درویشان ایشان آن جمع هیچ محلّ اعتراض نیافتند، سخنان بیرون از جادّه بسیار گفتند، مولانا در غضب شدند و مولانا خرد را و متابعان اورا منع بلیغ کردند و فرمودند: این سخنان شما از طریق صواب بیرون است. بعده خواجه توجّه به مولانا کردند و فرمودند: حق تعالی و تقدّس به عنایت بی علّت درد دین را در باطن ما پیدا کرده است، در محلّی که مارا چیزی مشکل می شود به موجب (**فَسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ ۔ النحل: ٤٣**) حق تعالی گفته است: چیزی را که ندانید از اهل دانش پرسید. ما نیز عمل می کنیم و رجوع به علما می نمایم و ازیشان سؤال می کنیم و به عمل می آریم، ازین جهت ملازمت صحبت ایشان می نمایم. این طریقه صواب هست یا نی؟ ما را اعلام نمایید. مولانا فرمودند. این طریقه به غایت مستحسن است و بر جادّهٔ سنّت است و بر همهٔ اهل اسلام لازم است که مواظبت برین طریقه نمایند. آنگاه خواجه فرمودند: چون خدمت خواجه یوسف این داعیه را در ما شناخته اند، گاهی کرم می فرمایند و تشریف

حضور ارزانی می دارند و حلّ مشکلات دینیّه فقیران می کنند این روش چگونه است؟ مولانا فرمودند قوی روش پسندیده است. آن جمع تمام خاموش شدند و محلّ مؤاخذه نمی یافتند و اتفاقا خواجه نمدی پوشیده بودند، آن جمع گفتند: این لباس منهی است. رسول صلی اللّه علیه و علی آله و سلم امت را از پوشیدن جامۀ که سبب نهی رسول اللّه صلی اللّه علیه و علی اله و اصحابه و سلم عن لبس الشهرتین، باز داشت رسول صلی اللّه علیه و علی آله و اصحابه و سلم امّت را از پوشیدن جامۀ که سبب دو شهرت گردد و این نمد سبب شهرت است. خدمت خواجه یوسف در آن مجلس حاضر بودند، فرمودند که این نمد از آن نیست، لباسی سبب شهرت است که در اعلا مرتبۀ تکلف باشد که خلق به آن مشغول گردند و این نمد متوسّط الحال است، کسی به این مشغول نیست. حضرت خواجه فرمودند: چون این نمد سبب بحث شد، اولی آنست که نپوشیم. فقیری در آن جمع حاضر بود، آن نمد را به او ایثار کردند. بعده منکران گفتند که طریقۀ بحث این درویشان را ما نمی دانیم هم از جنس ایشان یکی را حکم سازیم. هر سخنی که در حقّ این درویشان او گوید، سخن همان باشد و چنانکه در عصر هر صاحب دولتی اصحاب اقوال و ارباب، احوال را ازو می آورده اند و انکار آنچه بیخواست از آن صاحب دولت به ظهور می آمده است، می کرده اند، در وقت خواجۀ ما نیز ازین طایفه بسیار بودند:

یرید الجاحدون لیطفؤه ٭ و یأبی اللّه الاّ ان یتمه

نظم: (مستفاد از نهم / ۳۲)

ما می خواهیم و دیگران می خواهند ٭ تا بخت کرا بود کرا دارد دوست

لطفی نماند کان صنم خوش لقا نکرد ٭ ما را چه جرم گر کرمش با شما نکرد

و از آن جماعت در آن مجلس بسیار بودند، اتفاق بر آن کردند که درویشی است از فرزندان خواجه اولیاء بزرگ قدّس اللّه روحه اورا طلب می باید داشت و درین قضیّه حکم گردانید تا هر چه او گوید در حق خواجه و درویشان ایشان سخن آن باشد و به جهت این معنی آن درویش را حکم می ساختند که دانسته بودند از منکران عالی خواجه

بود و اتفاقا جمعی را که با آن درویش یك صفته یعنی یکجهت بوْدند، در انکار خواجه به طلب او فرستادند. خواجه در جمیع این احوال خاموش بودند. چون آن درویش بیامد، بقیهٔ اهل انکار بیکبار مسافتی راه اورا استقبال نمودند و تعظیم و احترام بسیار کردند. بعده چون آن درویش به مجلس مولانا رسید و اصحاب تفرقه جمع بنشستند از طریقهٔ حضرت خواجهٔ ما از آن درویش سؤال کردند. آن درویش گفت: آنچه حق باشد خواهم گفت. پس توجّه به خدمت مولانا و اهل مجلس کرد و گفت: خواجه قطب الدین والد این فقیررا می دانید؟ همه به یك کلمه گفتند: ایشان مقتدای اهل طریقت بودند خصوصا اهل انکار که وصف خواجه قطب الدین بسیار کردند آنگاه گفت: روزی در خدمت والد خود بودم که خدمت خواجه بهاء الحق و الدین در لباس نوّابان سلاطین آمدند و از مرکب پیاده شدند و با والد این ضعیف ملاقات کردند. بعد از لحظهٔ والد اشارت به من کردند در خانه در فلان موضع سر نباتی است چندین گاه است که آنرا نگاه داشته ایم بیار من به تعجیل رفتم و آنرا به حضرت والد آوردم. دو قسم کردند یك قسم به ایشان دادند و دیگری به من و فرمودند. تو فرزند منی و ایشان نیز فرزند منند و میان ما عقد برادری بستند و فرمودند یکدیگررا کنار گیرید. آنگاه والد مرا گفتند: واقف باش که از ایشان اسرار و احوال بزرگ خواهد به ظهور آمد پس آن درویش چنین گفت که این زمان دم ظهور آن احوال است که والد ما را فرموده بودند اهل انکار بیکبار خجل و شرمسار شدند، از آن ظهور حقانیّت طریقهٔ حضرت خواجه و سلطان ولایت ایشان به عنایت حق تعالی و تقدّس بر همه غلبه کرد (**فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۰ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوا صَاغِرِينَ ۰ ۱۱۸-۱۱۹**) آنچه حق بود، ظاهر شد و آنچه منکران می اندیشیدند، باطل شد، مغلوب و محجوب از آن مجلس باز گشتند. حضرت خواجه خدمت مولانا را عذر بسیار خواستند و فرمودند: تصدیع خدمت کردیم و جرمانهٔ آن پیش مولانا بردند. مولانا از خواجه در خواست کردند که این طعام می باید که در قدم مبارك پخته شود، در حال خواجه با درویشان به ضبط آن اقدام نمودند و مولانا با اصحاب خاصّه جمع

نشسته بودند، خواجه لحظهٔ به صحبت مولانای آمدند و ساعتی نزدیك درویشان می رفتند که به کار پختن طعام مشغول بودند. اتفاقا یك کرّتی خواجه به صحبت مولانا آمدند و در پهلوی مولانا خرد نشستند، حال او دیگر شد. خواجه زود به طرف درویشان رفتند. مولانا خرد از خود رفت و بیهوش گشت و مولانا و اصحاب به آن مشغول شدند و خاطر مولانا قوی نگران شد این فقیر را طلب کردند و فرمودند: نزدیك است که مولانا خرد هلاك گردد، می باید به حضرت خواجه باز نمودن من قصّه را بر حضرت خواجه عرض کردم فرمودند: محلّ نگرانی خاطر نیست، اما رعایت خاطر مولانا می باید کردن.

خواجه دست مبارك بر کتف مولانا خرد نهادند آن صفت او کمتر شد. به حال خود باز آمد، بسیار گریست و عذر بسیار خواست از آن کرده و گفته و از صمیم قلب محبّ و معتقد حضرت خواجه شد و آن چندان انکار و عناد او در لحظهٔ باقرار و وداد متبدّل شد از مطالعهٔ آن احوال حضرت مولانا را به حضرت خواجه محبّت بسیار شد و از نسبت محبت خود مولانا در حضور خواجه چنین می گفتند که چنانکه سپیدی چشم را به سیاهی چشم در روشنایی احتیاج است، مرا به شما احتیاج است اوّل کرّتی را که این بندهٔ ضعیف که جمع کننده این کتاب عدة السالکین است، به حضرت خواجه رسیده بود در قصر عارفان، درین اثنا سخنی فرمودند که در آن وقت ظهور شیخ نجم الدین کبرا قدّس الله روحه در خوارزم سخنان به سمع مولانا فخر الدین رازی علیه الرحمة از شیخ رسیده است مولانا شیخ را طلب کرده اند و از شیخ پرسیده که بم عرفت الله به چه شناختی خدای را جلّ جلاله شیخ فرموده اند: عرفت الله تعالی بواردات غیبیّة تعجز عن ادراکها العقول المشککة، گفت، شناختم خدای را جلّ جلاله به آن وارداتی که از غیب به من می رسد که عاجز است از دریافت آن واردات، عقلها که در شك اندازنده است مولانا متحیر شده اند. بعده خواجه فرمودند به این ضعیف که وقتی علمای بخارا نیز به ما مشغول شدند و این قصّه را فرمودند.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین نوّر الله روضته که در اوایل ظهور خواجهٔ ما

قدّس الله روحه پیش از قصّهٔ اجتماع علما و فقراء بخارا واعظی بود در شهر بخارا از فرزندان بکر فضل بخاری علیه الرحمة اورا نیز ازین پیوستن خواجه یوسف علیه الرحمة به حضرت خواجه بغایت دشوار آمده بود، بسیار می گفت که آن درویش سرو پا برهنه را علم و دانش نیست، متابعت کردن او چه معنی دارد؟ می باید اورا منع کردن تا به اهل علم دیگر صحبت ندارد. روزی اتفاق کرد و به جمعی از یاران خود به طرف قصر عارفان متوجّه شد و اتفاقا در همان روز خواجه یوسف نیز با جمعی از طلبه به حضرت خواجه به قصر عارفان آمدند، در باغ خانقاه اجتماع عظیم شد. چون از طعام فارغ شدند، اصحاب آن واعظ را صبر نمانده بود تا زودتر به خواجه و درویشان ایشان مشغول گردند. درین حال شیخ امیر حسین از در باغ در آمد و سلام گفت. خواجه فرمودند: امیر حسین به این طرف بیا. آنگاه گفتند: چند مخالفت امر ما می کنی؟ هر چند ترا یقین زیاده می شود، خلاف بیشتر می نمایی. شیخ امیر حسین گفتند. مرا چه محلّ خلاف باشد؟ خواجه فرمودند: ترا گفته بودم که سینهٔ فلان زمین بلند است آنرا می باید هموار کردن تا آب خورد و ترب کشته شود و بی کشت نماند. شیخ امیر حسین گفت: چنانْ کرده ام. خواجه جمعی از کبار اصحاب را فرستادند تا از حال آن زمین تفحّص نمایند. چون درویشان رفتند، آن چنان که خواجه فرموده بودند در سینهٔ آن زمین ترب کشته نشده بود، به واسطهٔ آنکه بلند بود، آب نرسیده بود. حضرت خواجه شیخ امیر حسین را گفتند: سخن مرا این چنین می شنوی؟ بهیبت در شیخ امیر حسین نظر کردند، در حال حالش دیگر شد افتاد و از گردن او آوازی آمد و روی او به طرف قفا و قفاء او به طرف سینه گشت. احوال حاضران از مشاهدهٔ آن حال متغیّر شد و فرصتی دراز بر آن گذشت. هیچ کس را از حاضران مجال آن نبود که از حضرت خواجه در خواست کند. آخر الامر خواجه یوسف و آن واعظ و جمع طلبه بر خاستند و شفاعت بسیار کردند. خواجه در خواست ایشانرا قبول کردند و فرمودند: تا دست شیخ امیر حسین را مالیدند روی و قفای او به حالت اصلی باز آمد و آن انکار حاضران به اقرار مبدّل شد.

نقل کرد درویشی که شامی بود و حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در شهر بخارا در منزل دوستی بودند، شیخ امیر حسین از قصر عارفان بیامد خواجه در روی او نظر کردند و فرمودند: امیر حسین بر تو چه رفته است؟ او خاموش شد. خواجه ازو پرسیدند؟ چند سال است که تو در صحبت ما می باشی؟ گفت هفده سال. خواجه فرمودند: درین فرصت هرگز از ما سخنی شنودهٔ که آن غیر واقع بوده باشد؟ شیخ امیر حسین گفت: نی. خواجه فرمودند: پس چرا آنچه گذشته است نمی گویی؟ او هیچ نگفت. خواجه فرمودند: چون تو نمی گویی، من گویم. پس بهیبت گفتند که بر ضعیفهٔ من یا دختر من نگران خاطر شدهٔ چون خواجه این سخن گفتند، از گردن شیخ امیر حسین آواز آمد و روی او به طرف پشت او شد و قفاء او به طرف سینهٔ او گشت و رنگ او به سیاهی می زد. زمانی بسیار بر آن حال بود و شب بیگاه شد و من هرگز پیش ازین این حال را مشاهده نکرده بودم از خود رفتم. در آن خانه عزیزی بود او بر خاست و التماس کرد. خواجه فرمودند: ای عزیز خاموش باش. طریقهٔ درویشان را تو نمی دانی. در صحبت ایشان نبودهٔ نزدیك آمده است که راستی را گوید. آنگاه شیخ امیر حسین گفت: صورت حال این بود که حضرت خواجه پارهٔ گوشت و صابون و روغن چراغ به من دادند که به قصر عارفان به منزل ما رسان، به این طریق که در خانه را گشای و این چیزهارا در تنشو گذار. چون به منزل ایشان رسیدم و به همان طریق آن چیزها را در تنشو گذاشتم نظر من بر خواهر خاتون خواجه افتاد. خاطر من میل کرد. حضرت خواجه فرمودند: چون می دانی که دیدهٔ ما از بصیرتی است که حق تعالی و تقدّس مارا کرامت کرده است در حکم حدیث نبوی که (**اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله**)، چرا مارا تشویش می دهی و زود راستی را نمی گویی؟ گفت بد کردم و توبه کردم. عفو فرمایید. خواجه دست مبارك خود را بر گردن شیخ امیر حسین نهادند، از گردن او آواز آمد و روی او و قفای او به حالت اصلی خود باز گشت و الحق مشاهدهٔ این احوال سبب رسوخ محبت من شد به حضرت خواجه.

نقل کردند: از شیخ شادی که یکباری پارهٔ کرباس به بازار شهر بخارا بردم و فروختم و آن عدلی را حضرت خواجهٔ ما قدس اللّه روحه خرج کردند و مرا فرمودند: چون به خانه رسی، بگو که بهای کرباس را خواجه خرج کردند. چون من از بازار شهر بخارا به غدیوت آمدم و اهل خانه از من پرسیدند عدلی کرباس را چه کردی؟ گفتم: بر میان بسته بودم، گشاده شد و افتاد. آن جماعت خاموش شدند صفت قبض عظیمی در من پیدا شد و آرام و قرار از من رفت. بعد از زمانی حضرت خواجه از شهر بخارا آمدند و به آن جماعت خانه گفتند که شادی آمد و با تو گفت که عدلی را بر میان بسته بودم گشاده شد و افتاد. این سخن خلاف واقع است من اورا گفته بودم که صورت حال را گوی. اکنون این قبض اورا از جهت آن است که بیان واقع نکرده است و بعده لطف نمودند و اورا از صفت قبض بیرون آوردند و آن شفقت و تربیت را به جای آوردند. حاضران را از آن اشراف و شفقت ایشان حال دیگر شد.

نقل کردند که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه در غدیوت در منزل شیخ شادی بودند و با فقیران لطف می کردند. شیخ شادی می خواست که در آن خانه در آید اول پای چپ را در خانه نهاد خواجه فرمودند شادی از سر غفلت در آمدی بر تو چه گذشته است که غافل شدهٔ در خانهٔ که ما باشیم چرا بغفلت می در آیی چرا واقف نمی باشی؟ پس از آن خواجه انگشت مسبّحهٔ خود را بر زمین نهادند. شیخ شادی سرنگون در تنشو افتاد و احوال او دیگر شد و از خود رفت خوفی از مشاهده آن صفت بر حاضران مستولی شد در گریه شدند. درین ساعت درویشی از باغ ارسلان آمد و آن حال را دید روی بر زمین نهاد و تضرع بسیار کرد. خواجه از شیخ شادی عفو فرمودند و گفتند مرشد آن است که ذرّهٔ و قطمیری را در محلّ شفقت فرو نگذارد. اگر غفلت ترا بتو ننمایم پس من چه شفقت کرده باشم؟.

نقل کردند که یکباری درویشان در غدیوت در منزل شیخ شادی تتماج می پختند و اتفاقا بعضی از درویشان تتماج را به غفلت در دیگ می انداختند و مزاح می

کردند. چون تتماج انداختن تمام کردند خدمت خواجهٔ ما قدس اللّه روحه از قصر عارفان رسیدند. قوی بهیبت شیخ شادی را گفتند که سر دیگ را استوار پوش پس روی به آن درویشان کردند و فرمودند که این چه عمری است که شما می گذرانید؟ مرا چندین کار بود دیدم که شما تتماج را بغفلت می اندازید بتعجیل آمدم، آن جماعت که غافل بوده اند احوال ایشان دیگر شد و بیخود شدند. شیخ شادی در خواست کرد. حضرت خواجه ایشان عفو فرمودند و شیخ شادی را گفتند سر دیگ را گشای. شیخ شادی نظر کرد آن تتماج، انگور با شده بود و حال آن بود که فصل بهار بود، چنانکه معهود می بود در تتماج و روغن انداخته بودند و آن واقعه سبب ارشاد بسیاری از خلق شد.

نقل کردند که روزی از درویشان حضرت خواجهٔ ما قدس اللّه روحه در غدیوت در منزل شیخ شادی شیر گرنج می پختند چون آن طعام را در کاسها کشیدند و قسمت کردند هیچ کس نتوانست که از آن طعام لقمهٔ خورد. همه متحیّر شدند و گفتند: حلق ما گرفته شده است، امکان خوردن نیست، هر آینه درین سرّی خواهد بود. مصلحت آن است که این آشها در دیگ باشد و ما منتظر باشیم تا چه به ظهور آید؟ لحظه برین گذشت. حضرت خواجه رسیدند و فرمودند: من از قصر عارفان روان شدم شما دیگ بر آتش دان نهادید و چون چهار دانگ راه آمدم، آش را از دیگ کشیدید پس از آن حلقهای شمارا گرفتم تا نتوانید آش خوردن آن درویشان به ذوق تمام آش را به خدمت خواجه حاضر آوردند و آن روز در آن صحبت احوالی عجب گذشت.

نقل کرد درویشی که بار اوّل که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه به زیارت بیت اللّه می رفتند، در خراسان بودند. مکتوبی از آنجا فرستادند و شیخ امیر حسین را از بخارا طلب داشتند و اتفاقا من با شیخ امیر حسین به خراسان رفتم. چون به مرو رسیدیم خبر گفتند که خدمت خواجهٔ به جانب سرخس رفتند. چون به آن طرف متوجّه شدیم و نزدیك رسیدیم، حضرت خواجه مارا استقبال کردند ما در تعجّب شدیم که حضرت خواجه را چگونه معلوم شده است از آمدن ما؟ خواجه فرمودند: دوش دو کرّت با من

گفتند که درویش امیر حسین می رسد اورا استقبال کن.

نقل کردند خواجه علاء الحق و الدین طابت تربته که روزی خدمت خواجه یوسف علیه الرحمة از حضرت خواجه ما قدّس الله روحه التماس نمودند که می باید که قدم شریف به باغ این فقیر که در مزار سفیدمون است رسد. خواجه آن التماس ایشان را قبول فرمودند و به طرف سفیدمون به آن باغ ایشان با درویشان رفتند و دو روز آنجا توقّف فرمودند. از عنایات الهی در روز سوم دَرویشان را در صحبت خواجه احوالی خوش بود و صحبتی بغایت گرم. در آن حال مولانا عارف رسیدند و به صحبت خواجه مشرّف گشتند. چون زمانی گذشت خواجه از آن باغ بیرون آمدند و در سایهٔ درختی تکیه فرمودند و این ضعیف در قدم ایشان بود. بعد از فرصتی خواجه یوسف با بعضی از طلبهٔ علم از باغ بیرون آمدند، امّا به صحبت خواجه نمی توانستند آمد. چون نزدیك ایشان رفتم، فرمودند در ما خوفی پیدا شده است از آن جهت نمی توانیم نزدیك خواجه آمدن و سبب خوف آن است که بعد از آن که خواجه از باغ به این طرف آمدند، مولانا عارف سخنی می گفت. لحظهٔ استماع کلمات او کردیم ثقالتی و قبضی در ما پیدا شد. زود از آن مجلس بیرون آمدیم. خوف عظیم بر ما مستولی شده است من قضیّه خواجه یوسف را بر حضرت خواجه عرض کردم. به باغ در آمدند وقت نماز پیشین شده بود به نماز مشغول شدند و مولانا امیر ابوبکر افشنجی را امامت فرمودند. بعد از تکبیر تحریمه فرصتی گذشت از مولانا ابوبکر حرکتی پیدا نشد. خواجه اورا از محراب بیرون آوردند و خود به امامت مشغول شدند. هیبتی در آن قوم که به خواجه به نماز ایستاده بودند پیدا شد و در هر یکی کیفیتی تصرّف کرد که نتوانستند نماز گزاردن مگر یك کس که به خواجه نماز گزارد و آن قوم که در آن باغ خواجه یوسف بودند قریب هفتاد تن بودند. هر یکی را حالی بود بعضی می گریستند و بعضی در خاك می غلطیدند و بعضی به طرف صحرا می رفتند و مولانا امیر ابوبکر عمامّه و درّاعه را انداخته بود و به هر طرف می دوید و می گفت: دلیل من از من رنجیده است و خاك و خاشاك بر سر می کرد و حضرت خواجه

چون نماز تمام کردند و احوال آن قوم را بر آن صفت مشاهده کردند حال عجبی داشتند. از باغ بیرون آمدند و بر بالای تودهٔ ایستادند. در آن حال خواجه یوسف می گفتند که خوف ما زیاده شد تدبیر این حال چیست؟ آن حال و صفت خواجه یوسف را بر خواجه عرض کردم از راه غیرت و اظهار عجز آن قوم گفتند تدبیر ایشان آن است که نزدیك مولانا عارف روند به سبب آنکه این احوال این قومرا از کلام و بیان او پیدا شده است اورا می باید پیدا کرد و اتفاقا مولانا به طرفی مختفی شده بود جمعی به طلب مولانا عارف رفتند. درین زمان من در حضرت خواجه تضرع نمودم که خاطر خواجه یوسف قوی در بار شده است که این قوم از جهت صحبت شریف شما به این باغ آمده اند و این حال ایشان را از بی معرفتی و نادانی واقع شده است. صلاح حال ایشان بر اندك التفات حضرت است. حضرت خواجه لطف نمودند و به هر یکی از آن قوم التفاتی فرمودند و اورا به حال خود باز آوردند امّا به مولانا امیر ابوبکر هیچ مشغول نشدند تا آن زمان که مولانا عارف آمد. خواجه متوجّه به مولانا عارف شدند و فرمودند این عمل که تو کردی از باب درویشی است صحبتی گرم یافتی و قومی را دیدی که بغایت متعلّق شده اند قصد آن کردی که ایشانرا به طرف خود جذب کنی. تنور گرم یافتی و خواستی که فطیرهای خام خود را در بندی و فساد کردی، بر تو واجب است که اصلاح حال ایشان بکنی. من خود به واسطهٔ التماس خدمت خواجه یوسف تدبیر کار این قوم غیر مولانا امیر ابوبکر کردم. آن زمان که من از باغ بیرون آمدم تو هم صحبت گرم یافته بودی و متوجّه به این مولانا امیر ابوبکر شدهٔ و شرح معارف الهی می کردی، باید که اصلاح حال این مولانا بکنی بزرگی عالم کامل را به سخن از خود ربودهٔ و غیر منتفع گردانیده فرزندان او ترا کجا گذراند؟ چون حضرت خواجه این سخنان گفتند و اثر هیبت و جلال از ایشان ظاهر می شد مولانا عارف گریان شد و بر خاست و تضرع بسیار کرد و گفت: بد کردم و توبه کردم مرا حدّ این نیست و خدمت خواجه یوسف بر خاستند و شفاعت کردند. خواجه از مولانا عارف عفو فرمودند و حضرت خواجه مولانا

امیر ابوبکر را التفاوت بسیار نمودند و آن صفت را ازیشان زایل گردانیدند و فرمودند تا عمّامه بر بستند و دراعه در پوشیدند و مولانا امیر ابوبکر به حال خود باز گشت و حضرت خواجه با خواجه یوسف و علما و اکابر و درویشان از باغ مزار سفیدمون به طرف شهر بخارا رفتند.

نقل کرد عزیزی که روزی حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه در شهر بخارا بر درازگوشی نشسته بودند و اتفاقا درویشی بر راه گذر ایشان بود خواجه چون باو نزدیك رسیدند، آن درویش در خواست کرد که از درازگوش فرود آمدن شرط نیست. خواجه فرمودند که: مارا در خاطر نبود که فرود آییم در خواست حاجت نیست. آن درویش در غضب شد و خواجه را ناسزای بسیار گفت. خواجه تبسّم کردند و بشاشت نمودند. حاضران از آن لطف خواجه تعجّب کردند. اتفاقا روز دیگر خواجه به جمعی از درویشان به طرف کوفین رفتند و آن درویش را مرض صعبی پیدا شد. بعضی از کسانی که در آن روز بی ادبی او به نسبت خواجه حاضر بودند نزدیك او رفتند و اورا گفتند سبب مرض تو آن سخنان است که به نسبت ایشان آن روز گفتی. علاج تو هم از ایشان خواهد بود و آن درویش دایم از خواجه یاد می کرد. روزی مرا طلبید و گفت: اگر ایشان نخواهند آمد من هلاك خواهم شد. بعد از زمانی که از پیش او بیرون آمدم به طرفی به مهمی می رفتم مرا با خواجه ملاقات شد که همان ساعت از طرف کوفین می آمدند. بر ایشان سلام گفتم. از من پرسیدند که حال آن درویش بیمار چون است که این زمان پیش او بودی بهتر هست؟ من تعجّب کردم. آنگاه گفتم: زحمت قوی دارد منتظر لقای شریف است. خواجه به منزل نرفتند. بالفور به عیادت او رفتند و من نیز در قدم ایشان بودم. آن درویش را پرسش کردند و فرمودند: الشافی هو الله، خوش خواهی شد مترس نخواهی درین مرض مرد. از برکهٔ دعای ایشان اثر صحّت در آن درویش پیدا شد. خواجه را عذر بسیار خواست و گفت: خاطر شریف شما از من رنجیده باشد؟ من بی ادبی کردم، عفو فرمایید خواجه فرمودند: خاطر ما از تو نرنجیده است و در باطن ما از تو غباری نیست. آنگاه

خواجه از پیش آن درویش بیرون آمدند و در آن اثنا فرمودند: ما متابعت روش پیغامبر صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم می نماییم. دندان مبارك اورا شکستند فرمودند: اللّهمّ اهد قومی فانهم لا یعلمون. امّا گفته اند. مشایخ، تیغ برهنه اند. خلق خود را بر آن تیغ می زنند و ایشان خود را بر کسی نمی زنند. از حضرت عزیزان قدس الله سرّه سؤال کرده اند که می گویند فلان کس را تیغ مشایخ رسید. این سخن چگونه است؟ ایشان فرموده اند. آنکه مردست به غیر نمی پردازد و آنکه نامرداست نمی تواند. اما درین راه تیغی است برهنه خلق خود را بر آن می زنند.

نقل کرد درویشی که ملازم سفر و حضر خواجهٔ ما بود قدّس الله روحه که کرّت دوّم که خواجه به عزیمت زیارت بیت الله به بغداد رسیدند و وقت آن شد که حجاج به جهت راه کعبه شتر کرا گیرند، خواجه اصحاب را اشارت فرمودند که هر کسی به جهت خود شتری گیرند. آخر یکی شتر لاغر ضعیف ماند که از حجّاج هیچ کس آن را التفات و قبول نکرد. خواجه فرمودند که ما این شتر را می گیریم. اصحاب نگران خاطر شدند و به طریق تضرع به حضرت خواجه عرضه داشتند که این شتر قوی لاغرست و بی قوّت و راه کعبه راهی بغایت دشوارست. خواجه فرمودند: البتّه ما بر همین شتر خواهیم بر نشست. بعده چون در بادیه در آمدند، بسیار از شتران با قوّت بر جای بماندند و سقط شدند و حضرت خواجه در وقت رفتن به کعبه و در آمدن بر همان شتر ضعیف لاغر بودند و حضرت خواجه بسیار می فرمودند که هر که بر ستوری سوار شود، باید که بار خود را بر ستور نه اندازد و به قدر رعایت حال ستور نماید. از اولیاء الله کسانی بوده اند که از راه صورت بر ستور نشسته اند، اما از راه معنی بار ایشان بر مرکب نبوده است چنانکه از سلطان ابویزید قدّس الله سرّه منقول است در راه حجّ همهٔ اهل قافله را از آن صفت خواجه تعجّب بسیار شد.

نقل کرد شیخ امیر حسین که اول سبب محبّت و پیوستن من به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه آن بود که من در قصر عارفان می بودم در منزل خواجه و من در سن

بیست سالگی بودم و کسب من زراعت بود، اما همه همّت من بر خورد و خواب بود و قرآن و آداب و احکام مسلمانی نمی دانستم و گذر حضرت خواجه که به مسجد می رفتند، بر در خانهٔ من بود و هر کرّت که می گذشتند، در من نظر می کردند و تبسّم می فرمودند، تا چند کرّت همچنین واقع شد. در من اندوه عظیم پیدا شد که چرا من نماز نمی گزارم؟ و کسی واقف این حال من نبود شبی درین اندوه به خواب رفتم. حضرت خواجه را دیدم که آینهٔ بزرگ روشن در دست ایشان بود، در دست من نهادند. خود را در آن آیینه دیدم، هم درین حال بودم که از خواب بیدار شدم. گریهٔ قوی بر من مستولی شد و هر ساعت می خواستم که نعرهٔ بزنم. به تکلّف بسیار خود را نگاه می داشتم. درین حال بودم که خواجه از در خانه در آمدند و نزدیك من نشستند و فرمودند: تورا چه شده است؟ من خاموش کردم. خواجه فرمودند که آن کس که آیینه را در دست تو نهاد که بود؟ گفتم: حضرت شما. فرمودند: چون دانستی، خاموش باش. گفتند: چرا نماز نمی گزاری؟ من گریستم و گفتم: نماز گزاردن نمی دانم و قرآن نه خوانده ام. خواجه فرمودند: ترا تعلیم کنم و هر تربیتی و شفقتی که باید به جای آرم و الحق آنچنان که فرمودند: به جای آوردند و اوّل سبب محبّت من این واقعه بود و دایم در خدمت ایشان می بودم و منتظر اشارت که چه فرمایند.

نقل کرد شیخ امیر حسین که در آن فرصت که تاراب را عمارت می کردند خلق ولایت بخارا قوی در تشویش شده بودند و خاطر شریف حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه از جهت تفرقه اهل اسلام در بار شده بود و من در آن وقت از سوخاری بجهت دیوار باغ بر پشت خارسپید می کشیدم. خواجه مرا فرمودند که قدم را به طرف تاراب رسان باشد که مسلمانان خلاص یابند. به اشارت خواجه به طرف تاراب رفتم. چون نزدیك تاراب رسیدم غلبه و شوری در آن خلق دیدم. چون بیشتر رفتم معلوم کردم که حکم شده است که خلق باز گردند. در حال مردم از تاراب به طرف شهر بخارا روان گشتند. من نیز با ایشان باز گشتم. روز دیگر به حضرت خواجه آمدم سؤال کردند که

چرا زود آمدی؟ قصّه را گفتم. خواجه فرمودند: کاشکی پیش ازین می رفتی.

نقل کرد یکی از ساکنان قصر عارفان که شبی خواجهٔ ما قدّس الله روحه در مسجد قصر عارفان بودند و جمعی از درویشان حاضر بودند. خواجه متوجّه بمن شدند و نام پدر مرا گفتند و فرمودند: کیست که اورا به نماز حاضر آرد؟ و حال چنان بود که پدر من نماز نمی گزارد. همین که خواجه این سخن فرمودند جمعی را دیدم قوی با هیبت سلاحها از تیغ و دبّوس در دست دارند و قصد پدر من می کنند. زود بر خاستم و گفتم: من اورا به نماز حاضر گردانم. خواجه فرمودند: دولت و سعادت یابی. من از مسجد بیرون آمدم و بتعجیل به طرف خانه رفتم. آن جمع را بدان کیفیت دیدم که در عقب من به خانه آمدند. من پدر را گفتم: به نماز می باید رفت. گفت: بلی بروم. امّا مساهلتی می کرد. آن جمع را دیدم که قصد او می کنند. من تعجیل کردم و پدر را به وضو ساختن مشغول کردم و چشم من در آن جمع بود. پدر من وضو ساخت و به طرف مسجد روان شد. من در عقب او می رفتم. چون به کنار حوضی رسیدم که بر در مسجد است حال بر من دیگر شد و از خود رفتم. خلق در عقب خواجه نماز خفتن گزاردند و من بر همان حال بودم. حضرت خواجه آمدند و به دست مبارك خود دوش مرا مالیدند به حال خود آمدم، آن واقعه را به پدر خود گفتم. تعجّب بسیار کرد و مِن بَعد نماز را ترك نکرد.

نقل کرد شیخ امیر حسین که در آن فرصت که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه مرا به طرف لشکرگاه امیر بیان به جهت والد خود روان کردند، اتفاقا خواجه در قرشی بودند و فصل زمستان بود و هوا بغایت سرد و برف بسیار باریده بود و روز وقت نماز پیشین بود. خواجه لطف نمودند و با جمعی از درویشان تا سر راه رفتند و سخنان بسیار به این فقیر گفتند و فرمودند: من در جمیع احوال با تو اِم در عالم صورت تو می روی، اما در حقیقت من می روم. خاطر جمع دار بی توشه و مرکب و همراه مرا روانه کردند. از نظر ایشان چون روان گشتم، حال عجیبی داشتم و وقت نماز شام بود که بموقع رسیدم که در آنجا دو گنبد بود و در بیرون آن شتران خفته بودند و خدیوندان شتران در گنبد

بودند و در آن حال برف می آمد. ساعتی آنجا نشستم. سه سوار از عقب من رسیدند در لباس و مرکب. یکی از ایشان را آثار امارت پیدا بود برو سلام گفتم. آن امیر ایشان چون از مرکب فرود آمد، دست مرا گرفت و با خود در آن گنبد در آورد. چنان معلوم کردم که خاطر او به طرف من میل کرده بود. بعده آن جمع پرسیدند: این چه کس است؟ امیر ایشان گفت: من اینجا رسیدم او نزدیك شتران نشسته بود. آن جمع گفتند: او دزد است. من تبسّم کردم و هیچ سخن نگفتم. امیر ایشان از کیفیّت احوال از من پرسید. گفتم: از طرف بخارا به طرف لشکرگاه امیر بیان می روم. گفتند به چه سبب؟ گفتم: من در صحبت عزیزی می باشم که پدر ایشان درین لشکرگاه است و آن عزیز را مانعی بود، بنابر آن نیامدند. گفتند: اگر راست می گویی توشه و مرکب و همراه تو کجاست؟ من گفتم: آن عزیز مرا این چنین فرستاد، مرا اختیاری نیست. یکی از آن جمع مردی بود حاجی گفت که آن عزیز که اورا چنین فرستاده است، از بندگان دوست حق تعالی است اوْ دانسته است و دیده که این درویش در راه با ما همراه خواهد شد، از آن جهت اورا بی توشه و مرکب و هم راه فرستاده است. پس از آن امیر آن جماعت مرا رعایت بسیار می کرد و حقیقت حال آن جماعت چنان بود که ایشان از ولایت کات مال عظیم به نزدیك این امیر می بردند. بامداد چون روان شدند، خادمی می داشتند غایب شد. من گفتم: خادم شما باشم. جوالهای بسیار بود پر از عدلی، چهار تن ازیشان یکی جوال را می برداشتند و من تنها یکی جوال را. آن جماعت تعجّب می کردند و می گفتند: مگر او خضر است. مدّت چهل و پنج روز با ایشان رفتم. بعده چنین شنیده شد که لشکرگاه امیر در فلان موضع است. چون نزدیك رسیدیم، معلوم شد که آن امیر در لشکرگاه نیست. به طرف کرکسار به شکار رفته است. آن جماعت به طرف امیر رفتند. من گفتم: به طرف لشکرگاه می روم که مرا آن عزیز چنین امر کرده است که زینهار به لشکرگاه روی. آن جماعت هر چند سعی کردند، با ایشان موافقت نکردم و اتفاقا میان من و لشکرگاه دو کوه بود و دریای وخش در همین حال از طرفی دو کس آمدند و

گفتند: ما نیز به لشکرگاه می رویم، مرکبان داشتند مرا بر مرکب نشاندند و از آن دو کوه گذرانیدند و شام به منزل خود بردند و خدمت و رعایت بسیار کردند و بامداد مرا بر اسب نشاندند و گفتند: چشم خود را پوش چون چشم بر هم زدم مرا از آن دریا گذرانیدند. چون به لشکرگاه رسیدم، منزل والد خواجه را معلوم کردم. ایشان نیز به شکار رفته بودند. کاروانی یافتم که به طرف ترمذ می رفتند، با ایشان به ترمذ رفتم. بر درازگوشی مرا سوار کرده بودند چون به آب چغان رود رسیده شد، خلقی از اهل کاروان در آب افتادند. بسیاری از درازگوشان ایشانرا آب برد و در گذشتن از آن آب جامه و موزهٔ من تر شد، به سبب آنکه درازگوش من چون نزدیك کنار آب رسید، افتاد من از درازگوش فرود آمدم. چنین شنیدم که در آن حال بر کنار آن آب جمعی از بخارا بودند و مرا بر آن حال دیده و گمان برده اند که مرا آب برد. در بخارا در حضرت خواجه گفته اند که امیر حسین را آب برد. خواجه فرموده اند: اگر او در آب افتد یا در آتش عاقبت سلامت به نزدیك من خواهد رسید. چون به ترمذ رسیدیم، هر کسی متفرّق شدند. من به طرف بازار سه سوی ترمذ رفتم و در موضعی نشستم. هوا بغایت سرد بود و نماز دیگر و شام بر من قضا شده بود. بار عظیم داشتم. در خاطر آمد که مرا درین شهر آشنایی نیست درین حال درویشی آمد و دست مرا گرفت. درین حال دیدم که اورا محبّت من پیدا شد و مرا به طرف منزل خود برد، جایی قوی با روح و صفا بود. چهار کس در آن منزل بودند. زود جامهٔ مرا کشیدند و موزه مرا به کارد شکافتند و خشك کردند و طعام حاضر آوردند. چون فارغ شدیم، مرا گفتند: می باید که نماز خفتن را تو امامت کنی هر چند عذر گفتم، قبول نکردند. بعد از آن وضو ساختم و نماز دیگر و شام را قضا کردم و نماز خفتن را بضرورت امامت کردم. آن درویش و آن جمع بسیار گریستند. بعده از حال من پرسیدند. قصّه را با ایشان تقریر کردم تعجّب بسیار کردند، بعد از نماز بامداد از آن درویش اجازت طلبیدم که به طرف چهار سوی ترمذ روم و لیکن باز خواهم آمد ان شاء اللّٰه تعالی. زمانی بر دوکانی نشستم، جوانی ترك را دیدم درازبالا،

پوستین پوشیده که قرص بزرگی در کنار من نهاد و در من نظر کرد. من نیز آن نان را بوسیدم. مسجدی بود در آن نزدیك در آنجا در آمدم و بسیار گریستم و اندکی از آن نان خوردم و چون از آن مسجد بیرون آمدم یکی را دیدم که بر مرکب سوار ایستاده است. در خاطر من آمد که ازین سوار از آن حاکم بخارا که پدر خواجه در ملازمت او می باشند پرسم. نزدیك او رفتم و برو سلام کردم و ازو پرسیدم. آن سوار گفت: آن جماعت که از کات آمدند، خبر شما را به پدر شیخ شما رسانیدند و پدر شیخ شما قوی منتظر می باشند و من از جملهٔ خادمان حاکم بخارا ام. بعد دو روز خواهم به طرف لشکرگاه رفت و منزل من درین ترمذ فلان جای است. خاطرم تسکین یافت. آنگاه به طرف منزل آن درویش رفتم و قصّه خبر پدر خواجه را گفتم. او تعجّب کرد و گفت: در رفتن شما به طرف چارسو حکمتی بوده است. بعد از دو روز به آن قاصد حاکم بخارا به طرف لشکرگاه رفتم و خدمت پدر خواجه را دریافتم و سلام خواجه را رسانیدم. از من پرسیدند که فرزندم بهاء الدین چه گفت؟ گفتم: چنین فرمودند که می باید آنچه در دست ایشان است بگیرند و به این طرف بیایند و اگر نه آیند لشکرگاه بر افتد آیند. پدر خواجه گفتند: این چه سخنهاست که فرزند من می گوید؟ مرا این امیر به عمل به بخارا خواهد فرستادن و این مقدار عدلی به من خواهد رسید. آنگاه مرا نزدیك حاکم بخارا بردند. من سلام خواجه را رسانیدم بعده در خدمت ایشان می بودم. معلوم کردم آن حاکم بخارا و ملازمان او نماز نمی گزاردند. ایشانرا امر معروف کردم. جمله به نماز در آمدند و من مؤذّن بودم مقدار دویست کس نماز می گزاردند و چون طریقهٔ خواجهٔ ما این بود که در لقمه و خرقه احتیاط بسیار می کردند من از طعام این حاکم و هر که در ملازمت او بود نمی خوردم. کسب من آن بود که بر کنار دریا نشسته بودم و هیزم جمع می کردم و می فروختم و قوت خود می ساختم و هر گاه مرا با پدر خواجه ملاقات می شد ایشان را می گفتم که حضرت خواجه مشتاق و منتظر شمایند. اصلا پدر خواجه به این سخن من التفات نمی کردند و مدّت پنج ماه و پانزده روز شده بود که من از حضرت خواجه

مفارقت نموده بودم و شوق من به حضرت ایشان از حدّ گذشته بود. روزی بغایت محزون در گوشهٔ نشسته بودم. بعضی از ملازمان و مقربان آن حاکم بخارا که با من میل خاطری می داشتند نزدیك من آمدند و گفتند: چنین شنیده ایم که این امیر روزگار را که این حاکم بخارا در ملازمت اوست خصمی پیدا شده است چه می گویی مارا مصلحت چیست پیش او توقف نماییم یا به طرفی سر خود گیریم پیش از آنکه فتنه و کارزار شود؟ من گفتم: این سخن را من چه دانم؟ چون آن جماعت بسیار الحاح کردند که ما را بر سخن تو اعتماد است، از آن جهت که تو فرستادهٔ حضرت خواجهٔ مارا اعلام می باید کرد، بر زبان من گذشت که آن خصم بر این امیر غالب خواهد آمد. آن جمع ازین سخن متغیّر شدند و گفتند: این امیر را شست هزار سوار جزار است و آن خصم اورا ده هزار مرد بیش نیست. من گفتم: اگر حکم خدای تعالی این باشد که آن لشکر اندك غالب آید، شما چه می گویید؟ ایشان گفتند: چه توان گفت: در حال رفتند و قصّه را با حاکم بخارا گفتند که: مؤذن چنین گفت نقل کردند که او لحظهٔ خاموش شد و بعد آن گفت او خرد سال است و اورا علم نیست و رمل نیست، به سخن او نمی توان ازین امیر روی گردانیدن. آخر الامر چنان شد آن لشکر اندك نزدیك آمد. من پدر خواجه را گفتم که به کناره گوشه بیرون می باید شد. بعده هردو لشکر مقابل شدند و آن لشکر اندك غالب آمد و آن امیر با شست هزار سپاه را هزیمت کرد. بعده حاکم بخارا را دیدم، کهنه نمدی در خود پیچیده بود. مرا دید گفت: سخن ترا نشنیدیم. پس از آن پدر خواجه با چند کس دیگر سلامت بودند و پدر خواجه می گفت: به کابل می روم که سه هزار دینار عدلی دارم. من گفتم: چنین مگویید. به چشم خود دیدید که لشکرگاه این امیر در طرفة العینی بر افتاد. خواجه منتظر شمایند اکنون نیز نباید که فسادی واقع شود و پدر خواجه به این سخنان هیچ التفات نمی کرد و می خواست که به طرف کابل عزیمت کند که روز دیگر حاکم آن موضع که ما در آن جا بودیم، آمد و مرکبان و چیزهای پدر خواجه را و از آن مردم را که با پدر خواجه بودند گرفت و ایشان را تشویش بسیار کرد. همه در حیرت

شدند، من پدر خواجه و آن کسان را گفتم که از برکهٔ ولایت خواجه این چیزهای شما حاصل شود، به طرف بخارا بی توقّف می روید. همه گفتند: خلاف نکنیم و به طرف بخارا بی توقّف روان گردیم. من زود نزدیك آن امیر که غالب آمده بود، رفتم و گفتم: حاکم فلان موضع چنین ظلمی کرد. آن امیر حکم کرد که هر چه از شما گرفته اند بدهند و قاصدی را نامزد کرد برای آن معنی آن قاصد اموال را از آن کسان گرفت و به پدر خواجه و آن کسان سپارش نمود. آن امیر پدر خواجه را گفت: دو سه روز توقّف نمایید. بعده اتفاقا کاروانی از طرف هندوستان رسید. آن امیر پدر خواجه را با آن کسان به اهل کاروان سپارش نمود که ایشان را تا نزدیك بخارا رسانید. چون به در آهنین رسیدیم، نیم روز بود. من مرکب پدر خواجه را بر کنار آبی علف می داشتم، ناگاه در خاطر من خوفی پیدا شد. زود جامه و موزه در پوشیدم، نظر کردم دزدان آمده بودند، اهل کاروان را از آن حال واقف کردم بعده چون پدر خواجه به قرشی رسیدند، والده حضرت خواجهٔ در قرشی بودند. پدر خواجه آنجا توقّف نمودند، طاقت من از اشتیاق لقای مبارك خواجه طاق شده بود. زود ازیشان اجازت طلبیدم و به طرف بخارا روانه شدم. وقت توت و زردآلو بود و هوای قوی گرم بود، اما به ذوق دریافت لقای شریف ایشان خوش حال می رفتم. چون به سعادت نظر مبارك خواجه مشرّف گشتم ذوق آنرا نهایتی نبود بعده از احوال والد و والده پرسیدند فرمودند: احوالی که در رفتن و آمدن بر تو گذشته است تو بیان می کنی یا من؟ گفتم: همه بر حضرت شما روشن است. فرمودند: شام اول که بدان دو گنبد رسیدی و در پیش آن شتران نشستی. ساعتی را از عقب تو آن امیر آمد و اورا با تو میل خاطر شد و تو با او در آن گنبد در آمدی و آن جماعت ترا بدزدی نسبت کردند و تو تبسّم کردی و از احوال تو پرسیدند و آن مرد حاجی آن سخن گفت و آخر کار ترا تعظیم کردند و بامداد که غلام ایشان گریخت و تو تنها آن جوال عدلی را برداشتی و ترا گفتند که مگر او خضر است. آن زمان تو نبودی، من بودم. فرمودند: چون به نزدیك آن دو کوه رسیدی و آن سواران ترا از آن دو کوه گذرانیدند و بعد از آن

ترا به منزل خود بردند و شب خدمت کردند و بامداد ترا بر اسب نشاندند و گفتند: چشم خودرا پوش و از آن دریای وخش گذرانیدند، آن زمان ما با تو بودیم. فرمودند: چون بر درازگوش نشستی و در چغان رود در آمدی و درازگوشان اهل کاروان را آب برد و درازگوش تو نزدیك به کنار آب در آب افتاد و تو فرود آمدی و جامه و موزهٔ تو تر شد و آن یار بخاری که ترا بدان حال دید، تصوّر کرد که ترا آب برد نزدیك ما آمد و آن خبر گفت ما اورا گفتیم: اگر در آب افتد یا در آتش نزدیك ما او سلامت خواهد آمد و چون برادر تو آن خبر را شنید، بیامد که برادر من بسبب فرستادن شما در آب رفت، خونبهای اورا دهید. ما اورا گفتیم: اگر امیر حسین سلامت نیاید، هر چه تو طلبی بدهیم. فرمودند: چون در ترمذ در آمدی و به سر سه سو رسیدی در خاطر تو گذشت که دربن شهر مرا آشنایی نیست حق تعالی به فضل و کرم خود آن درویش را نزدیك تو رسانید، تا ترا به منزل خود برد و آش پخت و ترا امامت نماز خفتن فرمودند و آن قوم بسیار گریستند و فرمودند: بامداد که به طرف چهار سوی ترمذ رفتی و آن ترك پوستین پوشیده، نان بزرگ در کنار تو نهاد و به گوشهٔ چشم در تو نظر کرد، هیچ می دانی که او که بود؟ من گفتم نه می دانم. خواجه فرمودند: او خضر بود و در خاطر تو آمد که آن سوار از حاکم بخاراست و از پدر من خبر دارد ازو پرسیدی و چون سلام مرا به پدر من رسانیدی و سخن مرا گفتی، پدر من گفت: این چه سخنهاست که فرزند من می گوید؟ مرا این امیر به بخارا خواهد فرستادن و این مقدار عدلی به من خواهد رسید. فرمودند: چون ملازمان حاکم بخارا آمدند و از تو احوال آن دو لشکر پرسیدند، تو گفتی: این امیر شما مغلوب خواهد شدن. چون پدر من عزیمت رفتن کابل کرد و سخن ترا نشنید، روز دیگر حاکم شهر صفا چیزهای اورا و آن کسان را که با او بودند گرفت و تو با ایشان آن قرارها کردی و نزدیك آن امیر غالب رفتی و قصهٔ ظلم آن حاکم شهر صفا را عرضه داشتی و چیزهای ایشان با ایشان رسید. فرمودند: در آن زمان که تو بر در آهنین برکنار جوی مرکب پدر مرا علف می داشتی و در خاطر تو خوفی پیدا شد، آن خوف را در

﴿۱۳﴾

خاطر تو من انداخته بودم. تمامی آن احوال را که در آن راه بر من گذشته بود، همه را بیان فرمودند. مرا تحقیق شد که آنچه در زمان روان کردن فرمودند که تو نمی روی، من می روم، حقیقت بوده است و مشاهدهٔ آن احوال اسباب یقین من شد به حضرت ایشان.

نقل کرد درویشی که سبب محبّت من به حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه این بود که من در تاتکن می بودم و به جمعی از درویشان خواجه که در آنجا می بودند مصاحب می بودم و از طریق کسب گاه گاه به قدر حال خود خدمتی می کردم و در صحبت آن درویشان از فضایل و شمایل خواجه بسیار می شنیدم. مرا میل خاطر تمام به دریافت صحبت شریف خواجه پیدا شد و از برکت ایشان در میان آن درویشان صفتهای پسندیده بسیار بود. روزی به جهت کفایت مهم یکی از آن درویشان که به منزل او رفته بودم و متوجّه به حضرت خواجه بودم، بعد از لحظهٔ طعام حاضر آوردند، در آن زمان صورت خواجه در نظر من آمد و آوازی بگوش من آمد که ترا به خراسان می باید آمد. صفتی در من پیدا شد، آن طعام را نخوردم، به طرف سمرقند متوجه شدم که از آنجا به طرف کش روم. به خدمت مولانا جلال الدین خالدی به واسطهٔ آنکه از درویشان شنوده بودم که مولانا به خواجه صحبت بسیار داشته اند و در میان ایشان محرمیّتهای بسیار شده است. چون به کش به منزل مولانا رسیدم پیش از ملاقات به مولانا متوجّه شدم تا باشد که از طرف ایشان طلبی پیدا شود. ساعتی گذشت جماعتی از ایمه از منزل مولانا بیرون آمدند و بعد ایشان مولانا مرا طلب کردند. چون ملاقات کرده شد، مرا عذر بسیار خواستند و گفتند که از زمان آمدن تو مارا خبر شد امّا خواستیم که در صحبت خلوت ترا بینیم. من قصّهٔ خودرا عرض کردم و بسیار گریستم و از مولانا نظری و التفاتی التماس نمودم. مولانا فرمودند: اگر دانم که مقصود تو از من کفایت می شود و من تقصیر کنم قوی نامسلمان باشم. این مطلوب تو از خدمت خواجه بهاء الدین قدّس الله روحه کفایت می شود و از فضایل و کمالات ایشان بسیار ذکر کردند و گفتند: همه خلق نگران حال می باشند و حال نگران خدمت خواجه است و مرا فرمودند.زود می باید که به خدمت

ایشان متوجّه گردی و به بعضی از احوال و واقعات که در راه خراسان مرا پیش خواهد آمد اشارت کردند. بر فور از خدمت مولانا به طرف نسف روان شدم و از آنجا به طرف خواجه خیران متوجّه شدم و در کشتی نشستم. چون پارهٔ رفتیم نماز پیشین شد بانگ نماز گفتم آن جمع که در کشتی بودند، به استعداد وضو هیچ مشغول نشدند. خاطر من نگران شد. ایشان را نصیحت کردم هم قبول نکردند. مرا از صحبت ایشان نفور شد و حال بر من تنگ شد. خواستم که خودرا در آب اندازم، قدم از کشتی بیرون نهادم و به برکهٔ توجّه به حضرت خواجه بر روی آب روان شدم. آن جمع که در کشتی بودند چون آن حالت را مشاهده کردند، گریان شدند و گفتند: بد کردیم توبه کردیم هر حقّی که تو رسانی ما به آن عمل کنیم. در خواست آن است که به کشتی در آیی. بعده به کشتی در آمدم و نماز پیشین را به آن جمع به جماعت گزاردم و چون بقلعهٔ آمو رسیدیم، در آنجا احوالی عجب گذشت. بعد از آن به راه مرویگانه متوجّه به حضرت خواجه شدم. چون به ریگ رباط شیر شتر رسیدم، کاروانی مرا پیش آمد و گفتند این ریگ مرو قوی است و راه بسیار غلط می شود سعی در آن کن که در رفتن میل به طرف دست راست نمایی که طرف دست چپ بیابان زردك است و پایانی ندارد، و هم هلاك است. چون ازیشان گذشتم گفتم: نزدیك خواجه می روم و طالب راه حقّم، مرا چه خطر باشد؟ قاصد به طرف بیابان زردك روان شدم. پارهٔ راه رفتم، به خود آمدم. معلوم کردم که گرسنه ام و اشتهاء طعام دارم در خاطرم گذشت که اگر اینجا به این صفت طعامی بودی، در دیگی سنگین و سفرهٔ نان و سبزی خوش بودی. نظر کردم، دیدم طعامی به همان صفت در همان دیگ با سفرهٔ نان در سایهٔ تودهٔ ریگی است. چون آن حال را مشاهده کردم، حال بر من دیگر شد. بسیار گریستم و گفتم: ای کریم علی الاطلاق هر که ترا طلبد، هر چه اورا باید، حاصل است. من چرا از تو غیر ترا طلبم؟ این گفتم، کشش من زیاده شد. آن طعام را بر همان حال گذاشتم و روی در آن ریگستان آوردم و روان شدم چون پارهٔ راه رفتم رمهٔ آهو پیش آمد. چون مرا دیدند، از من رمیدند. بر خاطر من گذشت که اگر این

طلب من حق است و توجّه به خدمت خواجه درست است می باید که این جانوران از من نگریزند. در حال به طرف من آمدند و خودرا در من می مالیدند. باز حال بر من دیگر شد، بسیار گریستم و مستغرق توجّه ایشان روان شدم. آخر الامر چون به ما خان رسیدم، احوالی شگرف از برکهٔ توجّه به حضرت خواجه ظاهر شد. پس از آن موضع به طرف سرخس روان شدم، چون نزدیك رسیدم بر خاطر من گذشت که هیچ منزلی و دیاری از دوستی از دوستان حق تعالی خالی نمی باشد. توجّه کردم و گفتم: تا اجازت آن صاحب دولت نشود، درین شهر نه در آیم و اتفاقا دو درویش از مرو با من همراه شده بودند. لحظهٔ گذشت آن دو درویش گفتند: اینك دادوی دیوانه آمد. دیوانهٔ این ملك اوست. چون نزدیك رسید، اورا استقبال کردم و سلام گفتم. علیك گفت. و بعد از آن گفت: خوش آمدی درویش ترکستانی و مرا در کنار گرفت و گردهٔ بیرون آورد و دونیم کرد، نیمه را با من داد و گفت: نیمهٔ این ملك را با تو دادیم، در آی. چون به سرخس در آمدم و به چهار سو رسیدم یکی را دیدم که کودکان سنگ می زدند. ازو پرسیدم گفتند: این دیوانه را چهار وادار می گویند. او نیز دیوانه است. بر خاطر من گذشت که ازو نیز اجازت درین شهر در آمدن طلبم. در آن حال که کودکان اورا سنگ می زدند، گفت: درویش ترکستانی سخن همان است که داد وی دیوانه ترا گفت. بعد از آن معلوم کردم که مرا میل طعام شده است. با خود گفتم که درین شهر هر آینه از درویشان حضرت خواجه کسی باشد می باشد که من لقمهٔ اول از دست آن درویش خورم. درین سخن بودم که سقائی آمد و مرا گفت که من از خادمان حضرت خواجه ام مرا به منزل خود برد و سه نوع طعام پیش من آورد و گفت: حضرت خواجه به هرات رفته اند تا ایشان بیایند، منزل تو این است و من خادم تو ام. چون روزی چند شد، خبر رسید که حضرت خواجه آمدند. فی الحال با آن درویش به دریافت خواجه بیرون آمدیم. اتفاقا حضرت خواجه بر مرکبی سوار بودند و خلق بسیار در رکاب میمون ایشان بودند که به طرف مزار چهل دختران می رفتند. از بسیاری مردم نتوانستم که به حضرت ایشان ملاقات کنم. بر خاطر

من گذشت که خواجه بهاء الدین به خلق مشغول بوده است و من مدتی مشقّت کشیدم و آمدم و او با من هیچ التفاتی نکرد. مرا تدبیر کار خود می باید کرد همین که این سخنان بر خاطر من گذشت، خواجه از مرکب پیاده شدند و از میان آن خلق بسیار نزدیك من آمدند و فرمودند: خوش آمدی درویش تاتکنی تو این ساعت که اینجا رسیدی مارا معلوم شد. اما خواستیم که در خلوت ترا ببینیم و به تو مشغول گردیم، اما چون نزدیك شد که به واسطهٔ این خاطر عملهای خود را و اشارات آن صاحب دولتان را حبطه گردانی، به ضرورت درین جمع این مقدار بایست با تو مشغول شدن و چون حضرت خواجه از آن مزار مراجعت فرمودند و به منزلی که بود نزول کردند و انبوهی خلق کم شد و خلوت گشت، مرا نزدیك خود طلب فرمودند و گفتند: در چه کاری؟ هر چه بر تو گذشته است از آن روزی که در تاتکن در منزل فلان درویش ما بودی، به جهت کفایت مهم، او و ترا آن جذبه پیدا شد تا این زمان از همه مارا اعلام کرده اند و همهٔ آن احوال که ترا پیدا شد از واسطهٔ توجّه به ما بود و از آن ماست، آن روز که تو در صحبت مولانا جلال الدین خالدی بودی و ایشان آن الطاف فرمودند من در آن مجلس حاضر بودم و آن اشارات که ایشان کردند از همه من واقفم و آن زمان که قدم بر آب نهادی و روان شدی، بر روی آب ملاّح تو من بودم و آن احوال که از تو در قلعهٔ آمو ظهور کرد از توجه ما بود و آن طعام که در ریگ رباط شیر شتر دیدی آن طعام را من حاضر کرده بودم و آن رمهٔ آهو که نزدیك تو آمدند، چوپان ایشان من بودم و قصهٔ داد وی دیوانه و چهار وادار و سقّا را نیز فرمودند. بعده فرمودند: این حال که این زمان در تست این نیز از سبب توجّه ماست و آن ماست، اگر خواهیم گیریم و اگر خواهیم گذاریم. گفتند: واقف باش که خواهم گرفت لحظهٔ گذشت، دیدم که از آن حال هیچ نماند و من تمام خالی شدم. خواجه فرمودند: می خواهی که باز با تو دهم؟ گفتم: بلی. در لحظهٔ دیدم که آن حال مرا با من ایثار کردند چند کرّت این چنین واقع شد و من متحیر بودم که به چه کیفیّت این حال را می گیرند؟ خواجه فرمودند که من متصرفم، اگر می خواهم می دهم و اگر می خواهم، می گیرم و این

حال ترا به جذبه پیدا شده است، از آن جهت محل تصرّف است و حالی که به متابعت و سلوك حاصل می بود هر صاحب تصرّفی آن را نمی تواند تصرّف نمود. درین اثنا حالی بزرگ مشاهده کردم، مرا رقتی پیدا شد، بسیار گریستم. خواجه فرمودند: چرا می گریی؟ گفتم: من چندین گاه در تاریکی بوده ام. خواجه فرمودند چنین مگو آنچه پیش ازین معلوم کرده بودی آن نیز حق بود، اما آنچه این زمان مشاهده کردی از آن بزرگترست به واسطهٔ این ترا احوال گذشته چنان می نماید. بعد آن مرا گفتند: این حال را می خواهی یا گذشته را؟ من گفتم: این را می خواهم. خواجه فرمودند: این معنی بی متابعت میسر نمی شود. گفتم: قبول کردم که آنچه اشارت حضرت باشد به جای آرم. فرمودند: مرگ نوت مبارك باد.

نقل کرد همین درویش که چون حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه از سرخس به ماخان آمدند درویشانی که در حضرت ایشان بودند هر کسی را خدمتی می فرمودند. روزی فقاعی بود در جوار حضرت خواجه اورا گفت که هیچ کاری داری؟ ترا کسی بدهیم که بی مزد کار کند آن فقاعی گفت: مهمّی دارم که یخدان را می باید که از خاشاك و خاك پاك سازم. حضرت خواجه مرا و درویش اسماعیل غدیوتی را امر کردند که شما هردو یخدان فقاعی را پاك سازید و حضرت خواجه فقاعی را گفتند: ایشان را کار فرمای امّا به یك شرط که تو ایشان را هیچ طعام ندهی. به اشارت خواجه ما هردو به کار یخدان مشغول شدیم و اتفاقا آن روز باد سخت بود. مشقّت بسیار دیدیم در آن کار چندان حرکت کردیم که طاقت ما طاق شد. فقاعی را بر حال ما رحم آمد، در گریه شد. گفت: می دانم که شما گرسنه شده اید اما از خلاف امر خواجه قوی می ترسم. آخر گفت که امید دارم از کرم خواجه که این بی ادبی را بخشند چیزی به من داد و مرا به ازار فرستاد که طعامی بیار. من چون به بازار رسیدم، نزدیك دوکان نان فروش رفتم، در خوف بودم از طرف حضرت خواجه اگر چه از آنجا تا منزل خواجه مسافتی راه بود. زود در دکان نان فروش در آمدم و نان گرفتم و به خوف تمام از دوکان او بیرون می آمدم

که درین حال از طرف قفای من گریبان مرا کسی گرفت. نظر کردم، خواجه بودند. نان را از من گرفتند و فرمودند: با من این نقشها میسّر نمی شود. طپانچهٔ بر گردن من زدند و فرمودند: به غیر از من کسی دیگر شمارا نمی تواند طعام داد گرسنه می باید کار کرد. به خوف و اندوه تمام به طرف یخدان رفتم و قصّه را باز نمودم و باز به کار مشغول شدیم و به هر طریق که بود تا نماز دیگر کار کردیم ضعف و بی طاقتی به نهایت رسید. باز آن فقاعی گفت: به بازار برو باشد که این بار توانی طعام آورد به خوف بسیار به طرف بازار روان شدم و با خود گفتم. آن ساعت که حضرت خواجه در مسجد در آیند، به نماز دیگر گزاردن در آن زمان نان بگیرم، زیرا منزل ایشان مقابل بازار بود. چون خواجه به مسجد در آمدند زود از نان فروش نان گرفتم و به راه چهار سو به طرف یخدان بتعجیل روان شدم. چون به چهار سو رسیدم، حضرت خواجه پیش راه مرا گرفتند و نان را از من گرفتند و فرمودند: با بهاء الدین این تدبیرات پیش نمی رود. به طرف یخدان رفتم و حال را گفتم. بعده با درویش اسماعیل مقرر کردیم که می باید گریخت. هر چند کوشیدیم، آن نیز میسّر نشد و به واسطهٔ آن اختیارات در صحبت شریف خواجه راه نمی یافتیم. آخر الامر پدر حضرت خواجه را شفیع ساختیم تا ما را شفاعت کردند تا به صحبت خواجه توانستیم رسید.

نقل کرد همین درویش که حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه مرا با درویش اسماعیل درماخان بهیزم آوردن فرستادند و دو درازگوش بما دادند یکی درازگوش خواجه بود. چون هیزم را بر درازگوش بار کردیم. در راه از درازگوش خواجه هیزم افتاد. اسماعیل در غضب شد و چنان که عادت عوام خلق است که در حال غضب بر خدیوند چهارپا دشنام می دهند، ازو چنان سخنی صادر شد. من اورا گفتم که ای مسکین این چه سخن نبود که درین محل از تو صادر گشت آن درویش در گریه شد و بر سر و روی خود بسیار طپانچه زد و قوی در بار شد. چون نزدیك ماخان رسیدیم، حضرت خواجه مسافتی راه ما را پیش آمدند و به هیبت گفتند آن هیزم ناپاك را ازین درازگوش ما بیفکن

که آن هیزم سوختن را نمی شاید هیزم که کسی به جهت ما آرد و غضب کند و آن چنان ناسزا گوید سوختن آن هیزم روا نیست در آوان طلب من در بخارا بودم و خدمت سیّد امیر کلال علیه الرحمة و الرضوان در نسف بودند، مرا داعیهٔ پیدا شد که به خدمت امیر روم. از بخارا بتعجیل روان شدم چون به خدمت امیر رسیدم فرمودند: فرزند بهاء الدین خوش آمدی، قوی محل است، مدتی است که به جهت خمدان هیزم دروده شده است کسی نیست که هیزم را نزدیك خمدان آرد و حال آنکه هیزم خار مغیلان بود بر پشت برهنه آن هیزم را به خمدان می آوردم و دایم شکر می گفتم و اینجا ناسزا می گویند و غضب می کنند. چند روز آن درویش غدیوتی قبض و بار عظیم کشید و کارش تنگ شد تا پدر خواجه التماس عفو نکردند حضرت خواجه از آن درویش عفو نفرمودند و اورا در صحبت شریف خود راه ندادند.

نقل کردند خواجهٔ علاء الحق و الدین عطّر اللّٰه تربته که در اوایل که من به حضرت خواجه ما قدّس اللّٰه روحه پیوستم و به قبول ایشان مشرف گشتم صفت محبّت ایشان در من چنان اثر کرده بود که قرار و آرام از من رفته بود و لحظهٔ بی صحبت شریف ایشان نمی توانستم بود. روزی حضرت ایشان متوجّه به من شدند و فرمودند: تو مرا دوست می داری، یا من ترا؟ گفتم ای مخدوم شمارا به این فقیر چه التفات خواهد بود؟ من حضرت شمارا دوست می دارم. خواجه فرمودند: ساعتی ساکن باش تا حال ترا معلوم گردد. چون زمانی گذشت نظر کردم در وجود من از محبّت حضرت ایشان هیچ باقی نماند، خواجه فرمودند: اکنون ترا معلوم شد که محبّت از طرف من بوده است؟

اگر از جانب معشوق نباشد میلی • طلب عاشق بیچاره به جایی نرسد

اگر محبوب حقیقی نقاب قبول از روی (**یُحِبُّهُمْ** • المائدة: ٥٤) نگشودی، کرا زهرهٔ آن بودی که قدم در سرا پردهٔ (**وَ یُحِبُّونَهُ**) (همان سوره و آیه) نهادی؟

نقل کرد درویشی که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّٰه روحه بر بامی بودند و جمعی از درویشان در حضرت ایشان بودند صحبتی بغایت خوش بود. حضرت خواجه توجّه

به اصحاب کردند و فرمودند: شما مرا پیدا کرده اید یا من شمارا؟ درویشان مجموع گفتند: ما شمارا پیدا کرده ایم. خواجه فرمودند: چون حال چنین است، مرا پیدا سازید. خواجه این سخن گفتند و از نظر اصحاب غایب شدند. هر چند اصحاب که بر آن بام بودند خواجه را طلب کردند نیافتند. همه متحیّر شدند. بعده دانستند که حال چیست از آن سخن خود استغفار کردند و گفتند: حق اینست که خدمت شما ما را پیدا کرده اید، اگر جاذبهٔ لطف شما نبودی، کرا طاقت آن بودی که در صحبت قبول شما راه یافتی؟ اصحاب چون آن عذر گفتند بعده حضرت خواجه را دیدند که بر همان موضع که پیش از آن بودند، نشسته اند. جمیع درویشان متحیّر شدند و آن معنی سبب رسوخ محبّت ایشان شد به حضرت خواجه.

نقل کرد همین درویش که سبب محبّت من به حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه این بود که من از صغانیان در صغر سنّ به طرف بلده فاخرهٔ بخارا رفته بودم و ملازمت علما می نمودم. در آن اثنا مرا داعیهٔ پیدا شد که به زیارت بیت اللّه روم. چون به آن سعادت مشرف گشتم، باز ببخارا آمدم و حال آن بود که نفس من قوی طاغی شده بود و خود بین و نزدیك بود که حال دیگر شود و سر به شقاوت کشد. در چنین حال در من جاذبهٔ پیدا شد و بی اختیار مرا به صحبت شریف خواجه رسانید. چون به آن حضرت رسیدم، درویشان بسیار در صحبت ایشان بودند. خواجه مرا نزدیك خود کشیدند و طپانچهٔ بر گردن من زدند. حال من دیگر شد. در آن حالت ناله از من پیدا شد خواجه بانگ بر من زدند که خاموش باش چه جای ناله است که اگر این نالهٔ از تو پیدا نمی شد. کار تو در همین یك صحبت تمام می شد و چون خاموش نکردی از حال خود براستی از نمای و بگوی که خود را چون می بینی؟ گفتم: وجود خود را این زمان چون مبرزی می بینم، پر از نجاست که به هر طرف ازو نجاست و پلیدی می رود. حضرت خواجه سوگند یاد کردند که راست می گوید. صفت و حال او چنین است. بعد از آن روی به اصحاب کردند و فرمودند: اگر به صحبت ما نمی رسید، بی ایمان از دنیا می رفت.

نقل کرد یکی از درویشان حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه که روزی مرا داعیهٔ دریافت صحبت شریف خواجه پیدا شد از تاتکن به طرف بخارا متوجّه شدم و در آن حال ضعیفهٔ من چند درمی بمن داد که این را به حضرت خواجه می باید رسانید. هر چند ازو پرسیدم که به چه سبب می فرستی؟ سخنی نگفت. چون به بخارا رسیدم و به صحبت خواجه مشرّف شدم آن درمها را در حضرت خواجه ظاهر کردم. تبسّم کردند و فرمودند: ازین چند درم بوی فرزند می آید. امید است که حق سبحانه و تعالی ترا پسری کرامت کند. بعده از برکهٔ دعای خواجه اللّه تعالی مرا پسری داد. در آن زمان که ناقل این قصّهٔ را باین ضعیف تقریر می کرد، آن پسر او در آن مجلس حاضر بود.

نقل کردند که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه بسیار می فرمودند که صحبت اولیاء اللّه نعمتی بغایت بزرگ است.

آنکس که بیافت دولتی یافت عظیم • آنکس که نیافت درد نایافت بس است

و سبب دورماندن ازین نعمت قصورست که بر روندهٔ راه می گذرد. در آن فرصت که این بندهٔ ضعیف از سمرقند ببخارا رفت به دریافت صحبت شریف حضرت خواجه وظیفهٔ اصحاب ایشان چنان بود که به قدر امکان نماز را در صحبت حضرت خواجه در مسجد جماعت ایشان می گزاردند، خاصّه نماز بامداد را. روزی آن وظیفه ازین فقیر فوت شد و به آن سعادت مشرف نشدم که نماز بامداد را در آن جماعت پر برکهٔ حضرت ایشان گزارم. در بار شدم و در آن حال متوجّه ایشان شدم و آن نماز بامداد را خواستم که در راه مسجد ایشان گزارم رکعت اوّل را نیز نتوانستم با جماعت ادا کردن. آن بار زیاده شد بعده بتعجیل روان شدم که چون حضرت خواجه از مسجد بیرون آیند، بر ایشان سلام گویم و این دولت از من فوت نشود و مترصّد این معنی می بودم. چون بر حضرت ایشان سلام کردم جواب فرمودند و آهسته در گوش من گفتند که هر چگاه بر کسی قصوری می گذرد از صحبت دوستان حق تعالی و تقدس دور می ماند. از آن سخن حضرت ایشان اند. و بار من زیاده از آن شد. بر همان حال می بودم. چون نماز

پیشین شد حضرت خواجه با اصحاب به منزل دوستی رفتند و این ضعیف را نزدیك خود نشاندند و آنگاه فرمودند: از حضرت عزیزان علیه رحمة الرّحمن پرسیده اند که مسبوق به قضاء مسبوقانه چه وقت برخیزد؟ ایشان فرموده اند: پیش از وقت صبح تا نماز جماعت ازو فوت نشود.

نقل کرد درویشی که یکباری از نسف به دریافت صحبت شریف حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه آمدم حضرت ایشان در آن باغ بودند که این زمان مرقد منور ایشان در آنجاست. در فضایل اولیاء الله بسیار سخنان گفتند و آنگاه فرمودند: خوابگاه ما اینجا خواهد بود و اشارت به موضعی کردند که مرقد مطهر ایشان حالیا بر آنجاست و این اشارت پیش از نقل حضرت ایشان به مدتی بود.

نقل کردند که هر چگاه عزیزی فوت شدی، حضرت خواجهٔ ما قدّس الله روحه این حدیث را می خوانده اند که **(الموت راحة المؤمن)**، درین حدیث صحیح تأویل آنست که موت وسیلهٔ راحت لقای حق است جلّ لقاؤه چنانچه در حدیث آمده است که **(لا راحة للمؤمن دون لقاء الله تعالی)**، یعنی مؤمن را غیر از لقای حق تعالی و تقدّس راحتی نیست به جهت آنکه وصول به دولت لقای الهی جلّ انعامه در زندان دنیا با بقاء حجاب بدن ممکن نیست، به دلیل **(الدنیا سجن المؤمن)**، لا جرم به این راحت مشرف شدن را سابقهٔ چشیدن موت بایست چنانکه در حدیث وارد شده است که و الموت دون اللقاء منقول است حضرت خواجه موت را بسیار یاد می کردند خصوصا در آخر حیات و می گفتند: دوستان رفتند. آن عالم بغایت خوش است و بعده طبقات خواجگان را قدّس الله ارواحهم ذکر می کردند و در همان نزدیك رحلت نمودند. در آن حدیث صحیح که عایشه رضی الله عنها طریق زندگانی و احوال حضرت پیغامبر را صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم روایت می کند مذکور است: **(یا عا ئشة اخوانی من اولی العزم و الرسل قد صبروا علی ما هو اشد من هذا فهضوا علی حالهم فقدموا علی ربهم فاکرم مآبهم و اجزل ثوابهم)** الی قوله **(وما من شئ احب الی من اللحوق باخلائی و اخوانی)**

قالت عائشة و اللّه ما استکمل بعد ذلك جمعة حتی قبضه اللّه تعالی عایشه روایت می کند رضی اللّه عنها که حضرت رسول صلی اللّه علیه و علی آله و اصحابه و سلم هرگز طعام سیر نخورد. من در خواست کردم پیغامبر گفت: صلی اللّه علیه و علی آله و اصحابه و سلم ای عایشه!: دوستان و برادران من از اولو العزم و رسولان بدرستی که بر سختر ازین کارها صبر کردند و بر آن حال خود ازین دنیا گذشتند و به حضرت پروردگار شان رسیدند. پس ثواب بزرگ و باز گشت نیك ایشان را کرامت کرد و هیچ چیز دوستر نیست به من از پیوستن با دوستان و برادران خود عایشه رضی اللّه عنها گفت: بعد ازین یك هفتهٔ تمام رسول صلی اللّه علیه و علی آله و اصحابه و سلم در دنیا نبود ازین عالم به جوار لطف حق تعالی و تقدّس نقل فرمود.

نقل کردند از خدمت برکه الزّمان قطب عزلتیان القدّوس عبد الوهّاب که گفت: چون حضرت خواجهٔ ما را دفن فرمودند از طرف روی مبارك ایشان: به حکم: **(القبر روضة من ریاض الجنة)**، دریچهٔ از جنّت در قبر منوّر ایشان گشاده شد و دو حور در آمدند و سلام کردند و گفتند: ما از آن شمائیم، از آن وقت که حضرت کریم علی الاطلاق جلّت الطافه مارا آفریده است منتظر خدمت شمائیم. حضرت خواجه فرمودند: مرا به حضرت حق سبحانه و تعالی عهدیست که تا به دیدار بی چون و بی چگونهٔ او جلّ جلاله مشرّف نگردم و جمیع آن کسانرا که به من پیوسته اند و کلمهٔ حقّی که از من شنوده اند و بآن عمل کرده اند، شفاعت نکنم به هیچ چیز و به هیچ کس اصلا مشغول نگردم.

نقل کرد دانشمندی که در آن وقت که حضرت خواجهٔ ما قدّس اللّه روحه از دار فنا به دار بقا رحلت فرمودند من در ولایت کش بودم. چون آن خبر به من رسید قوی شکسته خاطر شدم. با خود گفتم که باز به مدرسه روم. همان شام حضرت خواجه را به خواب دیدم که این آیت می خوانند: **(اَفَائِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَی اَعْقَابِكُمْ. آل عمران: ١٤٤)** و می گویند: زید بن حارثه گفته است: چون از آن خواب

بیدار گشتم اشارت حضرت خواجه را فهم کردم که به سبب روحانیّت با همه فقیران که با ایشان متوجّه می بوده اند، این زمان نیز عنایت خواهند فرمود امّا آنچه فرمودند که زید بن حارثه گفته است آنرا معلوم نه کردم. در همان نزدیك حضرت خواجه را به خواب دیدم، فرمودند: قال زید بن حارثة: الدین واحد، و دایم آن اشارت حضرت خواجه در خاطر من می بود. این خواب دلیل حقّانیت حضرت ایشان است که در حیات و ممات بندگان حضرت حق را جلّ جلاله دلالت براه راست می کنند و آنچه می نمایند از کتاب و سنّت و آثار صحابه رضوان اللّه علیهم و سیر سلف صالح است قدّس اللّه روحه و افاض علینا من برکاته.

ساحر البیان حضرت علامہ عبدالرحیم خان صاحب قادری

شبیر حسن چشتی نظامی

فتوح الغیب

قادری رضوی کتب خانہ